دبستانِ نعت

ششماہی

مدیر: ڈاکٹر سراج احمد قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و نعت پر مشتمل تحقیقی و تنقیدی جریدہ

دبستانِ نعت ششماہی

شمارہ جنوری تا جون 2016

ربیع النور شریف تا شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ

سرپرست

پروفیسر ڈاکٹر سید حسین احمد

(سجّادہ نشین خانقاہِ حضرت دیوان شاہ ارزانی۔ پٹنہ۔ بہار)

معاونین

سید صبیح الدین صبیح رحمانی (کراچی) | ڈاکٹر عبدالقادر غیاث الدین فاروقی (نیویارک) | قاضی اسد ثنائی (حیدرآباد)

زیرنگرانی

فیروز احمد سیفی۔ نیویارک

NAAT RESEARCH INSTITUTE
Mohalla Banjaria West,
Khalilabad -272175
Distt. Sant Kabir Nagar,UP
INDIA

Mob: +91-9415875761
8423867205
+1-347-561-2447

E-mail:
drsiraj123@gmail.com
anees11435@gmail.com

مدیر

ڈاکٹر سراج احمد قادری

سرورق

محمد مختار علی (جدہ)

ہدیہ Rs.200/-

بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم
بلغ العُلیٰ بکمالہ
کشف الدُّجیٰ بجمالہ
حَسُنت جمیعُ خصالہ
صلّوا علیہ وآلہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام
کلام شیخ سعدی

عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علامہ عبدالرحمن نورالدین جامی رحمۃ اللہ علیہ
کے نام

رحمة للعالمين
صلی اللہ علیہ وسلم

نورونکہت

اداریہ		9

تحمید وتقدیس

تو ہے رحمٰنِ دنیا بقول نبی ﷺ سب پہ تیری عطا، کرم ہی کرم	تنویرؔ پھول	19
دل میں کچھ بھی نہ رہے رب کی محبت کے سوا	طاہرؔ سلطانی	20
صاحب لطف وجود وسخا ربّنا ربّنا آفریں آفریں	ابرار کرت پوری	21

گنجینۂ نقد ونظر

کیا نعت صنف سخن ہے؟	ڈاکٹر سیّد حسین احمد	23
فن نعت اور نعت گوئی	ڈاکٹر سیّد خسرو حسینی	27
حدائق بخشش کے صنائع بدائع پر ایک اور نظر	ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی	57
نعت اور ہماری شعری روایت	ڈاکٹر عزیزؔ احسن	62
نعت رسول مقبول ﷺ اور اسکی ارتقاء	ساجد حسین ساجدؔ امروہوی	69

رحمت بیکراں ﷺ

عصر حاضر کے بلند قامت غیر مسلم نعت گوشاعر حضرت کرشن کمار طورؔ	ڈاکٹر فہیم احمد صدیقی	78
ڈاکٹر صغریٰ عالم ایک خوش فکر نعت گوشاعرہ	فیروز احمد سیفی	84

مقالات

حرف آرزو	منیر احمد ملک	95
ناعت پر فیضان منعوت	قاضی محمد رفیق فائزؔ فتح پوری	115
انسان کامل ﷺ کا ذکر خیر	سید اقبال حیدر	128
مظفر وارثی کا حمدیہ آہنگ	ڈاکٹر عزیزؔ احسن	132
لسان الحسّان طاہرؔ سلطانی کے نعتیہ کلام ''نعت روشنی'' کا تنقیدی مطالعہ	محسن اعظم محسنؔ ملیح آبادی	143

غیر منقوط حمدیہ و نعتیہ شاعری کا اجمالی جائزہ

حمدِ الٰہ جلّ جلالہٗ و مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	طاہرؔ سلطانی	154
میلا دا کبر ایک مطالعہ	ڈاکٹر نذیرؔ فتح پوری	180
نعتیہ شاعری کا تاریخی پس منظر	علیم صبا نویدی	186
مقبول بارگاہ رسالت نعت گو شاعر حضرت رؤفؔ امروہوی	ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی	190
اعجاز کامیٹھوی کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر مشاہد رضوی	202
علمائے گھوسی کی نعت نگاری	ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی	219
مولانا فروغؔ اعظمی اور انکی نعتیہ شاعری	مولانا نوار الہدیٰ مصباحی	255
نثارؔ کریمی ایک قادر الکلام شاعر	مولانا وصال احمد اعظمی	265

گوشۂ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ جامی کی دو مشہور نعتیں	تنویرؔ پھول	278
مولانا جامیؔ کی نعت نگاری	ڈاکٹر سیّد یحیٰ نشیط	281
حضرت عبدالرحمن جامیؔ نادر روزگار شخصیت	ڈاکٹر رضوان انصاری	287
فارسی نعتیہ کلام کا اردو ترجمہ	ڈاکٹر نور احمد ربّانی	298

گلہائے عقیدت

’’حضورِ شہِ بحر و بر جانے والے‘‘	حمیدؔ صدیقی	346
’’نِگاہ فرمِا کہ ساری اُمّت کی میٹھی چاہیں ترس رہی ہیں‘‘	سیّد نفیس الحسینی نفیسؔ	347
’’ ولادتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم‘‘	ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی	348
’’ دُور ہے شہرِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پھولؔ پژمردہ ہے یوں‘‘	تنویرؔ پھول	349
’’ حضور ایسا کوئی اِنتظام ہوجائے ‘‘	سیّد صبیح رحمانی	350
’’ان کا یومِ ولادت بڑی عید ہے‘‘	طاہرؔ سلطانی	351
نعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (چہار در یک Four in one)	ڈاکٹر صابر سنبھلی	352
’’اے رحمتِ حق مجھ کو بچانے کے لیے آ‘‘	علامہ قمرؔ بستوی	353
نعتیہ نظم	ریاض حسین چودھری	354

''سرِ حشر میری نجات کا نگہِ کرم پہ مدار ہے''	حامدؔ امروہوی	355
''اے زائیرِ طیبہ آقا کے دربار کا منظر کیسا ہے''	ساجدؔ امروہوی	356
''کہاں یہ منھ اور کہاں محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذُوالمنن''	ولی اللہ ولیؔ عظیم آبادی	357
''آ گئی جب ولادت کی پیاری گھڑی آسماں مُسکرایا زمیں ہنس پڑی''	اجملؔ سلطان پوری	358
''آمنہ بی کے گھر ہوا جلوہ فگن ہلالِ نورِ نعت''	ابرارؔ کرت پوری	359
''اللہ کا دربار ہے دربارِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''	چندر بھان خیالؔ	360
''نہ جانے دُعاوں میں کب اپنی اثر ہوگا''	اُدھو مہاجن بسملؔ	361
رحیقِ بیخودی	منیرؔ اعظمی	362
نعتیہ تضمین	ڈاکٹر نذیرؔ فتح پوری	365
نثری سہ سطری نعت	علیمؔ صبا نویدی	369
''میں پوچھتا ہوں کہ بعثتِ مصطفی پہ کس کو خوشی نہیں ہے''	قاضی اسدؔ ثنائی	371
''خدا کے سامنے محشر میں جب میرا ابلا وا ہو''	امان خاں دلؔ	372
''کہنے کو نعت محمد کی، ہے شرط محبت کم نہ پڑے''	سلیمان خُمارؔ	373
''چارہ گر ایسا جو ہر غم کی دوا دیتا ہے''	مبینؔ منوّر	374
''گھر مرا دیکھئے کب رشکِ جناں ہوتا ہے''	اسرار رازیؔ	375
''اندھیرے راہ میں حائل کبھی ہونے نہیں پائے''	رُبابؔ رشیدی	376
''مجھ کو مرے آقا کا دیوانہ کہا جائے''	افسرؔ امروہوی	377
''اے نعتِ نبی تو ہی عطا کر دے سلیقہ''	قاسم حبیبی	378
''فرشتے قبر میں پوچھیں گے جب کہ ''کون ہیں یہ؟''	شاہ اجملؔ فاروق ندوی	379
''دیکھا ہے جب سے گنبدِ خضرا کو خواب میں''	ڈاکٹر تابشؔ مہدی	380
''جبریلِ امیں بھی ہیں ترے در کے فدائی''	عنبرؔ بہرائچی	381
''یہ حاضری نہ ہوئی نعت کا بہانہ ہوا''	مختار علی مختارؔ	382
''وسیلہ بن گئی جب ذات تیری''	شبیر حسن فرازؔ فتح پوری	383
''محشر میں بات آپ کی ٹالی نہ جائے گی''	نثار احمد راہیؔ فتح پوری	384
''منبع علمِ جامعات ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''	ڈاکٹر فہیمؔ احمد صدیق	385

''آپ آئے تو جہاں کے بحر و بر روشن ہوئے'' مجتبیٰ مہر 386

''آئے ہیں در پہ آج تو جانا محال ہے'' ڈاکٹر صغریٰ عالم 387

''شب و روز یادوں کو دیتے ہیں دستک دِل و گوش جن سے ہیں مسحوراب تک'' خورشید آرا بیگم خورشید 388

''شہ دو جہاں ﷺ کے درِ ناز پر ہم'' کوثر چشتی 389

دھول تلوؤں کی ترے ہو میری پیشانی پر امین شاد 390

''ترے نقش پا سے افضل کوئی نقشِ پا نہیں ہے'' متین عمادی 391

''محمد ﷺ کے مدینے سے میں ایسا گیان لایا ہوں'' ڈاکٹر وحید انجم 392

نعتیہ دوہے انور سلیم 393

''سلام بحضور خیر الانام'' ﷺ سیّد نفیس الحسینی نفیس 395

پیامِ مدحت

ساجد حسین ساجد امروہوی۔ امروہہ 397

ڈاکٹر صابر سنبھلی۔ سنبھل 398

ڈاکٹر رضوان انصاری لکھنؤ 399

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم

اداریہ

مجلہ دبستانِ نعت ششماہی کا پہلا شمارہ آپ کے پیشِ نظر ہے۔ دبستانِ نعت کا یہ گراں مایہ تحفہ پیش کرتے ہوئے ہمیں دلی مسرت کا احساس ہو رہا ہے۔ اس مجلّے کو پیش کرنے کا ہمارا بنیادی مقصد حمد و نعت کے فروغ و ارتقاء کے حوالے سے ادبا، شعرا اور محققین کی اُن کاوشوں سے اہلِ علم کو روشناس کرانا ہے جو اب تک ناقدینِ ادب کی نگاہِ توجہ سے محروم رہی ہیں۔ آج بھی اردو زبان و ادب کا گراں قدر سرمایہ مخطوطات کی شکل میں یونیورسٹیز اور دیگر کتب خانوں میں محفوظ ہے۔ اُنہیں مخطوطات میں نعتیہ ادب کے گلِ سرسبد شعرائے کرام کے مسوّدے اور بیاضیں بھی ہیں جن کو اب تک اہلِ علم کے درمیان متعارف نہیں کرایا جا سکا۔ ہماری کوشش ہے کہ اُن تک رسائی کر کے منصۂ شہود پر لا کر اہلِ علم و فن کے درمیان متعارف کرایا جائے جس سے کہ نعت کی عظمت کی جیوتی اُن کے دِلوں کو جگمگا سکے، اور وہ اِس عظیم فن کی جانب متوجہ ہو سکیں۔

جب ہم اپنے گرد و پیش اور ماضی کے دریچوں کو جھانک کر دیکھتے ہیں تو ہمیں ایسے نعت گو شعرائے کرام اور نعتیہ ادب پر لکھنے والے دکھائی دیتے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو فروغِ نعت کے لیے وقف کر رکھا تھا یا وقف کر رکھا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ اِس کے باوجود اہلِ علم و ادب کی نگاہِ توجہ آج تک اُن پر نہ پڑ سکی یا ابھی تک وہ اُنکی نظروں سے اُوجھل ہیں۔ اِس وقت میرے حاشیۂ ذہن میں ایک نام اجملؔ سلطان پوری صاحب کا ہے جنہوں نے ناموسِ رسالت اور نعتِ پاک کی حفاظت و صیانت کے لیے اپنی جان تک کی بازی لگا دی۔ مگر آج تک کسی ادیب یا ناقد نے اُنکے فکر و فن پر کچھ بھی لکھنے کی کوشش نہیں کی۔ ایسے ہی اہلِ فن کی نمایاں تصویر آپ اِس جریدے کے ''گل ہائے عقیدت'' میں ملاحظہ کرینگے۔ ہمارے منشور میں ایسے تمام نعت گو شعرا اور قلم کاروں کی تخلیقات کو ناقدینِ ادب کی پارِکھ نظروں سے گزار کر اُنکا ادبی مقام و مرتبہ متعین کرنا ہے۔

جب ہم حمد و نعت کی تاریخ پر ایک گہری نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اِس موضوع پر دیگر اصنافِ ادب سے کم سرمایہ نظر نہیں آتا۔ اور اِس کے اِنتقادی نقوش تو روزِ اوّل سے ہی روشن و تابندہ نظر آتے

ہیں۔ چنانچہ مشہور صحابیِ رسول، شاعرِ دربارِ رسالت حضرت کعب بن زُہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے شعر

انّ الرسول لنوریستظأ بہ
مھنّد من سیوف اللہ مسلول

کی اِصلاح فرما کر خود سرورِ کائنات حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اِس فن کے نقد و نظر کی بنیاد رکھی۔ وہ نبیِ محترم و محتشم جو منبع علوم و حکمت اور خزینۂ علوم معرِفت ہیں جِن کے بارے میں رب تبارک و تعالیٰ کا اِرشادِ پاک ہے وَ عَلّمكَ مَا لَم تَكن تعلَم۔

دیگر اصنافِ ادب کی قدروں کا تعین اُس فن کے ناقدین یا ماہرینِ فن نے کیا ہے۔ مگر نعتِ پاک کی نقد و نظر کا تعین خود اُس ذات والا صفات نے کیا ہے جن سے نعتِ پاک کا وجود وابستہ ہے۔ میرے اپنے خیال میں اگر سنجیدگی سے غور و خوض کیا جائے تو حمد و نعت سے زیادہ سچی شاعری کسی بھی صنف نے اہلِ علم و ادب کو دیا ہی نہیں، کیوں کہ اِن دونوں موضوعات کا تعلق خود ایسی ذاتِ بابرکات سے ہے جہاں کوئی بھی شاعر دانستہ طور پر اِک سرِ مو پروازِ تخیّل کر ہی نہیں سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ لاعلمی میں کہیں کسی مقام پر کوئی لغزش سرزد ہو جائے۔ چنانچہ مشہور صوفی شاعر اور عاشقِ رسول ﷺ حضرت علامہ عبدالرحمن نورالدین جامیؔ رحمۃ اللہ علیہ کے درجِ ذیل شعر پر ایک عمیق نظر ڈال کر دیکھیں کہ خود سُپردگی کی کیا کیفیات ہیں دنیا کا کوئی ذی شعور انسان اُس کی صداقت پر انگشت نُمائی نہیں کر سکتا وہ فرماتے ہیں ۔

جامیؔ اگر یافتے قبولِ غلا میّت
غاشیہ بردوش در عنانِ تو بودے

ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر جامیؔ کو آپ کی غلامی کی قبولیت کا شرف حاصل ہو جاتا تو ہر وقت حضورِ والا کا غاشیہ (بیگ) کندھے پر لئے ہوئے ہم رکاب ہوتا۔

کیا اِس سے سچے انداز میں بھی اپنی دلی کیفیات کا بیان ممکن ہے۔ اگر آپ مجھ سے پوچھیں؟ تو میں یہی کہونگا کہ یہ وہ مقامِ عشق ہے کہ جس کا تصور ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اِس مقام پر اپنے موقف کی مزید وضاحت کے لیے آپ کی خدمت میں اردو کے چند مقتدر شعرائے کرام کے چند اشعار پیش کرنا چاہونگا ملاحظہ ہو ۔

حضور دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی

(علامہ اقبالؔ)

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم ِ بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضاؔ سے حساب لینا رضاؔ بھی کوئی حساب میں ہے
(حضرت رضاؔ بریلوی)

اِک رِند ہے اور مدحت ِ سلطان ِ مدینہ
ہاں کوئی نظر رحمتِ سلطان مدینہ
(جگرؔ مرادآبادی)

ہاں ساقیِ کوثر ﷺ سے صبا عرض یہ کرنا
اِک رِندِ سیہ مست بہت یاد کرے ہے
(سید نفیس الحسینی نفیسؔ لاہور)

اے خدا اَجر کے اعلان سے پہلے سُن لے
مجھ کو جنّت سے سِوا سایۂ دیوار اُن کا
(احمد ندیمؔ قاسمی)

غمِ رسول فروزاں ہے جن کے سینوں میں
وہ ظُلمتوں سے گزرتے ہیں روشنی کی طرح
(احسان دانشؔ)

اب میں اِس شمارے میں شامل مقالہ نگار حضرات کے حوالے سے تعارف کے طور پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اگر چہ میں اس لائق نہیں کہ کما حقہٗ اُنکا تعارف کرا سکوں۔ مگر فلسفے کی اِصطلاح میں عدم سے وجود بہتر ہوا کرتا ہے۔ اِس اِصطلاح کی روشنی میں عرض ہے کہ اوّلاً میرا اِرادہ تھا کہ خود مقالہ نگار حضرات سے اُن کا بایوڈاٹا حاصل کر مقالے کا ایک صفحہ اُن کے تعارف کے لیے مختص کر دوں گا مگر اپنی ناتجربے کاری اور مجلّے کی اِشاعت میں ہو رہی غیر معمولی تاخیر کے باعث ایسا نہیں کر سکا۔ لیکن اگر ائندہ ہمارے مقالہ نگار حضرات نے اپنی نِگارشات کے ساتھ اپنا تعارفی خاکہ بھی ارسال کیا تو اِس خامی کو دور کرنے کی حتمی کوشش کرونگا (انشااللہ تعالیٰ)۔

مجلّے کا آغاز حمدِ باری تعالیٰ ’’تحمید و تقدیس‘‘ سے کیا گیا ہے۔ حمد و نعت کا باہمی رشتہ بالکل کلمۂ توحید کے مانند ہے جیسے کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کسی جُز کو ایک دوسرے سے جُدا نہیں کیا جا سکتا بالکل اُسی طرح حمد و نعت کو ایک دوسرے ے علاحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ اِس کے

تحت ہم نے تین حمدیں شامل کی ہیں جن میں پہلی حمد محترم جناب تنویر احمد پھول (نیو یارک) کی ہے جو اگرچہ ایک عرصے سے امریکہ میں قیام پزیر ہیں مگر یہ بات میرے لیے باعثِ فرحت وافتخار ہے کہ ان کا تعلق ہندوستان سے ہے۔ اُنہوں نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود ہمارے اِلتماس کو قبول کرتے ہوئے حمد ونعت کے علاوہ علامہ جامیؔ علیہ الرحمہ پر بھی اپنی نگارش عنایت فرمائی۔

دوسری حمد محترم جناب طاہرؔ سلطانی صاحب کی ہے جن کا تعلق پاکستان سے ہے۔ طاہرؔ سلطانی صاحب کی حمد ونعت کے حوالے سے عظیم خدمات ہیں۔ وہ کراچی سے ''ارمغانِ حمد'' کے نام سے ایک ماہنامہ نکالتے ہیں۔ اور حمد ونعت ٹرسٹ، کراچی کے چیرمین ہیں۔ حمد ونعت پر اُن کی خدمات ہی اُن کی شناخت ہے۔ تیسری حمد ہمارے بزرگ ومقتدر شاعر محترم ابرارؔ کرتپوری صاحب کی ہے جو سرزمین دہلی میں قیام پزیر ہیں۔ سرزمین دہلی جو اولیاء اللہ کا مرکز ہے اُنہیں کے حضور بیٹھ کر حمد ونعت نگاری میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

مجلّے کا دوسرا باب ''گنجینۂ نقد ونظر'' ہے۔ جس میں نعتیہ ادب پر تحقیقی واِنتقادی مضامین کو شاملِ اِشاعت کیا گیا ہے۔ اِسکا پہلا مقالہ اِس مجلّے کے سرپرست پروفیسر ڈاکٹر سیّد حسین احمد صاحب کا ''کیا نعت صنف سخن ہے؟'' کے موضوع پر ایک فکر انگیز مقالہ ہے۔ یہ مقالہ اہلِ علم وادب کی فکر کو نعت کو اب تک صنفِ ادب کا درجہ نہ دئے جانے کے حوالے سے دعوتِ غور وفکر دے رہا ہے جس کو پڑھنے کے بعد قارئین خود ہی اِس کی افادیت کو محسوس کریں گے۔

دوسرا مقالہ حضرت علامہ ڈاکٹر سید خسرو حُسینی صاحب کا ''فنِ نعت اور نعت گوئی'' کے حوالے سے ہے۔ ڈاکٹر صاحب ایک جید عالم دین اور منفرد المثال محقق ہیں۔ آپ کا تعلق خواجۂ دکن حضرت سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ گل برگہ شریف سے ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑی عرق ریزی سے اِس مقالے کو قلم بند کیا ہے۔ اِس مقالے کو ہمارے کرم فرما اسدؔ ثنائی صاحب (حیدرآباد۔ ہندوستان) نے فراہم کیا ہے جسے ہم ڈاکٹر صاحب اور اُن کے شکریۓ کے ساتھ شاملِ اِشاعت کررہے ہیں۔

تیسرا مقالہ ماہرِ علمِ عروض محترم ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی صاحب کا ''حدائق بخشش کے صنائع بدائع پر ایک اور نظر'' کے عنوان سے ہے۔ یہ ایک زبردست علمی اور تحقیقی مقالہ ہے۔

ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی صاحب نے ایک مضمون بعنوان ''مقبولِ بارگاہِ رسالت ﷺ نعت گو شاعر حضرت رؤفؔ امروہوی مرحوم'' بھی ارسال کیا ہے۔ یہ مضمون بھی اپنی نوعیت کا منفرد المثال ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جس سلیقے سے حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمِ عروض سے واقفیت اور حضرت رؤفؔ

امروہوی کی شخصیت وشاعری پر روشنی ڈالی ہے وہ اُنہی کا حق وحصہ ہے۔

چوتھا مقالہ محترم جناب ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کا ہے جو نعتیہ ادب کے ایک کہنہ مشق محقق اور نعت ریسرچ سنٹر، کراچی کے ڈائریکٹر ہیں ۔ اربابِ علم وفضل اُنکی شخصیت وعظمت سے پوری طرح واقف ہیں خصوصاً نعتیہ ادب سے ذوق رکھنے والے حضرات ۔

ڈاکٹر عزیز احسن صاحب اور مجلہ ''نعت رنگ'' کراچی ایک دوسرے کے پُورک اور شناخت ہیں ۔ابھی حال ہی میں اُنکا پی ۔ایچ ۔ڈی کا مقالہ ''اردو نعتیہ ادب کے اِنتقادی سرمایہ کا تحقیقی مطالعہ'' منظر عام پر آیا ہے۔ جو یارانِ علم وفضل میں پزیرائی کے ساتھ وقیع نظر سے دیکھا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی افتادِ طبع کے پیشِ نظر ''نعت اور ہماری شعری روایت'' نیز ''مظفرؔ وارثی کا حمدیہ آہنگ'' کے عنوانات پر دو مقالے ارسال کیے ۔ دونوں مقالے فکر انگیز اور خصوصیت کے حامل ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مجلہ دبستانِ نعت کے آغاز کے حوالے سے ہماری ہمت افزائی کرتے ہوئے اپنی مذکورہ دونوں نگارشات یکے بعد دیگرے ارسال فرمائیں۔

پانچواں مقالہ محترم جناب مرزا ساجد حسین ساجدؔ امروہوی صاحب کا ''نعت رسولِ مقبول ﷺ اور اُس کی ارتقاءٗ'' کے عنوان سے ہے۔ اگرچہ مضمون مختصر ہے مگر اِختصار کے باوجود پُر مغز اور جامع ہے۔ساجدؔ امروہوی صاحب نعت کے ایک کہنہ مشق شاعر ہیں جن کے اب تک تین نعتیہ مجموعے ☆ رازِ بخشش ☆ آرزوئے بخشش ☆ گہرِ بخشش طبع ہو کر منظرِ عام پر آ چکے ہیں ۔آپ مشہور ومعروف نعت گو شاعر حضرت رؤفؔ امروہوی صاحب کے فرزندِ ارجمند ہیں۔

مجلّے کا تیسرا باب ''رحمتِ بیکراں ﷺ'' کے عنوان سے ہے ۔ اِس کے تحت دو مقالے شامل شاعت ہیں۔ پہلا مقالہ ڈاکٹر فہیم احمد صدیقی صاحب کا ہے ۔اُنہوں نے اپنا موضوعِ سخن مشہور و معروف غیر مسلم نعت گو شاعر جناب کرشن کمار طورؔ کے نعتیہ اَفکار وخیالات کو بنایا ہے ۔ جب ہم غیر مسلم نعت گو شعرا کے حوالے سے اُنکی تخلیقات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اُس کے مسافروں کی ایک لمبی فہرست دکھائی دیتی ہے جنہوں نے نعت کے حوالے سے بہت ہی کیف آور اشعار کہے ہیں ۔ پیغمبر اسلام ﷺ سے اُن کے لگاؤ کی بِنا پر ہی ہم نے اِس کو ''رحمتِ بیکراں'' کا عنوان دیا ہے۔

اِس مقام پر میں اِس بات کی وضاحت مناسب سمجھتا ہوں کہ میگزین کا نصب العین غیر مسلم نعت گو شعرا اور خواتین نعت گو شعراٗ کی نمائندگی کو ترجیح دیکر اردو ادب میں اُنکا جائز مقام ومرتبہ دِلانا بھی ہے۔ ہماری یہ بھی خواہش ہے کہ بچوں کے قلوب اذہان کو عشق رسول ﷺ سے اِس طرح آراستہ وپیراستہ کیا

جائے کہ اُن کی زندگی میں اُن کے ایمان وعقیدے کو دنیا کی کوئی بھی شے متزلزل نہ کرسکے۔ میرے اپنے خیال میں اِس کے لیے ماؤں کی آغوش سے بہتر کوئی آموزشگاہ نہیں۔ اگر والدین اپنے بچوں کو نعتِ رسولِ مقبول ﷺ کا شیریں جام پلائیں تو یقیناً وہ ایک نیک اور صالح اِنسان بن کر دنیا کے سامنے اسلام کے اساطیرُالاوّلین کا مثالی کردار پیش کرسکتے ہیں۔ جس کے لیے ہم نعت گوشعراء اور سیرت نگار حضرات سے عرض گزار ہیں کہ اگر ہمارا یہ نکتۂ نظر صحیح ہے تو وہ اِس کی جانب نظرِ اِلتفات فرما کر بچوں کی اُفتادِ طبع کے پیشِ نظر نعتِ نبی اکرم ﷺ کی رقم طرازی کریں جو اُنہیں ہم نظر کرسکیں۔

دوسرا مقالہ محترم فیروز احمد سیفی صاحب کا ہے۔ سیفی صاحب نے اپنی فکر کا موضوع مشہور نعت گو شاعرہ ڈاکٹر صغریٰ عالم صاحبہ کی نعت گوئی کو بنایا ہے۔ اُن کا ادبی ذوق بہت ہی سر بلند ہے۔ اُن کو حضرت رسول اکرم ﷺ سے وارفتگی کی حد تک محبت ہے۔ اُسی محبت کا نتیجہ ہے کہ اُنہوں نے مجھ جیسے نکمہ اِنسان کو اِس راہِ سعادت کا راہ رو بنا دیا ورنہ میں اِس لائق کہاں؟ حضرت رضاؔ بریلوی نے سچ ہی فرمایا تھا ؎

بس خامۂ خامِ نوائے رضاؔ نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشادِ احبّا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

(حضرت رضاؔ بریلوی)

میگزین کا چوتھا باب ''مقالاتِ نعت'' ہے۔ اِس کے تحت سب سے پہلا مقالہ محترم منیر احمد ملک صاحب کا ''حرفِ آرزو'' ہے۔ منیر احمد ملک صاحب کی سیرتِ رسول اکرم ﷺ پر عظیم خدمات ہیں۔ سیرتِ رسول اکرم ﷺ کے حوالے سے وہ ہمیشہ نئے زاوئے کو پیش کرنے کی فکر میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ اِس مقالے کو شاملِ اشاعت کرنے کا واحد مقصد یہ ہے کہ اُنہوں نے اِس کو ایک نئی فکر وسوچ کے تحت قلم بند کیا ہے زبان اِتنی شیریں ولطیف اِستعمال کی ہے کہ اِس کی مقناطسیت سے کوئی بچ ہی نہیں سکتا ہے۔

دوسرا مقالہ قاضی محمد رفیق فائزؔ فتح پوری صاحب کا ''ناعت پر فیضانِ منعوت'' ہے۔ قاضی صاحب کو قران و حدیث سے خصوصی شغف ہے۔ اِسی لیے اُنہوں نے اپنے اِس مقالے کو قران و حدیث کی روشنی میں منطقی استدلال کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔ قاضی صاحب کو اپنی بات کہنے اور اپنے موقف کی تائد میں دلائل پیش کر کے قاری کو متاثر کرنے پر قدرت حاصل ہے۔

تیسرا مقالہ کہنہ مشق شاعر محترم جناب سید اقبال حیدر صاحب کا ''انسانِ کامل ﷺ کا ذکرِ خیر'' ہے۔ سید اقبال حیدر صاحب عظیم شاعر جناب شیدؔ اجبل پوری کے صاحبزادے ہیں شاعری اُنکو وراثت

میں ملی ہے۔ ہائیکو انٹرنیشنل اُنکی شخصیت اور فن پر اقبال حیدر نمبر شائع کر چکا ہے۔ایک طویل عرصے سے ہیوسٹن (امریکہ) میں قیام پزیر ہیں اور وہیں سے ''اردو ورلڈ نارتھ امریکہ'' کے نام سے ایک ادبی مجلہ بھی نکالتے ہیں۔ بنیادی طور پر اُن کا ارسال کردہ مقالہ بہت اہم ہے اگر چہ اُنکا یہ مقالہ محمد فضل الرحمٰن ندوی کی تحریر سے مستفاد ہے۔اُنہوں نے اپنے اِس مقالے میں کامل شخصیت کے اہم نقوش کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ اور یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ جس بھی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کی شخصیت جامع و اکمل نظر آتی ہے۔

چوتھا مقالہ محترم محسنؔ ملیح آبادی صاحب کا۔لسان الحسّان طاہرؔ سلطانی کے نعتیہ کلام'' نعت روشنی'' کا تنقیدی مطالعہ ہے۔ اس مقالے میں محسن صاحب نے جناب طاہرؔ سلطانی صاحب کے نعتیہ افکار و خیالات سے بحث کی ہے۔اور اُنکے کلام کے محاسن کو اُجاگر کیا ہے۔

پانچواں مقالہ محترم طاہرؔ سلطانی صاحب کا حمدِ الٰہ جلّ جلالہٗ و مدحِ رسول ﷺ ''غیر منقوط حمدیہ و نعتیہ شاعری کا اجمالی جائزہ'' ہے۔اس مقالے میں طاہرؔ سلطانی صاحب نے غیر منقوط حمدیہ و نعتیہ شاعری کا اِجمالی جائزہ پیش کیا ہے۔ جو فکر و فن کے حوالے سے ایک اہم مقالہ ہے۔

چھٹا مقالہ محترم ڈاکٹر نذیرؔ فتح پوری صاحب کا میلادِ اکبر کے حوالے سے ہے۔ڈاکٹر نذیرؔ فتح پوری صاحب ادب و صحافت سے ایک طویل عرصے سے جُڑے ہوئے ہیں اور تقریباً پینتیس سالوں سے شہر پونہ (مہاراشٹر) سے سہ ماہی ''اسباق'' نام سے ایک علمی و ادبی جریدہ نکال رہے ہیں۔ڈاکٹر صاحب کے اِس مقالے کے تعارف کے لیے میں علامہ اقبالؔ کا ایک شعر کافی سمجھتا ہوں اُنہوں نے فرمایا تھا۔

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اِس شہر کے خوگر کو پھر وسعت صحرا دے

(علامہ ڈاکٹر اقبالؔ)

درحقیقت اُن کا یہ مقالہ ہمیں سوئے حرم ہی لے جاتا ہے۔ اِس کو پڑھ کر بچپن کی وہ یادیں تازہ ہو جاتی ہیں جس نے ہمارے دلوں میں محفل میلاد شریف کے آدب اور مقامِ رسالت ﷺ کے ایسے دِیئے روشن کیے ہیں جس کی لطیف روشنی میں ہم گھپ اندھیروں میں بھی سُبک خرامی سے گزرتے جاتے ہیں۔ایک مدت گزر گئی مگر آج تک اُس کی روشنی مدھم نہیں پڑی۔

میلادِ اکبر میں اگر چہ کچھ موضوع روایتیں بھی شامل ہیں مگر فضائل و مناقب میں موضوع روایات موثر نہیں۔حدیث کے کلیے کے مطابق فضائل و مناقب میں موضوع روایات کا بھی اعتبار ہے۔

ساتوں مقالہ محترم علیم صبا نویدی صاحب کا ''نعتیہ شاعری کا تاریخی پس منظر'' ہے۔آپ کی شخصیت کے تعارف کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اُنکی شخصیت وشاعری پر یونیورسٹی لیبل پر پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھا جاچکا ہے۔میدانِ نعت گوئی میں وہ اپنی پہچان خود ہی ہیں۔

اِس باب میں اِن مقالوں کے علاوہ چند اور مقالے شامل ہیں۔جیسے ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کا مقالہ ''مظفر وارثی کا حمدیہ آہنگ'' ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کا مقالہ ''مقبول بارگاہِ رسالت ﷺ نعت گو شاعر حضرت رؤف امروہوی مرحوم'' ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی صاحب کا مقالہ ''علمائے گھوسی کی نعت نگاری'' ڈاکٹر مشاہد رضوی صاحب کا مقالہ ''اعجاز کامٹھوی کی نعتیہ شاعری'' حضرت مولانا نور الہدیٰ مصباحی صاحب کا مقالہ ''مولانا فروغ احمد اعظمی اور اُنکی نعتیہ شاعری'' اور مولانا وصال احمد کا مقالہ ''نثار کریمی ایک قادرالکلام شاعر'' یہ سارے مقالے کسی نہ کسی اعتبار سے فروغِ نعت کے حوالے سے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔

میگزین کا پانچوں باب ''گوشۂ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ'' ہے۔جسے ہم نے اِس شمارے کا خصوصی گوشہ قرار دیا ہے۔ہماری آرزو تھی کہ فروغ نعت کے حوالے سے حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ کے متصوفانہ کلام سے عوام وخواص کو واقف کرایا جائے جس سے کہ لوگوں کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کی شمع روشن ہو سکے۔خصوصاً عصر حاضر کے نعت گو حضرات کو علامہ جامی علیہ الرحمہ کی وفکر وفن اور عشق رسول ﷺ سے ذہنوں کو جلا دینا مقصد تھا۔مگر ہمیں اس بات کا شدید حساس ہے کہ اس موضوع پر ہم جس طرح سے مقالات ومضامین شامل اشاعت کرنا چاہ رہے تھے اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔شائد کہ ایسا نہ کر پانے میں ہماری نہ تجربہ کاری آڑے رہی، اور کچھ مقالہ نگار حضرت کا اس موضوع کی جانب مُلتفِت نہ ہونا بھی ہے۔مگر اِس کمی کو دور کرنے کے لیے ہم نے اپنے طور پر سعی کر کے اِس گوشے میں علامہ جامی علیہ الرحمہ کی چند فارسی نعتوں کا اصل متن کے ساتھ اردو ترجمہ شامل کیا ہے جِس کو ہم نے ڈاکٹر نور احمد ربّانی کی کتاب ''کشف العرفان'' سے لیا ہے ہمیں اُمیّد ہے کہ قارئین کرام پسند فرمائیں گے۔

اِس موضوع پر ہمیں صرف دو ہی مقالے دستیاب ہو سکے پہلا مقالہ ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط صاحب اور دوسرا ڈاکٹر رضوان انصاری صاحب کا ہے۔اگر چہ دونوں مقالے مفصل ومُدلّل ہیں مگر سچائی یہ ہے کہ تشنہ لبی تو باقی ہی ہے۔

میگزین کا ایک گوشہ ''گلہائے عقیدت'' ہے جس میں ہم نے اُن نعت گو شعرا کو شامل کیا ہے جو یا تو لوگوں کے اذہان سے محو ہوتے جا رہے ہیں یا اب تک اہلِ علم وادب اُن کے فکر وفن کی جانب متوجہ

نہیں ہو سکے۔ ہم اربابِ علم و فضل سے پُر امید ہیں کہ ایسے شعرائے کرام کی فکر و فن کی جانب متوجہ ہو کر نقد و نظر کے معیار پر پرکھ کر اُن کے کلام کی قدروں کو متعین کریں گے۔ میگزین کا ایک گوشہ ''پیامِ مدحت'' ہے جس میں چند خطوط شامل ہیں جسے ہمارے چاہنے والوں نے ارسال فرمائے ہیں۔

اِمتنان و تشکر کے طور پر ہم سبھی مقالہ نگار اور علم دوست حضرات کے شُکر گزار ہیں جنہوں نے ہمارے عزائم کی پزیرائی کرتے ہوئے ہماری ہمت افزائی کی، اور اپنا قیمتی وقت نکال کر اپنی نگارشات کے ساتھ نیک مشوروں سے نوازا۔ ہم اُن سے مُلتمِس ہیں کہ آئندہ بھی وہ اِسی ذوق و شوق کے ساتھ ہمارا قلمی تعاون فرمائیں اور اپنے گراں قدر تاثرات و آرائ سے نوازیں۔ اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ کِس نوع کی تبدیلیوں سے اِس ادب پارے کو مزید نِکھارا جا سکتا ہے جس سے کہ ہم کوشش کر کے مستقبل میں آپ کو ایک بہتر اور معیاری مجلہ دے سکیں۔

سراج احمد قادری

تحمید و تقدیس

تو بے حِساب بخش کہ ہیں بے حِساب جرم
دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجاز کا

(علامہ حسن رضاؔ خاں بریلوی)

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

تو ہے رحمن دنیا بقولِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سب پہ تیری عطا، تو کرم ہی کرم
آخرت میں رحیم اہلِ ایماں پہ تو، اُن کو دے گا جزا، تو کرم ہی کرم
خوانِ یغما ترا ہے بچھا ارض پر، اپنی مخلوق کا تو ہی رزّاق ہے
منکروں کو بھی دنیا میں ہے دے رہا، یہ تحمل ترا، تو کرم ہی کرم
عالم الغیب بے شک تری ذات ہے، تو ہے نعم الوکیل اور غفار بھی
ہم گناہوں کا ہیں بار سر پر لئے، تجھ سے ہے آسرا، تو کرم ہی کرم
تو نے بے مثل قرآن ہم کو دیا، ہر وَرَق میں ہے نورِ ہدایت بھرا
تیرا احسان ہے بعثتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تو نے خود ہے کہا، تو کرم ہی کرم
بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو تو، تیرا ارشاد قرآں میں 'لا تقنطوا'
تیرے بندے جو نادم ترے در پہ ہوں، بخش دے ہر خطا، تو کرم ہی کرم
مائیں ستّر محبت میں ہیں تجھ سے کم، اپنی مخلوق سے اتنی الفت تجھے
اپنے بندوں کے عیبوں پہ پردہ رکھے، تو ہے ربّ العلیٰ، تو کرم ہی کرم
کچھ ہیں مغرور اپنی ترقی پہ یاں، اس حقیقت کو ہرگز سمجھتے نہیں
تو نے اعلیٰ دماغ آدمی کو دیا، تو ہی دے ارتقا، تو کرم ہی کرم
تو نے پتھر میں کیڑے کو بخشی غذا، سنگ کو توڑ کر موسیٰ حیرت زدہ
منہ میں اُس کے تھی پتی ہری گھاس کی، رزق تو دے رہا، تو کرم ہی کرم
تجھ سے ہے التجا پھولؔ کی اے خدا!، لطف تیرا رہے ہر گھڑی، ہر نفس
دین و دنیا میں رحمت کی برسے گھٹا، اے مِرے کبریا! تو کرم ہی کرم

تنویر پھولؔ (نیو یارک)

۱۶

حمد باری تعالیٰ جلّ جلالہ

دل میں کچھ بھی نہ رہے رب کی محبت کے سِوا
اور کیا چاہیے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی چاہت کے سِوا

رب کی رسّی کو پکڑ ، ورنہ بکھر جائے گا
ہاتھ آئے گا نہیں کچھ بھی ندامت کے سِوا

بندگی رب کی کرو ، صحبتِ صالح پکڑو
قیمتی شے ہے کوئی دہر میں عزّت کے سِوا

رب کا منشا ہے یہی ، سنّتِ آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے یہی
اُلفتیں دل میں رہیں بغض و عداوت کے سِوا

کچھ نہیں مانگتا مولا! ترا بندہ تجھ سے
حشر میں سیّدِ عالم کی شفاعت کے سِوا

نظمِ دُنیا کو ذرا غور سے دیکھو سمجھو
کام یہ کون کرے گا بھلا قدرت کے سِوا

بے گناہوں کو یہاں قتل جو کر دیتے ہیں
کچھ نہیں اور مِلے گا اُنہیں ذلّت کے سِوا

بات دو لفظوں میں یوں ختم کیے دیتا ہوں
''کچھ نہیں اور یہاں جلوۂ وحدت کے سِوا''

بچ نہیں پائے گا کوئی بھی اَجل سے طاہرؔ
ہے فنا سب کے لیے دہر میں قدرت کے سِوا

طاہرؔ سلطانی (کراچی)

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

صاحبِ لطف و جود و عنایت سخا ربّنا ربّنا آفریں آفریں
تونے بندوں کو اعزازِ ایماں دیا ربّنا ربّنا آفریں آفریں

دینِ فطرت کی انساں نے پائی ضیاء، گمرہوں کو ملی منزلِ ارتقا
سرورِ دیں سا بخشا گیا رہ نما ربّنا ربّنا آفریں آفریں

زندگیٔ بشر زندگی ہوگئی، ہر طرف دہر میں روشنی ہوگئی
تونے بخشی کتابِ مبیں کی ضیاء ربّنا ربّنا آفریں آفریں

یہ فلک چاند تارے خلا اور زمیں، کن کہا بن گئی کائناتِ حسیں
کتنا دلکش ہے ہر منظر دلربا ربّنا ربّنا آفریں آفریں

نعتِ مرسل کہوں، ذکرِ وحدت کروں، اس طرح بھی میں تیری عبادت کروں
میرے فکر و قلم کو ضیاء کر عطا ربّنا ربّنا آفریں آفریں

مجھ کو تا عمر ہر ایک نعمت ملی، تیری بخشش میں کوئی کمی کب ہوئی
میں ہی در اصل کوتاہ دامن رہا، ربّنا ربّنا آفریں آفریں

جہل اور شرک سے ہو حفاظت مری، میں ہوں ابرارؔ مجھ پہ ہو رحمت تری
تیرے لطف و کرم سے ہے میری بقا، ربّنا ربّنا آفریں آفریں

ابرارؔ کرت پوری (نئی دہلی)

گنجینۂ نقد و نظر

فن کی تخلیق کے لمحوں میں تصوّر اُس کا
روشنی میرے خیالوں میں مِلا دیتا ہے

مرے نقّاد کو شاید ابھی معلوم نہیں
میرا ایماں ہے مکمل مرا ایماں تو ہے

(احمد ندیم قاسمی)

ڈاکٹر سید شاہ حسین احمد (پٹنہ)

کیا نعت صنف سخن ہے؟

اردو شاعری میں نعتیہ اشعار کی کمی نہیں، اردو ہی کیا عربی و فارسی شاعری کا بھی ایک چوتھائی حصہ نعتیہ اشعار پر مشتمل ہے۔ عربی، فارسی اور اردو زبان کے تقریباً تمام شاعروں نے نعت نبی لکھنا اپنا جزو ایمان سمجھا ہے اور ان میں سے اکثر نے معیاری نعتیں بھی لکھی ہیں۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی عمر تقریباً ساڑھے چودہ سو سال ہے اور خود اردو زبان میں اب تک کی تحقیق کے مطابق اس کی تاریخ ملک محمد جائسی کی مشہور نظم ''پدوماوت'' سے ملتی ہے، جو دسویں صدی ہجری کے تقریباً وسط کی تصنیف ہے لیکن نعتیہ شاعری کی اتنی طویل عمر ہونے کے باوجود اسے موضوعاتی شاعری ہی کا درجہ حاصل رہا ہے، اسے صنف سخن نہیں کہا جاتا، کیونکہ نہ ابھی تک اس کا فارم مقرر ہوا ہے اور نہ اجزائے ترکیبی۔ آپ دیکھیں نعت غزل کے فارم میں بھی لکھی جاتی ہے، قصیدے کے فارم میں بھی مسدس، قطعہ اور رباعی کے فارم میں بھی......نعت کے علاوہ غزل، قصیدہ، مرثیہ، مثنوی اور رباعی کا فارم مقرر ہے اور اس کے اجزائے ترکیبی بھی معین ہیں۔ مثلاً:

مرثیہ!

عہد سوداؔ سے قبل مرثیہ کا کوئی فارم مقرر نہیں تھا اور نہ ہی اجزائے ترکیبی متعین تھے۔ مراثی۔ غزل، مثنوی، مربع، ترکیب بند، ترجیع بند، مخمس اور رباعی وغیرہ کی شکل میں لکھے جاتے تھے، لیکن سوداؔ نے اس صنف کے لئے مسدس کا فارم مقرر کیا۔ میر ضمیرؔ نے اس کے اجزائے ترکیبی چہرہ، سراپا، رخصت، آمد، رجز، جنگ، شہادت اور بین مقرر کئے۔

چہرہ!

''چہرے'' میں مرثیہ نگار صبح کا منظر، رات کا سماں، دنیا کی بے ثباتی، باپ بیٹے سے تعلقات، سفر کی دشواریاں، اپنی شاعری کی تعریف، حمد، نعت، منقبت اور مناجات وغیرہ تمہید کے طور پر بیان کرتا ہے۔

سراپا!

''سراپا'' کے تحت مرثیہ نگار ہیرو کے قدوقامت، خدوخال اور لباس وغیرہ کا بیان کرتا ہے۔

رخصت!

''رخصت'' کے تحت مرثیہ نگار ہیرو کو میدان جنگ میں جانے کے لئے عزیز واقارب سے اجازت لیتے ہوئے دکھاتا ہے اور رخصت ہونے کے وقت کا منظر پیش کرتا ہے۔

آمد!

''آمد'' ہیرو کا گھوڑے پر سوار ہو کر شان وشوکت کے ساتھ رزم گاہ میں آنا۔ ہیرو کے گھوڑے کی تعریف بھی مرثیہ نگار کرتا ہے۔

رجز!

''رجز'' مرثئے کا وہ حصہ ہے جس میں مرثیہ نگار ہیرو کی زبان سے اس کے نسب کی تعریف اسلاف کے کارناموں کا بیان اور جنگ میں اس کی مہارت کا اظہار کرتا ہے۔

جنگ!

''جنگ'' کے بیان میں ہیرو کا کسی نامی پہلوان یا دشمن کی فوج سے بہادری سے لڑنا دکھایا جاتا ہے۔ جنگ کے ضمن میں ہیرو کے گھوڑے، تلوار اور دوسرے اسلحوں کی تعریف بھی مرثیہ نگار کرتا ہے۔

''شہادت'' کے تحت مرثیہ نگار ہیرو کا دشمنوں کے ہاتھوں سے زخمی ہو کر شہید ہونے کا منظر پیش کرتا ہے۔

''بین'' کے تحت مرثیہ نگار ہیرو کی لاش پر اس کے عزیز واقارب کو ماتم کرتے ہوئے اور اس کے اوصاف بیان کر کے روتے ہوئے دکھاتا ہے۔

لہٰذا مرثیہ ان ہی اجزائے ترکیبی کے تحت مسدس کے فارم میں لکھا جاتا ہے۔ اجزائے ترکیبی کم ہو سکتے ہیں لیکن فارم کی بندش لازمی ہے۔ اگر مرثیہ غزل کے فارم میں لکھا جاتا ہے تو اسے غزل یا نوحہ یا سلام کہا جاتا ہے اور اگر رباعی کے فارم میں کسی کے مرنے پر اظہارِ غم کیا جاتا ہے تو اسے مرثیہ نہیں کہتے بلکہ رباعی ہی کہتے ہیں۔ مثلاً: میر انیسؔ نے ایک رباعی میں شہیدانِ کربلا کی پامالی دکھائی ہے، ملاحظہ فرمائیں ؎

جب خاتمۂ شاہ خوش اقبال کیا
اعدا نے شہیدوں کا عجب حال کیا
گھوڑے دوڑائے چاند سے سینوں پر
سبزے کی طرح گلوں کو پامال کیا

اس رباعی میں مرثیہ کا مضمون ہے لیکن فارم رباعی کا ہے اس لئے مندرجہ بالا رباعی مرثیہ نہیں ہے بلکہ رباعی ہی ہے اور میر انیسؔ نے اسے رباعی کے خانے ہی میں رکھا ہے۔ غالبؔ نے عارفؔ کے مرنے پر غزل کے فارم میں اظہارِ غم کیا ہے جس کے دو شعر ہیں ؎

ہاں اے فلک پیر جواں تھا ابھی عارفؔ
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور
تم ماہِ شب چار دہم تھے مرے گھر کے
پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور

غالبؔ نے اسے غزل ہی رہنے دیا ہے، مرثیہ کے خانے میں نہیں رکھا ہے اور نہ اس غزل کے اوپر ''مرثیہ عارف'' عنوان لگایا ہے اور انہوں نے شہیدان کربلا کے ضمن میں تین بند لکھے ہیں اور اسے مسدس کے فارم میں لکھا ہے اور اس پر انہوں نے مرثئے کا عنوان لگایا ہے۔ غالبؔ نے اکیس اشعار میں شہیدان کربلا کو خراج عقیدت پیش کیا ہے جس کا مطلع ہے ؎

سلام اے کہ اگر شہ کہیں اس کو
تو پھر کہیں، کہ کچھ اس سے سوا کہیں اس کو

مگر اسے غزل کے فارم میں لکھا ہے اس لئے انہوں نے اسے مرثئے کے خانے میں نہیں رکھا ہے بلکہ اس کے اوپر انہوں نے عنوان ''سلام'' لگایا ہے۔ غالبؔ کے علاوہ بیشتر شاعر مسدس کے علاوہ غزل کے فارم میں اگر مراثی کے مضامین لائے ہیں تو اسے سلام ہی کے عنوان سے لکھا ہے اور اگر چند اشعار بیچ میں آ گئے ہیں تو انہیں غزل ہی میں رہنے دیا ہے۔

اسی طرح مثنوی کا بھی فارم معین ہے کہ اس کے ہر شعر کے دونوں مصرعے مقفّٰی ہوں اور ساتھ ہی ساتھ اس کے اجزائے ترکیبی بھی حسب ذیل ہیں:

(۱) توحید و مناجات　　(۲) مدحِ حاکم
(۳) تعریف شعر و سخن　　(۴) سبب تالیف
(۵) اصل قصہ

غزل، قصیدہ اور رباعی کا بھی فارم معین ہے لیکن نعت کے لئے ابھی تک کوئی فارم مقرر نہیں ہو سکا ہے اور نہ ہی اجزائے ترکیبی۔ اب آپ ہی بتائیں اسے صنف سخن کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ اسلاف نے بھی اسے صنف سخن قرار نہیں دیا ہے مثلاً مولانا حکیم نجم الغنی صاحب نے اپنی تالیف بحر الفصاحت میں

اصناف ادب کا تفصیلی ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے حمد و نعت کو صنف سخن نہیں بنایا ہے اور نہ ہی اس کے لئے انہوں نے الگ باب قائم کیا ہے۔ بحر الفصاحت کے علاوہ اصناف ادب پر اور بھی جتنی معتبر کتابیں ملتی ہیں کسی میں بھی نعتیہ شاعری کو صنف سخن نہیں قرار دیا گیا ہے اور نہ ہی اس کے لئے الگ باب قائم کیا گیا ہے۔ لہٰذا جس طرح اردو اور فارسی شاعری کا بڑا حصہ صوفیانہ اشعار پر مشتمل ہے لیکن اسے صنف کا درجہ حاصل نہیں۔ ٹھیک اسی طرح نعتیہ شاعری مضامین سخن میں سے تو ہے لیکن صنف سخن نہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ اردو میں معیاری نعتیں کم لکھی گئی ہیں۔ جہاں تک رسولؐ کے سراپے کا تعلق ہے تو قرآن سے بہتر رسولؐ کا سراپا کون کھینچ سکتا ہے پھر بھی اردو شاعری میں اسے اچھے ڈھنگ سے پیش کیا گیا ہے۔ مدینہ جانے کی تمنا اور معراج کے بیان میں اچھے اشعار تو ملتے ہیں لیکن جہاں تک رسولؐ کے اسوۂ حسنہ کا تعلق ہے، رسول کی تعلیمات کا سوال ہے، اس طرف شعرائے اردو نے توجہ کم دی ہے اور دوسری جانب یہ بھی حقیقت ہے کہ نعتیہ شاعری کی طرف ناقدوں نے رخ نہیں کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ نعت کو کچھ لوگوں نے فن سے نہ جوڑ کر مذہب سے جوڑ دیا ہے اور اس کی ادبی قدر و قیمت پرکھنے کو مذہبی قدر و قیمت پرکھنے کے مترادف سمجھتے ہیں اور یہاں تک کہ نعتیہ مجموعے کے دیباچے میں لکھ دیتے ہیں کہ اس پر تبصرہ نہ کریں، مثلاً سفینۂ بخشش میرے پیش نظر ہے ملاحظہ فرمایئے۔

''مخدوم گرامی وقار اختر چرخ ملت جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری دامت برکاتہم النورانیہ علم و فضل کے آسمان پر ایک روشن ستارے بلکہ اب ماہتاب و آفتاب بن کر چمک رہے ہیں لہٰذا ان کی شاعری پر تبصرہ کرنا یا کوئی ادبی اور شرعی سقم تلاش کرنا عیب جوئی کے مترادف ہوگا۔''

ظاہر ہے کہ اس اعلان کے بعد ناقد علامہ اختر رضا خاں قبلہ کی نعتیہ شاعری کی ادبی قدر و قیمت متعین کرنے کے لئے قلم کیوں اٹھائے گا اور صرف یہی نہیں بلکہ اس طرح کے اور بھی نعتیہ مجموعے میری نگاہ سے گزرے ہیں جن میں اس طرح کا اعلان موجود ہے۔ نعت لکھنے والوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ نعت صرف توشۂ آخرت نہیں بلکہ ادب بھی ہے اسے پرکھنے اور اس کی ادبی قدر و قیمت متعین کرنے کا ناقد کو پورا پورا اختیار ہے۔ اس پر نعت گو کو چیں بہ جبیں نہیں ہونا چاہئے۔

❁❁❁

ڈاکٹر سید خسرو حسینی (گل برگہ شریف)

فن نعت اور نعت گوئی

حصہ اول

● آرٹ (Art) ●الف۔تعریف

آرٹ (Art) کی مطلقاً کیا تعریف ہے؟ قبل ازیں ہم کو اس انگریزی لفظ کا عربی، فارسی یا اردو میں ہم معنی لفظ کی تلاش کرنی چاہیئے۔لیکن اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ جن معنوں اور مفہوم کو لفظ آرٹ احاطہ کئے ہوئے ہے اس مفہوم کا اردو یا فارسی یا عربی میں کوئی موزوں لفظ نہیں ملتا بجز یہ کہ ہم لفظ ''فن'' کا استعمال کریں۔عربی میں بحوالہ المنجد (۱)

فن کے معنی (الشئی کے ساتھ) مزین کرنا کے آتے ہیں۔(الرجل کے ساتھ) مشقت میں ڈالنا ہے۔فن الدین کے معنی قرض کو ٹالنا کے ہیں۔فعل فنن کے معنی مثلاً فنن الشئی بالشئی ملانا کے ہیں۔فنن الناس سے مراد جدا جدا کرنا، لوگوں کی مختلف قسمیں اور جماعتیں مقرر کرنا ہے، فنن الرایہ کا مطلب طرح طرح کی رائے بدلنا ہے۔فعل تفنن کے معنی قسم بہ قسم ہونا، مضطرب ہونا، آتا ہے۔تفنن (اور افتن) فی الحدیث بات کو عمدگی اور خوش اسلوبی سے بیان کرنے کے آتے ہیں۔الفنن مصدر ہے جس کے معنی ہے ہر شئی کی ایک نوع اور قسم۔اس کی جمع افنان اور فنون اور جمع الجمع افانین ہے۔افانین الکلام کے معنی ہے کلام کے مختلف اسلوب۔اسی بنا پر المنجد میں فنون کی قسمیں بیان کی گئی ہیں۔جیسے فنون الشعر،

یہ الفاظ کے استعمال کا لزوم ہے جو فن ادب کو ممیز کر دیتا ہے۔ادب کے پڑھنے والے کو یہ ضروری ہے کہ وہ کم از کم اپنی توجہ الفاظ اور ان کے معنوں و مفہوم پر دیں (۹) فن شعر، جو فنون ادب کی ایک قسم ہے، پر تبصرہ کرتے ہوئے J.Hospers اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔(۱۰)

''وہ معنیں ہیں۔الفاظ کے لفظی معنی اور ان معنوں کے روابط جو ان الفاظ کو گھیرے ہوئے ہیں پڑھنے والوں کے ذہنوں میں جو اس زبان سے واقف ہیں کہ جو فن ادب کو دوسرے فنون سے ممتاز کر دیا

ہے۔ادب کوفن رمزی نشان کہا گیا ہے جس امتیازی خصوصیت کواس نے اس وجہ سے حاصل کیا کہ ادب کے تمام اجزاء الفاظ ہیں اور الفاظ نہ تو آوازیں ہیں نہ قلم کے آثار بلکہ معنی خیز آوازیں جن سے واقفیت لازمی ہے قبل ازیں کہ اس نظم کو سمجھیں یا اس کی قدردانی کریں''۔

ا۔فن ادب (Art of Literature)

جیسا ہم نے اوپر بحث کی ہے فن ادب فنونِ لطیفہ کی ایک قسم ہے اور یہ بھی جانا ہے کہ اس فن کی امتیازی خصوصیت لزوم الفاظ ہے جواس کو سارے فنون سے جدا کر دیتا ہے۔سید حسن مثنی ندوی (۱۱) نے ادب کی تعریف یوں کی ہے ''ادب اہل دین کے نزدیک نام ہے تادیب جوارح کا،تہذیب طبائع کا، تزکیہ نفس کا، حفظ حدود کا،شہوات ولذت کا، بے لگامیوں سے احتیاط برتنے کا، اور شکوک وشبہات کی تمام اشیاء سے اجتناب کرنے کا،حسن عمل اور خوبی کردار کا ماحول پیدا کرنے کا،عہد دہشت کی فضاء سے نکلنے کا،حیوانیت کی سطح سے بلند ہوکر انسانیت کی سطح پر پہنچنے کا،انسان بننے اور افراد معاشرہ کوانسان بنانے کا......ادب تو یہی ہے اور ہم اسی کے ذخیرہ کوادبیات کہتے ہیں''۔

یہ فن ہر زبان میں ہوتا ہے۔ابن خلدون نے زبان عربی کے فن ادب کی تعریف یوں کی ہے کہ ادب سے مراد علم شعر اور تاریخ عرب پر مہارت ہے اور دوسرے علوم سے واقفیت یعنی علوم لسانیات اور مذہب (۱۲)۔فن ادب کی بھی چند اقسام ہیں (۱) فن نثر (۲) فن شعر (۳) فن تنقید (۴) فن خطابت۔

فن نثر یا نثر نگاری تمدنی تعلیم کا اہم ذریعہ ہے۔فن شعر انسان کے لیے بہترین زندگی کی طرف راغب ہونے کا معیار تعین کرتا ہے۔فن تنقید دنیا کا بہترین علم اور تصور کا مرکزی راستہ ہے (۱۳) فن خطابت انسان کی زندگی میں انقلاب پیدا کرتا ہے۔ برے کو نیک بناتا ہے، اور ہدایات کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ یہاں ہم فن ادب کی ایک قسم فن شعر کے بارے میں غور کریں گے۔فن شعر گوئی یعنی شعر کا آرٹ،مشہور ومعروف فلسفی ارسطو کا پسندیدہ موضوع تھا جس کا وہ خود ماہر بھی ہے۔ارسطو کا تذکرہ ابن خلدون کے مقدمہ میں بھی ملتا ہے۔(۱۴) فن شعر ایک ایسا صنف ہے جو مشابہتی دلائل کے ذریعہ نظائر اور تشبیہات کوایجاد کرنا سکھاتا ہے بالخصوص ایک دوسرے کو ترغیب دینے کے لیے تاکہ وہ کسی چیز یا کام کرنے سے رکے یا کرے، بقول ارسطو فن شعر انسان کے افعال کی ابیات، نظم اور رقص کے ذریعہ نقل کرنا ہے،شاعر کو چاہئے کہ اپنے مضمون کا انحصار عام نفسیاتی حقائق پر رکھے اور چاہیے کہ فطرت انسان کو اچھی طرح سمجھ لے اور جان لے ورنہ اس کا مضمون کمزور ہو جائے گا۔(۱۵)

۲۔فن شعر (Art of Poetry)

جس طرح ہر ملک و قوم کا آرٹ ان سے منسوب ہوتا ہے اسی طرح ان کی اپنی زبان (Language) بھی ان سے منسوب ہوتی ہے۔ زبان کے ساتھ ہی اس کے فنونِ ادب، اصولوں اور قواعد سے منسلک اس کی خصوصیت ہو جاتی ہے اور فنونِ ادب کی ایک لازمی اور اہم ترین قسم فن شعر یا شعر گوئی ہے۔ اسی لیے کسی بھی زبان کی تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم کو اس کی شاعری کا درس ضروری ہے جس کو نظر انداز کیا ہی نہیں جا سکتا۔

بالعموم مسلمانوں کی اور بالخصوص عربوں کی زبان عربی ہے لیکن چونکہ مسلمان ساری دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں وہ اپنی اپنی منفرد زبانوں سے منسوب ہیں بلحاظ ملک رہائش۔ جیسے ایران میں فارسی، ہندوستان میں اردو، ترکستان میں ترکی، انڈونیشیا میں انڈونیشین زبان وغیرہ۔

ہمارا مضمون فن شعر سے تعلق رکھتا ہے خصوصاً نعت گوئی سے۔ تمام زبانوں میں اس فن کا جائزہ لینا تو ہمارے لیے یہاں ممکن نہیں۔ اس لیے بالتخصیص عربی، فارسی اور اردو شاعری میں نعت گوئی کی نمایاں خصوصیات کا اجمالی تجزیہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ اجمالی اس لیے کہ اس موضوع پر کئی کتابیں اور مضامین لکھے جا چکے ہیں۔ اس ضمن میں ایک مرتبہ تصنیف رسول نمبر نقوش (۱۶) کا ذکر کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے کیوں کہ اس کی دسویں جلد مکمل اسی موضوع پر ایک نایاب اور تفصیلی تحقیق ہے۔ ہم نے بھی اس جلد سے کافی استفادہ کیا ہے۔ عربی (۱۷) میں فعل شعر کے معنی ہے شعر کہنا شعر الرجل یعنی اس آدمی نے شعر کہا۔ شعر مصدر ہے اس کی جمع اشعار وہ کلام جو بروزن اور بہ تقفیت ہو شعر اسم تفضیل ہے بہ معنی زیادہ اچھا شعر جیسے ھذا البیت اشعر من ھذا۔ یعنی یہ بیت (ایک شعر دو مصرعوں کا) اس بیت سے بہتر ہے۔ زیادہ خوبصورت ہے۔ الشاعر اسم فاعل واحد مذکر اور اشاعر اسم فاعل واحد مونث اور ان کی جمع الشعراء (مذکر) اور شواعر و شاعرات (مونث) ہے۔ تشاعر فعل ہے جس کے معنی خود کو شاعر کی مانند سمجھنا۔ اسم فاعل متشاعر یعنی وہ جو خود کو شاعر تصور کرتا ہو۔ الشعر ور یہ الفاظ کے استعمال کا لزوم ہے جو فن ادب کو ممیز کر دیتا ہے۔ ادب کے پڑھنے والے کو یہ ضروری ہے کہ وہ کم از کم اپنی توجہ الفاظ اور ان کے معنوں و مفہوم پر دیں (۹) فن شعر، جو فنون ادب کی ایک قسم ہے، پر تبصرہ کرتے ہوئے J.Hospers اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔ (۱۰)

''وہ معنیں ہیں۔ الفاظ کے لفظی معنی اور ان معنوں کے روابط جو ان الفاظ کو گھیرے ہوئے ہیں پڑھنے والوں کے ذہنوں میں جو اس زبان سے واقف ہیں کہ جو فن ادب کو دوسرے فنون سے ممتاز کر دیا ہے۔ ادب کو فن رمزی نشان کہا گیا ہے جس امتیازی خصوصیت کو اس نے اس وجہ سے حاصل کیا کہ ادب

کے تمام اجزاء الفاظ ہیں اور الفاظ نہ تو آوازیں ہیں نہ قلم کے آثار بلکہ معنی خیز آوازیں جن سے واقفیت لازمی ہے قبل ازیں کہ اس نظم کو سمجھیں یا اس کی قدردانی کریں''۔

ا۔فن ادب (Art of Literature)

جیسا ہم نے اوپر بحث کی ہے فن ادب فنونِ لطیفہ کی ایک قسم ہے اور یہ بھی جانا ہے کہ اس فن کی امتیازی خصوصیت لزوم الفاظ ہے جو اس کو سارے فنون سے جدا کر دیتا ہے۔سید حسن مثنی ندوی (۱۱) نے ادب کی تعریف یوں کی ہے ''ادب اہل دین کے نزدیک نام ہے تادیب جوارح کا، تہذیب طبائع کا، تزکیہ نفس کا، حفظ حدود کا، شہوات ولذت کا، بے لگامیوں سے احتیاط برتنے کا، اور شکوک وشبہات کی تمام اشیاء سے اجتناب کرنے کا، حسن عمل اور خوبی کردار کا ماحول پیدا کرنے کا، عہد دہشت کی فضاء سے نکلنے کا، حیوانیت کی سطح سے بلند ہو کر انسانیت کی سطح پر پہنچنے کا، انسان بننے اور افراد معاشرہ کو انسان بنانے کا......ادب تو یہی ہے اور ہم اسی کے ذخیرہ کو ادبیات کہتے ہیں''۔

یہ فن ہر زبان میں ہوتا ہے۔ابن خلدون نے زبان عربی کے فن ادب کی تعریف یوں کی ہے کہ ادب سے مراد علم شعر اور تاریخ عرب پر مہارت ہے اور دوسرے علوم سے واقفیت یعنی علوم لسانیات اور مذہب (۱۲)۔فن ادب کی بھی چند اقسام ہیں (۱) فن نثر (۲) فن شعر (۳) فن تنقید (۴) فن خطابت۔

فن نثر یا نثر نگاری تمدنی تعلیم کا اہم ذریعہ ہے۔فن شعر انسان کے لیے بہترین زندگی کی طرف راغب ہونے کا معیار تعین کرتا ہے۔فن تنقید دنیا کا بہترین علم اور تصور کا مرکزی راستہ ہے (۱۳) فن خطابت انسان کی زندگی میں انقلاب پیدا کرتا ہے۔برے کو نیک بناتا ہے، اور ہدایات کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ یہاں ہم فن ادب کی ایک قسم فن شعر کے بارے میں غور کریں گے۔فن شعر گوئی یعنی شعر کا آرٹ، مشہور ومعروف فلسفی ارسطو کا پسندیدہ موضوع تھا جس کا وہ خود ماہر بھی ہے۔ارسطو کا تذکرہ ابن خلدون کے مقدمہ میں بھی ملتا ہے (۱۴)۔فن شعر ایک ایسا صنف ہے جو مشابہتی دلائل کے ذریعہ نظائر اور تشبیہات کو ایجاد کرنا سکھاتا ہے بالخصوص ایک دوسرے کو ترغیب دینے کے لیے تاکہ وہ کسی چیز یا کام کرنے سے رکے یا کرے، بقول ارسطو فن شعر انسان کے افعال کی ابیات، نظم اور رقص کے ذریعہ نقل کرنا ہے، شاعر کو چاہئے کہ اپنے مضمون کا انحصار عام نفسیاتی حقائق پر رکھے اور چاہیئے کہ فطرت انسان کو اچھی طرح سمجھ لے اور جان لے ورنہ اس کا مضمون کمزور ہو جائے گا۔(۱۵)

۲۔فن شعر (Art of Poetry)

جس طرح ہر ملک و قوم کا آرٹ ان سے منسوب ہوتا ہے اسی طرح ان کی اپنی زبان

(Language) بھی ان سے منسوب ہوتی ہے۔ زبان کے ساتھ ہی اس کے فنونِ ادب، اصولوں اور قواعد سے منسلک اس کی خصوصیت ہوجاتی ہے اور فنونِ ادب کی ایک لازمی اور اہم ترین قسم فن شعر یا شعر گوئی ہے۔ اسی لیے کسی بھی زبان کی تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم کو اس کی شاعری کا درس ضروری ہے جس کو نظرانداز کیا ہی نہیں جاسکتا۔

بالعموم مسلمانوں کی اور بالخصوص عربوں کی زبان عربی ہے لیکن چونکہ مسلمان ساری دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں وہ اپنی اپنی منفرد زبانوں سے منسوب ہیں بلحاظ ملک رہائش۔ جیسے ایران میں فارسی، ہندوستان میں اردو، ترکستان میں ترکی، انڈونیشیا میں انڈونیشین زبان وغیرہ۔

ہمارا مضمون فن شعر سے تعلق رکھتا ہے خصوصاً نعت گوئی سے۔ تمام زبانوں میں اس فن کا جائزہ لینا تو ہمارے لیے یہاں ممکن نہیں۔ اس لیے بالتخصیص عربی، فارسی اور اردو شاعری میں نعت گوئی کی نمایاں خصوصیات کا اجمالی تجزیہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ اجمالی اس لیے کہ اس موضوع پر کئی کتابیں اور مضامین لکھے جاچکے ہیں۔ اس ضمن میں ایک مرتبہ تصنیف رسول نمبر نقوش (١٦) کا ذکر کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے کیوں کہ اس کی دسویں جلد مکمل اسی موضوع پر ایک نایاب اور تفصیلی تحقیق ہے۔ ہم نے بھی اس جلد سے کافی استفادہ کیا ہے۔ عربی (١٧) میں فعل شعر کے معنی ہے شعر کہنا شعر الرجل یعنی اس آدمی نے شعر کہا۔ شعر مصدر ہے اس کی جمع اشعار وہ کلام جو بروزن اور بہ تقفیت ہو شعر اسم تفضیل ہے بہ معنی زیادہ اچھا شعر جیسے هذا البیت اشعر من هذا۔ یعنی یہ بیت (ایک شعر دو مصرعوں کا) اس بیت سے بہتر ہے۔ زیادہ خوبصورت ہے۔ الشاعر اسم فاعل واحد مذکر اور اشاعر اسم فاعل واحد مونث اور ان کی جمع الشعراء (مذکر) اور شواعر و شاعرات (مونث) ہے۔ تشاعر فعل ہے جس کے معنی خود کو شاعر کی مانند سمجھنا۔ اسم فاعل متشاعر یعنی وہ جو خود کو شاعر تصور کرتا ہو۔ الشعرور جمع شعاریر) جو بہت ضعیف شاعر ہو۔

امام راغب اصفہانی (١٨) فرماتے ہیں کہ

شعرت کے معنی بالوں پر مارنے کے ہیں اور اسی سے شعرت کذا مستعار ہے جس کے معنی بال کی طرح باریک علم حاصل کرلینے کے ہیں اور شاعر کو بھی اس کی فطانت اور وقت نظر کی وجہ سے ہی شاعر کہا جاتا ہے! تو لیت شعری کذا کے محاورہ میں شعر اصل میں علم لطیف کا نام ہے پھر عرف میں موزوں اور مقفیٰ کلام کو شعر کہا جاتا ہے اور شعر کہنے والے کو شاعر کہا جاتا ہے۔

العروض میزان شعر کو کہتے ہیں کیونکہ اسی کے ذریعہ شعر کے وزن کو جانچا جاتا ہے فن شعر کے علم کو علم العروض اور عالم علم العروض کو العروضی کہا جاتا ہے (١٩) فن شعر پر ابن خلدون نے تفصیلی بحث کی

ہے۔(۲۰)

الف۔عہد جاہلیہ اور شعر

عہد جاہلیہ اس دور کو کہتے ہیں جو بعثت نبوی سے قبل کا ہے۔جاہلیہ عربی اصطلاح ہے اور فعل جہل سے مشتق ہے جہل کے معنی ہے نہ جاننا، ان پڑھ ہونا۔جاہلیہ اس حالت کو کہتے ہیں جو ان پڑھ ہونے کی ہے، حالت جہل (۲۱)۔جاہلیت کا اطلاق اسی وجہ عرب کے ان حالات پر ہوتا ہے جو اسلام سے پہلے عرب پر طاری تھے۔قبل اسلام جزیرہ عرب میں بسنے والے قبائل واحزاب بدّ وعرب تھے جو اکثر خانہ بدوش زندگی کے عادی تھے۔ان کا عمومی پیشہ زراعت' کاشتکاری، گھریلو حیوانات کی دیکھ بھال جیسے بکری، بھینس، گائے، اونٹ وغیرہ تھا۔ان اعراب کی تہذیبی، سماجی، تمدنی، مذہبی اور تعلیمی ماحول پر ایک نظر ڈالنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ خانہ بدوش بدّ و زیادہ تر ان پڑھ اور جاہل رہے ہیں۔اور شقاوت، گمراہی، عصبیت عداوت وغیرہ کا شکار بنے ہوئے تھے۔مذہب سے کوسوں دور تھے۔بت پرستی کا رواج عام تھا فتح مکہ کے وقت بھی اندرون کعبہ شریف ۳۶۰ بت موجود تھے جن کو حضرت محمدؐ کے حکم سے توڑا گیا۔

عصبیت (Clanish) عروج پر تھی (۲۲) سوائے اپنے قبیلے کے کسی کو وہ مانتے ہی نہ تھے۔ ان کے اپنے خاندانی ماحول کا اندازہ اس رواج سے ہوتا ہے کہ جب کسی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی تو اس کو زندہ دفن کر دیتے یا ختم کر دیتے کیونکہ اس کو بد شگن تصور کیا کرتے۔ برخلاف اگر لڑکا تولد ہوتا تو عید کا منظر نظر آتا۔مسرت کا اظہار ہوتا خوشیاں منائی جاتیں۔قصائد لکھے جاتے (۲۳) ان کی جاہلیت اور عصبیت مزاجی پر آیتیں بھی نازل ہوئیں۔قرآن مجید نے ان بدّ و قبائل کو جھگڑالو قوم کہا ہے (۲۴) یہ بھی ارشاد باری ہے کہ محمدؐ دنیا کی ساری دولت بھی خرچ کر دیں تو بھی ان کے دلوں کو آپس میں جوڑ نہیں سکیں گے (۲۵) لیکن ان حالات کے باوجود حق گوئی اور صداقت ان کی گھٹی میں بدرجہ اتم موجود تھی۔

تعجب تو اس بات کا بھی ہے کہ تعلیم و تعلم سے نا آشنائی اور بے رغبتی کے ساتھ ساتھ ان میں شعروشاعری سے قربت کا یہ عالم تھا کہ اکثر مرد وزن شاعر یا خطیب تھے۔ظہور اسلام کے وقت فن شعر اسی دور کی امتیازی خصوصیت تھی۔

ذوق اظہار کی اسی فراوانی' شیوہ بیانی کی اسی عمومیت اور طاقت زبان کی اسی ہمہ گیری کی بدولت اس سرزمین کے باشندے اپنے آپ کو عرب' یعنی زبان آور اور دوسرے مما لک کے رہنے والوں کو عجم یعنی گونگا کہہ کر اظہار تفاخر کیا کرتے تھے۔

اسلام سے قبل کے جاہلی ادب میں شعر وسخن کی تقریباً وہ تمام اصناف کسی نہ کسی شکل میں موجود تھیں جو آگے چل کر ادب العرب کے گنجینہ کا سرمایہ وقار قرار پائیں۔ ہیئت کے اعتبار سے قصیدہ، مثنوی، غزل، قطعہ، رباعی اور مخمس وغیرہ تو مواد و مضامین کے لحاظ سے حماسہ عشق و صبابتہ' تغزل، مدح، رثاء، ہجا، جدو ہزل، الغرض ہر نوع کی شاعری شعرائے جاہلیت کے ہاں ملتی ہے۔ ان کے قصیدوں میں رزمیہ، طربیہ، مدحیہ، بیانیہ' المیہ اور ہجائیہ ہر طرح کی سخنوری کے بڑے جاندار نمونے موجود ہیں۔ ان کی بدیہہ گوئی، ارتحال اور زورِ طبع کے واقعات' مدح و ستائش کے دوش بدوش ذم و ہجو' طنز و تعریض' حسن طلب اور بلاغت ادا کی شاندار مثالیں تاریخِ ادب عربی کے صفحات پر جگمگا رہی ہیں (۲۶)۔

لیکن عصبیت اس دور کی عربی شاعری پر حاوی تھی۔ اور بڑے بڑے نامور شعراء اسی عصبیت کے شکار بنے ہوئے تھے۔ اگر کسی سے دنیاوی فائدہ کی امید ہوتی تو اس کی مدح میں قصیدے لکھے جاتے (۲۷) اور اگر کسی سے نااتفاقی یا ناراضگی ہوتی تو اس کی ہجو کرتے۔ بیشتر ان قصائد یا ہجو میں سچائی اور حق بھی ہوتا اسی دور کے ایک مشہور و معروف شاعر زہیر ابن ابی سلمیٰ کا ایک شعر نقل ہے۔

وان احسن بیت قائلہ بیت یقال اذا نشد صدقاً

(یعنی یقیناً بہترین شعر کہنے والا وہ ہے جس کے شعر کو پڑھنے والا اس شعر کو سچ کہے)

ابی سلمیٰ کے متعلق حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے ایک بار فرمایا تھا انہ اشعر الشعراء لانہ لایمدح الامستحقا (یعنی وہ سب سے بہترین شاعر ہے کیونکہ وہ صرف اسی کی مدح کرتا ہے جس کا وہ مستحق ہے)

اگر شاعر کسی لڑکی کی مدح میں قصیدہ لکھ دیتا تو اس ان بیاہی لڑکی کی شادی ہو جاتی (۲۸) اگر کسی کی ہجو کی جاتی تو اس شخص کی زندگی مشکل میں پڑ جاتی۔ یہ بات عام طور پر مانی جاتی تھی کہ شاعر کے کلام میں طلسماتی طاقت ہوتی ہے اور ان پر جنات قابو ہیں (۲۹)۔

ب۔ اسلام اور شعر

دور جاہلیت کے بگڑے ہوئے سماجی و تعلیمی معاشرہ میں اسلام کا ظہور ہوا۔ اسلام نے ان عرب کو فکر معاش پر فکر معاد کو ترجیح دی۔ انسانیت کو اخلاقیات کا سبق سکھایا۔ عقلی اور نفسیاتی بلندیوں کی طرف مائل کیا۔ نئے نئے علوم و ادب کو روشن کیا۔ وحدت انسان کا تصور پیش کیا اور عرب و عجم کے فرق کو مٹا کر عصبیت مزاجی کو رفیق کر دیا۔ بہر حال ظہور اسلام نے زندگی کا کوئی پہلو نہ چھوڑا جس کو سنوارا نہ ہو۔ ایسی صورت میں شعر و ادب کے تنگ میدان کو وسیع ترین کر دیا۔ انسانی فکر و نظر کو وسعت خیالی بخشی۔ یہ

معاشرہ کی لفظی یا لسانی اصلاح نہیں بلکہ فکری اصلاح تھی۔

قرآن مجید کی بلیغ و فصیح بیانی نے عربوں کے فخر اور احساس برتری جو، ان کے شعروسخن کی وجہ سے تھی، کو اس قدر گھٹا دیا کہ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہہ دیا۔قرآن مجید (۳۰) نے اس کی تردید کی۔وما علمناہ الشعر وماینبغی لہٗ یعنی ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر نہیں سکھایا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ مناسب تھا۔وماھو بقول شاعر (۳۱) یعنی یہ کسی شاعر کا خطاب نہیں۔قرآن مجید میں لفظ شعر ایک بار، شاعر چار بار اور شعراء ایک بار آیا ہے۔قرآن نے شاعری کی ترغیب نہیں دی لیکن اس کی واضح طور پر ممانعت بھی نہیں کی۔اللہ تعالیٰ نے شاعر کو مجنون (۳۲) ضرور کہا ہے اور شاعروں کی پیروی کرنے والوں کو بھٹکے ہوئے (۳۳) دوسری طرف قرآن کریم (۳۴) نے اسلامی شعراء کی حمایت بھی کی ہے۔الم تری انھم فی کل وادیھمون وانھم یقولون مالا یفعلون الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت وذکروالله کثیرا وانتصروا من بعد ما ظلموا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون یعنی کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ وہ (شعراء) ہر وادی میں سرٹکراتے پھرتے ہیں۔یقینا وہ جو کہتے ہیں نہیں کرتے مگر ان (شعراء) کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کیے اور ظلم سہنے کے بعد اس کا انتقام لیا۔اور وہ بھی (شعراء) جو ظلم کیے عنقریب جان لیں گے کہ کس طرح الٹتے ہیں۔اوپر بیان کی ہوئی تین آیتوں میں قرآن مجید نے دو گروہ کی وضاحت کی ہے (۱) وہ جو کفار ہی ہیں اور ظلم کر رہے ہیں (۲) وہ جو اسلام قبول کیے۔ان دونوں گروہوں کی صفتیں یہ بیان کی گئیں کہ کفار شعراء وادیوں میں بھٹکتے سرٹکراتے پھرتے ہیں اور جن کے فعل و قول میں کوئی مناسبت نہیں۔دوسرے گروہ کی صفت یہ ہے کہ انہوں نے ایمان لایا مسلمان ہوئے، جو ایک نیک عمل ہے اور اللہ کا بکثرت ذکر کرتے ہیں اور ظلم کا بدلہ لیتے ہیں۔ان آیتوں کے ذریعہ جاہلی شعراء کی نالش ہے اور اسلامی شعراء کی تعریف کہ انہوں نے اسلام کی تائید میں جاہلی شعراء اور ان کے کلمات کفر کی ہجو کی۔یہ بھی وضاحت ہتی ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان شعراء کے قول و فعل میں فرق نہیں۔ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ جاہلیت کی شاعری انتہائی گمراہ کن، غلط بیانی اور بیشتر اوقات خلاف واقعہ بھی ہوا کرتی تھی۔شاعر میں مبالغہ، کذب (جھوٹ) کی حد کو پہنچ چکا تھا۔امام راغب (۳۵) لکھتے ہیں کہ عربی زبان میں شعر بہ معنی کذب اور شاعر بہ معنی کاذب (جھوٹا) استعمال ہوتا ہے یہاں تک کہ دلائل کاذبہ کو ادلتہ شعریۃ کہا جاتا ہے۔اسی لیے مشہور مقولہ ہے کہ احسن الشعراء کذبہ یعنی سب سے بہتر شعر وہ ہے جو سب سے زیادہ جھوٹ کا حامی ہے۔

کیوں کہ قرآ مجید نے صاف شعروشاعری پر امتناع نہیں فرمایا اوراس کا ایک دروازہ کھلا چھوڑ دیا جس کے ذریعہ سچائی حق پرستی، واقعاتی صداقت، حقیقت نگاری اور کردار آموزی وغیرہ وغیرہ داخل ہوکر شعروسخن کو ایک مقصد عطا کیا۔ اسی لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس نئے فکرونظر کی شاعری کو پسند فرمایا۔ احادیث نبوی میں روایتیں ملتی ہیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم (۳۶) نے حسان بن ثابت کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ ان کی مدد فرمائیں اس وقت تک کہ حسان بن ثابت اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جاہلی شعراء کا مقابلہ کرتے رہیں۔

جائے دیگر (۳۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان من الشعر حکمة یعنی بعض اشعار میں حکمت و دانائی بھی ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں شعری اصلاح فرمائی (۳۸) تو دوسرے موقع پر صحابی شعراء کو دفاع اسلام کی خاطر دعوت شعروسخن بھی دی (۳۹)۔ اسی دور کو اسلامی شاعری کا آغاز تصور کیا جاسکتا ہے۔ سب سے پہلے اسلامی شعراء جو مشہور و معروف ہوئے ان میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت علی مرتضیٰ حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن زہیر، حضرت ضرار بن خطاب وغیرہ کو شامل کیا جاسکتا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت کو شاعر رسالت تصور کیا جاتا ہے۔ (۴۰) اسلامی شعراء میں وہ حضرات تھے جنہوں نے ہمیشہ اپنے کلام کے ذریعہ اسلام کا دفاع کرتے اور ناقدین کو گونگا کردیتے۔ اس دور کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ موضوعاتی شاعری کا آغاز اسی دور سے ہوا۔ اب شعراء اسلام اور قرآن کی تعلیمات ایک منظوم شکل میں پیش کیا کرتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں قصائد وقطعات بھی لکھنے لگے۔ اسی ضمن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب (۴۱) کا ایک شعر نموناً پیش ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

(یعنی وہ گورے مکھڑے والا جس کے رخ انور کے وسیلہ سے ابر باراں طلب کیا جاتا ہے۔ یتیموں کا والی اور بیواؤں کا محافظ ہے)

یہیں سے شعر میں فن نعت گوئی کی ابتداء ہوتی ہے۔

حصہ دوم

خواہ ہم کہ ہمیشہ درہوائے توزیم خاکے شوم و بہ زیرپائے توزیم

(میں چاہتا ہوں کہ ہمیشہ آپؐ کے زیرسایہ جیوں اور میں مٹی بن جاؤں، تاکہ آپؐ کے قدموں

کے نیچے جیوں)

مقصودِ من بندہ زکونین توئی از بہر تو میرم وز برائے توزیم

(کونین سے اس بندہ کی مراد صرف آپؐ ہی ہیں آپؐ کے لیے مروں اور آپؐ کے لیے ہی جیوں)

الف۔فن یا صنف؟

اصناف شعر میں غزل' قصیدہ' مثنوی' رباعی' قطعات' مستزاد' ترکیب بند' ترجیع بند، مثمن، مسدس، مخمس، مربع، مثلث، فریادات، نظم، تضمین، ہجو، وغیرہ آتے ہیں۔ ہندی اثرات کے نتیجہ اردو میں صنف گیت، صنف راگ اور دوہوں کو بھی قبول کرلیا گیا ہے۔انگریزی شاعری کے زیراثر اردوشاعری میں نئ ہئیتوں سے آشنائی کی وجہ''سانیٹ (Sonnet) نظم معراء' آزادنظم اور نثری نظم کے پیرائے بھی استعمال میں آئے۔اسی طرح جدید دور میں طویل نظم نگاری (Canto) کا رجحان شروع ہوا''۔انگریزی ہئیتوں کا نعت گوشعراء نے رواج ڈالا (۴۲)۔

فن نعت کو بھی فارسی اور اردو زبانوں میں فن شعر کی ایک اہم صنف تصور کیا جاتا ہے۔ بزبان عربی اصطلاح نعت کی جگہ الدائح النبویۃ یا مدح یا مدیح' وصف کا استعمال ہے (۴۳) مورخین ادب' محققین اور ناقدین (بالخصوص اردو زبان کے) نعت کا اپنی تصانیف میں ذکر کرنے سے کوتاہی کرتے ہیں (۴۴)۔ یہ حیرت کی بات ہے کیوں کہ اس فن کے مضامین کا لحاظ اگر کریں تو اس کی اہمیت سارے فنون سے بڑھ جاتی ہے۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ قسم نعت کو فن شعر کی ایک صنف کے بجائے فنون ادب کے ایک فن کی حیثیت سے قبول کریں اور مماثل فن شعر کا مقام دیں۔اسی لیے ہم نے نعت کو فن نعت کہا ہے نہ کہ صنف شعر۔نعت کے مضامین سے ہٹ کر بھی اگر ہم غور کریں تو وہ سارے اصناف شعر فن نعت میں استعمال ہوتے ہیں جو فن شعر کے تحت ہیں۔مزید یہ کہ ان سارے اسلوب شعر گوئی کا خیال بھی رکھا جاتا ہے جو دوسرے اصناف میں ضروری ہیں۔ دوسرے معنوں میں وہ تمام اسلوب جو انفرادی طور پر ہر اک صنف کے لیے لازم ہے، فن نعت میں بقدراتم پائے جاتے ہیں، جیسا کہ ایک مورخ ادب نے کہا۔

......نعت کا موضوع کسی ایک صنف' ہیئت یا خاص شعری انداز میں مخصوص نہیں۔نعت کی فضا میں اگر ہر صنف اور ہیئت اور شعروشاعری کے مختلف اسالیب نعت آشنا ہوگئے ہیں۔نعت کے موضوع نے اپنے اظہار کے لیے ہر صنف وسخن کی خوبیوں اور خصوصیات سے فائدہ اٹھایا ہے بلکہ یوں کہنا زیادہ بہتر ہے کہ نعت گوشعراء نے شاعری کی مروجہ اصناف، مستعمل ہئیتوں اور متنوع اسالیب کو حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے ذکر واذکار اور توصیف ومدح سے مشرف کر کے اسے نعت کی صنف کے وسیع تر دائرے میں شامل کرلیا ہے۔''وسیع تر ہوتے'' اس لیے کہ نعت کے موضوع میں پوشیدہ امکانات اتنے قوی لامحدود اور موثر ہیں کہ مستقبل میں شعری تجربوں کے نتیجہ میں سامنے آنے والے نئی ہیئتیں اصناف اور اسالیب سب ایک قرینے اور شائستگی کے ساتھ اس وسیع تر دائرہ کا حصہ بنتے جائیں گے(۴۵) نہ صرف یہ بلکہ اکثر محققین اور ناقدین اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ نعت اور نعت گوئی کسی اور صنف شعر وسخن سے بہت زیادہ دشوار ہے۔

ممکن ہے کہ کچھ ارباب نقد ونظر کے نزدیک یہ بات محض تکلف یا عقیدت کی ہو مگر میرا خیال یہ ہے کہ مختلف اصناف سخن میں نعت گوئی سے زیادہ مشکل کوئی اور صنف سخن نہیں۔اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ شاعر کو فکری اور فنی دونوں سطحوں پر متضاد اور ایک دوسرے سے نبرد آزما جذبات واحساسات سے دو چار ہونا پڑتا ہے(۴۶)۔

بہر حال ہم کو قوی امید ہے کہ مورخین، ناقدین اور محققین فن ادبیات اس کی طرف توجہ فرمائیں گے اور فن نعت کو اپنا مقام دیں گے جس کا وہ فن مستحق بھی ہے اور حامی بھی۔شاعر تو اپنے دل اور جذبات کو بیان کرتا ہے لیکن اسکالر شپ کا یہ تقاضہ ہے کہ محققین اور ناقدین اپنی عقل اور جدید اسلوب تحقیق (Modern Methodology) سے تجزیہ کریں جس میں نہ عقائد نہ دل نہ جذبات، کسی کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

الف۔نعت: لفظی معنی ومفہوم

(ا) زبان عربی: اصطلاح نعت کے معنی ومفہوم پر ڈاکٹر ریاض مجید(۴۷) کی سیر حاصل تحقیق موجود ہے اسی سے ہم زیادہ تر استفادہ کریں گے۔فن نعت اور نعت گوئی کیوں کہ خاص موضوعاتی شاعری اور بالتخصیص مذہبِ اسلام سے ہی منسوب ہے ہم سب سے پہلے قرآن وحدیث نبوی میں اس اصطلاح کے معنی تلاش کریں گے۔قرآن مجید میں تو لفظ نعت کا استعمال ہی نہیں ہوا لیکن مفسرین نے نعت کو استعمال کیا ہے بہ معنی وصف۔

احادیث نبوی اور شمائل نبوی میں یہ لفظ تقریباً ۵۰ مرتبہ مختلف مقامات پر آیا ہے اور مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔نہ صرف اس کے معنی مطلق اور عام افراد اور اشیاء کی تعریف، صفت ٗ کیفیت، خصوصیت وغیرہ کے لیے مستعمل ہوا ہے بلکہ کسی فرد کے حلیہ کی توصیف میں بھی۔اسلام اور صحابہ کرام کے اوصاف کے معنوں میں بھی آیا ہے۔مزید حضور اکرم کی تعریف کے لیے بھی۔

نعت عربی زبان کا فعل ہے جس کے معنی وصف کرنا، تعریف کرنا کے آتے ہیں۔ بنا بریں کہ ڈاکٹر ریاض مجید نے لفظی معنوں پر اہم لغات اور ادبی کتب کے حوالوں سے تبصرہ کیا ہے ہم یہاں پر ان معنوں کے مباحث میں جانے سے احتراز کرتے ہوئے ان کو صرف بیان کر دیں گے۔ بحوالہ تاج العروس نعت کے معنی وصف ہے خصوصاً جب کسی چیز کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا جاے۔ اس تعریف میں جو بھی کہا جاتا ہے سب نعت ہے۔ بحوالہ ابن سیدہ ہر عمدہ اور بہتر چیز کو جس کے بیان میں مبالغہ ہو نعت کہیں گے منتعت (فعل مفتعل کے وزن پر) اس حیات والے (انسان یا حیوان) سے مراد ہے جس میں ایسا خاص وصف ہو جو اسے اپنے ہم جنسوں سے امتیاز کر دے۔ بحوالہ ابن اعرابی وہ انسان جو نہایت خود رو اور حسن و جمال سے متصف ہو، اس پر لفظ نعت کا اطلاق ہوتا ہے۔ نعیت سے مراد نہایت عمدہ ہے اور معزز اور سبقت لے جانے والے کو کہتے ہیں۔ جب کوئی غلام یا کنیز مقام علو پر فائض ہو تو اس کو نعتتہ کہتے ہیں۔ بہترین خوبیوں اور اوصاف جمیلہ پر مناعت جمیلہ کی ترکیب کا اطلاق ہوتا ہے (۴۸)۔

المنجد (۴۹) میں فعل نعت (بروزن فعل) کے معنی تعریف کرنا، بیان کرنا ہے۔ نعت (وزن فعل) سے مراد اچھی صفات دکھانا ہے۔ نعت (وزن فعل) پیدائش ہی سے اچھی صفات والا ہے۔ النعت یعنی خوبصورت چہرے والا ہونا، اچھے اخلاق والا ہونا۔ نعت مصدر ہے (جمع نعوت) تعریف کرنے والے کو ناعت (جمع نعاعت) کہتے ہیں اور جس کی تعریف کی جارہی ہے اس کو صاحب نعت (۵۰) یہ بھی وضاحت ضروری ہے کہ نعت گھوڑے کے وصف میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

مزید یہ کہ لفظ نعت اور لفظ وصف میں باعتبار معنی فرق بیان کیا جاتا ہے۔ یعنی نعت صرف اور صرف خوبیوں اور اچھی صفات کے بیان میں ہی مستعمل ہے لیکن وصف کا استعمال دونوں اچھے اور برے صفات کے بیان میں استعمال کر سکتے ہیں (۵۱)۔ جیسے المنجد میں صفت کی تشریح میں لکھا ہے کہ وہ صفت جس سے موصوف (جس کی وصف ہو رہی ہے) جانا جمائے (۵۲) بحوالہ ابن اثیر ۵۵۴ھ/ ۲۰۶ء لکھتا ہے النعت وصف الشئ بما فیہ من حسن ولا یقال فی القبح الا ان یتکلف متکلف نعت سوء والوصف فی الحسن و القبح یعنی نعت کسی چیز کی تعریف بہ معنی اس کی اچھائیاں، مزمومہ کے لیے نہیں کہا جاتا۔ جائیکہ کسی نے خلاف عادت کرتا ہو پس وہ کہے گا نعت سوء لیکن وصف جمیلہ اور مزمومہ دونوں کے لیے ہے)

(۲) زبان فارسی

فارسی لغات میں (۵۴) (ا) فرہنگ اموزگار میں نعت کے معنی ستائش، وصف اور صفت کے ہیں

(۲) غیاث اللغات نے لکھا ہے ''تعریف وتوصیف کردن......اگر چہ لفظ نعت بہ معنی مطلق وصف است لیکن اکثر استعمال ایں لفظ بہ معنی مطلق ستائش وثنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ است''۔ یعنی اگر چہ لفظ نعت کے معنی مطلقاً تعریف کرنا ہے لیکن اس لفظ کا اکثر استعمال صرف تعریف وتوصیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آتا ہے۔ (۳) منتخب اللغات میں صفت اور وصف کردن (تعریف کرنا) ہے (۴) ابوالحسن مجد الدین کسانی (متوفی ۳۴۱ھ ۹۵۲ء) نے بھی نعت کو مطلق وصف کے معنی میں لیا ہے (۱) (۵) فارسی انگریزی نعت میں نعت کے معنی توصیف، لقب جو کسی صفت انگریزی لغت میں نعت کے معنی توصیف، لقب جو کسی صفت کو ظاہر کرے (Epithet) اور تعریف کے آئے ہیں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تعریف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے (جو کسی کتاب کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد ہوتی ہے) (۵۵) (۶) فرہنگ یکجلدی میں بھی ستائش اور صفت کے معنی دیے گئے ہیں (۵۶)۔

(۳) زبان اردو

زبان اردو بہ نسبت عربی اور فارسی کے نئی زبان ہے اس لیے نعت کے لفظی معنی مطلق وصف و تعریف بتلاتے ہیں لیکن اس کے اصطلاحی معنی ہی کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ خیال یہ ہے کہ ہندوستانی حالات میں اردو عربی اور فارسی کی ہی پیداوار ہے۔ انہیں زبانوں کی پیروی میں مطلق معنی درج کرتے ہیں دوسری طرف اردو میں چونکہ یہ لفظ صرف اصطلاحی مفہوم ہی میں استعمال ہونے لگا، واضحاًاس کو بیان بھی کردیتے ہیں۔ ڈاکٹر ریاض مجید (۵۷) کی رائے میں عربی سے فارسی اور پھر فارسی سے اردو شعروادب کے آغاز تک یہ لفظ وصف مطلق کی عمومیت سے نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و مدح کے لیے مخصوص ہو چکا تھا اور لفظ محض کے بجائے ایک مخصوص ادبی وشعری اصطلاح کے طور پر رواج پا چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کی بعض جدید لغات میں اس کے اصطلاحی معنی ہی درج ہیں اور اس کا تعمیمی پہلو (وصف مطلق) غائب ہے۔

ب۔ نعت: اصطلاحی معنی ومفہوم

ہم نے اوپر نعت کے لفظی معنوں اور مفہوم پر روشنی ڈالی ہے۔ اب اس لفظ کے اصطلاحی معنی پر غور کریں گے۔ اصطلاحی معنی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ لفظ جدید دور میں بالخصوص بزبان اردو، صرف اسی معنی اور مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ ان نادر الفاظ میں سے ایک ہے جو ایک ہی مقصد کے لیے وقف ہو چکا ہے۔ مراد یہ کہ جب اصطلاح نعت کہا جاتا ہے یا پڑھا جاتا تو وہ ایک ہی معنی ومفہوم کا حامل ہوتا ہے، تعریف وتوصیف حضور اکرمؐ۔ اسی لیے صرف نعت کہنے کے بجائے ''نعت شریف'' کہنے کو احسن

سمجھا جاتا ہے۔

ہم نے اوپر نعت کے لفظی معنوں پر تبصرہ کیا ہے۔ اس لفظ کے اصطلاحی معنی صرف حضور اکرمؐ کی تعریف و مدح میں ہی آئے ہیں۔ عربی اور فارسی دونوں میں یہی مفہوم ملتا ہے۔ اردو زبان میں تو لفظی مفہوم کے لیے بھی اسی معنی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ابن اثیر نے یوں لکھا ہے نعت فی بمفتی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ناعتہ لم اری قبلہ ولا بعدہ مثلہ۔ یعنی نعت حضورؐ کی صفت ہے جیسا کہ نعت کہنے والے نے کہا ہے نہیں دیکھا میں نے آپ کی مثل آپ سے پہلے نہ آپ کے بعد۔ احادیث نبویؐ میں بھی اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے(۵۸)۔

یہاں ہم کہے بنا نہیں رہ سکتے کہ جہاں نعت کے لفظی معنی تعریف و مدح، ہر عمدہ اور بہتر چیز جس کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا جائے، وہ جو بہت خوبصورت ہو، جس میں کوئی خاص خصوصیات ہوں اور ایسی خاص صفات کا حامل ہو، جو ہم جنسوں پر فضیلت بخشے، جو نہایت خوبرو اور حسن و جمال سے متصف ہو، نہایت عمدہ، معزز اور سب پر سبقت لے جانے والا اور اوصاف محمود والا ہو آئے ہیں۔ یہ بات واضح طور پر بیان کی گئی کہ یہ سارے صفات اور اوصاف صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں یکجا پائے جاتے ہیں۔ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوں پر بھی غور کریں تو اسم محمد بھی انہی معنوں اور مفہوم کا حامل ہے(۵۹)۔ آپ ہی سوچیے کہ اگر لفظ نعت آپ کی ہی شخصیت، جو وجہ تخلیق کائنات ہے، انسان کامل ہے، صفات الٰہی کی تجلی کامل اور مظہر کامل ہے، اور آئینہ خدا ہے، کے لیے مخصوص ''ہو گیا'' ہے تو یہی حق ہے۔ ہم نے فعل ''ہو گیا ہے'' استعمال کیا ہے نہ کہ ''کر دیا ہے'' وہ اس لئے کہ یہ لفظ کا سرکار دو عالمؐ کے لیے مختص ہونا، منشاء الٰہی تھا۔ لفظ نعت چاہے اپنی اصطلاح مفہوم میں ہو یا لغوی معنی میں، کسی اور کے لیے مستعمل نہیں ہو سکتا۔

ج۔ نعت: عربی فارسی اور اردو

ہم نے لفظ نعت کی تحقیق کے دوران یہ محسوس کیا ہے کہ زبان عربی میں نعت کے لفظی معنی اور اصطلاحی مفہوم ہر دو معنی میں استعمال ہوا ہے لیکن لفظی معنی میں زیادہ مروج ہے۔ شاید یہ اس لئے کہ حضورؐ کی تعریف کے لیے مدح یا مدائح زیادہ مستعمل تھا۔ احادیث نبوی میں بھی نعت نہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چال اور قرات کی تعریف و مدح کے لیے آیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے صفات کے لیے بھی۔ سنن دارمی میں بھی نعت سرکار دو عالمؐ کے ہی صفات کے لیے استعمال ہوا ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید فرماتے ہیں کہ ''مطالعہ حدیث ہی کی روشنی میں بعض شارحین اور مفسرین حدیث نے اپنی تحریروں میں نعت کو مطلق وصف کی عمومیت سے نکال کر اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

توصیف وتعریف سے وابستہ کیا اور اسے ایک تخصیصی مفہوم کا حامل ٹھہرایا‘‘ (۶۰) اس کے باوجود نعت صحابہ کرام کے اوصاف، اسلام کے ارکان کی تعریف میں بھی آیا ہے (۶۱)۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ بیشتر عربی لغات سے نعت کے اصطلاحی معنی آہستہ آہستہ ختم ہوتا جا رہا ہے حالانکہ اس اصطلاح میں مفہوم کی وسعت بہ نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی زیادہ ہے کہ اس کے دوسرے ہم معنی الفاظ کے مقابل نعت ہی موزوں تر، بلیغ تر اور فصیح تر ہے۔

فارسی میں بھی یہ لفظ خدا کی توصیف اور حضرت علیؓ کی تعریف میں بھی استعمال ہوا ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف کو بھی نعت سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یعنی نعت لغوی معنی اور اصطلاح معنی دونوں میں استعمال کا رواج باقی ہے۔ اس کے برعکس اردو وہ واحد زبان ہے جس میں نعت کو بالتخصیص مدح رسولؐ کے لیے ہی موزوں قرار دیا گیا۔

ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ عربی اور فارسی میں لغوی معنی میں بھی اس لیے استعمال کیا گیا ہوگا کہ نعت کے سوائے معنوی اعتبار سے موزونیت اور وسعت مفہوم کو دیکھتے ہوئے کوئی ایسا لفظ نہیں جو مصنف یا ناعت کے تصورات صحیح کی تعبیر کر سکے۔ مثلاً جو اقوال رویم بن محمد، ابوالحسن اور جنید بغدادی سے منسوب کشف المحجوب (۶۲) میں درج ہیں (۶۳) ان میں نعت کے معنی صرف خوبی یا تعریف نہیں اس اصطلاح میں خاص صفات کا تصور ہے جو عام انسان سے متصف نہیں۔ ان صفات کے پیچھے ایک ایسا تصور ہے جس کا حامل جز لفظ نعت کوئی موزوں اصطلاح نہیں ملتی۔ انہیں معنوں میں عین القضاۃ ہمدانی (۶۴) نے بھی ترکیبات نعت اولیاء، نعت کمال، نعت قدم اور نعت وکنیت کا اپنی فارسی تصنیف تمہیدات میں استعمال کیا ہے۔

د۔ نعت: تعریف

نعت کی تعریف اکثر علماء اور محققین نے کی ہے۔ سید حسن مثنی ندوی (۶۵) لکھتے ہیں۔

حمد ونعت تقرب کا وسیلہ بھی ہے اور خود اپنی اور دوسوں کی فکری وعملی اور جذباتی ونفسیاتی اصلاح و تربیت کا ذریعہ بھی ہے...... اور اس مصدر ومنبع اور اس سرچشمے (یعنی اللہ تعالیٰ) تک پہنچا دینے والے ہادی اور رہنما اور معلم ومربی کی مدح وثناء میں زبان کھلی تو وہ ’’نعت‘‘ کہلائی۔

ڈاکٹر یونس حسنی (۶۶) فرماتے ہیں۔

ایسی تمام نظمیں جن میں رسول خدا سے محبت اور عقیدت کا اظہار کیا جائے یا اس کے محاسن بیان کیے جائیں نعت کی تعریف میں آتی ہیں۔

ممتاز حسن (۶۷) جن کی تعریف کو جامع مانا جاتا ہے وہ یہ ہے۔

...... ہر وہ شعر نعت ہے جس کا تاثر ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے قریب لائے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا جائے۔ صحیح معنوں میں نعت وہ ہے جس میں محض پیکر نبوت کے صوری محاسن سے لگاؤ کی بجائے مقصد نبوت سے دل بستگی پائی جائے جس میں جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف رسمی عقیدت کا اظہار نہ ہو بلکہ حضور کی شخصیت سے ایک قلبی تعلق موجود ہو۔ وہ مدح یا خطاب بالواسطہ یا بلا واسطہ اور وہ شعر نظم ہو یا غزل' قصیدہ ہو یا مثنوی رباعی ہو یا مثلث' مخمس ہو یا مسدس' اس سے نعت کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ نعتیہ کلام کی معنوی قدر و قیمت کا دارومدار اس کے نفس مضمون پر ہے اگر اس کا مقصد ذات رسالت کی حقیقی عظمت کو واضح کرنا اور آقائے دوجہاں کی بعثت کی جو اہمیت نوع انسانی اور جملہ موجودات کے لیے ہے اسے نمایاں کرنا ہو تو وہ صحیح طور پر نعت کہلانے کا مستحق ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ ہم ممتاز حسن صاحب کے ہر جملہ سے اتفاق کریں۔ وہ نعت جو ''مقصد ذات رسالت کی حقیقی عظمت کو واضح کرتا ہے'' اور ''بعثت کی اہمیت نوع انسانی'' کے لیے نمایاں کرتا ہے نعت شریف کی ایک قسم ہے اور وہ نعت جو ''محض پیکر نبوت کے صوری محاسن سے لگاؤ'' بیان کرتا ہے وہ دوسری قسم نعت۔ دونوں نعت ہی کہلائی جائیں گی۔ ایک عشق نبوت کو واضح کرتا ہے تو دوسرا عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر کرتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ کون و مکاں ایک طرف اور حب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف

ھ۔ نعت: اقسام

نعت کی تین قسمیں ہیں: (۱) نثری نعت (۲) خطابی نعت (۳) شعری نعت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و مدح جس پر ہم لفظ نعت کا اطلاق کرتے ہیں ضروری نہیں کہ صرف ایک ہی صنف میں ہو اگر مدح صنف نثر میں کی جائے گی تو اس کو نثری نعت کہیں گے۔ اس قسم میں پہلی نعت قرآن مجید ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ خود ناعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وہ تعریف و توصیف جو صنف خطاب' تقاریر یا وعظ کے ذریعہ کی جاتی ہے خطابی نعت تصور کی جائے گی۔

وہ مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو صنف شعر یعنی منظوم توصیف کے واسطہ سے ہو اس کو شعری نعت کہیں گے۔ ہمارا مقصد اس مضمون میں اسی صنف فن نعت سے ہے۔ اور اس سخن کی اہمیت عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں۔ عربی زبان کے پہلے نعت گو شاعر کی نشاندہی کرنا مشکل ہے۔ کوئی کہتا ہے حضرت

علیؓ ،کوئی کہتا ہے حضرت حسان بن ثابتؓ وغیرہ وغیرہ۔ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی کا خیال ہے کہ سب سے پہلی نعت حضرت میمون بن قیس نے لکھی تھی (٦٨) ۔اسلامی عربی شعراء کے کئی نام ملتے ہیں جو ظہور اسلام کے عہد سے تعلق رکھتے تھے۔فارسی زبان کے پہلے شاعر کی حیثیت سے فخر الدین اسعد گرگانی کو ٹھہرایا جاتا ہے۔جس نے نعتیہ مثنوی ٦ ٤ ٤ھ/ ١٠٥٤ء میں لکھی تھی (٦٩) ۔اردو کے پہلے نعت گو شاعر کے مسئلہ پر بھی اختلاف ہے۔ایک رائے یہ ہے کہ ملا داؤد جو شمالی ہند کے رائے بریلی کے رہنے والے تھے ان کی مثنوی چندرائن میں شامل نعت جس کو انہوں نے ٧٨١ھ/ ١٣٧٩ء میں لکھی تھی پہلی نعت ہونے کا شرف حاصل ہے۔وہ نہ صرف اردو کے پہلے شاعر تھے بلکہ پہلے نعت گو بھی (٧٠) ۔

و۔نعت: اصناف

جیسا کہ اوپر بیان آچکا ہے کہ فن شعر کے وہ سارے اصناف فن نعت میں کامیابی کے ساتھ آزمائے گئے ہیں۔فن نعت کسی ایک صنف سے ہی جڑا ہوا نہیں ہے کیونکہ سردار دو عالمؐ کی تعریف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے پہلوؤں کا ذکر و توصیف کسی ایک قسم نظم یا شعر تک محدود کرنا ضروری نہیں۔اس لیے نعت کے مضامین کو ناعتوں نے تقریباً ہر صنف شعر میں بیان کی ہیں۔نعتیہ کلام کا مطالعہ کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نعت کہنے والوں نے نہ صرف غزل' قصیدہ' مثنوی بلکہ رباعی ،قطعہ، مستزاد ترکیب بند، ترجیع بند مثمن ،مسدس ،مخمس ،مربع ،مثلث ،فریادات ،ہجو، گیت ، راگ ، دوہے بلکہ بعض انگریزی ہئیتوں میں بھی نعت کہی ہیں۔

ز۔نعت گو: اقسام

ہر وہ شخص نعت گو ہے جس نے سرور کائنات کی مدح کہی ہو چاہے وہ نثر نگار ہو یا خطیب و واعظ ہو یا شاعر۔جو نعت گو شعراء کی تقسیم کا ذکر ہم کرنے جا رہے ہیں وہ اقسام کا ہر زبان کے ناعتوں پر اطلاق کیا جا سکتا ہے۔خواجہ احمد فاروقی نے (٧١) اردو زبان کے ناعتوں کی تقسیم تین گروہوں میں کی ہے۔

(١) وہ شعراء جنہوں نے چند ہی نعت کہے ہیں یعنی ایک دو قصیدہ یا غزل یا کچھ ابتدائی اشعار نعت ۔فاروقی صاحب کا اشارہ ان حضرات کی طرف ہے جو بنیادی طور پر دوسرے صنف شعر کی طرف مائل تھے لیکن کبھی کبھی نعت بھی کہہ دیتے۔مثلاً میر تقی میرؔ ،مرزا غالبؔ ذوقؔ وغیرہ۔

(٢) اس گروہ میں وہ شعراء شامل ہیں جنہوں نے نعتیں بھی کہی اور دوسرے صنف شعر میں اشعار بھی لیکن ان کی شہرت زیادہ تر ان نعتوں کی وجہ ہوئی اور ان کے مجموعہ کلام میں لوگوں کو ان کی نعتیں یاد رہ گئیں نہ کہ ان کا دوسرا کلام۔مثلاً الطاف حسین حالیؔ ،عامہ محمد اقبالؔ ،مولانا ظفر علی خان وغیرہ۔

(۳) تیسری جماعت کوسب سے زیادہ اہم اور قابل الذکر شعراء سے توصیف کرتے ہیں۔خواجہ احمد فاروقی نے اس گروہ میں ان نعت گوکوشامل کیا ہے جنہوں نے ابتداء میں تو دیگر اصناف شعر میں طبع آزمائی کی لیکن جب نعت گوئی کو اختیار کیا تو دوبارہ کسی صنف کو چھوا تک نہیں۔ان شعراء میں صرف دو شاعر کی مثال دی ہے۔کرامت علی شہید اور محسن کاکوردی۔

(۴) ان تین گروہوں کے علاوہ ایک اور جماعت ہے جن کو ہم چوتھی قسم بتلانے پر مائل ہیں یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے کبھی شعروشاعری کی طرف رغبت نہیں کی بجز نعت نبی۔ان حضرات میں وہ صحابہ کرام جو صرف نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شعر کہے ہوں گے اور وہ صوفیا کرام جنہوں نے صرف عشق رسول میں بھی شعر کہے ہیں شامل کیے جائیں گے۔بعض صوفیا کرام نے عربی اور فارسی دونوں میں حمد و نعت کہا ہے۔ایسے اردو شعراء بھی ہوں گے جنہوں نے صرف نعت لکھی ہوں، کسی دوسرے اصناف سخن و شعر میں طبع آزمائی نہ کی ہو۔

ح۔نعت: موضوع

ہم نے اوپر دیکھا ہے کہ نعت گوئی موضوعاتی شاعری ہے۔فن نعت کا یہ ایک اہم ترین حصہ ہے جس کو ہم روحِ فن نعت کہہ سکتے ہیں۔اس فن میں اسی لیے شاعر کے خیالات وتصورات وجذبات کی یکسوئی ملتی ہے اور ساتھ ساتھ اس کی صلاحیتوں کا اور کمال فن کے اظہار کو موزوں فضا بھی۔

عربی زبان (۷۲) میں فعل وضع کے معنی ہے رکھنا۔اس کا اسم المکان موضوع' موضوع ہے یعنی رکھنے کی جگہ، اور اسم مفعول موضوع یعنی جو چیز رکھی گئی' جیسے موضوع العلم یعنی وہ چیز جس کے عوارض ذاتیہ سے علم میں بحث کی جائے مثلاً جسم انسانی علم طب کے لیے موضوع ہے اور موضوع الکلام یعنی وہ عنوان کلام جس پر گفتگو ہو رہی ہو۔

موضوعاتی شاعری کس کو کہتے ہیں؟ موضوعاتی شاعری اس صنف شعر کو کہتے ہیں جو ایک ہی موضوع یا عنوان کو اپنا مرکز یا مقصد بنائے۔ظاہری اعتبار سے یہ تعریف کسی بھی سخن ور کو محدود نظر آتی ہے لیکن نعت کا جو موضوع ہے وہ کسی بھی اعتبار سے محدود نہیں۔اس موضوع پر تو زماں ومکاں کا بھی اطلاق نہیں ہوسکتا کیوں کہ یہی موضوع وجہ تخلیق کل کائنات ہے جس کے نور نے ہی تمام موضوعات کون ومکان کو روشن کیا ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید (۷۳) نے بڑے اچھے انداز سے فرمایا ہے۔

بظاہر نعت کے موضوع کا تعین بہت آسان نظر آتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ نعت حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہی کا نام ہے لیکن عربی فارسی اور اردو میں موجود نعتیہ کلام کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس موضوع کی عظمت اور وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

یہاں موضوع نعت سے مراد وہ عنوان ہے جو نعت کا مغز ہے یا جس کی نعت کے ذریعہ تعلیم دی جا رہی ہو۔ یہ موضوع صرف فن نعت کو ہی روشنی نہیں بخشتا بلکہ نعت کے کہنے والے کے قلب و دل کو بھی اپنے نور سے روشن کر دیتا ہے۔ ڈاکٹر عثمانی (۴۷) کے الفاظ میں:

اردو شاعری میں نعت کا موضوع اپنے اندر بڑی دلکشی اور دلبری رکھتا ہے...... یہ موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم وسیع موضوع ہے، جس طرح کائنات میں سب سے عظیم تصور خدا کا تصور ہے۔ اسی طرح ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' کے مصداق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وتوصیف کا موضوع بھی ہے۔ اس حدیث دلبری میں عشق ومحبت کی ایسی وارفتگی اور والہانہ پن کا اظہار ملتا ہے جس کی نظیر کسی دوسری صنف شاعری میں نہیں پائی جاتی۔ ''حدیث دلبر'' ہر حال میں خوشتر اور پرسحر ہوتی ہے۔ اس سے لذت مسرت اور بصیرت سب ہی کچھ حاصل ہوتی ہے اس لیے کہ نعت کا موضوع ایک ایسی ذات گرامی سے وابستہ ہے جس کی عظمت لامحدود اور جس کی وسعت بے پایاں ہے۔

نعت کا موضوع بالعموم اللہ تعالیٰ دین اسلام، قرآن مجید، صحابہ کرام، اولیا وصوفیہ شریعت طریقت وحقیقت تاریخ اسلام وغیرہ یعنی ہر وہ چیز جو اسلام سے تعلق رکھتی ہے لیکن ایک اہم شرط یہ ہے کہ ان کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بانداز توصیفی وتعریفی ان اشعار میں نمایاں ہو۔ اس سے مراد یہ کہ نعت صرف اس کلام کو کہیں گے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و مدح میں ہو اور جس میں مندرجہ بالا مضامین بھی ہو سکتے ہیں اگر ان کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی گئی ہو۔ وگرنہ خالص اللہ تعالیٰ کی توصیف کو حمد، خالص اصحاب کرام و اولیاء اللہ وصوفیہ کی تعریف کو منقبت اور دوسرے مضامین کے ذکر مذہبی شاعری کہا جائے گا۔ جس طرح کلمہ طیبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم پاک کے بنا مکمل نہیں ہوتا اسی طرح نعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر توصیفی کے بنا نعت نہیں ہوتا۔ مختصراً نعت کا موضوع صرف اور صرف سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور آپ کے حیات طیبہ کا ہر پہلو ظاہری یا باطنی کو کہتے ہیں جس کا اندازہ نیچے مضامین کے تذکرہ میں ظاہر ہوگا۔

ط۔ نعت: مضامین

نعت ایک موضوعاتی شاعری ہے۔ ایک موضوع کے تحت کئی مضامین آسکتے ہیں۔ مگر ایک حد پر مضامین کی انتہا ہو جاتی ہے۔ لیکن موضوع نعت کے تحت لامحدود مضامین آتے ہیں۔ ہر دور میں ان مضامین

کی وسعت میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ یہ مضامین ختم ہی کیسے ہوں گے؟ جب کہ حضورؐ کی تعریف وتوصیف کیلئے نہ تو ازل ہے نہ ابد۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا لامتناہی سلسلۂ تجلیات ہے اسی طرح نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ایک لامتناہی سلسلۂ مدح۔

اس موضوع کے تحت جن جن مضامین پر نعت کہی جاتی ہے ان کا احاطہ کرنا ہمارے لئے دشوار ہے۔ ان کی تعداد ایک سمندر ہے جس کی وسعت و گہرائی کی کوئی حد نہیں۔ ڈاکٹر ریاض مجید (۷۵) نے بڑی تفصیل سے ان کا جائزہ لیا ہے۔ یہاں ہم چند اہم نکات کا تذکرہ کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں عربی ادب کے شعراء نے اپنے نعتوں میں جن مضامین کو پیش کیا ہے ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت وشجاعت، صداقت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنی حسن کی تعریف' خلق حسنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز خاندان کا ذکر، آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف' تمام انبیاء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت وغیرہ ہیں۔ اسلام کی تحریک وعقائد اور تبلیغ دین اسلام میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش اور طریقہ کار کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ جیسے جیسے اسلام پھیلتا گیا اور ملک پر ملک دین اسلام کے حدود میں شامل ہوتے گئے، نئے نئے تہذیبی، سماجی اور معاشرتی ماحول کا سامنا ہوا۔ ان پر اسلام اثر انداز بھی ہوا اور کچھ اثرات اسلام نے قبول بھی کیے۔ نتیجتاً کئی ادبا مفکرین، محققین، شعراء وغیرہ اسلام کے زمرہ میں آئے۔ تیزی سے بدلتے ہوئے ماحول کی وجہ سے بھی مضامین نعت کی وسعت میں اضافہ ہوتا گیا۔ انگنت مضامین نعت کو نظر میں رکھتے ہوئے ان مضامین کو پانچ حصوں میں تقسیم کرنا مناسب ہوگا (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات (۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور (۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات۔

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذات پاک کے تحت جن مضامین کا نعتیہ کلام میں ذکر ملتا ہے ان میں دوسرے انبیاء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور برتری' خاندانی شرف، امتیاز نسلی، بزرگی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجہ تخلیق کائنات ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آمد کی بشارتیں، عکس جمال الٰہی ہونا' مظہر وذات وصفات ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انسان کامل ہونا، نور الٰہی ہونا، خلق عظیم کامل ہونا، خاتم النبیین اور رحمتہ للعالمین ہونا ظاہر کیا جاتا ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات طیبہ کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ولادت' پرورش اور بعثت' مکہ مکرمہ میں آپ پر تکلیفیں، مکہ سے مدینہ شریف کو کوچ کرنا (ہجرت)' مدینہ منورہ میں آپ کی

آمد کے بعد کے حالات، غزوات (جنگیں)، آپ کے معجزات، معراج کا ذکر یعنی مکمل سیرت النبی کے واقعات خصوصیات اور اہمیت کا تذکرہ نعتوں میں ملتا ہے۔

(۳) آپ کی صفات کے تحت ''آپ کی امانت، صداقت، دیانت، عدالت، شجاعت، نجات، سخاوت، شرافت، اخوت، محبت، بخشش، عنایت، جود وسخا، فضل وعطا، علم وحلم جیسے اعلیٰ اوصاف اور اخلاق حمیدہ'' کا تذکرہ ملتا ہے۔

(۴) آپ کی تعلیمات کے ضمن میں آپ کی تبلیغ دین اسلام سے نسبت جدوجہد، آپ کے ہدایات وفرمودات آپ کے پندونصائح، خطابات، آپ کے احادیث کی طرف اشارات، آپ کے سنت کی پیروی کی اہمیت وغیرہ کو بیان کیا جاتا ہے۔

(۵) آپ کے احسانات کا ذکر بہت زیادہ ملتا ہے۔ ان میں شامل ہیں قرآن مجید میں آپ کا ذکر اور توصیف، اسلام، آپ بحیثیت صاحب شریعت، بنی نوع انسان پر آپ کی رحمت، کرم وشفقت، آپ سے شفاعت کی امید اور اس پر یقین، خدا تک پہنچنے کا وسیلہ وغیرہ۔

نعتوں کے ذریعہ آپ کے عادات اور سنت کے تمام باریکیوں کو نظر انداز کئے بنا ان کا ذکر اور اہمیت کو واضح کیا جاتا ہے۔ مثلاً آپ کے حلیہ مبارک کی نورانیت کے ساتھ ساتھ آپ کے قدم مبارک، پنجے مبارک، ایڑیوں اور ناخنوں کا تک تذکرہ ملتا ہے۔

آپ سے والہانہ محبت کے سبب نعت گوشعراء نے آپ کے نعلین، لعاب، پسینہ اور نقش پا کو بھی نعت کا موضوع بنایا اور آپ کی ذات گرامی سے نسبت رکھنے والی ہر شئے سے اپنا دلی تعلق ظاہر کیا اسی سبب نعت میں مدینہ کی گلیوں مکان کوچہ و بازار خاک راہ سنگ در اقدس سے عقیدت ومحبت کا اظہار، روضہ اقدس سبز جالیاں، گنبد خضراء، روضہ رسول اور مسجد نبوی کا ذکر کثرت سے ملتا ہے (۷۶)۔

جو زیارت مدینہ منورہ کے لیے بے قرار ہیں لیکن ایسے اسباب نہیں کہ ان کی بے قراری کو قرار آجائے اپنی اس تمنا کو پورے جذبات کے ساتھ نعت میں اظہار کرتے ہیں، یہاں تک کہ...... ہوا کہ ذریعہ آپ تک سلام وفریاد رسانی، مسجد نبوی میں حاضری اور روضہ رسول پر سلام ودرود پڑھنے کی خواہش کا بھی اظہار بھی نعت کے اہم...... (۷۷) مضامین میں شامل ہیں۔ اگر عبدالرحمن جامی نے کہا

نسیما جانب بطحہ گزر کن زا حوالم محمد راخبر کن

(یعنی اے صبح کی ہوا مدینہ کی جانب جا اور محمدؐ سے میرے حالات کی خبر سنا) تو حضرت نظام الدین اولیا نے کہا:

صبا بسوے مدینہ روکن   ازیں دعا گو سلام برخواں

(یعنی اے مشرقی ہوا مدینہ منورہ کی جانب نظر کر اور اس دعا کی طرف سے سلام پڑھ)

یہ ہے نعت گو حضرات کا عقیدہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عشق کی وارفتگی کہ ایک نسیم سحر سے کہہ رہا ہے کہ مدینہ شریف جا کر حالات کا ذکر کریں تو دوسرا صبا سے صرف اپنا رخ مدینہ منورہ کی جانب کر کے سلام عرض کرنے کی التجا۔ سبحان اللہ کیا جذبہ ہے!

ی۔ نعت: عشق نبوی ﷺ

ناعت علامہ اقبال کا ارشاد ہے۔

بہ مصطفی بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست   اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

(یعنی خود کو محمد مصطفیٰ ﷺ تک پہنچا کیونکہ دین مکمل وہی ہے۔ اگر تو آپ ﷺ تک نہ پہنچا تو تمام کفر ہے)

یہ راستہ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک لے جاتا ہے وہ بجز عشق و محبت کے کوئی اور نہیں اور نعت کہنا اسی عشق و محبت کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ اسی لیے ہم نے عشق نبی کو ایک عنوان بنایا ہے۔ یہ ایک مضمون نعت نہیں بلکہ خود ایک موضوع ہے۔

عشق رسول نعت کی بنیاد ہے۔ دوسرے معنوں میں اگر کسی شاعر کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہی نہ ہو، نعت کہنا تو دور کی بات ہے وہ نعت کہنے کے قابل ہی نہیں۔ نعت تو بعید، ایسے شاعر کے مومن ہونے پر بھی سوالیہ نشان پڑ جائے گا (۷۸) اسی لئے فن نعت میں کامیابی حاصل کرنا ہو تو شاعر کو چاہئے کہ خود کو عشق نبی کی کسوٹی پر پرکھ لے۔ ڈاکٹر ریاض مجید (۷۹) نے بہت خوبی کے ساتھ کہا ہے۔

کامیاب نعت گوئی کے لیے جس سوز و گداز، تڑپ اور نشریت و جاذبیت کی ضرورت ہے اس کا منبع عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے بقول ضمیر جعفری جو چیز ایک نعت کو دوسری سے ممتاز کرتی ہے وہ ہے شاعر کے دل کا سوز و گداز (اور) عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشاری کا مرتبہ۔ ذوق و شوق کی کیفیتوں میں ڈوب کر گزرنے کے بعد نعت کی لئے میں جب عشق اور الفاظ کی دھڑکنیں ہم آہنگ ہو جاتی ہیں تو شعروں میں سوز و گداز کی ہزار کیفیتیں چھلک اٹھتی ہیں۔

انسان اور فرشتوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ''جذبہ'' سے نوازا ہے اور یہ جذبہ عشق و محبت ہی ہے جس کے بغیر انسان بھی فرشتے کی مانند ایک مصنوعی تخلیق (Robot) ہو جائے گا۔ اس تخلیق کی ذمہ داریاں فرشتے خوب نبھا رہے ہیں۔ خدا کو خود کے لیے محبت کرنے والا چاہئے، اس

لیے انسان کی تخلیق کی گئی اور خدا سے عشق کرنا ہو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت لازم ہے۔ اسی لیے اگر نعت میں اظہار عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہ ہو اور شاعر اپنے اس خداداد جذبہ سے ناآشنائی برتے تو وہ نعت بھی خشک، روکھی، بے اثر اور بے کیف فرشتے کی طرح ہو جائے گی۔

جو نعت شریف خالص عشقیہ رنگ میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے اس کا انداز غزل کا ہوتا ہے۔ اس نوع کی فارسی اور اردو میں بے شمار نعتیں مطالعہ میں آتی ہیں کیونکہ غزل نما نعت میں تصورات ہجر و وصال، جمال و حسن، جذباتیات، شیفتگی، وارفتگی و آشفتگی جیسے مضامین خود بخود شامل ہو جاتے ہیں، چند محققین کا اعتراض ہے کہ یہ مبالغہ، غلو اور تصنع ہے (۸۰) اصطلاحات غلو مبالغہ اور تصنع کے لفظی معنی دیکھا جائے (۸۱) تو پتہ یہ چلتا ہے کہ (۱) غلو عربی زبان کا فعل غلا کا مصدر ہے غلا کا معنی ہے زیادہ ہونا، بلند ہونا، حد سے گزرنا (۲) مبالغہ فعل بالغ کا مصدر ہے۔ بالغ کا معنی ہے کسی چیز کے کرنے میں کوشش و مشقت میں کوئی کوتاہی نہ کرنا، ضرورت سے زیادہ کرنا، جتنا ہو سکتا ہے کرنا (۳) تصنع فعل تصنع کا مصدر ہے بناوٹ کرنا، بناوٹی مزین کرنا، ادب میں اور خطابت میں غیر حقیقت بیان کرنا۔ الغرض تینوں اصطلاحات کو فن ادب کے جانچنے میں استعمال کرتے ہیں اور بالعموم ان کو اس ضمن میں کذب اور غیر حقیقت کے معنوں میں لیا جاتا ہے۔ یعنی ایسی غیر واقعہ چیزیں بیان کرنا جو موصوف میں پائی نہیں جاتیں۔

ہم یہاں بالعموم نہیں بلکہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک تک ہی ہماری بحث کو محدود کرتے ہیں۔ انسان کی استطاعت و استعداد محدود ہوتی ہے، جس حد تک وہ کچھ کہہ سکتا ہے یا لکھ سکتا ہے، کرے گا یا لکھے گا۔ اگر شخصیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس حد انسانی سے وراء ہو تو کسی انسان کی باتوں میں کذب یا جھوٹ کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر ہم غور کریں کہ جس شخصیت سے محبت کا اظہار ہو رہا ہے وہ ساری کائنات کو احاطہ کئے ہوئے ہے، جس کا حسن و جمال ابدی ہے، جو خدائے تعالیٰ کا نور ہے۔ ایسی صورت میں غلو، مبالغہ و تصنع کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ جب آپ کی صحیح تعریف و توصیف خدا ہی کر سکتا ہے کیوں کہ وہی آپ کے مقام اور صفات کو جانتا ہے، تو ایک نعت گو شاعر جو ایک انسان ہے کہاں غلو کرے گا؟ کیسے مبالغہ کرے گا؟ آپ کی ذات پاک تو ان انسانی محاورات و اصطلاحات سے آزاد ہے۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے لیے ان الفاظ کا استعمال بھی بے ادبی اور بے حرمتی ک مترادف ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ (۸۲) کے حسب ذیل نعتیہ اشعار پر غور فرمائے جس کو سبھی سند کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ۔

وشق له من اسمه ليجله — فذوالعرش محمود وهذا محمد

(یعنی آپ کی شان واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا۔

پس عرش والا محمود ہے تو آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

اس شعر پر اصطلاحات غلو یا مبالغہ کا اطلاق نہیں کیا جاتا حالانکہ اس شعر میں محمود (اللہ کے لیے آیا ہے) باب حمد کا اسم مفعول اور محمد باب تحمد کا اسم مفعول۔محمود کے معنی تعریف کیا ہوا ہے اور محمد کے معنی وہ جو تعریف کے قابل۔اب یہ بات غور طلب ہے کہ (۱) الحمدللہ، محمدؐ کو اللہ تعالیٰ سے جتنا قریب تر ہو سکتا تھا وہ مقام کا اقرار کیا گیا۔یہ سربسر کہنے کے مترادف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک باریک لکیر رہ جاتی ہے (۲) اس شعر سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف ہو چکی ہے۔اب محمدؐ کی ہی مدح و ثناء ہوتی رہے گی (۳) محمود اور محمد قواعد عربی کے لحاظ سے دونوں مختلف ابواب فعل کے اسماء مفعول ہیں۔یہ بات بھی دعوت فکر دیتی ہے کہ یہ شعر ان اشعار میں سے ایک ہے جن کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پسند فرمایا تھا (۸۳)۔

اس قسم کی عشقیہ نظم کسی دوسرے انسان کے لیے کہی جائے تو یقیناً غلوٗ مبالغہ اور تصنع کی تعریف میں آئے گا۔البتہ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ایسے استعارات تشبیہات' کنایتوں اور محاورات جیسے لیلیٰ مجنوں یا جس کا میلان خالص دنیوی تصورات کی طرف ہو یا سوقیانہ انداز بیان ان سے احتراز کرنا ہی مناسب ہوگا۔

فارسی زبان کے اکثر نعتیہ قصائد میں ہم دیکھتے ہیں شعراء حمد میں بڑی احتیاط برتتے ہیں لیکن ان کے عشق نبی کا عالم یہ ہے کہ نعت نبی کے تحت اپنے دلوں کو نچھاور کر دیتے ہیں اور اپنے رنج و غم اور وابستہ امیدوں سے حضور سے خطاب کرتے ہیں۔مثلاً افضل الدین بادل حاقانی (۵۹۶ھ/۱۱۹۹ء) عبدالمجید مجد دسنائی (۵۲۶/۱۱۳۱ء) اور محمد الشیر ازی عرفی (۱۰۰۰ھ/۱۵۹۱ء)۔فارسی شعراء جب بھی نعت گوئی پر مائل ہوتے تو وہ اپنی ساری صلاحیتوں کو اس فن میں استعمال کرتے تھے (۸۴) ہندوستان میں اگر ہم علامہ اقبالؔ کے فارسی کلام کو پڑھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔یہ ان کا والہانہ عشق و محبت ہی ہے جو انہوں نے فرمادیا (۸۵) کہ خدا کا انکار کیا جا سکتا ہے لیکن محمدؐ کا انکار نہیں کر سکتے۔

می توانی منکر یزدان شدن   منکر از شان نبی نتوان شدن

ک۔نعت: ادب واحترام

اس حصہ کے ضمن میں تین پہلو آتے ہیں۔ایک وہ جو نعت گوئی اور نعت گو سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا وہ جو نعت خوانی اور نعت خواں سے منسلک ہے اور تیسرا جو سامعین نعت رسولؐ سے نسبت رکھتا ہے۔ تینوں پہلو انفرادی گروہ کی حیثیت سے اپنے اندر اہمیت رکھتے ہیں۔یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایک گروہ

دوسرے سے زیادہ اہم ہے اس لئے کہ ہر گروہ پر اس ضمن میں اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی کہ دوسرے پر۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ نعت گو پر کچھ زیادہ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ بمقابلہ نعت خواں اور سامعین نعت۔ ان تین گروہوں کی بالعموم یوں بھی تقسیم کی جاسکتی ہے (۱) کہنے والے (۲) پڑھنے والے اور (۳) سننے والے۔

ا۔ نعت: گوئی وگو

نعت گو کو نعت کہنے سے قبل چند چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ان میں (الف) حفظ مراتب (ب) طریقہ خطاب وانتخاب الفاظ (ج) پاکیزگی

(الف) حفظ مراتب: حفظ مراتب سے مراد یہ ہے کہ نعت کہتے وقت ان سارے مرتبوں اور مقامات (Hierarchy) کا خیال رکھیں جو شریعت سے ثابت ہیں۔ اس ضمن میں بہت کچھ کہا گیا ہے بالخصوص ان محقق حضرات وعلماء جو اسلام کے ظاہری پہلوؤں کو ہی اہمیت دیتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ وہ غلطی پر ہیں۔ وہ حضرات اپنی جگہ درست ہیں لیکن قرآن مجید میں صرف ظاہری پہلو ہی نہیں بلکہ ایسے بے شمار مقامات بھی ہیں جہاں آیات کے باطنی پہلوؤں کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان اعتراضات کو بھی نعت گو شاعر کے لیے یہ ضروری ہے کہ ذہن نشین رکھیں تاکہ ایسی کوئی بات نہ کہہ بیٹھیں جو اسلامی تصور توحید کے مغائر ہو۔

ممتاز حسن (۸۶) کا قول ہے ''خدا اور بندے کا فرق اسلام کے بنیادی تصورات میں سے ہے رسول کی بشریت پر قرآن نے اور خود رسول نے بار بار زور دیا ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم (۸۷) اور ماعرفناک حق معرفتک اس پر شاہد ہیں''۔

بشر مثلکم پر تو بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔ یہاں ہم صرف اتنا کہیں گے کہ کسی بھی چیز کی مثل اصل (محمد) جیسی نہیں ہوسکتی۔ اصل اور مثل میں نمایاں فرق ہے۔ ڈاکٹر مجید لکھتے ہیں ''خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ شاعر نعت گوئی کے منصب سے صحیح طور پر اس وقت ہی عہدہ برا ہوسکتا ہے جب وہ توحید و رسالت اور الوہیت و نبوت کے نازک رشتوں کو پوری طرح سمجھتا ہو اور اسے خدا اور رسول کے حفظ مراتب کا کامل شعور و احساس ہو'' (۸۸) انہوں نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ جو شعراء حفظ مراتب کا خیال نہ رکھتے ہوں وہ ''انتہائی ضلالت'' پر اتر آنے کے مترادف ہے اور ان پر الزام لادینی اور شرک لگایا گیا ہے (۸۹) ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اعتراضات جذبہ ظاہری کو نمایاں کرتی ہیں اور شاعر کے احساسات جذبہ عشق نبی کو ترجیح دیتے ہیں۔ جس طرح ظاہر پرستی درست نہیں ہے اسی طرح خالص باطن پرستی بھی صحیح

نہیں۔

بہرکیف یہ بات ضروری ہے کہ نعت گو کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جو بھی احساسات اور جذبات شعر کے ذریعہ نمودار ہوں گے ان کو صرف ادبی سطح پر پڑھا جائے گا بلکہ وہ عوام تک بھی پہنچیں گی۔ عوام میں تعلیم یافتہ لوگ بھی ہیں لیکن ان میں کثرت سے لاعلم اور ناواقف حضرات ملیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس طبقہ کے عوام اپنی لاعلمی کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں۔

(ب) طریقہ خطاب و انتخاب الفاظ

حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ادب و احترام کا مقام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قسم کی بھی بے ادبی اللہ کو ناگوار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہمارا ایمان کامل ہے۔ صحابہ کرام کا یہ مشہور قول ہے کہ جب بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھتے تو ایسا کہ جیسے پرندے ان کے سر پر بیٹھے ہوئے ہوں یعنی اپنے سر کو جھکائے ہوئے۔ قرآن مجید ہم کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو اور خطاب میں ادب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے (۹۰) بے ادب سزا کا مستوجب ہوگا۔

اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بات کے اظہار یا بیان میں خوش اسلوبی اور شائستگی کے ساتھ ساتھ ایسے الفاظ کا استعمال ہونا چاہئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کو واضح کرے۔ الفاظ کا انتخاب بھی اس ضمن میں اہمیت رکھتا ہے۔ ایسے ہی الفاظ کا انتخاب کریں جو سب سے بہترین معنی اور مفہوم سامنے لے آئے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور مرتبے کے شایان شان ہو۔ ذو معنی الفاظ سے احتراز کرنا بہتر ہے۔

اگر نعت گوئی میں حضو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب مقصود ہو تو یہ یاد رہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کس احترام سے مخاطب کیا ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے صفات جیسے یا ایھا الرسل ٗ یا ایھا النبیٗ یا ایھا المدثر وغیرہ سے خطاب فرمایا نہ کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلمٗ جب کہ دوسرے انبیاء کو ان کے ناموں سے مخاطب کیا۔ لیکن ہم آج نعت گوئی میں ''یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا کرتے ہیں۔ ہمارا یہ جذبہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو ہم کو اس طرز خطاب کی طرف مائل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو معاف فرمائے۔ شاید اللہ تعالیٰ نے صرف عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی ہے جو اس خطاب کو ترجیح دیا کرتے ہیں۔ بالخصوص ان مواقع پر جب نعت گو خود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب تصور کرنے لگتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہماری عاشقانہ گفتگو کو معاف فرمائیں۔ آمین۔ راست نام سے خطاب میں بھی ادب

واحترام کوملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

نعت گوئی میں خطاب کے لیے ضمائر کا استعمال بھی قابل غور ہے۔عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ ضمیر واحد مذکر حاضر یا جمع مذکر حاضر کا ہی استعمال مروج ہے جیسے ''تو'' تم اور'' آپ'' عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں ضمیر حاضر ''تو'' ہی استعمال ہوتا ہے۔(عربی میں ''انت'' فارسی میں ''تو''، ''توئی'' اور اردو میں ''تو'') عربی میں جمع مذکر حاضر کی ضمیر انتم واحد مذکر کی جگہ شاید ہی استعمال ہوا کرتا ہے۔ فارسی میں جمع مذکر حاضر ''شما'' ہے جو واحد حاضر ''تو'' کی بجائے بھی استعمال کیا جاتا ہے جو ایک مہذب انداز ''تو'' ہے۔ اردو میں جمع مذکر حاضر ''تم'' اور مہذب انداز خطاب میں'' آپ'' کا استعمال ہوتا ہے۔نعت گو شعراء زیادہ تر ''تو اور تم'' کو ہی راست خطاب کے لیے انتخاب کرتے ہیں۔اس ضمن میں ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ فارسی میں ''شما'' اور اردو میں'' آپ'' کا استعمال سرکار دو عالمؐ کے وقار کی مناسبت سے بہتر ہوگا اور ''تو'' سے بہتر ''تم''، حالانکہ دونوں ہی ضمائر بے تکلفی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ بجز اس کے کہ وزن یا ضرورت شعری اور دوسرے فنی تقاضوں کی وجہ ''تو'' یا ''تم'' کو شعراء نے ترجیح دی ہو۔تاہم ناقدین فن کی توجہ اس طرف مبذول کرتے ہیں کہ اگر ''تو'' یا ''تم'' استعمال بھی ہوا ہے تو نعت کے دوسرے الفاظ پر غور کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نعتوں میں ان ضمائر کی جسارت کو دوسرے موزوں الفاظ گھٹا کر ادب کے دائرے میں لے آتے ہیں۔ الغرض حضور اکرمؐ کے لیے حتی الامکان'' آپ'' کا استعمال ہی مناسب اور موزوں ہے۔

دوسرے الفاظ، اصطلاحات اور القاب کے استعمال میں بھی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مستعمل ہیں وہ صرف اور صرف آپ کے لیے ہی مخصوص ہو جاتے ہیں جس چیز یا لفظ کی نسبت آپؐ سے ہوئی تو کسی اور کے لیے پھر اس کا استعمال مناسب نہیں، چاہے وہ کسی بھی مقام و مرتبہ کا عالم، صوفی، ولی یا صحابی ہی کیوں نہ ہو۔ہم تو اس کو بے ادبی ہی تصور کرتے ہیں۔

(ج) پاکیزگی

پاکیزگی نصف ایمان ہے۔ یہ ضروری ہے کہ نعت گو نعت کہنے سے قبل پاک وصاف رہے اور اپنے لباس کو ہر قسم کی ناپاکی سے دور کرلیں۔ یہ بھی لازم ہے کہ نعت گوئی میں شاعر کو نہ صرف جسم اور لباس کا پاک ہونا چاہیے بلکہ ذہن اور باطن کا بھی پاک وصاف ہونے کو ضروری سمجھیں۔ باوضو نعت کہنا ہی احسن ہے۔اپنے ذہن کو ہر قسم کی کثافت اور کدورت خیال سے پاک کرکے نزہت و پاکیزگی ذہن سے نعت ترتیب دیں تو اس نعت شریف میں اثر بھی ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت بھی عطا کرے

گا۔مزید یہ کہ مقام کا خیال رکھیں جہاں نعت شریف لکھا جارہا ہے وہ بھی پاک وصاف رہے۔

۲۔ نعت: خوانی اور خواں

اس ضمن میں اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ نعت خوانی بھی ایک فن ہے۔نعت خواں یا پڑھنے والا چاہے وہ ایک فرد ہو یا ایک سے زاید یہ ضروری ہے کہ وہ بھی پاک وصاف ذہن ولباس سے ہوں اور باوضو ہوکر نعت پڑھیں۔اپنی آواز کو اس قدر بلند نہ کریں کہ سننے والے پر گراں گزرے۔ بلکہ نرم اور دلکش آواز میں نعت خوانی کریں۔اگر لحن ہی سے پڑھنا مقصود ہو تو خوش الحانی' سر اور تال کا خیال رکھیں، تاکہ نعت شریف کے تاثرات میں لحن کی وجہ کوئی کم وبیشی نہ ہونے پائے،جس کی وجہ سامعین کے توجہ کی یکسوئی میں فرق پڑ جائے۔نعت خواں کو یہ بھی ضروری ہے کہ وہ الفاظ کی ادائیگی کو صحیح رکھے اور غلط نہ پڑھیں۔ نعت،نعت خوانی اور سامعین نعت اس قدر جڑے ہوئے ہیں کہ اگر سامعین کے خیالات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال سے نکل کر منتشر ہوجائیں تو محفل بے کیف وبے مقصد ہوجائے گی۔

۳۔ نعت: سامعین

سامعین نعت پر بھی اوپر بیان کی ہوئی شرائط لازم آتے ہیں۔ پاکیزگی کا خیال اور خیالات کی یکسوئی ضروری ہے۔انسان ہونے کے ناتے کبھی کبھی خیالات منتشر ہوسکتے ہیں لیکن کوشش یہ ضرور رہے کہ اپنی توجہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہونی چاہئے برقرار رہے۔جس طرح نماز میں خشوع وخضوع ضروری ہے اسی طرح نعتوں کی مجالس میں بھی خشوع وخضوع کے ساتھ شریک رہیں۔اگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ ہوجائے ہے تو ضرور اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم شامل رہے گا۔اللہ تعالیٰ ایک بار درود پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔اسی طرح نعت شریف کی مجلسوں پر بھی رحمتیں نازل ہوا کرتی ہیں۔ یہ ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہے **ورفعنا لك ذكرك** (۹۱) یعنی ہم نے تمہارے لیے تمہارے ذکر کو بلندی عطا کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بعد ساری کائنات کے ذرہ ذرہ پر بشمول انس وجن اہمیت وفوقیت رکھنے والی وہ بلند اور قدسیت کی حامل شخصیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہے۔جس طرح ادب واحترام' خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ باندھے، سر جھکائے ہوئے رہنا پڑتا ہے اسی طرح حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے دوران وہی ادب واحترام،خشوع وخضوع اور اہتمام کے ساتھ کھڑے رہنا ہمارا فرض عین ہے۔ یہ سارے نکات آداب نعت میں شامل ہیں۔ اگر ان آداب پر عمل آور ہوجائیں تو مجالس نعت خوانی ایک بہترین وخوش ترین عبادت ہوگی۔

ل۔ نعت: صوفیاء کرام

اس مضمون میں ہم نے صوفیہ کرام کا ذکر اس لیے ضروری سمجھا ہے کہ ان اولیاء اللہ نے نعت گوئی کو ایک نیا رنگ و آہنگ دیکر اس فن کو تقویت اور وسعت دی۔ قدیم اور روایتی طریقہ نعت کو انہیں حضرات نے (ہم سمجھتے ہیں) اپنی مخلصانہ عقیدت، والہانہ عشق و محبت، کبھی نہ ختم ہونے والی وفاداری اور بے انتہا ادب و احترام کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص کر دیا۔ لفظ نعت کو اصطلاحی مفہوم دینے میں صوفیاء کا بڑا حصہ رہا ہے۔ صوفیہ عظام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی پہلو کو اور اس کی اہمیت اور افادیت کو اجاگر کیا۔ ان کو مضامین نعت میں شامل کیا۔ آپ مولانا جلال الدین رومی کو لیجئے یا منصور الحلاج کو، یا عین القضاۃ ہمدانی کو، حضرت جنید ہوں کہ ابن العربی، احمد الغزالی کی مثال ہو یا ابوالحفص سہروردی کی، علی الہجویری کی تعلیمات ہوں یا ابوالنصر السراج کی، سب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو ہر شئی پر فوقیت دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کی فضیلت کو واضح فرمایا۔ وہ یہ جانتے تھے کہ انہیں جو بھی عطا کیا گیا، صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہے۔

صوفیہ کرام نے نہ صرف فن شعری میں بلکہ فن نثر میں بھی نعت کہی ہے۔ ان کی تصانیف میں جا بجا نعتیہ اشعار بھی درج ہیں جو خود کی کہی ہوئی ہیں یا کسی اور صوفی کی۔ صوفیہ کرام کا کلام عربی، فارسی اور اردو، تینوں زبانوں میں پایا جاتا ہے۔ ہم محسوس کر رہے ہیں کہ یہ مضمون طوالت کی طرف مائل ہے۔ اس لیے اس مقالہ پر اقتصار سے کام لیتے ہوئے حافظ شیرازی کے یہ اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

اے خسرو خوباں نظری سوئے گدا کن رحمی بمن سوختہ بے سرو پا کن

(اے خوبیوں کے سلطان فقیر پر اک نظر کرنا۔ مجھ جلے ہوئے بے سرو پا پر رحم کرنا)

دارد دل درویش تمنائے نگاہی زاں چشم سیہ مست بیک غمزہ روا کن

(درویش کا دل ایک نگاہ کی تمنا رکھتا ہے۔ اس مست اور کالی چشم کی ایک ادا سے حاجت روائی کر دینا)

ذیل میں دو عربی شعراء کے نعتیہ کلام کے چند اشعار پیش ہیں۔ فارسی اور اردو کے نعتیہ انتخابات کے لیے نقوش (جلد دہم) ملاحظہ ہو جہاں عربی کے بھی نعتیں نمونتاً پیش کی گئی ہیں۔

(۱) حسان بن ثابتؓ (۲۰ھ/ ۶۴۰ء) شاعر دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

اعز علیه للنبوة خاتم من الله مشهود یلوح ویشهد

(ان پر نبوت کی مہر جگمگاہی ہے جو۔ اللہ کی طرف سے لگی ہے اور اس کی چمک ہر شخص دیکھ سکتا ہے)

(۲) شرف محمد ابوصیری (۶۹۸ / ۱۲۹۸ء) شاعر قصیدہ بردہ

کیف ترقی رقیتك الانبیاء

یاسماء ماطاولتها سماء

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندی کو انبیاء کہاں پہنچ سکتے ہیں اے وہ آسماں جس کا بلندی میں کوئی آسماں مقابلہ نہیں کرسکتا)

رحمة کله وحزم و عزم

و وقار و عصمة وحیاء

(آپ سراپا رحمت ہیں، قوت فیصلہ اور قوت ارادہ کے بادشاہ ہیں۔ وقار، پاک دامنی اور شرم وحیا کے حامل اور مکمل نمونہ ہیں)

❁❁❁

ڈاکٹر صابر سنبھلی (یو پی)

حدائقِ بخشش کے صنائع بدائع پر ایک اور نظر

حضرت رضاؔ بریلوی کا شاعرانہ کلام کمّیت کے لحاظ سے بہت سے شاعروں کے کلام سے خاصا کم ہے، لیکن کیفیت کا یہ عالم ہے کہ اِس پر بہت کچھ لکھے جانے کے باوجود ابھی مزید بہت کچھ لکھے جانے کی گنجایش ہے۔

شاعری کا فنّی پہلو فکری پہلو کے مقابلے میں فن کار کی توجہ اپنی جانب زیادہ کھینچتا ہے اور اس کی تفصیل عام قاری کو بھی اچھی لگتی ہے۔ حضرت رضاؔ بریلوی کی شاعری کے دونوں پہلوؤں پر اگر چہ کافی لکھا جا چکا ہے مگر میرا خیال ہے کہ فنّی پہلو پر فکری پہلو کی نسبت کم توجہ دی گئ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اِس کلام میں برتی گئ صنائع بدائع پر ہمارے اہلِ قلم نے خوب خامہ فرسائ فرمائ ہے۔ اِس کے باوجود بعض ایسی خوبیاں بیان ہونے سے رہ گئیں، جو سامنے کی چیز نہیں ہیں۔ اگر چہ وہ تعداد میں بھی زیادہ نہیں ہیں۔ اِس تحریر میں کچھ ایسی ہی خوبیوں کو ظاہر کیا جاے گا۔ اِن میں کچھ کو شاید نام بھی نہیں دیے گئ ہیں۔

۱۔ پہلے ایک مقطع ملاحظہ فرمایئے۔ ؎

ہے تو رضاؔ نرا ستم جُرم پر گر لجائیں ہم		کوئی **بجاے** سوزِ غم سازِ طرب **بجاے** کیوں

خط کشیدہ دونوں لفظ تحریر میں بھی اور تلفظ میں بھی اتنے قریب ہیں کہ اگر عبارت یا مصرع میں نہ ہوں بلکہ الگ الگ لکھے ہوں تو ان کی دُوئ کا تصوّر بھی محال ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ کسی ماہرِ رسمُ الخط کو تحریر میں جُداگانہ نظر آئیں مگر سامع سے ان کے مفہوم پر غور کے بغیر دو (۲) لفظ سمجھنے کی امید کم ہے۔ اِس کے باوجود دونوں کے معنی اتنے جُداگانہ ہیں کہ ان میں کوئ ذرا سا بھی علاقہ نہیں۔ ہمزہ کا ہونا یا نہ ہونا (بجائے اور بجاے) یا پہلے بجاے کی ''ب'' کو جدا کر کے لکھنا (یعنی بہ جاے) کوئ ایسی بات نہیں ہے جس سے دعواے بالا کی تردید ہوتی ہے۔ اِس لیے کہ یہاں جس صنعت کا ذکر کیا گیا ہے وہ تحریر سے نہیں بلکہ تلفظ اور سماعت سے متعلق ہے۔ خواہ اس کا کوی نام ہو۔

۲۔ ایک شعر ہے۔ ؎

تیرے بے دام کے بندے ہیں رئیسانِ عجم
تیرے بے دام کے بندی ہیں ہزارانِ عرب

"بے دام" دونوں مصروں میں ہے مگر الگ الگ معنی میں ہے۔ پہلے "بے دام" کا مطلب ہے بلا قیمت، یعنی ایسے غلام جو خریدے نہ گئے ہوں (ظاہر ہے کہ ایسے غلام بے حد وفادار ہوا کرتے تھے) اور دوسرے "بے دام" کے معنی ہیں "بغیر بندھن والے" یعنی جن کو باندھ کر نہ رکّھا جاتا ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ صنعت ہمارے علمِ بلاغت میں بہت پہلے سے ہے اور اس کا استعمال شعرا کرتے آئے ہیں۔ ایسی حالت میں اِس صنعت کے استعمال پر شاعر کی بہت زیادہ تحسین نہیں کی جاسکتی، اِس لیے کہ اس میں کوئی نئی خاص بات نہیں ہے۔ لکین جو خاص بات ہے وہ قاری کو تب معلوم ہوتی ہے جب وہ دونوں مصرعوں میں بے دام صفت کے ہر دو موصوف پر غور کرتا ہے۔ یعنی غلام ہیں تو مفت کے ہیں اور بندی یعنی قیدی ہیں تو بغیر بندھن کے ہیں۔ قیدی ہر وقت قید سے رہائی چاہتا ہے، موقع ملے تو فرار بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ قیدی ایسے ہیں کہ ان کو "دام" یا "کوٹھری" میں رکھنے کی ضرورت نہیں۔ اِس پر مزید لطف یہ ہے کہ "بندے" کے تلفظ میں بڑی مماثلت ہے اگر اِن دونوں لفظوں کو کوئی جلدی میں بولے اور یائے معروف و یائے مجہول پر زور نہ دے تو دونوں لفظوں کا الگ لفظ ہونا بھی معلوم نہ ہو لطف بالائے لطف یہ ہے کہ یہ بندی ہزارانِ عرب ہیں۔ جو بے عقل پرندے ہیں اور آزادی کے ساتھ ہواؤں میں اُڑنے کے عادی ہیں۔ اُنکو قفس میں بند رہنا بھلا نہیں لگتا۔ اِن سب باتوں پر غور فرمایئے تو معلوم ہوگا کہ یہ شاعری کی کوئی معمولی صنعت نہیں ہے۔

۳۔ ایک شعر اور ملاحظہ فرمایئے۔

مے کہاں اور کہاں **میں** زاہد　　یوں بھی تو چھکتے ہیں چھکنے والے

"مَے" اور "میں" دونوں الگ الگ لفظ ہیں مگر تلفظ میں اِتنے قریب ہیں کہ مغائیرت کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ دونوں ایک چھوٹے سے مصرع میں ہیں، جس میں کل چھے (۶) الفاظ ہیں۔ دو یہ اور چار ان کے علاوہ۔ اس سے شعر کا حسن دُو بالا ہو گیا ہے۔

۴۔ ایک رباعی کا مصرعِ ثانی ہے۔

ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

"ان سا" ایک بار اور "انسان" دو بار آیا ہے۔ "انسان" میں "ان سا" سے نون زائد ہے۔ مصرع میں ان تینوں لفظوں کے ایک ساتھ آجانے سے صوتی دل کشی پیدا ہو گئی ہے۔ شاید اہل بلاغت نے اِس خُوبی کو کوئی نام نہیں دیا ہے

۵۔حدائق بخشش حصہ دوم میں ’’نظم معطّر‘‘ کی ایک رباعی کے دومصرع اِس طرح ہیں۔

مے کہاں اور کہاں میں زاہد یوں بھی تو چھکتے ہیں چھکنے والے

پہلے مصرع میں ’’حدائق بخشش‘‘ سے پہلا حرف نون غنّہ ہے،نون بِالاعلان نہیں۔اگرچہ پیش نظر نسخے میں ’’نون بالاعلان ہی طبع ہوا ہے(یہ سہوِ کتابت ہے)اب دونوں مصرعوں کے ابتدائی الفاظ کو پڑھ کر دیکھیے۔تیزی سے پڑھنے اور روا روی میں سُننے میں دونوں مصرعوں کا آغاز ایک جیسا لگتا ہے یہ بھی صنعت گری ہی ہے۔

٦۔بلاغت میں ایک صنعت ہوتی ہے وَاسعِ الشّفتَین ۔اس کی تعریف یہ ہے کہ عبارت یا شعر کو پڑھیں تو ہونٹ سے ہونٹ نہ ملے۔بحر الفصاحت میں مولانا نجم الغنی خاں نجمیؔ رام پوری نے اُس کی مثال میں ٦؍ شعر لکھے ہیں۔پہلا شعر محمد امین بنارسی کا ہے۔وہ اس طرح ہے۔ے

جی سے کہ دو کہ آہِ سرد کے ساتھ ٹھنڈے ٹھنڈے چلے تو چل نکلے

بحرالفصاحت میں مولانا نجم الغنی خاں نجمیؔ کی تفصیل پسندی کا یہ عالم دیکھا جاسکتا ہے کہ ایک ایک صنعت کی مثالوں میں متعدد شاعروں کے چالیس چالیس ، پچاس پچاس شعر نقل کر دیتے ہیں اور صفحے کے صفحے سیاہ کرتے چلے جاتے ہیں۔مگر اِس صنعت کی مثال میں مندرجہ بالا شعر کے علاوہ اُنہوں نے پانچ شعر اور نقل کیے ہیں،جن میں دو نظیرؔ اکبر آبادی کے اور ایک ایک میر نجف علی بیباکؔ،نظامؔ اور انشاؔ کے ہیں۔

صاحبِ بحرالفصاحت شعر و ادب کے بڑے عالم تھے۔رام پور اسٹیٹ کی رضا لائبریری کے ناظمِ اعلیٰ بھی رہے۔ذاتی کتب خانہ بھی اچھا خاصہ تھا۔محنت سے کبھی نہیں گھبرائے۔اشعار تلاش کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ہوگی؟لیکن اردو کے دواوین میں اُنکو پانچویں کے بعد چھٹا شعر دستیاب نہ ہوا۔ظاہر ہے کہ مشکل صنعت ہے۔شعر کی بات تو الگ رہی اگر ہم کوئی ایسا جملہ بولنا چاہیں جس کی ادئیگی میں لب ایک دوسرے سے نہ ملیں تو بڑی مشکل سے کامیابی ملے گی۔شاعری میں تو اور بھی بہت سی پابندیاں ہوتی ہیں۔

لیکن جناب رضاؔ بریلوی نے انتہا درجے کہ مصروفیات ہوتے ہوئے اس صنعت میں ١٢؍اشعار کی ایک نعت عطا فرمائی ہے،جس کو پڑھتے رہیے ہونٹ نہیں ملیں گے ۔ یہ نعت حدائق بخشش حصہ سوم میں شامل ہے۔چونکہ یہ جلد عموماً دستیاب نہیں ہے۔اِس لیے یہ نعت تمام و کمال نقل کر رہا ہوں۔تاکہ قارئین کی دل چسپی کا سامان ہو۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ جناب رضاؔ بریلوی اگر شاعر ہی ہوتے اور شاعری کے علاوہ ان کی دیگر مصروفیات نہ ہوتیں تب کیا کچھ کر دکھا دیتے اس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔نعت پاک یہ ہے۔ ؎

سیّد کونین سُلطان جہاں ظلّ یزداں ، شاہِ دیں ، عرش آستاں
کُل سے اعلیٰ کُل سے اولیٰ ،کُل کی جاں کُل کے آقا ،کُل کے ہادی ،کُل کی شاں
دِلکشا، دِلکش ، دلآر، دلستاں کانِ جان،و جانِ جان و شانِ شاں
ہر حکایت ، ہر کنایت ، ہر ادا ہر اشارت دل نشیں و دل نشاں
دِل دے، دل کو جان، جاں کو نور دے اے جہانِ جان و اے جانِ جہاں
آنکھ دے اور آنکھ کو دیدار نور روح دے اور روح کو روح جناں
اللہ اللہ یا س اور ایسی آس سے اور یہ حضرت ، یہ در یہ آستاں
تو ثنا کو ہے ثنا تیرے لیے ہے ثنا تیری ہی دیگر داستاں
تو نہ تھا تو کچھ نہ تھا ، گر تو نہ ہو کچھ نہ ہو ، تو ہی تو ہے جانِ جہاں
تو ہو داتا اور اوروں سے رَجا تو ہو آقا اور یادِ دیگراں
التجا اس شرک و شر سے دور رکھ ہو رضاؔ تیرا ہی غیر از این و آں
جس طرح ہونٹ اس غزل سے دور ہیں دِل سے یوں ہی دور ہو ہر ظن و ظاں

(صفحہ ۱۵۰۔۱۴۹)

۷۔عربی فارسی اور اردو میں شاعری کی ۱۹ر بحریں رائج ہیں۔اُن میں ایک بحر وافر کے بارے میں مولانا نجم الغنی خاں نجمیؔ بحر الفصاحت میں رقم طراز ہیں۔

مُفاعِلتُن مُفاعِلتُن مُفاعِلتُن مُفاعِلتُن دو بار۔وافر فا کے کسرے سے اس لیے کہتے ہیں کہ اس بحر میں شعر بہت کہے گئے ہیں یا اس بحر میں حرکات کثرت سے ہیں۔یہ بحر عربی سے خصوصیت رکھتی ہے ۔ریختہ میں مستعمل نہیں بعض شعرا نے بہ تکلف اِس میں شعر کہے ہیں۔

وافرِ مثمّن سالم طالبؔ کہتا ہے

ڈرا کے کہا بھلا بے بھلا خفا جو ذرا ہوا وہ صنم
مرا بھی ذرا گلہ نہ رہا ہنسا جو گیا مجھے یہ ستم

تقطیع ! ڈرا کِ کہا مُفاعِلتُن بلا ب بلا مُفاعِلتُن خفاج ذرا مُفاعِلتُن ہوا وصنم مُفاعِلتُن مراب ِذرا مُفاعِلتُن گِلہ نَ رہا مُفاعِلتُن ہساجُ گیا مُفاعِلتُن مجُے یہ ستم مُفاعِلتُن ۔(قومی کونسل

برائے فروغ اردو زبان نئی دلّی ایڈیشن صفحہ ۲۸۴)

اِس بحر کی مثال کے لیے بھی نجمیؔ صاحب کو مذکورہ بالا ایک شعر ہی دستیاب ہوا۔ اُنھوں نے اس کتاب کی مثالوں کے لیے خود بھی شعر کہے ہیں، لیکن اِس بحر کی مثال کے لیے ایک مصرع بھی نہیں کہا۔ حضرت رضاؔ بریلوی نے اِس بحر میں ایک طویل نعت تحریر فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے حدائق بخشش حصہ دوم میں۔ ؎

زمین و زماں تمھارے لیے مکین و مکاں تمھارے لیے
چنین و چناں تمھارے لیے بنے دو جہاں تمھارے لیے

اِس نعت میں ۳۵/اشعار ہیں۔

نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ اسلامیات خصوصاً فقہ حنفی کے اپنے عہد کے عظیم ترین عالم اور کتنے ہی دیگر علوم وفنون کے ماہر، عبقری شخصیت کے حامل اِس یگانہ روزگار ہستی کی قدرتِ شاعرانہ میں بھی کسی طرح کا شک نہیں کیا جا سکتا۔

❁❁❁

ڈاکٹر عزیز احسن (کراچی)

نعت اور ہماری شعری روایت

اس موضوع میں لفظ ''ہماری'' کے استعمال نے معنوی وسعتیں پیدا کر دی ہیں اس لیے صرف اردو نعت کے تذکرے تک محدود نہیں رہا جا سکتا ہے!......لہٰذا اپنے موضوع کی مناسبت سے ہمیں ''نعت'' کی تعریف بیان کرتے ہوئے عرب و عجم کے اسلامی معاشروں کی شعری روایت سے گزر کر ''اردو'' کی اقلیم میں قدم رکھنا ہوگا!

جہاں تک نعت کی تعریف کا سوال ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ نعت ہر پہلو اور ہر زاویے سے کسی شخصیت کے اوصافِ حمیدہ بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ اسلامی معاشروں میں یہ لفظ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف کے لیے مُختَص ہو گیا ہے۔ کسی اور کی تعریف کو نعت نہیں کہتے۔

روایت کے ضمن میں بھی طول طویل گفتگو کرنے کا موقع نہیں ہے اس لیے صرف حسن عسکری کی رائے پر اکتفا کرتے ہیں جنھوں نے رینے گینوں سے استشہاد کرتے ہوئے یہ نکتہ سجھایا ہے کہ......
روایتی ادب اور روایتی فنون صرف روایتی معاشرے میں پیدا ہو سکتے ہیں اور روایتی معاشرہ وہ ہے جو مابعدالطبیعات کی بنیاد پر قائم ہو۔ مابعدالطبیعات چند نظریوں کا نام نہیں التوحیدِ واحد۔ مابعدالطبیعات صرف ایک ہی ہو سکتی ہے، یہی اصلی اور بنیادی روایت ہے''(۱)

روایت کے اس تصور کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہماری یعنی مسلم معاشرے کی روایت کی بنیاد مابعدالطبیعات پر ہے اور یہی زندہ روایت ہے جو بلا انقطاع از آدمؑ تا ایں دم جاری و ساری ہے۔ اس روایت میں شاعری کا تعلق انسان، کائنات اور خالقِ کائنات کے رشتوں کی معرفت سے ہے۔ شاعری وہبی صلاحیت کے تحت وجود میں آتی ہے۔ خالق نے اپنی مخلوق کو کوئی صلاحیت بے وجہ عطا نہیں کی ہے۔ اس لیے شاعری بھی اپنے وجود کے لیے جواز چاہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذمہ دار شعراء نے ہمیشہ قرآنی نظریۂ فن پیش نظر رکھ کر شعری سفر کا آغاز کیا۔ ......قرآنِ کریم کی سورۃ العصر میں پوری نوعِ انسانی کو خسران سے بچنے کے لیے [۱] ایمان [۲] اعمالِ صالحہ [۳] تواصی بالحق......اور [۴] تواصی بالصبر ......

جیسی ربانی شرائط سے آگاہ کیا گیا تھا......تو بالکل اسی انداز سے سورۂ شعراء میں شعراء کو خیال کی ہر وادی میں بھٹکنے سے بچنے کی راہ دکھائی گئی ہے:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ○ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ○ وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْ م بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ط وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ○۲

''رہے شعراء' تو ان کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں۔کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو صرف بدلہ لے لیا'' (۳)

سورہء العصر میں بیان کردہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کی شرائط کے ساتھ ساتھ یہاں' اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے کی شرط اس لیے شامل کی گئی کہ شعراء جو کچھ بھی لکھیں اس میں اللہ کا براہِ راست یا بالواسطہ ذکر ہو۔ یا اللہ کی موجودگی کا اس قدر استحضار ہو کہ جو کچھ لکھیں وہ اللہ کے احکامات سے کسی بھی صورت متصادم نہ ہو۔

نعتیہ شاعری کا رواج اگرچہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے قبل ہی ہو چکا تھا۔تاہم آپ کی طرف سے اعلانِ نبوت اور مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پے در پے کامیابیوں سے بوکھلا کر مشرک شعراء نے ہجویہ اشعار کہے۔سورہء شعراء میں متوازن بدلہ لینے کی اجازت دیتے ہوئے مسلمان شعراء کو اسی ہجویہ شاعری کا جواب دینے کی طرف مائل کیا گیا ہے۔یہاں یہ نکتہ بھی واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت اپنی معنوی جہت میں اللہ تعالیٰ کی حمد کا درجہ رکھتی ہے۔مخلوق کی تعریف دراصل خالق کی تخلیقی قدرتوں ہی کی تو تعریف ہے۔نعتیہ شاعری میں ہمیشہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصافِ حمیدہ، آپ کے پیغام اور انسانیت کو آپ کی ذاتِ ستودہ صفات سے پہنچنے والے فوائد کا ذکر ہوتا ہے۔نیز یہ شاعری حبِ نبوی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بنیاد پر تخلیق کی جاتی ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس زمانے میں بنفسِ نفیس اس جہانِ فانی میں جلوہ افروز تھے۔اُس عہد میں آپ کے جمالِ صُوری اور حسنِ معنوی کا نظارہ کرنے والوں نے بہت کچھ کہا۔

حضرت حسان، حضرت کعب بن مالک، حضرت کعب بن زُہیر، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے نعت کو درجہء کمال تک پہنچا دیا۔

عشقِ نبوی کی یہی روایت عرب سے ایران پہنچی۔یہاں جامیؔ اور سعدی شیرازی نے نعتیہ

مضامین سے اپنے تخلیقی لوازمے کو مزین کیا۔سعدی نے چار مصرعوں میں جو کچھ کہا وہ زباں زدِ خاص وعام ہوگیا:

بلغ العلیٰ بکمالہٖ　　کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیعُ خصالہٖ　　صلوا علیہ و آلہٖ(۴)

ہند اسلامی تہذیب میں اردو زبان نے جنم لیا۔ اِس زبان کی خوش بختی کہ پہلے شاعر ''فخر دین نظامی'' نے اپنی مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' میں حمد کے بعد نعت ہی شامل کی ۔ یہ مثنوی ۸۲۵ سے ۸۳۹ ہجری اور ۱۴۲۱ سے ۱۴۳۵ عیسوی کے دوران میں لکھی گئی تھی (۴۔الف)۔ بعدازاں جتنی بھی شعری تصنیفات سامنے آئیں ان میں حمد کے بعد نعت ہی کے اشعار تھے۔حمد ونعت کی شمولیت کی یہ روایت صرف مسلمان شعراء تک محدود نہ رہی بلکہ غیر مسلم شعراء نے بھی اس روایت کو باقاعدہ نباہتے ہوئے حمد یہ ونعتیہ اشعار کہے۔نور نامے،مولود نامے اور معراج نامے بھی بڑی تعداد میں لکھے گئے اور قصے کہانیوں کے لوازمے سے لیس مثنویوں کی بھی ابتداء حمد ونعت سے کی گئی۔

یہیں میرزا مظہر جانِ جاناں نے اللہ سے حبِ نبوی طلب کرنے کا درس دیا:

محمد از تو می خواہم خدارا　　الٰہی ! از تو حُبِّ مصطفیٰ را (۵)

(یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ کے دامن سے وابستہ ہوکر مجھے خدامل جائے۔اور اے میرے معبود! میں تجھ سے حُبِّ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دولت کا طلبگار رہوں)

چناں چہ عشقِ نبوی کا رنگ بعد کے شعراء کے شعری عمل میں بھرپور طریقے سے ظاہر ہوا۔بقول سید سلیمان ندوی:

عشقِ نبوی دردِ معاصی کی دوا ہے

ظلمت کدہء دھر میں وہ شمع ھدا ہے　(۶)

انجم رومانی نے کائنات میں عشقِ نبوی کی اہمیت کو اس طرح اجاگر کیا ہے:

اک عشقِ مصطفیٰ ہے اگر ہوسکے نصیب

ورنہ دھرا ہی کیا ہے جہانِ خراب میں　(۷)

اردو کے ہر چھوٹے بڑے شاعر نے نعت کہی۔لیکن جن شعراء نے باقاعدہ نعت نہیں کہی ان کے کلام میں بھی کہیں کہیں نعتیہ اشعار آ گئے ....مثلاً غالب جس کی غزلوں میں بعض اشعار نعتیہ وارد ہوئے ہیں۔ایک شعر ملاحظہ ہو:

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی
قسمت کھلی ترے قدو رخ سے ظہور کی　(۸)

اس کے باوجود شعراء اس صنف کو مکمل طور سے اپنے فن کا حصہ بنانے میں پس و پیش کا شکار رہے۔

نعت کا باقاعدہ ادبی سفر مولانا احمد رضا بریلوی، مولانا حسن رضا بریلوی، محسن کاکوروی اور امیر مینائی کے عہد میں ہوا کیوں کہ یہ حضرات نعتیہ شاعری کے متخصصین میں شمار ہوئے۔ مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے تو نعت لکھنے کے لیے غزل اور قصیدے کا pattern ہی سامنے رکھا لیکن محسن کاکوروی نے غزل، قصیدہ اور مثنوی میں اپنے فن کے وہ جوہر دکھائے کہ انھیں نعت گوئی کا فن شناس شاعر تسلیم کیا گیا۔ پھر حالی نے اپنے مسدس میں نعتیہ اشعار اس دردمندی سے لکھے کہ عوام وخواص کے دلوں پر نقش ہو گئے۔ ان کا لکھا ہوا استغاثہ

اے خاصہء خاصانِ رُسُل ﷺ وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے　(۹)

آج بھی امت کے لیے درد رکھنے والے افراد کی زبانوں پر جاری ہے۔

اقبال نے نعتیہ آہنگ میں عجب طرح سے اضافہ کیا۔ انھوں نے اپنی شعری عمر کی صغرسنی میں ایک نعت کہی تھی:

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردہء میم کو اٹھا کر
وہ بزمِ یثرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر　(۱۰)

لیکن اس نعت کو شریعت سے متصادم پایا تو اپنے کسی شعری مجموعے میں شامل نہیں کیا۔ عظمتِ رسالت کی معنوی جھلک اقبال کے اس شعر میں پائی جاتی ہے جو ان کی نظم ''ذوق وشوق'' میں وارد ہوا ہے:

آیہء کائنات کا معنیء دیر یاب تو!
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بو　(۱۱)

ظفر علی خاں کا تو نعرہ ہی یہ تھا:

خدا کی حمد، پیغمبر کی نعت، اسلام کے قصّے
مرے مضموں ہیں، جب سے شعر کہنے کا شعور آیا　(۱۲)

پاکستان بننے کے بعد جب یہاں کے حکمرانوں اور بیشتر عوام نے اپنا نصب العین بھلا دیا جس کا

انعکاس ادب میں برملا محسوس ہوا۔ تو اہلِ دل شعراء نے نعتیہ شاعری کر کے اہلِ وطن کو حضور، اکرم ﷺ کی ذاتِ والا صفات کے عشق کی شمع روشن کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا تھا:

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار

بگزارند و خمِ طُرّۂ یارے گیرند (۱۳)

مجھے تو اب صرف اسی کام میں مصلحت نظر آتی ہے کہ سب دوست سارے کام چھوڑ چھاڑ کے محبوب کی زلف کے خم کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ گویا حافظ یہ کہہ رہے ہیں کہ دنیا میں زندہ رہنے کے لیے' ضروری ہے کہ محبوب کے عشق کو پختہ تر کرلیں۔ حافظ کے اس شعر میں صاف طور پر مسلمانوں کو نبیء کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات اور آپ کے لائے ہوئے دین کی طرف راغب کرنے کا اشارہ ملتا ہے۔

پاکستان کے ابتدائی ادبی منظر نامے پر نعت گو شعراء کی حیثیت سے حفیظ جالندھری، ماہر القادری، بہزاد لکھنوی، محشر رسول نگری، علامہ ضیاء القادری، علامہ سیماب اکبر آبادی، اثر صہبائی، اختر الحامدی وغیرہم کے اسمائے گرامی سامنے آتے ہیں۔ بعد میں نعت گو شعراء میں مختار صدیقی، یوسف ظفر اور قیوم نظر جیسے شعراء بھی شامل ہو گئے۔

پھر تو تقریباً تمام ہی شعراء قافلہء مدحت گزاراں میں شامل نظر آتے ہیں۔ یہ الگ بات کہ کچھ نے اپنا وظیفہء تخلیق ہی نعت کو بنا لیا اور کچھ صرف حصولِ سعادت کی غرض سے اس کارواں میں شامل ہوئے ...... عہدِ ضیاء الحق میں سرکاری سطح پر نعت کی پزیرائی کا آغاز ہوا تو تقریباً ہر شاعر ہی اس صنفِ شریف کی طرف متوجہ ہو گیا۔ آج بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ شعری مطبوعات میں نعتیہ کتب کی عددی برتری نمایاں ہے۔

الحمدللہ! آج نعتیہ شعری تخلیقات کی کثرت دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شعراء نے اس صنف کی طرف سے برتی جانے والی مجرمانہ غفلت کا ازالہ کرنے کی ٹھان لی ہے اور تائیدِ ربانی سے وہ اس عمل میں خاصی حد تک کامیاب نظر آتے ہیں۔ نعتیہ تخلیقات کی بہار دیکھ کر ہی غیاث الہٰ آبادی نے کہا تھا ؏

یہ عہد ، عہدِ نعتِ رسولِ کریم ﷺ ہے

نعت لکھنے والوں میں نمایاں نام بھی اگر سلیقے سے شعری حوالوں کے ساتھ لیے جائیں تو ایک دفتر درکار ہو گا جبکہ یہاں قرطاس کی تنگ دامانی کا نہیں بلکہ وقت کی عدم التفاتی کا سامنا ہے۔ اس لیے چند نام لے لیے جائیں جن کی پرخلوص خدمات کی وجہ سے ان کی شہرت جریدہء عالم پر ثبت ہو چکی ہے۔

حافظ مظہر الدین، حفیظ تائب، احسان دانش، مظفر وارثی، عاصی کرنالی، پیر نصیر الدین گولڑوی، بشیر

حسین ناظم، سروسہارنپوری، حافظ لدھیانوی، فدا خالدی، حنیف اسعدی، ادیب رائے پوری، اعجاز رحمانی ،قمر وارثی اور صبیح رحمانی کے ایسے نام ہیں جو نعتیہ شعری افق پر ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے۔ کیوں کہ ان شعراء نے تسلسل کے ساتھ قدیم و جدید شعری اسالیب کے امتزاج سے نعتیں کہی ہیں۔ جدید تر شعری اسالیب میں نعتیہ ادب تخلیق کرنے والے شعراء میں عبدالعزیز خالد، عارف عبدالمتین، احمد ندیم قاسمی، ریاض مجید، ریاض حسین چودھری، سرشار صدیقی وغیرہم کے نام ہمیشہ درخشاں ستاروں کی طرح چمکتے رہیں گے۔

نعت چوں کہ اصنافِ نعت کی کسی ایک ہیئت کے ظرف میں نہیں سما سکتی ہے اس لیے اس موضوع کو شعر کی ہر روایتی اور جدید صنف میں برتا جارہا ہے۔ آج غزل، قصیدہ، رباعی اور مثنوی کے ساتھ ساتھ سانیٹ، ہائکو، ماہیہ، ثلاثی، نظمِ معریٰ اور آزاد نظم کے پیکر میں بڑی کامیابی سے نعت لکھی جارہی ہے۔

واضح رہے کہ میں نے اختصار کے ساتھ صرف چند رجحان ساز شعراء کا ذکر کیا ہے۔ یہ انتخاب بھی اس لیے پیشِ نظر رہا کہ ان شعراء کی نعتیہ کتب منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ ایسے شعراء کی تعداد تو شمار میں آنا ممکن ہی نہیں جو عام شاعری کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی نعت بھی کہہ لیتے ہیں۔

وقت نہیں ہے ورنہ میں یہاں کچھ اشعار بھی پیش کرتا۔ نعتیہ ادب کے تخلیقی منظر نامے سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے میری کتاب ''پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر'' دیکھی جاسکتی ہے۔

اب میں غالب کے شعر پر ناصر کاظمی کی تضمین کے مصرعوں کا سہارا لے کر اپنے معروضات کا اختتام کرنا چاہتا ہوں۔ ناصر کاظمی نے کہا تھا:

تھکی ہے فکرِ رسا اور مدح باقی ہے
قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا اور مدح باقی ہے
''ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے(۱۴)
سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے''

منابع و مآخذ

(۱) محمد حسن عسکری، مجموعہ، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۴ء ص ۶۳۹(Rene Guenon) شیخ عبدالواحد یحییٰ۔

(۲) القرآن، الشعراء ۲۶، آیت ۲۲۴ تا ۲۲۷

(۳) ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، جلد سوم، ص ۵۴۵
(۴) شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی، گلستان، فاروقی کتب خانہ، ملتان، ص ۱۲
(۴۔الف) فخر دین نظامی، مثنوی نظامی دکنی، کدم راؤ پدم راؤ، مرتبہ: ڈاکٹر جمیل جالبی، انجمن ترقی اردو پاکستان، بابائے اردو روڈ، کراچی، ۱۹۷۳ء
(۵) شفیق بریلوی، ارمغانِ نعت، مرکزِ علمِ اسلامیہ، ۵۔گارڈن، کراچی، اشاعتِ دوم، ۱۹۷۵ء، ص۹۹
(۶) سید سلیمان ندوی، ارمغانِ سلیمان، [۱۰۹] عالمگیر روڈ، شرف آباد، کراچی، س۔ن۔ص ۶۱
(۷) ماہنامہ دعوۃ، اسلام آباد، سیرت و نعت نمبر، ذی الحج۔ربیع الاول ۱۴۳۴ھ، ص ۲۰۸
(۸) نوائے سروش مکمل دیوانِ غالب مع شرح، از غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
(۹) حالی، مسدس حالی، صدی ایڈیشن، مرتبہ: ڈاکٹر سید عابد حسین، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، جون ۲۰۰۶ء، ص ۱۴۸
(۱۰) اقبال، کلیاتِ شعرِ اقبال، مرتبہ: ڈاکٹر صابر کلوروی، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۴ء، ص ۳۳۲
(۱۱) اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، سروسز بک کلب، ۱۹۹۵ء، ص ۴۰۴
(۱۲) مولانا ظفر علی خان، پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر، ڈاکٹر عزیز احسن، نعت ریسرچ سینٹر، گلستانِ جوہر، کراچی، جولائی ۲۰۱۴ء، ص ۳۶
(۱۳) حافظ شیرازی، دیوانِ حافظ، مرتبہ: پروفیسر میاں مقبول احمد، مشتاق بک کارنر، اردو بازار، لاہور، س۔ن۔، ص ۵۳۴
(۱۴) ناصر کاظمی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۲، مرتبہ: صبیح رحمانی، کراچی، اکتوبر ۲۰۰۱ء، ص ۳۴۰

❁❁❁

مرزا ساجد حسین ساجدؔ امروہوی (یوپی)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ اور اُس کی ارتقا

نعت کے لغوی معنی تعریف، صفت، تعریف کرنا خاص کر صفت رسول ﷺ کی۔ جمع نعوت۔ نعت کے اِس معنی میں نثر اور نظم کی کوئی تخصیص نہیں تو ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی تعریف وتوصیف نثر میں کی جائے تو وہ بھی نعت ہی کہلائے گی۔ اِس کی واضح مثال وہ درود شریف ہے جو مختلف بزرگوں کے تصنیف کردہ ہیں مثلاً درودِ تاج، درودِ لکھی، درودِ مقدس، درودِ ماہی، درودِ اکبر وغیرہ مگر سرکار دو عالم ﷺ کی تعریف وتوصیف کا سب سے زیادہ موثّر طریقہ اشعار کی صورت میں ہی اختیار کیا گیا ہے۔

اشعار کی شکل میں سب سے پہلی نعت حضور ﷺ کے عمّ ِ محترم حضرت ابو طالب سے منسوب ہے جس کا ایک شعر مندرجہ ذیل ہے ؎

و ابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل

ترجمہ! وہ بے پناہ حسین ہیں اُن کے چہرے کے صدقے سیرابی حاصل کی جاتی ہے۔ یتیموں کا ٹھکانہ اور بے واؤں کے محافظ ہیں۔

حال ہی میں جناب حامدؔ امروہوی (مقیم حال امریکہ) کے مجموعہ نعت ''ذریعۂ بخشش'' کا مقدمہ محترم قمرؔ بستوی، بانی وصدر بزم حسّان، انٹرنیشنل نعت اکیڈمی (ہوسٹن امریکہ) نے تحریر فرمایا ہے۔ اُنہوں نے اِس میں نعت کا قدیم ترین مآخذ (اشعار کی شکل میں) تبع حُمیری کے اِن اشعار کو قرار دیا ہے جو حضور ﷺ کی ولادتِ طیبہ سے تقریباً سات سو سال یا ایک ہزار سال پہلے لکھے گئے۔ جب وہ حملہ کرتے ہوئے نخلستانِ مدینۂ منورہ میں پہنچے تو اُن کے دو عالموں نے حضور اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا ذکر کیا اور اپنی قدیم کتابوں کے حوالے سے آپ کے فضائل ومحاسن بیان کیے اُس وقت تُبع حُمیری نے حضور ﷺ پر اپنے ایمان کا اظہار کیا اور ایک خط لکھ کر سر بمہر دیا جو نسل در نسل حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچا۔ تفسیرِ قرطبی اور ابنِ کثیر نے خط کی عبارت اور اُسکے نیچے وہ شعر

رقم کیے جو اُس وقت اُنہوں نے کہے تھے ؎

شھدت علیٰ احمد انّه رسول من الله باری النسیم
فلو مر عمری الیٰ عمره لکنت وزیراً و ابن عم
و جاھدت بالسیف اعدأ ه و فرجت عن صدره کلّ غم

(تفسیرِ ابنِ کثیر جلد ۴۔ص ۱۴۶ ۔قرطبی جلد ۱۶ ص ۱۴۶)

ترجمہ! میں نے اِس بات کی گواہی دی کہ احمد ﷺ روح کے پیدا کرنے والے اللہ کے رسول ہیں۔اگر میری عمر اُن کے زمانے تک دراز ہوجائے تو میں اُنکا وزیر اور مددگار بن جاؤں اور تلوار سے اُنکے دشمنوں سے جنگ کروں نیز اُن کے سینے سے ہر غم کو دور کردوں ظاہر ہے کہ تبع حمیری کے یہ اشعار نعت کے قدیم ترین ماخذ ہیں۔

حضور ﷺ کے اعلانِ نبوت کے بعد اور پھر بعدِ ہجرت شعرأ کی ایک لمبی فہرست ہے جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی شان میں نعتیں کہیں اور حضور ﷺ نے بنفس نفیس اُنہیں سنا اور سراہا۔عربی زبان کی فصاحت اور بلاغت ایک متفقہ حقیقت ہے۔حضرت ابو طالب حضرت علی،کرم اللہ وجہہ،حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت محمد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت جُہیش بن اویس نخفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت زُہیر بن صرد جشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرتِ سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللّٰی تعالیٰ عنہ،حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ شعرأ کی نعتیں پائی جاتی ہیں۔عظیم قصیدہ ''بانت سعاد'' حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں سنایا تھا جس پر حضور ﷺ نے ان کو اپنی چادر عنایت فرمائی تھی۔تاریخِ اسلامی کا یہ پہلا قصیدہ بردہ ہے جو امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدے سے کئی سو سال پہلے کہا گیا۔ذیل میں کچھ شعرأ کی نعتوں کا ایک ایک شعر نقل کر رہا ہوں جن سے نعت کا صحیح اسلوب سمجھا جا سکتا ہے۔حضرت علی ابن ابوطالب کرم اللہ وجہہ ؎

فصلوٰۃ الا له تنزیٰ علیه فی دجی اللیل بکرۃ و اصیلا

ترجمہ! پس رحمتِ کاملہ نازل ہو خداوند تعالیٰ کی اُن پر مسلسل رات کی تاریکیوں میں صبح و شام۔

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ؎

ما ذا علیٰ من شم تربت احمد ان لا یشم مدا لزمان غوالیا

ترجمہ! کیا چاہیے اُس کو احمد ﷺ کی تربت کو سونگھے اُس کو چاہیے کہ عمر بھر کوئی خوشبو نہ سونگھے۔

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؂

و شق له من اسمه ليجله　　فذوالعرش محمود و هذا محمد

ترجمہ! اور نکالا اُن کا نام اپنے نام سے تاکہ روشن ہوئے انُ کا نام پس عرش والا محمود ہے اور یہ محمد ﷺ ہیں۔

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؂

انّ الرسول لنور يستضأ به　　مهند من سيوف الله مسلول

ترجمہ! بیشک اللہ کے رسول البتہ نور ہیں۔ روشنی حاصل کی جاتی ہے اُنکی ذات سے اور سیف ِ قاطع ہیں اللہ کی سونتی ہوی تلواروں سے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؂

روح الفدأ لمن اخلاقه شهدت　　بانه خير مولود من البشر

ترجمہ! میری روح اُس ہستی پر فدا ہے جس کے اخلاق و اطوار اِس بات پر شاہد ہیں کہ بنی نوع انسان میں وہ سب سے افضل ہیں۔

مضمون زیادہ طویل نہ ہوجائے اِس لیے میں اتنے اشعار پر ہی اکتفا کرتا ہوں مگر آخر میں ایک شعر جو فخرِ موجودات حضور سرورِ کائنات ﷺ کی زبانِ مبارک سے صادر ہوا ضرور نذرِ قارئین کرونگا۔ اصل میں یہ شعر نہیں ہے بلکہ حضور ﷺ کی زبان سے دو جملے غیر ارادی طور سے جنگِ خندق میں خندق کھودنے کے دوران نکلے ہونگے کیونکہ سبھی صحابہ جو خندق کھودرہے تھے اپنا حوصلہ اور جوش بڑھانے کے لئے رجزیہ اشعار پڑھتے جارہے تھے۔ آقائے مکرم ﷺ بھی اپنے حصے کی خندق کھودنے میں مصروف تھے اُس وقت مندرجہ ذیل جملے اُنکی زبانِ مبارک سے نکلے جو ایک مطلع کے دو مصرعے بنتے ہیں ؂

انا النبی لا کذب　　انا ابن عبد الطلب

حالانکہ یہ متحقق ہے کہ اللہ نے حضور اکرم ﷺ کو شعر کا علم عنایت نہیں فرمایا تھا مگر یہ بالکل اتفاق ہے کہ مندرجہ بالا جملے ہم وزن اور ہم قافیہ بن گئے۔ کچھ مورخین نے یہ واقعہ جنگ احزاب کے وقت کا لکھا ہے۔

جب اسلام ترقی کرتے ہوئے ایران پہنچا تو وہاں کے شعرائُ نے فارسی میں نعتیہ شاعری کو عروج پر پہنچادیا جسکی سچی اور صحیح تصویر کشی حافظؔ، سعدیؔ، نظامیؔ، قاآنیؔ، خاقانیؔ اور عرفیؔ وغیرہ کے کلام میں ملتی ہے۔

شیخ سعدیؒ ۔

زباں تا بود در دہن جائے گیر ثنائے محمد بود دل پزیر

حافظؒ شیرازی ۔

برتخت جم کہ تاجش معراج آفتابیست ہمت نگر کہ موری باایں جسارت آمد

مولانا عبدالرحمن جامیؒ ۔

تنم فرسودہ جاں پارہ زہجراں یارسول اللہ دلم پژمردہ آوارہ زعصیاں یا رسول اللہ

خاقانیؒ ۔

در بارگاہِ صاحب ِمعراج ِہر زماں معراجِ دل بہ جنتِ ما وا بر آورم

محی الدین جیلانی ۔

غلام حلقہ بگوشِ رسولِ سعاداتم زہے نجات نمودن حبیب ِآیاتم

عرفیؒ شیرازی

ز آستیں نہ رسیدی بجیب دوستِ وجود اگر نہ گوہرِاو داشتی ہوائے ظہور

قدسیؒ ایرانی

مرحبا سید مکی مدنی العربی دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

ہندوستان کے فارسی شعرائے نے بھی نعت کے موتی بڑے والہانہ انداز میں پروے میں مثلاً

خواجہ نظام الدین اولیاء ۔

صبا بسوئے مدینہ روکن ازیں دعا گوسلام برخواں
بہ گرد شاہ رسل بگرداں بہ صد تضرّع پیام برخوں

حضرت امیر خسروؒ ۔

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لا مکاں خسروؒ
محمد شمع ِمحفل بود شب جائے کہ من بودم

اسد اللہ خاں غالبؒ ۔

ہر کس قسم بہ انچہ عزیز است می خورد
سوگند کردگار بجان ِمحمد است

سرسید احمد خاں ۔

ز جبریل امیں قراں بہ پیغامِ نمی خواہم
ہمہ گفتا رِ معشوق است قرانے کہ من دارم

اب میں اپنے قارئین کی توجہ اردو نعت گوئی کی تاریخ اور ارتقا کی جانب مبذول کرنگا۔ دکن میں قطب شاہی دور میں اردو کافی منجھ گئی۔ با قاعدہ اردو نعت گوئی کا آغاز اُسی دور میں ہوا اُس دور کی متعدد نعتیہ مثنویاں ملتی ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ، محمد قطب شاہ، اور عبداللہ قطب شاہ کے علاوہ اُس دور میں سید بلاقی کی مثنوی معراج نامہ، ملتی ہے اِس میں تقریباً پندرہ سو اشعار ہیں یہ مثنوی ۱۰۸۰ء میں تصنیف ہوئی۔ عادل شاہی دور میں ایک شاعر مختار کی مثنوی 'معراج نامہ، کے نام سے لکھی گئی یہ ۱۰۹۴ء میں تصنیف ہوئی اِس میں تقریباً ۲۳ / ہزار شعر ہیں۔ اُسی دور میں مولانا نصرتی نے بھی ''معراج نامہ'' نام سے مثنوی تصنیف کی جس میں ایک سو اکتیس شعر ہیں۔ عہد مغلیہ میں عبدالحمید ترین نے ایک مثنوی ''شمائیل النبی'' جس کا سن تصنیف ۱۱۱۱ھ ہے اُسی دور میں ۱۱۵۹ھ میر فیاض ولی ویلوری نے ایک نعتیہ مثنوی ''روضۃ الانوار'' نام سے لکھی۔ ایک اور شاعر سید محمد فراقی نے نعت گوئی کو اپنا شعار بنایا۔ تادمِ آخر وہ نعت و منقبت و مرثیہ لکھتے رہے غزل کے اسلوب میں پہلی نعت اُنہیں کی ملتی ہے۔

شمالی ہند میں سودا اور میر کے علاوہ متعدد نعتیہ قصائد لکھے گئے۔ قدما کے اِس دور میں نظیر اکبرآبادی، جرآت، انشاء، ناسخ، مصحفی،، میر حسن، رنگین وغیرہ سبھی نے نعتیں لکھیں۔

قدماء کے دور میں نعت گوئی کے لئے قصیدہ مخصوص تھا۔ مومن اور غالب نے بھی اُنھیں کی تقلید کی۔ اُسی دور میں مولوی غلام امام شہید نے نعت کو غزل کا اسلوب دیا۔ اُسی دور میں لطف بریلوی نے بھی نعت کو اپنا شعار بنایا۔ ایک نعتیہ دیوان بھی اپنی یادگار چھوڑا۔ کرامت علی شہیدی اُسی دور کے شاعر ہیں اور تادمِ آخر نعت ہی کہی جب فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ جارہے تھے تو راستے میں بیمار پڑ ے جب بیرِ علی کرّم اللہ وجہ پر پہونچے جہاں سے گنبدِ حضرا صاف دکھائی دیتا ہے تو ایک حسرت آمیز نظر گنبدِ خضرا پر ڈالی اور جان، جانِ آفریں کے سُپرد کردی اور اُنکی یہ آرزو پوری ہوگئ ؎

تمنّا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جِس وقت ٹوٹے طائرے روحِ مقیّد کا

متاخرین کے دور میں امیر مینائی جیسا با کمال نعت گو شاعر دیا، اُنہوں نے ایک نعتیہ دیوان ''محامدِ خاتم النبین'' اپنی یادگار چھوڑا۔ امیر مینائی کے بعد کے دور کے بانی محسن کاکوروی ہیں جنھوں نے دبستان لکھنؤ میں آنکھ کھولی۔ خلوص و محبت کے اظہار میں تہذیب و متانت کا پاس انکے کلام کی خوبی ہے۔

جدید اردو شاعری کے بانی حضرت خواجہ الطاف حسین حالیؔ نے اِس میدان کو کافی وسعت دی۔ اِسی دور کے شاعروں میں اکبرؔ الہ آبادی، علامہ اقبالؔ، مولانا ظفرؔ علی خاں، مولانا محمد علی جوہرؔ، مولانا احمد رضاؔ خاں بریلوی، مولانا حسنؔ رضا خاں بریلوی، اکبرؔ وارثی میرٹھی، بیانؔ یزدانی میرٹھی، حافظؔ پیلی بھیتی، مہاراجہ کشن پرشاد شادؔ، اقبال سہیلؔ، دلوّ رام کوثریؔ، شیو پرشاد وہبیؔ، اور بیدمؔ شاہ وارثی جیسے بے مثال شعرا پائے جاتے ہیں۔ دورِ حاضر میں حفیظؔ جالندھری، مولانا ابوالوفا عارفؔ شاہ جہاں پوری، زائرِ حرم حمیدؔ صدیقی لکھنوی، بہزادؔ لکھنوی، ماہرؔ القادری، المؔ مظفرنگری، انورؔ صابری، ضیاؔءالقادری، عمرؔ انصاری، بالمکند عرشؔ ملیسانی، شفیقؔ جونپوری، ساجدؔ صدیقی، روفؔ امروہوی، حامدؔ امروہوی، سیفیؔ امروہوی، اور راقم الحروف ساجدؔ امروہوی نعت گوئی کو اپنا شعار بنائے رہے اور بنائے ہوئے ہیں۔

اب میں اردو کے کچھ اپنی پسند کے نعتیہ اشعار پیش کر کے اپنے مضمون کا اختتام کرتا ہوں۔

حضرت احمد رضاؔ خاں ؎

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمھاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ

حضرت حسنؔ رضا خاں ؎

مٹی نہ ہو برباد پسِ مرگ الٰہی
جب خاک اڑے میری مدینے کی ہوا ہو

محسنؔ کاکوروی ؎

جس میں نہ ہو محبت محبوبِ حق کا گھر
مٹی خراب اس دلِ خانہ خراب کی

کیفؔ ٹونکی ؎

محشر میں جب کسی نے پکارا تو آئے یوں
جیسے کھڑے ہوئے تھے اِسی بے نوا کے پاس

مولانا اسماعیل شہیدؔ ؎

دل اُن کا جو ہے مخزن ِسرِّ غیب
مبرّا خطا سے ہے بے شک و ریب

غلام امام شہیدؔ

کالک تو مرے منہ کی چھٹے اب کسی طرح
ہوے گُزر مدینے میں مجھ رو سیاہ کا

نثارؔ امروہوی ؎

ساری تعریفیں اگر سو ہیں خدا کے واسطے
ایک کم سو ہیں محمد مصطفیٰ کے واسطے

حضرت خالدؔ (پاکستان) ؎

دل ٹھکانہ مرے حضور کا ہے
جلوہ خانہ مرے حضور کا ہے

حضرت رؤفؔ امروہوی ؎

آپ ! اپنے آستانۂ عالی کو دیکھئے
کیا دیکھنا رؤفؔ سیہ کار کی طرف

یہ ہم نے مانا کہ تم مٹ گئے رؤفؔ اُن پر
مگر یہ بات بھی ہو کچھ زباں پہ لانے کی

احمد ندیمؔ قاسمی ؎

پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو گرنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

مولانا سیّد محمد کچھوچھوی ؎

سیہ کارانِ امت کے ئے زلفِ سیہ اُن کی
سراسر رحمۃ اللعالمین معلوم ہوتی ہے

ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ؎

محمد کا درجہ محمد کا رتبہ
عمر ہو تو سمجھے علی ہو تو جانے

حفیظؔ میرٹھی ؎

اِجازت ہو تو شاہا پیش کردوں
مرے پہلو میں ہے ٹوٹا ہوا دل

ماہرؔ القادری ؎

مسکرائے جو نبی دیکھ کے جنت کی طرف
اور بھی ہوگئی فردوس حسیں آج کی رات

بیدمؔ وارثی ؎

عدم سے لائی ہے ہستی میں آرزوئے رسول
کہاں کہاں لئے پھرتی ہے جستجوئے رسول

مختلف اہل دِل شعرأ نے نعت کے اشعار کی صورت میں ایسے ایسے موتی پروئے ہیں کہ جن کو سن کر عاشقانِ رسول ﷺ باغ باغ ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کے دلوں کی گہرائیوں سے اُن شعرأ کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ اصل میں دلوں کو تڑپا دینے والے اشعار کہے نہیں جاتے ہو جاتے ہیں۔ ایسا صرف اللہ کی توفیق پر منحصر ہے۔ آخر میں قارئین سے التجا ہے کہ وہ بھی نعت گو شعرأ کے لئے دُعا گو ہوں۔ اِس کے علاوہ قارئین سے گزارش ہے کہ میری علمی کم مائیگی کو نظر انداز کرتے ہوئے مضمون میں ہونے والی لغزشوں کو نظر انداز نہ کریں اور مجھے مطلع کریں تا کہ آئندہ کے لیے میری اصلاح ہو جائے۔

❁❁❁

رحمتِ بیکراں ﷺ

نہیں ہندو دھرم ہے شاہدِ حال
مذاہب اور بھی کرتے ہیں اقبال

محمد ﷺ جو عرب میں پیشوا تھے
بشر کی شکل میں نورِ خدا تھے

مسیح خوش بیاں گوہر فشاں ہیں
محمد ﷺ کی صفت میں تر بیاں ہیں

(منشی دوارکا پرشاد افقؔ)

ڈاکٹر فہیم احمد صدیقی (ناندیڑ)

عصرِ حاضر کے بلند قامت غیر مسلم نعت گو شاعر
حضرت کرشن کمار طورؔ

ہماچل پردیش کے عالمگیر شہرت یافتہ بزرگ غزل گو شاعر حضرت کرشن کمار طورؔ نہ صرف یہ کہ غزل کے عظیم المرتبت شاعر ہیں بلکہ وہ ایک بلند قامت نعت گو شاعر بھی ہیں۔ ہندوستان میں غیر مسلم تخلیقی شعراء اُردو میں زمانۂ قدیم سے نعت لکھ رہے ہیں۔ مسلم اور غیر مسلم نعت گو شعراء پر شمالی ہند اور جنوبی ہند کی کئی جامعات سے اُردو اسکالرس نے Ph.D. کی سند حاصل کی ہے۔ ریاست مہاراشٹرا میں سنت ٹکڑو جی مہاراج ناگپور یونیورسٹی، ناگپور سے اس موضوع پر محترمہ ڈاکٹر عقیلہ سید غوث نے کام کیا ہے۔ جن کی ادبی حلقوں میں کافی پذیرائی ہوئی ہے۔ ویسے عقیلہ سید غوث کے تحقیقی مقالے میں کرشن کمار طورؔ کی نعت گوئی کا ذکر نہیں ہے۔ کرشن کمار طورؔ کا مجموعہ نعت ۲۰۰۰ءِ میں شائع ہوا۔ اِس مجموعۂ نعت کا نام ''چشمۂ چشم'' ہے جسے حضرت کرشن کمار طورؔ نے ناچیز کو دعاؤں کے ساتھ ارسال کیا۔ جدید اُردو غزل کے معتبر شاعر کی حیثیت سے کرشن کمار طورؔ کو اُردو معاشرے میں قابلِ احترام مقام حاصل ہے۔ اُن کے کلام کی خوبیوں اور محاسن پر وقت کے اہم نقادوں نے اظہارِ خیال کیا ہے۔

عہد حاضر کے بڑے نقاد شمس الرحمٰن فاروقی نے کرشن کمار طورؔ کی شاعری پر یہ کہا کہ ''طورؔ کی غزل میں غیر معمولی شعری وقت اور تخیئل کار فرما ہے۔'' معروف تنقید نگار جناب وارث علوی نے کہا کہ ''کرشن کمار طورؔ کے اشعار میں ایک نکتہ ہوتا ہے جسے عرف عام میں مضمون آفرینی کہتے ہیں۔'' پاکستان کے معروف شاعر ظفر اقبال نے کرشن کمار طورؔ کے تعلق سے یہ کہا کہ ''طورؔ جیسے شعراء کا شمار اجتہادوں میں ہونا چاہئے۔'' معروف محقق انور سدید نے کرشن کمار طورؔ کو جدید اُردو غزل کا خواجہ میر دردؔ کہا ہے۔ اُن کے بارے میں انور سدید نے یہ بھی کہا کہ ''طورؔ ہم کو جہانِ دیگر سے متعارف کرا رہے ہیں۔'' دکن کے معروف شاعر و نقاد جناب بشر نواز نے کہا کہ ''طورؔ نے غزل میں جو اپنی شناخت بنائی ہے وہ کسی کارنامے سے کم

نہیں ہے۔'' کرشن کمار طور اُردو تہذیب کے پروردہ ہیں، اُن کی شاعری میں اسلامی شعائر کا جو بے تکلف اظہار ملتا ہے اِس سے پتہ چلتا ہے کہ اُنہوں نے اسلامی تصوف کا مطالعہ کیا ہے۔ اِسی لئے اُن کو موجودہ عصر کا خواجہ میر درد کہا گیا ہے۔ کرشن کمار طور نہ صرف یہ کہ میدانِ تصوف کے باکمال شاعر ہیں بلکہ وہ ایک بے مثل نعت گو بھی ہیں۔ چنانچہ اپنے نعت کے مجموعے ''چشمۂ چشم'' میں وہ رقمطراز ہیں :

''اللہ تعالیٰ کا قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے کہ 'جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل رکھا ہے اُس کی بات نہ مانو'(الکہف ۱۸۔ ۲۸)۔ زیرِ نظر میری حمدیں، نعتیں اور سلام اس بات کی عین گواہ ہیں کہ میرا باطن رب العزت کے حکم سے روشن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بے شک رجوع کرنے والوں کو بخشش عطاء کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے اِس بندے یعنی کرشن کمار طور کا قلب روشن ہے اور حُبِّ نبوی سے معمور ہے۔ اِسی وجہ سے طور نے نعت بھی منفرد انداز میں لکھی ہے۔ اُن کا یہ مجموعہ ''چشمۂ چشم'' ہے جو اہلِ ایمان کی روحانی پیاس کو بجھاتا رہیگا اور عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرشار کریگا۔ اِس بے مثال مجموعہ حمد، نعت وسلام پر ایک مختصر سا تبصرہ لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

''چشمۂ چشم'' اِس مجموعہ میں تقریباً ۳۵ حمد ہیں، پچاس کے قریب نعتیں اور تیرہ سلام ہیں۔ میں یہاں صرف مجموعہ کی نعتوں کے محاسن پر اظہار خیال کر رہا ہوں تا کہ ثابت کر سکوں کہ عہدِ حاضر کے کرشن کمار طور بلند قامت نعت گو شاعر ہیں۔ یہاں چند سطور اُن کی حمدیہ شاعری پر سُپرد قلم کر رہا ہوں، وہ اس لئے کہ جس دل میں خوفِ خدا نہ ہو اور جو اللہ رب العزت کے عشق سے معمور و سرشار نہ ہو نعت پاک کہہ ہی نہیں سکتا، کیونکہ عشقِ خالقِ کائنات اور حُبِّ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں بلکہ لازم و ملزوم ہیں۔ چند اشعار انکی چند حمدوں سے پیش ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے وہ نہ صرف معترف ہیں بلکہ وہ دل کی گہرائی سے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی معبودِ حقیقی ہے اور خالقِ کائنات ہے۔

ہے تپتی دھوپ میں سایا بس ایک اُس کا نام — تلافیٔ غمِ دنیا بس ایک اُس کا نام

ہر ایک سانس معطر ہے اُس کے ذِکر سے طور — بدن میں خوشبو سا پھیلا بس ایک اُس کا نام

ہوں میں بھی اُسکا، مرا بست و در بھی اُس کا ہے — سفر بھی اُس کا ہے زادِ سفر بھی اُس کا ہے

ہوئی کب تری عطاء محدود — ہم ہیں محدود تو ہے لا محدود

آ جائے کہیں جان مری جان میں مولا — اک حمد لکھوں میں بھی تری شان میں مولا

نطق سے نکلے جو تیری حمد — میرے احساس کا بیاں تو ہی

درج بالا حمدیہ اشعار یہ ثابت کرتے ہیں کہ کرشن کمار طور کا دل ایمان کی روشنی اپنے آپ میں رکھتا

ہے۔طورؔ صاحب کے کلام کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنی غزلوں میں جو زبان استعمال کرتے ہیں وہ صاف ستھری شفاف زبان اُن کی حمدوں اور نعتوں میں ہم کو ملتی ہے۔الفاظ کو نہایت سلیقے اور ہنرمندی سے استعمال کرنے کے فن سے وہ واقف ہیں۔اب یہاں کرشن کمار طورؔ کی نعتوں سے اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔کرشن کمار طورؔ نعت گوئی کے آداب سے بخوبی واقف ہیں۔اُن کی نعت گوئی سے پتہ چلتا ہے کہ وہ حضور محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس کے تمام روحانی وجسمانی رَموز سے اچھی طرح واقف ہیں۔تمام عالمِ اسلام اس بات کو مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن دعاؤں کو قبول نہیں فرماتا جن میں حضور محمد ﷺ کا واسطہ نہیں ہوتا۔دیکھئے کرشن کمار طورؔ کی نعتوں کا سلسلہ اِس نعت سے شروع ہوتا ہے۔

اگر زورِ دعاء ہیں تو فقط آپ ﷺ یہاں صلِّ علیٰ ہیں تو فقط آپ ﷺ
مہکتی ہے یہ دنیا جس سے ہر دم وہ خوشبوئے وفا ہیں تو فقط آپ ﷺ
منور ہوگا یہ دل بھی کسی دن ہمارا واسطہ ہیں تو فقط آپ ﷺ

طورؔ اِس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ دل کو روشن کرنے کے لئے حضور ﷺ کی نسبت اور واسطہ کا دعاء میں ہونا لازمی ہے۔

اندھیری رات میں نورِ خدا دکھائی دیں اگر ہو آنکھ تو صلِّ علیٰ دکھائی دیں
دیکھنا ہے کہ حاجت روا کون ہے وہ نہیں تو مشکل کُشا کون ہے

ہے رقم کس کی قرآن میں ذاتـــ وصفاتـــ
ہفتـــ افلاکـــ کا آئینـہ کون ہے

اُردو کے معروف نعت گو شاعر کا شعر ہے جو کافی مشہور ہے۔

جس طرف چشمِ محمد ﷺ کے اِشارے ہوگئے جتنے ذرے سامنے آئے سِتارے ہوگئے

حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے معجزات کا ذکر بھی کرشن کمار طورؔ کی نعتوں میں ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو ؎

وہ لوہا بنتا ہے پارس جسے وہ چھوتے ہیں وہ بادشاہ ہے جِسے وہ گدائی دیتے ہیں
تسلُط اُن کا ہے اب اپنے آب و دانہ پر پہاڑ جس سے ہو پیدا وہ رائی دیتے ہیں
ہے اُن کے ہاتھوں میں کنجی میرے مقدر کی مجھے تو ملتا سب کچھ سدا محمد ﷺ سے
جِدھر بھی دیکھئے جلوہ نمائی اُن کی ہے جہاں میں کچھ نہیں ماوراء محمد ﷺ سے
یہی یقین ہے اپنا کہ روزِ آخر طورؔ سجے گی تو بزمِ عطاء محمد ﷺ سے

حضرت کرشن کمار طورؔ کی اِس نعت شریف کو ملاحظہ فرمائیے کیسی بے پناہ عقیدت و محبت اِس کے ہر شعر میں جھلکتی ہے ؎

وہی ہے ہم کو عشقِ غیر فانی بانٹنے والا
وہی ہے وعدۂ جنت فشانی بانٹنے والا
وہی ہے جس نے بخشی ہے ضیاء لفظوں کو قرآن کے
وہی ہے نورِ علمِ آسمانی بانٹنے والا
وہی ہے جس نے پایا ہے لقب عالم کی رحمت کا
وہی ہے دشمنوں میں مہربانی بانٹنے والا
وہی ہے جس کی حجت پر جہنم بھی ہے جنت بھی
وہی ہے زندگئی جاودانی بانٹنے والا
وہی ہے روشنی بھرتا ہے جو بندوں کے باطن میں
وہی ہے اک مکاں میں لامکانی بانٹنے والا

کرشن کمار طورؔ نے چھوٹی بحر میں بہت سے نعتیں لکھی ہیں۔ اُن نعتوں میں فن کی معراج نظر آتی ہے اور اُن نعتوں میں لفظوں اور استعاروں کے اُستادانہ استعمال کا انداز ملاحظہ فرمائیے ؎

بیانِ نقطۂ قرآں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۔۔۔ چراغِ خانۂ ایماں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
مرتّب اُن سے ہوتی ہے محبت ۔۔۔ مثالِ رحمتِ یزداں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
ہوَس تو لقمۂ تر چاہتی ہے ۔۔۔ قناعت کے مگر مہماں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بس درود و سلام آپ کا ہے ۔۔۔ میرے دل میں قیام آپ کا ہے
آنسوؤں سے کروں اُسے روشن ۔۔۔ جس بھی کاغذ پہ نام آپ کا ہے
سب چاہیں، سبھی سے پیار کریں ۔۔۔ اِک فقط یہ پیام آپ کا ہے

اور اِس نعت پاک کے تیور ملاحظہ ہو

رنگِ نارِ خلیل ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۔۔۔ حُسنِ ربِ جلیل ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
روشن جس سے تمام دُنیا ۔۔۔ نورِ غارِ طویل ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
قرآن میں جو کہا خدا نے ۔۔۔ طورؔ اُس کی فقط دلیل ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اِس نعت کے مقطع میں طورؔ نے اُس واقعے کی طرف بڑے لطیف انداز میں اشارہ کیا ہے۔ حضرت بی

بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک بار کچھ نوجوان صحابیوں نے دریافت فرمایا کہ آپ بتائیے کہ حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تھے۔اس پر بی بی عائشہ نے فرمایا تھا۔"آپ نے قرآن نہیں پڑھا۔قرآن اللہ کا کلام ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کی عملی تفسیر تھے۔"

اور ایک چھوٹی بحر کی نعت کے چند خوبصورت اشعار ملاحظہ ہوں ؎

اے مرے دیدۂ تر دیکھی ہے ایسی معراجِ بشر دیکھی ہے
دشمنوں پر بھی محبت سے پڑے تم نے کیا ایسی نظر دیکھی ہے
فرحتِ دید نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دُنیا نے صورتِ شام و سحر دیکھی ہے
گدا ہیں تیرے دربارِ مدینہ کہ ہم بھی ہیں فرفتارِ مدینہ
سنور جائے ہمارا بھی مقدر نظر بس ایک سرکارِ مدینہ
کِھلا ہے غنچۂ اُمید ہر پل ہمارے بھی ہیں سالارِ مدینہ

کرشن کمار طور کی نعتوں کی منفرد خصوصیت اُن کی صاف، شفاف، کھری کھری زبان ہے جس میں بلا کی تازگی اور اثر آفرینی ہے۔دوسری خوبی یہ ہے کہ اُن کی نعت کے اشعار میں حضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مقدس کے روحانی، جسمانی اور نورانی جلوے واضح طور پر نظر آتے ہیں۔تیسری بات یہ کہ اُن کے اشعار میں حُبِّ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجد آفریں اظہار ہے۔کرشن کمار طور کے چند نہایت اثر آفریں اور دِلوں میں اُتر جانے والے اشعار ملاحظہ ہوں ؎

اب اور اِس کے سوا کیا بھلا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں
دعاء کے باب میں اصلِ دعاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں
بیان کیا ہو بھلا ان کی عظمتوں کا طور
عرب کے صحرا میں ٹھنڈی ہوا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں

میرے مولا کی ڈھال سب کے لئے
ہے کرم حسبِ حال سب کے لئے
کچھ مسلمان پر نہیں موقوف
میم حا میم دال سب کے لئے

ختم تاریکیاں ہوئیں جس سے
ایسی تنویرِ قلب و جاں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کرشن کمار طور ؔہندوستان کے نامور غزل گو ہیں اُن کو اُن کے مجموعہ کلام ''غرفیہ غیب'' ساہتیہ پریشد اور اُردو اکیڈمی دہلی کی جانب سے غالب ایوارڈ سے نوازا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ ملک کی مختلف ریاستی اکیڈمیوں نے اُن کو انعامات واعزازات سے نوازا ہے۔ اُن کی نعتوں کے اِس مجموعہ ''چشمۂ چشم'' پر بھی اُنہیں انعامات و اکرامات سے یقینا نوازا جائیگا اور اُن کے حق میں سب بڑا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں نعت کہنے کی سعادت سے نوازا ہے۔ اِس سے بڑھ کر کوئی انعام نہیں ہو سکتا۔

فیروز احمد سیفی (نیویارک)

ڈاکٹر صغریٰ عالم ایک خوش فِکر نعت گو شاعرہ

''محبت'' یہ وہ عطیۂ خداوندی ہے جو انسان کے خمیر میں ودیعت کیا گیا ہے یہی وہ جذبہ ہے جو ساری کائنات کو اپنے احاطے میں لئے ہوئے ہے۔ یہ خالقِ کائنات کا نور اور محبوبِ کائنات ﷺ کا منشور۔ کیفیات کا بحرِ بے کراں اور جذبات کا سیلِ رواں۔ علم و عمل کی معراج اور عبادت و ریاضت کا نچوڑ ہے۔ یہ چار حروف کا مجموعہ معانی و معارف کا وہ بحرِ بے کراں ہے جو اہلِ دل ہی جانتے ہیں۔ قدرتِ الٰہی کا نظام کچھ ایسا ہے کہ محبتِ انسانی کا محور و منبع اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے جو محبت کا خالق ہے۔ پھر وہ عظیم ترین ہستی نیرِ اعظم ﷺ جن سے خُود اس ذاتِ مقدس نے محبت کی اور اپنے بندوں کو اُس ذاتِ ستودہ صفات رسول اکرم ﷺ سے محبت کرنے کا حکم صادر فرما کر یہ درس دیا کہ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ قرانِ مجید میں کئی سورتیں اِس مفہوم سے شروع ہوئی ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ جلّ مجدہٗ کی ذاتِ اقدس کی پاکی بیاں کرتے ہیں۔ ترغیب ہے بنی نوعِ انسان کے لئے کہ وہ بھی اللہ سبحانہ تعالیٰ کی پاکی بیاں کرے۔ انسان کا مقصدِ حیات اللہ جلّ شانہٗ کی عبادت ہے۔ اور یہ عبادت اُس کی حمد وثنا ہے۔ جِس کا حکم بندوں کو دیا ہے اور یہ پیغام حسینانِ عالم محبوبِ کبریا محمد مصطفیٰ ﷺ نے بخوبی اپنی اُمت تک پہنچایا ہے۔ خُود آپ ﷺ کی زندگی سراپا حمد ہے۔ زندگی کا ایک ایک عمل ،قول وفعل حمد ہے۔ قرانِ کریم کا آغاز بھی حمد ہے اِسکا اختتام بھی حمد ہے۔ جِس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حمد اسلام و عبادت کی روح ہے۔ حمد سنت ِ رسول اللہ ﷺ ہے۔ حمد خُلفائے راشدین کا وظیفہٗ حیات ہے۔ حمد خزینۂ رحمت ہے۔ حمد کُل جہانوں کا نُور ہے۔ حمد ایمان کی پہچان ہی نہیں ایمان کی جان ہے۔ حمد سانسوں میں ایمان کی روانی ہے۔ حمد زندگی کا قرینہ ہے۔ حمد حسنِ ادب ہی نہیں روحِ ادب ہے۔ قابلِ تحسین ہیں وہ شعرائے کرام جنھوں نے اِس صنفِ سخن میں بھر پور حصہ لیا ہے۔ نعت درود و سلام کے پیکرِ شعری کا نام ہے۔ اور درود و سلام سنتِ ربِّ جلیل ہی نہیں حکمِ خُداوندی بھی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ میں اور میرے فرشتے حضورِ اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ

پر خوب خوب درود وسلام بھیجا کرو۔ اُس نیّرِ اعظم ﷺ کی تابانیوں اور ضیا پاشیوں کا صحیح اندازہ اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان سے ہوتا ہے۔ دَاعِیاً اِلَی اللّٰہِ بِاِذنِہٖ سِرَاجاً مُّنِیرا ۔ اُس کے اختیار کی لامحدود وسعتوں کی حقیقت کا پتہ اُس وقت چلتا ہے جب اِنَّا اَعطَینٰکَ الکَوثَر کی نویدِ جانفزا کانوں کی سماعت بنتی ہے۔ اُس سراپا سعادت ہستی کے فیوض و برکات کا علم اُس وقت ہوا جب ربّ العالمین نے اپنے محبوب کو اِس خطاب سے نوازا وَمَآ اَرسَلنٰکَ اِلَّا رَحمَۃً لِّلعٰلَمِین ۔ الغرض خالقِ کائینات کے محبوب سیّدالمرسلین، خاتم النبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعریف وتوصیف کا حق بخود زبانِ قدرت ادا نہیں ہوسکتا۔ غالبؔ اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوے پکار اٹھا ۔

غالبؔ ثنائے خواجہ ﷺ بیزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است ﷺ

نعت ایک ایسی صنف سخن ہے جسکی اپنی مخصوص زبان ہے اور اُسکی فصاحت و بلاغت کا اپنا معیار ہے اور وہ ہے جذبۂ عشق ۔عشق وہ ہے جو حَیٌّ لَا یَمُوت کے ساتھ ہو۔ اِسی لئے ارشاد ہوا وَ الَّذِینَ اٰمَنُوا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہ ۔ اور ربّ العالمین کی محبت کا ذریعہ اور راستہ رحمۃ اللعالمین کی محبت ہے جسے یہ نعمت حاصل ہوجائے وہ کندن سے پارس بن جاتا ہے۔ اِس خصوصی نسبت سے نعت کا مقام تمام اصنافِ سخن میں ارفع واعلیٰ ہے۔ اِسی نسبت سے نعت گو کی شخصیت بھی نہایت اہم ، محترم اور بلند مرتبہ قرار پاتی ہے بشرطیکہ نعت گو بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ کی لازوال عظمتوں ، لطافتوں اور دل آویزیوں سے حتیٰ الامکان آشنا اور اپنے موضوع کی نزاکتوں کا ادب شناس ہو۔ اِس معیار پر پورے اُترنے والے نعت گو نعت کی تاریخ میں خال خال نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحبہ کا شمار انہی خوش بختوں میں ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بڑی سعادت اور عظمت کی بات ہے۔

اب شانِ محمد ﷺ کے جس طُوطیِ خوش نوا کا تذکرہ در پیش ہے وہ ہیں ڈاکٹر صغریٰ عالم صاحبہ جو حمد و نعت کو اپنی سانسوں کے زیر و بم سے منسلک کیے ہوئے تھیں۔ آپ کا مسکن شہنشاہِ دکن بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہر گل برگہ شریف ہے۔ وہ شعبۂ درس وتدریس سے وابستہ رہیں۔ آپ شاعرہ اور ادیب بھی تھیں۔ آپ کی کئی تصانیف منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ آپ اپنے شہر اور حیدر آباد کے مشاعروں میں شرکت کیا کرتی تھیں ۲۰۰۵ء میں وفات پائیں۔ آپکی زندگی کے حوالے سے مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی گی۔ یہ زمانے کی ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے دس سال کے قلیل عرصے میں زمانہ اِس عظیم شاعرہ کو بھلا چُکا ہے۔ گل برگہ شریف کے ایک پروفیسر صاحب کی صاحبزادی ڈاکٹر صاحبہ پر پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہی

تھیں۔رابطہ ہوالیکن انہوں نے تعاون نہیں کیا۔ہم معذرت خواہ ہیں کہ حمد ونعت کا یہ گل دستہ پیشِ لفظ،تقریظ ۔ان لوازمات سے پاک ہے جس سے مجموعے کی خوب صورتی دوبالا ہوگئ ہے۔

آپ کی حمدیہ اور نعتیہ تخلیقات کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات کُھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ اُس بارگاہِ با جمال میں با دلِ حیراں باچشمِ گریاں حاضر ہوکر اپنی عقیدتوں کے نذرانے پیش کیے ہیں۔حمد و نعت کو اپنی سانسوں میں بسا کر جدّت طرازی، بے ساختگی، برجستگی وشیریں بیانی جیسی انمول صلاحیتوں کو اپنایا ہے۔لفظوں کو برتنے کا ہُنر جانتی ہیں، ہر جگہ التجا اور دعا کا لہجہ کارفرما ہے۔انکساری اور عاجزی اُنکی فکرِ ایماں کی طرح پیوست ہے۔لہٰذا سارا کلام عشق و مستی کا ایک زمزمہ ہے جو شروع سے آخر تک بہتا چلا گیا ہے۔یہی آپکے کلام کی خُوبی اور ذوق وشوق کی حسین دلیل ہے۔

آیئے اب ڈاکٹر صاحبہ کے حمدیہ کلام کی گُل کاریوں کی طرف لئے چلتے ہیں۔بارگاہِ مالکِ کون و مکاں میں وہ عرض گزار ہیں ؎

میرے اطراف ترے قرب کی خوشبو ہر دم
میرے احساس کا جادو کوئی پکا ہوگا
باوضو رہتی ہیں ہر دم مری آنکھیں دونوں
تیرے دیدار کا کیا اور سلیقہ ہوگا

☆

مرا سر جھکا تھا جھکا رہا، تجھے دیکھنے کی ہے آرزو
مرے ہوش کو نہیں حوصلہ، مرے خواب ہی کے بدن میں آ
مری اس زبان پر تو ہی تو ، تو بہارِ دل تو بہارِ جاں
سبھی گلستاں ہیں ترے لئے ،کبھی خوشبوؤں کے دہن میں آ
میں سلگ رہی ہوں تری یاد میں، میں تڑپ رہی ہوں فراق میں
یہ ہزار جلوے ہیں کو بہ کو کبھی میرے دل کی کرن میں آ
میں جو غم میں ترے نڈھال ہوں ، نہ سکوں ملا نہ اماں ملی
یہی دردِ دل کی ہے روشنی ، دلِ داغ دار کہن میں آ
میرے لفظ ہیں کہیں بے نوا، مرے حرف میں ہیں خموشیاں
کبھی لب ہلے تری یاد میں ، تری یاد ہی کے سخن میں آ

روح پر چھائی ہوئی آج بھی ہے ہیبت تری
دِل کو حاصل ہے مرے خاص یہ قربت تیری

☆

تو ہی تو ہوش ہے مرا تو ہی مرے جُنوں میں ہے
مجذوب اک نفس ہوں میں ترا خیال ہر طرف

☆

میری آنکھ میں جذب تو ہی ہوا ہے
رگِ جاں میں خون بن کے رہا ہے

☆

میں ہوں عشق پہچان تری اےُ خدایا
ترے ذِکر ہی نے سہارا دیا ہے

یہ انداز التجا دیکھئے ؎

جبینِ شوق میں سجدے تڑپ رہے ہیں بہت
پتہ مجھے بھی ملے تیرے آستانے کا
طوافِ کعبہ کو کب سے ترس رہی ہوں یہاں
عطا ہو وقت سرِ بندگی جھکانے کا

☆

میرے یا رب مجھ کو بلا لے کعبہ تو
رستے رستے سر کو جُھکانے والی میں

صغریٰؔ کے انجام کا مالک تو ہی تو
خُوش نودی کا فرض نبھانے والی میں

حاضریِ حرمین شریفین کی کی تڑپ کا اچھوتا انداز ملاحظہ ہو ؎

اک روشنی امید کی ہر دم ہمارے سامنے
اور جانبِ مغرب طرف کعبہ کے ہم تا کا کئے

سر میں ترا سودا رہا خوئے جُنوں قائم رہی
اور پیروی میں عشق کی رنگِ خرد بدلا کئے
کیا دوریاں کیا فاصلے، کیا ساربان کیا قافلے
کر کے تصور در پہ ترے دم بدم پہنچا کیے

اپنے رب سے آرزو اور امید کا اظہار ہو رہا ہے ؎

کس درجہ پریشان ہیں اک تجھ کو بُھلا کر ہم
کیا تجھ کو گوارہ ہے بندوں کو بُھلا رکھنا
آدابِ خداوندی صغریٰ کا مقدر ہو
اور قلبِ منوّر کو باطل سے جُدا رکھنا

اپنی کم مائیگی کا احساس یوں بیان ہوا ہے ؎

لکھتی رہی ہوں حمد صدا خونِ جگر سے
کیا غم ہے کہ خون رنگِ طلائی نہیں دیتا
خاموش صداؤں سے سدا اس کو پکاروں
آواز میں گر نغمہ سرائی نہیں دیتا
کچھ اپنی ہی نظروں میں عقدت کی کمی ہے
قطرے میں اگر دجلہ دکھائی نہیں دیتا

آیئے اب ڈاکٹر صاحبہ کی گلشن نعت کی سیر کرتے ہیں ؎

جب حُبِّ رسول اکرم ﷺ کی نعت کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے تو نعت کی صورت میں چھلکنے لگتا ہے ؎

محمد ﷺ محمد ﷺ زباں پر ہے میرے
ثنائے محمد ﷺ ثنائے خدا ہے
لیا جو نامِ محمد ﷺ تو جان و دل روشن
وفا کی بات ہے آتی نہیں سکھانے سے

ڈاکٹر صاحبہ رقم طراز ہیں ؎

میری زندگی میں سچا رنگ عشقِ رسول ﷺ کا رنگ ہے۔ خدا نے اِس رنگ سے میری رِدا رنگ

دی ہے۔ میرے اِس عشق کا معاملہ دو چار برس کا نہیں ہے بلکہ میری سانسوں کے ساتھ جاری ہے، بچپن ہی سے بے انتہا عقیدت و محبت رہی ہے، جب اپنے بھائیوں کے نام سے قبل محمد ﷺ لکھا دیکھتی تھی تو تمنّا ہوتی کہ میرے نام سے قبل بھی محمد ﷺ کیوں نہ لکھا جائے۔

اِس تشنگی اور تمنّا کا پرتو اِس شعر میں منوّر رہوا ہے ؎

میں نہ لکھ پاونگی توصیف محمد ﷺ صغریٰؔ
اتنا آسان نہیں توصیفِ پیمبر ﷺ لکھنا

اپنے یقینِ کامل کا اظہار یوں کیا ہے ؎

محمد نام ہے تقدیسِ ربّی سے عقیدت کا ﷺ
محمد نام ہے اللہ سے شہ رگ سے قربت کا ﷺ
محمد نام ہے شانِ ربوبیت کی حشمت کا ﷺ
محمد نام ہے اللہ کے ہر رنگِ صولت کا ﷺ

ڈاکٹر صاحبہ کا سارا کلام آپ کے جذباتِ عالیہ، درد، سوز و گداز کا آئینہ دار ہے جس میں قلب و روح کی بالیدگی عیاں ہے۔ مالکِ حقیقی پر ایمان کامل اور ہادیِ کون و مکاں رسولِ مقبول حضرت محمد ﷺ سے سچی محبت ایک حدِّ ادب چاہتی ہے۔ اسکو ہر حال میں ملحوظ رکھا ہے ؎

مسجدِ توحید کے محراب در محراب میں
شمع احمد ﷺ سے ہو وابستگی یا مصطفی ﷺ

محبوب کے شہرِ مقدس کی حاضری، کوچۂ محبوب کے چرچے آپ ﷺ کے مہک بار رستے، روضۂ محبوب کی زیارت کی آرزو، گنبدِ خضریٰ کے دیدار کی تمنّا ہر عاشقِ صادق کا سرمایۂ حیات ہے۔ جسکی گواہی ڈاکٹر صاحبہ کے یہ اشعار دے رہے ہیں ؎

صغریٰؔ کو مرے یا رب تو سوئے عرب لے چل
تسکین عطا فرما دربار محمد ﷺ سے
کتنی ہی جاں بلب ہوں، تڑپتی ہوں رات دن
اب جلد ہو نصیب زیارت رسول ﷺ کی

☆

جبینِ شوق کا ہے آستاں مدینے میں
نصیب ہوگا مرا مہرباں مدینے میں

☆

اُن کے صدقے میں لُٹا دوں یہ مری عمرِ رواں
ہیں مری روح، مری جان رسولِ عربی ﷺ

☆

بس تو ہی مجھے دیدے وہ دیدارِ مدینہ
کچھ اور اگر مجھکو دیا ہو نہ دیا ہو

☆

میرے خیال میں خوابوں میں روضۂ اطہر
سراغ اپنا خدائی نے یوں دیا ہے مجھے

☆

میرے تصورات نے ایسا صلہ دیا
دِل نے درِ حضور ﷺ پہ لا کے بٹھا دیا

☆

حاصلِ خلد یہی ہے درِ طیبہ دیکھوں
اپنے اطراف درودوں کا اُجالا دیکھوں

☆

ہو ختم مری جان محمد ﷺ کے شہر میں
دو گز کا ایک مکاں محمد ﷺ کے شہر میں

☆

آخری سانس مدینے میں میسّر ہو مجھے
موت ہو جائے گی آساں رسولِ عربی ﷺ

☆

حصارِ گنبدِ خضریٰ سے عرش اعلیٰ تک
نصابِ عشق میں جلوہ جلال احمد ﷺ کا

☆

تصور گنبد خضریٰ کا، مری آنکھ بھر آئی
یہ اظہارِ عقیدت ہے کروں یہ چشمِ تر صدقے

☆

ہمیشہ گنبد خضریٰ کو رو برو دیکھوں
وہی چراغ ہے سورج ہے اور ضیاء ہے مجھے

☆

نظروں میں جب سے گنبد خضریٰ سجا گیا
بے آب مچھلیوں سا ہی صغریٰؔ کا حال ہے

☆

دیکھ کر دنیا کو یہ آنکھیں ہوئیں ناپاک سی
گنبد خضریٰ کو دیکھوں دیدۂ تقدیس لکھ

☆

اب تو بس چشمِ تصوّر کی مہربانی ہے
دور و نزدیک سے بس گنبد خضریٰ دیکھوں

☆

نمازِ عشق خدا ''عشق مصطفی ہے'' درود
اذاں میں پیش ہو عشق، بلال احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا

☆

اُس ربّ ِ ذو الجلال نے پیغام یہ دیا
صغریٰؔ درود ِ تاج مسلسل پڑھا کرے

☆

میرے تصورات نے ایسا صلہ دیا
دِل درِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہ لا کے بٹھا دیا

☆

تلاوتوں کے لئےآنکھ میری روشن ہو
درِ رسول ﷺ سے ماہِ چراغ مانگا ہے

☆

زباں پہ نامِ محمد ﷺ کا نور ہو یا رب
جبینِ عشق پہ سجدوں کا داغ مانگا ہے

☆

تو صمد ہو کے محمد ﷺ ہی کا شیدا ہے تو
ہم نے احمد ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگی ہے

☆

لب کے پھولوں میں درودوں کو سجائے رکھیے
اُن کے دربار میں ہاتھوں کو اُٹھائے رکھئے

☆

یہ احساس کرکے بہت خوش ہوئی ہوں
کہ نعلین اُن کے ﷺ سِیئ جا رہی ہوں

☆

صغریٰ یہ مضطرب بھی ہے بیمار بھی بہت
مل جائے شب و روز شفاعت رسول پاک ﷺ

☆

مجھے یقین کہ وردِ محمد ی کے طفیل
بتولِ زہرا کے دامن نے سی لیا ہے مجھے

☆

مدّت سے اُن کے در کی زیارت کی تھی تڑپ
آگئی ہیں در پہ آج تو جانا مُحال ہے

☆

اک بار جو بطحا کی فضاؤ ں میں رہا ہو
پھر اس کو کہاں غم کی جیا ہو نہ جیا ہو

☆

حضورِ پاک کے روضے پہ جان دینی ہے
میں کیسے آؤں محمد ﷺ کے آستانے سے

☆

مدینہ جاکے میں پیوندِ خاک ہو جاؤں
مجھے تو جا کے پلٹنا نہیں ٹھکانے سے

☆

مجھ کو خاک ِمدینہ میں تر کیجئے
میرے دونوں جہاں با ثمر کیجئے

☆

میں کنیز محمد ﷺ اُسی در پہ سر کو جھکائے ہوئے
اور رو برو مکہ مدینہ بھی ہے جب محمد ﷺ کہوں

اپنا خاتمہ بالخیر ہونے کا اظہار۔سبحان اللہ ؎

سرِ مژگاں صدف آنکھوں کے موتی چُن کے آئی ہوں
درودوں کی ہری چادر ابھی تک بُن کے آئی ہوں
مجھے یہ بات ساری احکم الحاکمیں سے کہنی ہے
مدینہ آتے آتے من کی باتیں سُن کے آئی ہوں
مرا بھی خاتمہ بالخیر ہو یا رب مدینے میں
حقیقت میں یہی سودا کئی گھر اُن کے آئی ہوں

میں نہ شاعر نہ ادیب، سخن ور نہ سخن سنج ۔البتہ نعتیہ کلام کا ذوق جیسی نعمتِ خداوندی نصیب ہوئی ہے جس کے تحت ایک ایسی اندلیبِ گلستانِ جمالِ محمدی ﷺ کے ایمان پرور حمد و نعت کا مجموعہ ''محرابِ دعا'' پیش کرنے کی اک سعیِ ناتمام کی ہے جو اہلِ دل کی نظر ہے۔

❁❁❁

مقالاتِ نعت

مِثل اُس کا کوئی آیا ہے نہ اب آئے گا
میرا ماضی بھی وہی ہے مرا فردا بھی وہی

وہ مری عقل میں ہے وہ مرے وجدان میں ہے
میری دنیا بھی وہی ہے مرا عقبیٰ بھی وہی

وہ بشر ہے کہ یہی اس کا ہے ارشاد مگر
اِس جہانِ بشریت میں ہے یکتا بھی وہی

(احمد ندیم قاسمی)

منیر احمد ملک (اسلام آباد)

حرفِ آرزو

حرا جب خیال آئے خوشبو میں بس کے آئے
رہیں ساتھ ساتھ میرے تری رحمتوں کے سائے
یہی آرزو ہے میری یہی دل کی ہے تمنا
ترا ذکر کرتے کرتے مری عمر بیت جائے

بصد عجز و نیاز و ادب و عقیدت مجھے محبوبِ کبریا ﷺ کی عظمت اور اُنکے ثنا خوانوں کے وسیع علم و دانش کا پورا پورا احساس ہے جس کے حلقۂ ارادت کو توڑنا ناممکن مگر اُس میں شامل ہونا باعثِ صد سعادت ہے۔ اِسی لیے ذکرِ نارسائی سے باریاب نظر ہونے تک اپنے بارے میں عرض کرتا چلوں کہ میں نہ تو سخن ور ہوں کہ شوخیِ گفتار سے آپ کے شعلہ نفس کو گرما سکوں اور نہ ہی قلم کار کہ لفظوں کے خزف ریزوں سے ہیرے تراش سکوں۔۔۔۔۔ نہ تو میرے پاس اِظہارِ بیان کا وہ جادو ہے جو قطرے کو سمندر کر دے اور نہ ہی میں حاملِ جبّہ و دستار کہ اپنے تارِ نفس سے آپ کے دامن میں شعور و آگہی کے موتی پرو سکوں۔ علم و عمل سے میرے جیب و داماں خالی ہیں میرا زادِ راہ تو فقط محبتِ رسول ﷺ ہے۔ اور یہی محبت میری زندگی کا سب سے بڑا اثاثہ۔۔۔۔ مجھ زیاں کار کے پاس لے دے کے ایک ہی تو سرمایہ ہے ۔۔۔۔ اور وہ ہے محمد ﷺ کی ذاتِ قدسی سے محبت۔ میرا زادِ راہ یہی محبت ہے اِسی محبت کی سوغات لیکر میں آپکے پاس حاضر ہوں۔

اُن کی محبت ہے سلامت ہم بھی اُن کی محبت کے سوا کچھ نہ خدارا مانگو۔

محبت ۔۔۔۔۔۔ زندگی ہے
زندگی کا خوبصورت اِستعارہ ہے
فضائے دہر میں کوئی بھی موسم ہو
کوئی کتنا ہی برہم ہو

دل و جاں نے بہت صدمات جھیلے ہوں
محبت نے ہمیشہ حسن کا چہرہ نکھارا ہے
ہر اک ویران آنگن میں
ہمیشہ زندگی کرنے کے جذبے کو اُبھارا ہے
محبت زندگی ہے زندگی کا خوبصورت اِستعارہ ہے

اور آگر یہ کہا جائے تو وادیِ جاں مہک مہک جائے

مسافر نیم جاں ہو کر اجل کی راہ تکتا ہو
سُلگتی رِیت کے ذرے بدن کو چاک کرتے ہوں
لہو زخموں سے رِس رِس کر زمیں پر خاک ہوتا ہو
تو ایسے میں مرے ہمدم محبت زخم بھرتی ہے
محبت چھاؤں کرتی ہے محبت ابرِ باراں ہے

اصلِ حیات تیری محبت ہے جانِ جاں
ہے تیرا عشق اصل میں سرمایہ ٔ حیات

تحریر کے ابرِ ریشم میں حسن تربیت کا فقدان اور الفاظ کی کم مائیگی شاید زبانِ حال سے پکارتی نظر آئے تو اِسے میری تقصیر سمجھیے گا اور اگر کسی لفظ کا حُسن کسی خیال کی نُدرت آپکی نگاہِ جمال بن کر دل کے تاروں کو چُھو لے اور محبوب اِنس و جاں ﷺ کی محبت کی دھنک ستاروں کی طرح پلکوں پہ اُتر آئے تو یہ میرا کمالِ نگارش نہیں بلکہ اِحسان خداوندی اور آقائے دو جہاں ﷺ کی نذرِ کرم کا صدقہ ہوگا ؎

مری لَے میں سوز تری دعا مرے حرف و معنی تری عطا
مری آنکھ میں بھی نمی نہ ہو جو تری نگاہِ کرم نہ ہو

حُسنِ کلام کی یہ تمثیل محبت کے ریشم کی اُس رِدا میں مخمل کے پیوند کی مینا کاری ہے۔ اِجمال اِسکا یہ ہے کہ ایک دفعہ مولانا عبدلغفور ہزاروی سے سوال کیا گیا کہ حضرت اِس قدر دینی کتب ہیں کہ اُن کا شمار ممکن نہیں۔ آپ دو لفظوں میں اسلام کے بارے میں بیان فرما دیجیے آپ مسکرا دئے اور فرمایا ''اسلام دو لفظوں میں بھی ہے'' اُس وقت بہت سے عقیدت مند آپ کے حُجرے میں جمع تھے آپ نے فرمایا۔'' حاضرینِ محفل آپ لوگ سُن لیں۔ ہوسکتا ہے ایسا سوال کرنے والا بخت آور پھر کوئی نہ ہو یہی مجلس دو گھڑی پھر ہاتھ نہ آئے اور نہ ہی شاید ایسا جواب دینے والا میسر ہو! دِین صِرف دو باتوں میں ہے خوف

ِ خدا اور عشقِ مصطفی ﷺ اِس حُسنِ ادا نے سب کے دلوں کو موہ لیا۔

نبی کا عشق خدا کی اطاعت ِ کامل

یہ دیں کی اصل ہے باقی تمام افسانے

سید ابوالخیر کشفی کے الفاظ میں ''زبان کا حُسن بیاں انسان کے لیے خدا کی سب سے بڑی دین اور نطق و بیان کی معراج وذکرِ نبی ﷺ '' ہر خوبصورت جذبہ دلکش بننے کے لیے اظہار کا متا قاضی ہوتا ہے۔ وہ جذبہ رفاقت کا ہو یا پیار اور محبت کا۔۔۔۔لیکن جب تک جذبہ دل سے نہ اُبھرے لبِ اظہار تک آ ہی نہیں سکتا۔۔۔خیالِ نو پیکرِ محسوس میں ڈھلنا،تصور کو گرفت میں لے کر صفحۂ قرطاس پر اس کی تصویر اتارنا۔۔۔جذبے کی نارسائی کو اظہار کی زینت بنانا۔اور حُسنِ تخیل کو حقیقت کا پیرہن پہنانا کوئی آسان کام نہیں۔

اِن صبر آزماں لمحوں میں ہر مدحت نگار اذنِ باریابی کے ساتھ ساتھ عرضِ تمنا کے لیے بھی حضور ﷺ کی نگاہِ اِلتفات کا طلبگار رہوتا ہے۔جب اُس کے دل کے حِرا میں نفسِ جبرئیل اُترتا ہے تو وہ عجز و اِنکسار اور عقیدت و محبت کے جذبات سے سرشار ہو کر حرفِ ثنا کی تخلیق کرتا ہے تکریم وتحریم کے حسین اِمتزاج، حرفوں کے خوبصورت اِستعمال اور لفظوں کے حُسنِ اِرتباط کے ساتھ اپنی عقدت کا سارا خراج ممدوح ِ کائینات ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر کے وہ نہ صرف روح کے لیے کیف وسرور کا ساماں پاتا ہے بلکہ اپنی بخشش کی نوید جانفزا بھی۔

محروم تھے الفاظ و بیاں حُسن رقم سے

مربوط اِک اُسی نے کیا لوح و قلم سے

ڈھالا ہے مساوات کے سانچے میں ضِدوں کو

اخلاق و مروت سے محبت سے کرم سے

جہاں تک حقیقتِ حال کا تعلق ہے ایک مداحِ رسول ﷺ کے الفاظ میں ''وہ ممدوح جس کے سامنے دل جُھکتے اور روح دوزانو ہو جاتی ہے۔جہاں فکر جنت نشاں،خیال فردوس بداماں اور انداز بیان آفرین ہو جاتا ہے۔شکستگی کے اعتراف کے ساتھ قلم اپنی تمام تر رعنائیوں،فکر اپنی جُملہ رفعتوں اور اپنی ساری فصاحتوں کے باوجود اُس ذاتِ والا صفات ﷺ کے حُضور مدح وثنا کا خراج کما حقہٗ پیش نہیں کر سکتے۔۔۔۔آپ مصدرِ قران بھی ہیں اور مُحسنِ انسان بھی،سارا قران آپ ﷺ کی توصیف کا دیوان ہے۔

جب اِس قدر رفیعُ المرتبت محبوب ﷺ کے حُضور باریابی ہو تو مداح کا قلم کیوں نہ کانپ کانپ جائے۔راہوارِ تخیل کا دم پرواز سے پہلے ہی کیوں نہ ٹوٹ ٹوٹ جائے۔شانِ رسالت مآب ﷺ کا آبگینہ اِتنا نازک ہے کہ سُوٗ ادب کا ادنیٰ سا شائبہ راندۂ درگاہ کر دینے کے لیے کافی ہے۔ اِس لئے مدحت نگار تو بار بار زبان و قلم کو کوثر و تسنیم سے دھو کر مُشک بار کرتا ہے۔ بار بار اپنے الفاظ کی ثقالت کو تقدُس کی کسوٹی پہ جانچتا ہے اور اُنہیں لطافت کی سُندرتا میں سمو کر مالکِ کوثر و تسنیم ﷺ کے حُضور پیش کرنے کی سعی کرتا ہے۔اُس بارگاہِ ناز ﷺ میں کوئی شعر و سخن اپنے فکر و فن پہ ناز نہیں کرتا بلکہ آرزوؤں اور تمناؤں کی کہکشاں میں نُدرتِ خیال کا حُسن اور عجزِ عقیدت کے موتی سجاتا ہے ؎

کہاں تیرا حسن آقا کہاں میری بریدہ سوچیں
تیرا ثنا خواں ہوا جو ہوں کرم تیرے اِلتفات کا
مجھے ضرورت ہی کیا جو کچھ اور چیز اپنے خدا سے مانگوں
زہے مقدر مجھے میسر تری محبت کا آسرا ہے

روح بدن کے قالب میں ڈھلتے ہی ازل سے میرے دل کی یہ آرزو رہی کہ میں بوستانِ رسول ﷺ میں بکھرے ہوئے اُن پھولوں کو سلکِ مروارید میں پِروتا جو محبوبِ کبریا کے نام لیواؤں نے اپنی عقیدت کی خوشبو سے معطر کر کے عالمِ رنگ و بو میں کِھلائے ہیں۔محبت کے اِن شہ پاروں کو حسنِ ترتیب کی لڑی میں سمونا جو اُس ذاتِ قدسی ﷺ کو چاہنے والوں نے قرطاس و قلم کی زینت بنائے ہیں۔ چاہت کے جوئباروں میں گُنگُناتے ہوئے اِن نغموں اور مُشک بو جذبوں کو کہکشاں رنگ گجرے میں سجانا جو اُلفت شعاروں نے سرِ لوحِ عقیدت رقم کی ہیں ایسا کیوں کر نہ ہوتا ؎

عروسِ حجلہ کون و مکاں ہے حبیبِ اِنس و جاں و قدسیاں ہے
نہیں محبوبیت میں جِس کا ثانی مرا آقا نگارِ دو جہاں ہے

میرے محبوب ﷺ کا نام وقت کی سرحدوں سے بہت بلند ہے پانچوں وقت اذان میں مسجد کے فلک بوس میناروں سے شب و روز محمد ﷺ کے حسین نام کی مُنادی ہوتی ہے۔صدیاں بیت گئیں مگر اِس آواز کا سحر آج بھی گردشِ لیل و نہار کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے ہے۔۔۔ یہ دل آرا نام تسکینِ قلب و جاں ہی نہیں بلکہ وہ مینارِ نور بھی ہے جِسکی روشنی میں بُھولی بھٹکی اِنسانیت آج بھی منزل کا نشاں پاتی نظر آتی ہے ؎

آوازِ سحر سُن اور خموشی سے غور کر یہ کِس کا نام لینے ہوتی ہے سحر پیدا

منتہائے کلام یہ کہ قدسی مقال اقبالؔ نے اپنی عقیدت کے عطر کو اِن خوبصورت الفاظ کی سُندرتا میں سمویا ہے

در جہانِ ذِکر و فکر و اِنس و جاں تو صلوٰۃِ صبح تو بانگ ِ اذاں

جہاں تک محبوبِ دو جہاں ﷺ کے جمالِ جہاں آرا کا تعلق ہے اُس کے لطفِ بیان کے لیے

خوشترآں باشد سرّ ِ دل براں گُفتہ آید در حدیثِ دِیگراں

اِس حُسنِ تصور کی پاسداری کے لیے میں نے دھڑکتے ہوئے دلوں کے بطن سے جگر ہائے لخت لخت جمع کی ہیں ، ڈوبے ہوئے مہر و ماہ کی چھنتی ہوئی روشنی میں عقیدتِ مصطفی ﷺ کے چمکتے ہوئے کواکب کو چُنا ہے بیتی ساعتوں کو ڈولتی چاندنی میں اِرادتِ مرتضیٰ ﷺ کی زرتار کرنوں سے ریشم و کمخواب بُنا ہے محبتِ رسول ﷺ اُن کے اطلسی پردوں میں جھروکے سے جھانکتے ہوئے چاند کی طرح سینۂ قرطاس پہ ہشت پہلو میں جلوہ گر ہے

ماتھا ہے جیسے چاند کی کشتی میں آفتاب
ابرو ہیں جیسے جھیل پہ سوئی ہوئی ہو رات
اِس موہنے سے مکھ پہ آنکھیں خدا دراز
اُس کے لباس ہیں مشک سے لکھے ہوئے گلاب
یا ایھا المزّمل سورج بھی ماند ہیں
یا ایھا المدّ ثّر کملی میں چاند ہیں

میرے حضور ﷺ کا حسن بِلا شبہ نظروں کو خِیرہ کر دینے والی روشنی ہے۔ اللہ کسی کو توفیق دے تو دیکھے کہ روشنی لفظوں میں کیسے گُوندھی جاتی ہے، چاند آنکھوں میں کیسے اُتارے جاتے ہیں اور جان اُن پہ کیسے واری جاتی ہے

گہر وہ لفظ کتنے محترم ہیں جو کام آجائیں آقا کی ثنا میں

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے الفاظ میں ’’گل چینِ سیرتِ مصطفی ﷺ کے سامنے ایک گلشنِ خلد بہار ہوتا ہے۔ جس کے ہر ایک پھول کی رنگینی و شادابی دامنِ نگاہ کو بھر دینے والی ہوتی ہے۔ یہ گُل چیں کا اپنا انتخاب و مذاق ہے کہ کس پھول کو لیا اور کس کو چھوڑا مگر حقیقت یہ ہے کہ جسے چھوڑا وہ اِس سے کم نہ تھا جسے چُن لیا بقول کسے

اے دوست اِس چمن سے ایسے گُلوں کو چُن
ہر شخص داد دے ترے انتخاب کی

خوبصورت سیرت نگار سید اسعد گیلانی کا مُشک بوقلم اِن الفاظ میں جن کے لیے مصروفِ ثنا ہے۔
''رسول اکرم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ انسانی زندگی کے لیے ایک ایسا اُسوۂ حسنہ ہے جس میں زندگی کے ہر پہلو کے لیے رہنمائی موجود ہے۔ یہ ایک ایسا سدا بہار گلستاں ہے جس میں ہر قسم کے پھول اور ہر نوعیت کی جاں فزا خوشبو موجود ہے۔ رہگذارِ حیات کا ہر راہی اِس گلستاں سے مشامِ جاں معطر کر سکتا ہے اور اِس خوشبو سے زندگی کی تازگی، شگفتگی اور دل آویزی حاصل کر سکتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ہر ارشاد قولِ فیصل ہے اور ہر عمل زندگی کے لئے نشانِ منزل۔ اِسی لیے فرمایا گیا ہے (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ) اللہ کے رسول کی زندگی میں تمھارے لیے بہترین رہنمائی موجود ہے'' یہ رہنمائی قدم قدم پہ ملتی ہے، بات بات میں بھی اِشارات و کنایات میں بھی، اُس مہ تاباں کی چاندنی اعجازِ تکلم میں بھی نکھرتی ہے اور حسنِ گفتار میں بھی، اِس جمالِ جہاں آرا کی روشنی پھولوں کی طرح کھلتے لبوں میں بھی ملتی ہے اور خاموشی و سکوت کی منھ بند کلیوں میں بھی۔

غرض آپ ﷺ سراپا رشد و ہدایت، سراپا روشنی، سرتابقدم مجسمۂ حُسن و جمال و کمال اور مینارۂ نور ہیں جس سے پوری اِنسانیت قیامت تک رہنمائی اور صراطِ مستقیم کا نشاں پاتی رہے گی'' پردہ اُس چہرۂ انور سے اُٹھا کر اِک بار اپنا آئینہ بنا دے مہ تاباں ہم کو میری یہ کاوشِ ہنر بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سُوئے حرم لے چلنے کی مقدور بھر سعی ہے۔ محبت کا یہ صحیفہ قافلۂ سالارِ عشق سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دردِ فراق اور سوزِ عشق کی بِرہا کہانی کا رنگ لئے ہوئے ہے۔ قدسی مقال اقبالؔ کی عقیدت اِن احساسات کے ساتھ جن کے قدم چومتی ہے ؎

فدائے ہفت آں رند پاکم خدا را گفت ما را مصطفیٰ بس

بہ الفاظِ دیگر ؎

پروانہ کو چراغ ہو بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول ﷺ بس

اِس حدیثِ شوق میں سوچ رُت کی یاد کے آہو ہیں، پلکوں پہ چمکتے جگنو ہیں، لفظوں میں مہکتی خوشبو ہے۔ اِس میں ہجر کے گیت ہیں عقیدت کے آنسو ہیں جُدائی کی کسک ہے طن کی تڑپ ہے، ہجر و فراق میں سُلگتے دلوں کی محبت بھری داستاں ہے۔ محبت بھی وہ جو پھول کی طرح منزہ اور چاند کی طرح بیداغ ہے۔

خالقِ کائنات نے جسے معراج کی رات اپنے محبوب ﷺ کی موجودگی میں ترتیب دیا اِس میں دلِ صد پارہ من کے ٹکڑے ہیں جن کے ذرے ذرے کو میں حسنِ عقیدت کی پلکوں سے چُنتا اور لوحِ دل پہ رقم کرتا رہا اِس داستانِ محبت کا ہر لفظ زباں پہ بارگاہِ محبوب ﷺ میں پہنچنے کی تڑپ اور اُن کے حضور ﷺ حاضری کی تمنا لیے ہوئے ہے۔ مہر و وفا کے اِس لالہ زار میں کھلے ہوئے ہر پھول کی خوشبو روحِ محمد ﷺ سے مُشک بو ہے۔ جس کے عکاس انوار المصطفیٰ ہمدمؔ کے یہ دل آرا الفاظ ہیں ؂

اِحساس میں مہکی ہوئی خوشبو تری باتیں
الفاظ میں اُترا ہوا جادو تری باتیں
تو حُسن مرے دن کے اُجالوں کی دھنک ہے
راتوں کو چمکتے ہوئے جگنو تری باتیں
تو ہی تو دِلاسا ہے مرا شامِ الم میں
بہنے نہیں دیتی مرے آنسو تری باتیں
اُڑ جائے اگر نیند غمِ دہر سے میری
سہلا کے سُلا دیتی ہیں گیسو تری باتیں
چلتا ہوں تو دامن بھی چمک اُٹھتا ہے میرا
پھیلی ہیں گُہر بن کے ہر اِک سُو تری باتیں
سرمایہ ہیں انوارؔ کی اِس عمرِ رواں کا
جاناں تری آنکھیں ترے ابرو تری باتیں

پس

اُنکی باتیں امرت جیسی کانوں میں رس گھولیں
وہ بولیں ہم سُنتے جائیں جیون بھر نہ بولیں

میرا یہ سرنامۂ نقدِ جاں محبوبِ دو جہاں ﷺ کی محبت میں گُندھے ہوئے گجرے کے پھول ہیں میرا کام تو بس اُن کی تزئین و آرایش تھا۔ اِن نابدار موتیوں کو ایک لڑی میں پِرونا تھا دل آویز حرفوں کو لفظوں کی مالا میں سَمونا تھا ؂

فِکر کے گلشن سے چُن کے لایا ہوں یہ چند پھول نذرانہ قبول ہو جائے

کُچھ پانے کی جستجو میں کُچھ گنوانا بھی پڑتا ہے۔ حکمت و دانش کا تقاضہ ہے کہ کہنے والے کو نہ

دیکھو بلکہ اِس امر کو پیشِ نظر رکھو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اِسی سبب ریاضِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں جا بجا بکھرے محبت کے اِن پھولوں کو چُنتے وقت اُنکی آبیاری کرنے والوں کا خیال نا دانستگی کے عالم میں دل سے محو ہوتا رہا۔۔۔۔اگر چہ اِس میں کوئی شک نہیں کہ سلیقہ اِنتہا کا چاہیے موتی پرونے میں پھر بھی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جذبے کی حُسن آفرینی کے باوجود اگر میرے پیرایہ اِظہار میں آپ کو گاہے گاہے راوی کے وجود کی کُو ملتا کی کمی محسوس ہو تو اُسے میری بھول سمجھ کر محبت کرنے والی آنکھ سے کام لیجئے گا جو حُسن و قبح سے قطعِ نظر عیب و ہنر سے صِرفِ نظر کر لیتی ہے، عظمتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جن نام لیواؤں کے رِشحات قلم کی خوشبو سے انجمن آرائی کی ہے، دل کے خاکستر میں دبی چنگاری کو سُلگا یا ہے عقیدتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دل کش اداؤں سے دلوں کو بَرمایا ہے اُن کے لیے میرے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعائیں ہیں اُن کی جزا تو بخدا اَحسن الجزا دینے والے کے پاس ہی ہے۔ان کے اِظہار کے جادو نے محبت کی شفق میں کتنی سرمدی سرخیاں گھولی ہیں، اُنکی نکتہ آفرینی نے محبت کی راہ میں کِس قدر گُل کِھلائے ہیں، نیازِ عشق نے حُسن کے صدقے میں کتنے چاند اُتارے ہیں، محبت کی بے چینیوں نے کِتنی بے خواب آنکھوں کو رَت جگے بخشے ہیں اور اُن دھنک رنگوں کو سجانے میں مَیں کِس حد تک کامیاب ہوا ہوں اِسکا فیصلہ مَیں آپ کے حُسنِ نظر پہ چھوڑتا ہوں ؎

ہر اِک سے اپنی محبت کی داستاں کہہ دی
میں یہ خوشبو چُھپا کے کہاں کہاں رکھتا

اِس حدیثِ دل میں سب کچھ ہے لیکن وہ سب کچھ نہیں جو ہونا چاہیے کیوں کہ دامنِ قرطاس میں اِتنی وسعت کہاں کہ محبوبِ داور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کی خوشبوئے دل آرا کو اپنے دامن میں سمیٹ سکے، گُنگ جذبوں اور بَنجر سوچوں کے حِصار میں میرے لبِ اِظہار پہ عجزِ بیاں کی اِس ثروت کے سِوا اور کیا ہو سکتا ہے ؎

اِستعاروں میں محبت ہو نہیں سکتی
آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سا کوئی نہیں بس آپ سا کوئی نہیں

پھر بھی میں نے بنتِ نیل کی سی سعی کی ہے کہ اہلِ دل کے دل میں شاید کچھ جگہ پالے ؎

یہ عقیدت بھی عجب شے ہے کہ اکثر
مفلس کو بنا دیتی ہے یوسف کا خریدار

یوسف مرزا کے الفاظ میں حُسن یوسف علیہ السلام کے پرستاروں میں ایک خُوش بخت پیرِ زال کا ذکر ملتا ہے جو سوت کی اٹی لیکر بازارِ مصر میں نکلی تھی۔ وہ خوب جانتی تھی کہ اُس کا رَاس ُالمال اُس کی

بے مائیگی کا اِشتہار ہے لیکن اُس کی جُراتِ رِندانہ نے اُس کے نام کو عُشاق کے جریدہ کی پیشانی کا جُھومر بنا دیا۔ وہاں مُعاملہ منصبِ نبوت کے لاتعداد حاملین میں سے صرف ایک نبی کا تھا اُس کے مقابلے میں ہماری عقیدت کا مرجع، ہمارے ایمان کا منبع، ہمارے وجدان کا اِنتہا ہمارے اِحساس کا ملجا اور ہمارے شعور کا مُدعا وہ ذاتِ پاک ہے جو خاتم المرسلیں، رحمت للعالمیں، محسنِ اِنسانیت، سرورِ کائنات اور محبوبِ کبریا ﷺ کی اِمتیازی صِفات سے متصف ہے۔ اِس دُرِّ یتیم کی سیرتِ طیبہ کے بے شُمار پہلوؤں کو اُجاگر کرنے والے اَن گِنت اہلِ قلم روزِ اوّل سے ہی مصروفِ کار ہیں "ہر گلے را رنگ و بو دیگر است" کی تفسیر رقم ہوتی جا رہی ہے۔ یہ اصحاب فکر و نظر اپنی بساط اور ظرف کے مطابق قافلہ در قافلہ زمان و مکان کی حدود سے بے نیاز پروانہ وار اُس آخری شمعِ رسالت ﷺ کی بارگاہ میں ھدیۂ نیاز پیش کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں کُوشاں رہتے ہیں اور یہ سلسلہ یوں ہی ابد تک چلتا رہیگا، لیکن اُس خیرالبشر ﷺ کے اوصافِ حمیدہ بیان ہو سکتے ہیں نہ ہو سکیں گے۔ ذوقِ سلیم کی تشنگی آج بھی وہی ہے جو صدیوں پہلے تھی اظہارِ بیان کا عجز اور فکرِ رسا کی نارسائی روز بروز نمایاں ہوتی جا رہی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ خود خالقِ کون و مکاں اور اُس کے مقربین ملائکہ ہمارے آقائے نامدار ﷺ کی مدح و ثنا میں رَطب اللِّساں رہتے ہوں اور اہلِ ایماں کے نام فرمان جاری ہو چکا ہو کہ وہ سرورِ کائنات ﷺ پر درود و سلام بھیجتے رہیں۔ اِن حالات میں ہمارا عزم مدحت نگاری کے سوا خیالِ خام کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ جہاں لعل و گُہر کے خزانے لُٹانے والوں کی ختم نہ ہونے والی قطاریں لگی ہوئی ہوں وہاں ہماری سُوت کی اٹی کی کیا حیثیت ہے لیکن پھر بھی اِس جسارت کے پیچھے اِظہارِ عقیدت کا جذبہ کار فرماں ہے۔ شاید بارگاہِ رسالت پناہ ﷺ میں بار پا جائے" ؎

تو رنگ ہے خوشبو ہے حلاوت ہے نمو ہے
تو حُسنِ چمن بن کے مری آنکھ میں لہرائے
کجلائے نہ سورج تری رحمت کا ابد تک
تا حشر ترے پیار کا مہتاب نہ گہنائے
جو عہد بھی آئے تیری سیرت پہ ہو نازاں
جو دور بھی آئے ترے کردار پہ اترائے

اِس صحیفۂ توصیف و ثنا کو رقم کرنے میں میرے قلم کا حُسنِ نگارش اور میری زبان کا لطفِ سخن حضور ﷺ ہی کی نظرِ کرم کا صدقہ ہے اور یہ امر باعثِ کبر و ناز نہیں بلکہ سرمایۂ عجز و نیاز ہے۔ اِس ارمغانِ

عقیدت کی ریشمی رِدا میں شیریں بیان سعدیؔ کی خوبصورت سوچ کے موتی جڑے ہیں ؎

مِنت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی
مِنت شناش کہ بخدمت گزاشتت

میرے حضور ﷺ کی ثنا اور سعدیؔ کا بیاں، یہ طائیر سدرہ نشیں عرش سے تارے توڑ لاتا ہے وہ سخن سرا ہے۔

''تو احسان نہ لگا کہ شہنشاہ کی خدمت میں مسلسل لگا ہوا ہے بلکہ یہ تو اُنکا ﷺ احسان ہے کہ تجھ جیسے بیکس و بے مایہ کو اپنی خدمت میں لگا رکھا ہے'' دل میں ایک خلش تھی کہ میری رہِ گذر حیات پہ کوئی ایسا نقش جمال ہو جو رہتی دنیا تک حضور ﷺ کی ذات سے میری نسبتِ عقیدت کا مشک بو حوالہ ہو۔ پس اِس مقام پہ یہ گلاب حرف میری ثروت کا سرمایہ ہیں ؎

میرا نام زینتِ داستاں میں حضور ﷺ کے حُسن کا مدح خواں
میں اُنہی کی بزم کا ہوں نِشاں میں دیارِ یار کی بات ہوں

کاش میری یہ کاوشِ ناتمام دلوں میں آقائے دو جہاں ﷺ کی اُس والہانہ محبت کے ٹوٹے ہوئے تار کو پھر سے جوڑ دے جو ہر صاحبِ ایماں کا سرمایہ دِل و جاں ہے۔۔۔۔۔۔۔شاید میری نوکِ قلم سے ٹپکا ہوا کوئی لفظ محبت کی آنکھ کا آنسو بن کر عقیدت کے چہرے کا وضو ثابت ہو۔۔۔۔عشقِ رسول ﷺ کے پھول کے لیے اِرادت کی شبنم کا نمو بن جائے۔۔۔۔۔۔محبت کے خالی صدف کا کوئی موتی بنجائے۔۔۔۔دلوں کے اُجڑے ہوئے چمن میں بادِ سحر گاہی کا نَم ثابت ہو۔۔۔۔۔۔۔قلب کے لق ودق صحرا میں حُبِّ حبیب ﷺ کی صدا بن جائے ۔پس عطرِ سخن یہ کہ اپنے حرفِ نارسا سے اگر میں کسی ویرانۂ دل میں عشقِ رسول ﷺ کا ایک پھول بھی کِھلا سکا تو بھی بات بن گئی ۔۔۔۔میری بخشش کا ساماں ہو گیا۔۔۔۔میں نے اپنے آقا ﷺ کی ردائے رحمت میں جگہ پالی۔۔۔۔۔۔ مجھے حضور ﷺ کے سایۂ عاطفت میں پناہ مل گئی مجھے اور کیا چاہئے ایسی قسمت کی یاوری پہ دو جہاں صدقے ؎

اِس سوچ میں ڈوبا ہوں ندامت میں کھڑا ہوں
ہر چند گنہگار و سیہ کار بڑا ہوں
گٹھری تھی گناہوں کی کہیں گر گئی سر سے
دربار رسالت میں تہی دست کھڑا ہوں

محبتِ رسول ﷺ روحِ ایماں بھی ہے اور تسکینِ قلب و جاں بھی یہ آبروئے ملت بھی ہے اور وقار

زندگی بھی ؎

جس نام کے صدقے میں ملی دولت کونین
وہ نام تو ہر وقت مرے وردِ زباں ہے
ہے گرمیٔ بازارِ محبت ترے دم تک
اے عشقِ نبی تو عظمتِ آدم کا نشاں ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک ثنا گر کے الفاظ میں ''ایماں کی عمارت خواہ کتنی ہی بلند و بالا کیوں نہ ہو اگر بنیادوں میں حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمیزش نہیں تو کچھ بھی نہیں ۔۔۔۔وہ تمام بلندی پستی کا ڈھیر ہے اور اُس ڈھیر پہ کھڑے ہو کر خوشنودیِ خدا کا ایک ذرہ بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا ؎

صرف توحید کا شیطاں بھی ہے قائل یوں تو
شرطِ ایماں ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی یہ نہ بُھول
اُس سے نسبت نہ ہو گر تو محاسن بھی گناہ
وہ شفاعت پہ ہو مائل تو جرائم بھی قبول

گاہے گاہے جبینِ خیال پہ یہ سوال بے ساختہ اُبھر آتے ہیں کہ مِن حیث القوم ہم بے ننگ و نام کیوں ہیں؟ ہماری پستی و ادبار، عسرت و نکبت، محکومی و غلامی کی وجہ کیا ہے؟ ہماری ملتِ بیضا عظمتِ رفتہ سے محروم کیوں ہے ہماری اُمّتِ مسلمہ قحط الرِّجال کا شِکار کیوں ہے؟ ذلت و رسوائی، جبر و اِستبداد اور ٹھوکریں قومِ رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کیوں مقدر بن چکی ہیں؟ ؎

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیِ فرشتہ ہماری جناب میں

اِن سوالوں کا جواب حکیم الامّت علامہ اقبالؔ رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت اور دور رس نگاہ میں کچھ اس طرح ہے ؎

شبے پیشِ خدا بگریستم منِ زار مسلماں چرا زارند و خوار
ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم دلے دارند و محبوبے نہ دارند

میں ایک رات مناجات میں بارگاہِ الٰہی میں زار و قطار رو دیا اور سوال کیا کہ مسلماں اتنے زار و نزار اور عاجز و خوار کیوں ہیں؟ جواب آیا کہ یہ قوم دل تو رکھتی ہے مگر دل بر نہیں رکھتی ۔یعنی اِن لوگوں کے پاس دل تو ہے مگر اُس دل میں بسنے والا کوئی محبوب نہیں ؎

ہتھیلی پر ہے دل دلبر نہیں ہے اثاثہ ہے تو غارت گر نہیں ہے

بہ الفاظِ دیگر ؎

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

قُدسی مقال اقبالؔ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اِس پُرسوز آہ کو باندازِ دیگراں حروف و معانی کا پیرہن پہنایا ہے ؎

قلب میں سُوز نہیں رُوح میں اِحساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تمھیں پاس نہیں

پروفیسر محمد اقبال جاوید کے الفاظ میں ''حکیم الامُّت کی نظر میں ملتِ بیضا کا دل ایک ایسا پھول ہے جو خوشبو سے محروم ہے دل تمنائے محبوب سے زندہ ہوتے اور تابندہ رہتے ہیں اگر آرزو کی یہ لطافت اور یاد کی یہ چاہت چھن جائے تو نخلِ دل کے برگ و بار مُرجھا جاتے ہیں اور زندگی ویرانیوں کا مرکز بن جاتی ہے گویا دِل کی بہار گلہائے آرزو کے مہکنے سے ہے اِسی لیے دل کو شہرِ آرزو کہتے ہیں۔ شہرِ آرزو محبوب کے تصور سے ہی بستا ہے اور محبوب کے تصور کے بغیر دل محض گوشت کا ایک لُتھڑا ہے اور اِس دِل سے نکلنے والی آواز محض بے کیف الفاظ کا مجموعہ تو ہو سکتی ہے مگر اُس میں اثر آفرینی کی نشتریت پیدا نہیں ہو سکتی۔ عقل سے لیکر حکمت تک علم سے لیکر نظر تک اور خودی سے لیکر بے خودی تک جتنی منزلیں ہیں اُن تک پہنچنے کے لیے علامہ اقبالؔ کے نزدیک اُسوۂ حسنہ ہی واحد راستہ ہے یہی وہ تعلق ہے جِسے اپنا کر اِنسانی زندگی پہ مہر و ماہ رشک کرتے ہیں اور اُس نِسبت سے ہٹ کر زندگی بے آبروئی اور رُسوائی کو اپنا مقدر بنا لیتی ہے۔

علامہ اقبالؔ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ سخن سرا ہیں ؎

اے تہی از ذوق و شوق و سوز و درد می شناسی عصرِ ما را بہ ما چہ کرد
عصرِ ما ما را ز ما بیگانہ کرد از جمالِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیگانہ کرد

اے کہ تو ذوق و شوق، سوزِ عشق اور دردِ محبت سے خالی ہے تو کیا جانے کہ زمانے نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے زمانے نے تو ہمیں اپنے آپ سے بے نیاز کر کے جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی بیگانہ کر دیا ہے ؎

کسی غم گسار کی محنتوں کا یہ خوب ہم نے صِلہ دیا
جو ہمارے غم میں بہت گھلا اُسے ہم نے دِل سے بُھلا دیا
جو جمالِ روئے حیات تھا جو دلیلِ راہِ نجات تھا
اُسی راہِ رو کے نقوشِ پا کو مسافروں نے مٹا دیا

جو ترا خیال تھا ہم عناں تو غبارِ راہ تھی کہکشاں
تو بچھڑ گیا تو زمانے بھر نے ہمیں نظر سے گرا دیا

بقول تاجدارِ دارالاحساں رحمۃ اللہ علیہ اے تہذیبِ حاضر کے متوالے تیرا دِل محبتِ رسول ﷺ سے سرشار نہیں تیری روح میں

حضرت بِلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تڑپ نہیں، تیرے قلب میں حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا سَودا نہیں، تیرے کِردار میں حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سَا جلال نہیں، تیری نِگاہ میں حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سی حیا نہیں، تیرے پاس حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فقر نہیں، تیری ہستی میں وَلائے امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار کی مستی نہیں، تو کبھی ہیروں میں تُلا کرتا تھا آج تیری اتنی بےقدری کیوں؟ تیری بےقدری اُن کی بےقدری کی بدولت ہے'' ؎

تجھ سے ملکر زندگی مسجودِ مہر و مہ تھی
تجھ سے کٹ کر در بدر بے آبرو ہونے لگی

کہکشاں رنگ ''اوج'' کے نعت نمبر کے ایک تزئین کار کی خوبصورت سوچ میں'' زمانے کے دردو آشوب اور مصائب و آلام کے حوالے سے ملتِ اسلامیہ اپنے ادیبوں اور شاعروں کے وسیلے سے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں اپنا فسانۂ غم سُناتی اور نگاہِ کرم کی طلب گار ہوتی رہی ہے۔

حضرت رومؔی رحمۃ اللہ علیہ جامؔی رحمۃ اللہ علیہ عرفؔی رحمۃ اللہ علیہ وخاقانؔی رحمۃ اللہ علیہ سعدؔی رحمۃ اللہ علیہ وسنائؔی رحمۃ اللہ علیہ قدسؔی رحمۃ اللہ علیہ و بوصیرؔی رحمۃ اللہ علیہ حالؔی رحمۃ اللہ علیہ وامیر مینؔائی رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی نگاہ کے تمنائی اور ایک ہی زُلف کے اسیر ہیں اُن کے کفِ دستِ تمنا پہ حضور ﷺ کی نگاہِ اِلتفات کے چراغ اب بھی جل رہے ہیں۔۔۔''چشمِ رحمت بکُشا سُوئے من انداز نظر''۔۔۔۔''اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے'' کی صدائے دِل نواز اب بھی کانوں میں رَس گھول رہی ہے ۔۔۔۔۔ملتِ بیضا کے آشفتہ لبوں پہ اِستغاثے کا رنگ اب بھی نمایاں ہے۔ کربلائے عصر کی تشنہ لبی ساقیِ کوثر کے درِ اقدس کی اب بھی تمنائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکیم الامُّت علامہ اقبالؔ ہمارے قومی اِنخطاط، دینی زوال کا سبب جمالِ مصطفی ﷺ سے بیگانگی قرار دیتے ہیں اور قوم کے اِس مرضِ کُہن کا چارہ بھی بِالآخر مولائے کائنات ﷺ کی نگاہِ چارہ ساز ہی میں ڈھونڈ ھتے ہیں۔ وہ ملت کے زخمِ بےکسی کا مرہم اور دردِ عاجزی کا داروان کی نظرِ کرم ہی میں تلاش کرتے ہیں'' ؎

مسلماں آں فقیرے کج کُلاہے رمید از سینۂ او سوز و آہے

دلش نالد چرا نالد ؟ نداند　نگاہ ِیا رسول اللہ نگاہے

مسلماں وہ فقیرِ کج کُلاہ ہے جس کے سینے سے آپ ﷺ کی محبت کا سوزِ رُخصت ہوگیا ہے۔ اِسی لیے اُس کا دل محوِ گریہ ہے وہ کیوں گریہ کناں ہے وہ یہ نہیں جانتا۔۔ یارسول اللہ ﷺ۔۔۔۔ اُس کے دلِ زار پہ نگاہِ کرم فرمائیے اُس پہ نظرِ عنایت کیجیے ۔

جاگ اے طیبہ کی میٹھی نیند کے متوالے کہ آج
لُٹ رہا ہے آنکھوں آنکھوں میں تری اُمّت کا رَاج
سر چُھپانے کا ٹھکانہ بھی اِنہیں ملتا نہیں
لے چُکی ہے جن کی ہیبت ایک عالم سے خراج
ہم ہیں ننگے سر اُٹھ اے جانِ عرب شانِ عجم
اور پہنا دے ہمیں سطوتِ کُبریٰ کا تاج
اب دعا سے کام کچھ چلتا نہیں بیمار کا
اب تو ہے تیری دُعا ہی تیری اُمّت کا عِلاج

(مولانا ظفر علی خاں)

پھر کوئی صدیقِ اکبر دورِ حاضر سے اُٹھا　پھر کوئی فاروقِ اعظم کو بنا مہرِ مُبیں
کوئی عثمانِ غنی جود وسخا میں بے مثال　کوئی حیدر فقر و درویشی کی صبحِ اوّلیں
یا رسول اللہ ہماری عاجزی کی لاج رکھ　ہم گنہگاروں پہ اپنی رحمت کا تاج رکھ

(شورش کاشمیری)

دہلیزِ مصطفی کو عقیدت سے تھام کر　اشکوں سے کہہ کہ رحمت دارین المدد
محرومیوں کے داغ دِکھا کر حضور ﷺ کو　فریاد کر کہ والیٔ کونین المدد
سارا گدازِ ہجر زباں میں سمیٹ کر　فریاد کر کہ ہے تیری اُمّت عذاب میں
فریاد کر کہ کھلتے نہیں پھول اب حضور ﷺ　رہتے ہیں لوگ اپنے بدن کے سُراب میں

(ریاض حسین چودھری)

مادّیت کے اِس پُرفتن دور میں دیں کا اُثاثہ ہم سے لُٹا اور عشقِ رسول ﷺ کی میراث ہم سے چھینی جا رہی ہے لیکن خاکستر دل میں شعلۂ عشقِ رسول ﷺ کی چنگاری دبی ہے ابھی بجھی نہیں، نامِ مصطفی ﷺ ہماری رگِ جاں پہ رَقم ہے کوششِ اَغیار کے باوجود زمانے کے ہاتھوں چھپا ہے ابھی تک مِٹا نہیں،

عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آبرو شہیدانِ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دم سے قائم ہے ۔۔۔آقائے دُو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت و ناموس پہ مر مِٹنے والوں سے ابھی دنیائے رنگ و بو خالی نہیں ہوئی ۔۔۔۔خاکم بدہن اگر میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حرمت وتکریم پہ کہیں حرف آرائی ہوتو کوئی دیوانہ غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی صدائے بازگشت بن کر اپنی جاں کا نذرانہ پیش کرنے سے کبھی گریزاں نہیں ہوتا جسم سے جاں کے جُدا ہونے کا منظر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دِیا کی ٹمٹماتی ہوئی لَو میں تاحشر چراغاں کر جاتا ہے۔ جِس کی روشنی میں عشّاق کا قافلہ سختِ جاں فکرِ سود وزیاں سے بے نیاز سرگرمِ سفر رہتا ہے۔

ہستی مسلم کا ساماں ہے فقط عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۔۔۔۔ہاں یہی ہے ہستیِ مسلم کا ساماں

آج بھی وہ فاقہ کش مسلماں جو صدیوں پہ محیط عہدِ ناروا کے صدمات جھیلتا چلا آرہا ہے محرومیوں، ناکامیوں اور نا مُرادیوں کی دستاویز، جِس کے دونوں ہاتھوں میں تھما دی گئ ہے۔جِس کا جسم ہی نہیں رُوح بھی زخموں سے چُور ہے۔ بے توقیری کی فصلیں کاٹنا جس کی جواں نسلوں کا مقدر بنا دیا گیا ہے۔ عظمت وتمکنت اور وقار جیسے الفاظ جس کی لغتِ عمل سے حزف کر دئے گئے ہیں۔ جو آئینہ خانہ میں خود اپنے آپکو شناخت کرنے سے قاصر ہے،عظمتِ رفتہ کی بازیابی کی آرزو بھی جِس کے سینے میں دم توڑ چکی ہے جو سُوکھے ہوئے پتوں کی طرح تیز وتُند ہواؤں کے رحم وکرم پر ہے، وہ مسلماں جِس کی سُوچوں کے تمام کواڑ مُقفّل کر دیئے گئے ہیں۔ بے عملی و بے حمیتی کا زہر جِس کی رَگ رَگ میں سرایت کر چُکا ہے۔ جو اپنی عظیم روایات سے رِشتہ توڑ کر گمرہی کے گہرے اندھیروں میں گم ہوتا جا رہا ہے۔ وہ مسلماں جِس کے سارے ثقافتی اَثاثے لُٹ چُکے ہیں اور جو سر اٹھا کر چلنے کی خوئے دِل نواز کو جَمودِ مسلسل کے برف زاروں میں دَفن کر چکا ہے وہ مسلماں اپنی تمام تر محرومیوں کوتاہیوں اور خامیوں کے باوجود ایک جذبے کو اپنے سینے سے لگائے ہُوئے ہے اور ابلیسی سَازِشوں کے اِژدہام میں اُس نے جِس چِنگاری کو بُجھنے نہیں دیا وہ عشق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چِنگاری ہے جو ازل سے اُس کے سینے میں سُلگ رہی ہے۔ اقبالؔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ُ اسے روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ دُشمنانِ اِسلام اپنی تمام تر علمی خیانتوں تحقیقی لغزشوں اور فکری مغالطوں کے باوجود اِس فَاقہ کش مسلماں کے جسم سے رُوحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نکالنے میں ناکام رہے ہیں۔

دوری کا یہ عالم کہ ورائے حد قربت کی یہ حالت کہ قریبِ رگِ جاں

بلا شبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ہمارے دِلوں میں سانس بَن کر دھڑک رہی ہے اور رَگوں میں خون بن کر دَوڑ رہی ہے۔ بلکہ اقبالؔ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں!

در دلِ مسلم مقامِ مصطفی ﷺ است
آبروئے ما زِ نامِ مصطفی ﷺ است

حضور ﷺ سے والہانہ محبت اور ثنائے رسول اُسی رُوحِ محمد ﷺ کے جمالیاتی اظہار اور شعری پیکر کا نام ہے۔ آخرِ شب تصورِ محبوبِ کبریا ﷺ میں آنکھیں جن موتیوں سے لبریز ہو جاتی ہیں دامنِ آرزو جن آنسوؤں سے بھیگ جاتا ہے اور پلکوں پہ ستاروں کے جھرمٹ سے اُتر آتے ہیں وہی موتی وہی آنسو اور وہی ستارے اُس منظر کی عکس بندی کی داستاں ہیں یہ وہ کہانی ہے جو ذاتِ مصطفی ﷺ سے شُروع ہو کر ذاتِ مصطفی ﷺ پہ ختم ہوتی ہے۔

منزلیں گم ہوئیں راستے کھو گئے زندگی ریت کی جیسے دیوار ہے
خود ہی روح محمد ﷺ تو کر فیصلہ آج کتنی مدد تیری درکار ہے

بعینِ قدسی مقال اقبالؔ اپنی ملت کا درد و اَلم بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عقیدت کے آنسو کے ساتھ اجمالاً اِن الفاظ میں پیش کرتا ہے۔

اے رُوحِ محمد ﷺ!

شیرازہ ہوا مِلّتِ مرحوم کا اَبتر اَب تو ہی بتا تیرا مسلماں کِدھر جائے
اِس راز کو اب فاش کر اے روحِ محمد آیاتِ الٰہی کا نگہبان کِدھر جائے

حضور ﷺ کے ایک ثنا گر پروفیسر محمد اکرم رضا کے الفاظ میں ”حضور ﷺ پُر نُور کا فیضِ نبوت ابد کی اِنتہا تک محیط ہے۔ ہر زمانہ آپکا زمانہ ہے۔ ہر صدی آپ ﷺ کے تذکار سے آباد اور ہر دَور آپ کی رِفعتوں کا امین ہے۔ آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ سے اہلِ ایمان کو فکری توانائی مَیسر آتی ہے۔ آپ ﷺ کمزوروں کے ملجا و ماوا ہیں، دُکھ درد کے ماروں کے مُعین و غم گسار ہیں۔ حامئِ بے کساں اور سایۂ بے چارگاں ہیں۔ دُکھی دِلوں کا حوصلہ اور بے نَواؤں کا وَلولہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے نعت گو شعرا آپ ﷺ سے اِستعانت و دستگیری کے لیے آپ کی رحمت کا سوال کرتے ہوئے دِلوں کے داغ آپکی نذر کرتے چلے آئے ہیں۔ آج کا شاعر بھی اِس حقیقت سے دوسرے ادوار کے شعرا سے کچھ کم بہرہ ور نہیں ہے۔ یہ بھی عرضِ حال کرتے ہوئے دِل میں یہ اِحساس سجائے رکھتا ہے کہ رحمتِ انس و جاں ﷺ کی چشمِ کرم ہی قادرِ مطلق کی رحمتِ بے کراں کا بہانہ بن سکتی ہے اِسی لیے وہ مُختلف اَسالیب کا سہارا لیکر دربارِ مصطفوی ﷺ کی طرف مُلتجی نگاہوں سے لپکتا ہے، مایوسیوں کے سَیلِ بیکراں میں آپ ﷺ ہی کی ذاتِ قدسی صِفات کو شمعِ اُمید و نِشاط سمجھتے ہوئے وہ اپنی ذات کو مِلّت میں گم کر کے

مِلّی مسائل و مُشکلات کی فریاد کرتا ہے۔ نِگاہوں میں اُمید کے فانُوس جلائے وہ آپ کی طرف رُوحانی فِکری رہبری ورَہنمائیکا اُمیدوار بنتا ہے۔آشوبِ ذات یا آشوبِ دہر کے حوالے سے صدمہ اِجتمائی ہو یا اِنفرادی واردات غمِ ذاتی حوالے سے ہو یا مِلّی نَاطے سے، کسی ایک مسلماں کا نشیمن جَلے یا پوری مِلّت بیضا تباہی و بربادی کا شِکار ہو ہنگامِ آلام میں سب کی نگاہیں اُسی مَلجا ومَاوَا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہی اُٹھتی ہیں جو بے یارو مددگار کا مددگار رہے، جو عرصۂ محشر میں ڈگمگاتی اُمّت کے لیے پیامِ لطف و کرم اور بے سایہ و سائبان عالم ہے۔ جو بجھتے دِلوں میں اُمید کی کرن بن کر طلوع ہوتا فِکری لحاظ سے پس ماندہ دِماغوں کو ذَوقِ یقیں بخشتا اور آنکھوں میں صورتِ شمع کی آگہی جگمگاتا ہے۔جِس کا لطف بے پناہ اور جِس کی رحمت بے پایاں حدودِ عقل و خرد سے مَاوریٰ ہے، جو اپنی اُمّت کی خستہ حالی پہ مُسلسل نِگراں اور جِس کی رحمت دستِ غم و آلام میں بے کنار ہے۔

اب حاصلِ کلام یہ کہ مدحت و نعتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو سلسلہ ازل کی حَسیں سَاعتوں میں شُروع ہوا تھا آج بھی اُسی جذبۂ خلوص و عقیدت کے ساتھ اپنے عہد کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا ہے۔جِس کی بدولت غلاموں کو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، بے نواؤں کو اپنے فریاد رس، مظلوموں کو اپنے مَلجا ومَاوا اور عُشّاق کو اپنے مَظہرِ عقیدت کے حضور عرضِ حال کا حوصلہ مَیّسر آتا ہے۔وہ کپکپاے ہُوئے ہُونٹوں اور فرطِ عجز و اِنکسار سے لرزتی ہوئی زبان سے نعت کو ہی وسیلۂ اِظہار مدعا بناتا ہے۔پس احوالِ ملت کے حوالے سے میں بھی اپنے دِل کا سارا درد اور اپنی روح کا سارا غم رِیاضِ رسول کے ایک بُلبُلِ خونوا کی زبان میں حضور کی مۓ اُلفت کے اَیاغ میں اُنڈیل دینا چاہتا ہوں ؎

یہ وارداتِ قلب یہ رودادِ درد و غم
تیرے بغیر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کِسے کہیں

حریمِ محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خون کے چھینٹے ہیں جِس کے آنچل
ہتھیلیوں پہ وہی خاک لے کے آیا ہوں
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی چوکھٹ پہ سر کے بَل چل کر
میں اپنا دامن صد چاک لے کے آیا ہوں
میں عرضِ حال دلِ زار کیا کروں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !
نگاہِ دل میں پشیمانیوں کا طوفاں ہے

مرا تو شرم و نِدامت سے سَر نہیں اُٹھتا
کہ اپنے ہاتھوں میں اپنا لہو فَروزاں ہے
یہ خاک و خوں میں لپٹے ہوئے مناظر سے
سکون و امن کی کوئی صدا نہیں آتی
مرے وطن کے گلستاں سے آپکو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !
مجھے یقیں ہے ٹھنڈی ہوا نہیں آتی
چراغ بجھائے ہیں آندھیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !
ہر ایک سمت شب غم کی حکمرانی ہے
دعا یہ خوف مسلسل میں لب سے نکلی ہے
قدم قدم پہ نیرت کا سبز منظر ہے
سُلگتی دھوپ کے اس بے اماں جزیرے پر
غبار وادی ِبطحا کی سر پہ چادر ہو
یہ جور و جبر کا موسم بدل نہیں سکتا
مجھے تو کوئی بھی صورت نظر نہیں آتی
حضور ! آپ ہی چارہ گری کریں اب تو
ادھر عروس بہار سحر نہیں آتی

(ریاض حسین چودھری)

دم رخصت ع

خدا مجھے نفس جِبرئیل (علیہ السلام) دے تو کہوں

اے کہ ترے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجود سے کون و مکاں کی آبرو
اے کہ ترے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہور سے حُسنِ جہاں کی رنگ و بُو
ترے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمال کا شہود ذرہ سے تا بہ آفتاب
ترے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال کا نہیں کوئی کبھی کہیں جواب
ترے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلال کے حضور دیر و کَنِشت سَرنگوں

تری ﷺ نظر کے سامنے چل نہ سکا کوئی
پست و بلندِ زیست پر ابرِ بہار تیری ﷺ ذات
ذات سے تیری ﷺ مُنعکس حضرتِ حق کی سب صِفات
اَسود و اَحمر ایک ہیں چشم ِعطا کے سامنے
زُہد و گنہ کا فرق کیا دست ِ سَخا کے سامنے
بحرِ عرب کے نا خدا، نَاو عجم کی بھی بچَا
ٹوٹ چکے ہیں بادباں ، تُند ہے ہر طرف ہوا
مَوج اُٹھی وہ کُفر کی ، تختے بِکھر گئے ہیں سب
ٹوٹ گئی ہیں ہمتیں، کوئی نہیں ، کوئی کہیں مَفر
کیسے بچیں کہاں بچیں کوئی نہیں ، کہیں مَفر
مَوج پہ مَوج ہرطرف ، حدّ ِ نِگاہ تک بھَنور
ظلمت ِشب نل گئی زُہرہ و ماہ و مُشتری
روشنی کیا ، کہ اب نہیں ، روشنی کی اُمید بھی
ڈوب چکی ہے رُوح توجسم ہیں سطحِ آب پر
جسم بھی ڈوب جائیں گے تونے اگر نہ لی خبر
جذبۂ بیکراں پھر اب ڈوبے ہوؤں کو کر عطا
کارِ فَنا سے پھر نکال ، بادِ مُراد پھر چلا
جبر کی بدلیاں چھٹیں ، جور کی آندھیاں تھمیں
راستہ پھر ملے ترا ، ذہنوں میں شمع وہ جلیں
لالہ و گل کی آبرو ، صحنِ چمن میں لُٹ گئی
بادِ سَموم وہ چلی ، غنچوں کی سانس گھٹ گئی
پھر وہ بہار دے اُنھیں ، جِس کو خزاں کا ڈر نہ ہو
پھولوں پہ جس کے پھر کبھی ، دُھوپ کا کچھ اَثر نہ ہو
موسم ِگل کو کر عطا ، خار بھی سب مہک اُٹھیں
سُوکھ چُکے جو دُھوپ سے ، غنچے وہ سب چٹک اُٹھیں

مملکتِ نِگاہ و دِل ، پھر سے گداؤں کو ملے
پھر وہی گرمی نَفَس ، بَرف نوأوں کو مِلے
دولتِ جسم وجاں ہراک تجھ ﷺ سے ہی سبکو ہے مِلی
کردے عطا اُنھیں پھر اب ، لَم وعمل کی خُسروی

(خسروی)

❁❁❁

قاضی محمد رفیق فائزؔ فتح پوری (راجستھان)

ناعت پر فیضان منعوت

حامداً و مصلیاً نعت جیسے عبادتی موضوع پر خامہ فرسائی کرنے کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش بھی عبادت کے زمرے میں ہی آتی ہے۔ کیوں کہ نعت کہنا، سننا، نعت کی محفلیں سجانا محبت وعقیدت سے کلام نعتِ پڑھنا، سننا سمجھنا اور نعت کے لئے دل میں عقیدت رکھنا یہ سب عبادت کی قبیل سے ہیں۔

تاہم رسماً و روایتاً۔ ایسا کرنا شاید عبادت کے زمرے میں نہ ہو۔ جو کبھی کبھی پڑھے لکھے اور ناسمجھ عوام میں کہیں کہیں مشاہدے میں آتا ہے۔ مگر اس سے نفس امر ''نعت شریف'' پر حرف گیری نہیں کی جا سکتی۔ کیوں کہ عوامی افعال واقوال دین میں حجت نہیں ہو سکتے۔ عوام تو کیا خواص بھی اگر اپنی لاعلمی اور نا سمجھی سے ایسا کرتے ہوں تو ان کے قول وفعل کو بھی حجت بنا کر نعت شریف پر منفی اثرات مرتب نہیں کیے جا سکتے۔ کیوں لاعلم وکم عقل خواص وعوام کی نسبت صاحبانِ علم و ادراک، فہم وبصیرت، تقویٰ و طہارت۔ سکونِ قلب اور قرارِ جان کے لیے محبت وعقیدت میں محو ومستغرق ہو کر، نعت کہہ کر، سن کر، نعت کی محفلیں سجا کر۔ راحت حاصل کرنے کے لیے مدحت رسول ﷺ کے قدسی ترانے سننے اور سنانے کا التزام فرماتے ہیں۔ لہٰذہ ان کی نسبت یہ حضرات زیادہ مستحق ہیں کہ ان کی اتباع کی جائے اور بالفرض محال کرۂ ارض پر جہاں کہیں بھی نعت شریف کہی، سنی یا پڑھی نہ جا رہی ہو تب بھی نعتیں ''نعت'' پر کوئی اثر نہیں ہوگا کہ کسی عبادت کا نہ کرنا اس پر نقص اثر نہیں ڈال سکتا۔ جبکہ نعت شریف تو خود اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا وظیفہ اور معمول ہے۔ اگر کوئی اس عظیم عبادت سے مستفید و مستفیض نہ ہو رہا ہو تو اس کی اپنی قسمت ہے۔ مگر نعت شریف کے عبادت ہونے کا انکار نہیں کر سکتا۔ کہ اس کی اساس و بنیاد خود کلمۂ طیبہ ہے جو دو جزوں پر مشتمل ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جزاوّل '' لا الہ الا اللہ '' ہے۔

جس میں توحید و وحدانیت کا ذکر ہے۔ اور جز ثانی '' محمد رسول اللہ '' جس میں نبوت و رسالت کا تذکرہ و بیان ہے۔ تو کیا '' لا الہ الا اللہ '' کے بیان، اس کی توضیح وتشریح پر عبادت کا اطلاق

نہیں ہوگا؟ خواہ نظماً ہو یا نثراً۔'' اور کیا یہ عبادت تطوع ،، یعنی نفلی عبادت میں شمار نہ ہوگا؟ شریعت مطہرہ کے مزاج اور ادلہ اربع، کو سمجھنے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ کام جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ راضی وخوش ہو وہ عبادت ہے اس پر اجر وثواب عطا کیا جائے گا۔ تو جب کلمہ ٔطیبہ کے جز اوّل پر اجر وثواب مرتب ہوگا تو جز ثانی پر کیوں نہیں؟

یعنی محمد رسول اللہ پر کیوں نہیں۔ اس کی قلمی لسانی، توضیح وتشریح اور اس کے بیان پر کیوں نہیں؟ جبکہ نعت شریف میں اسی جز ثانی کا بیان، اور اسی کی توضیح وتشریح ہوتی ہے۔ اور نعت کہنے والا (حدیث میں اقرار من اللسان و تصدیق بالقلب ، زبان سے اقرار دل سے تصدیق) کی جو شرط ہے اسی شرط کی بجا آوری میں زبان سے اقرار کے طور پر نعت شریف کے قدسی ترانے سناتا ہے۔ اور جب حمد باری تعالیٰ پر عبادت کا اطلاق ہوتا ہے تو نعت نبی ﷺ کا انکار کیوں کر کیا جا سکتا ہے۔ جو بقول حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؎

ضمّ الاله اسم النّبی باسمهٖ انّ قال فی الخمیس المؤذّن اشهدُ

اللہ تو لیٰ نے نبی ﷺ کا نام اپنے نام کے ساتھ ایسا ملایا ہے جس کی گواہی موذن پانچ وقت اذان میں دیتا ہے۔ تو جو کام خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے، اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کیا ہو اس کے عبادت ہونے سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے؟

یہاں ضمناً میں یہ بھی عرض کردوں کہ اردو ادب میں ''نعت'' کو مقید ومحصور کیا گیا ہے۔ ورنہ تو نعت کے معنی۔ خوبیاں، اوصاف، صفات وخصائل بیان کرنا ہے۔ اس میں (نظم) ونثر کی کوئی قید نہیں۔

چنانچہ '' تهذيب السير ابن حشام ،، میں بعنوان '' صفة رسول الله ،، کے تحت ہے

كان على بن طالب عليه السلام اذا نَعتَ رسول الله ﷺ قال لم يكن بالطويل الممغط ، والا القصر التردد ، و كان ربغة من القوم ......من راه بديهةً صابه و من خالطه آحبه ، يقول ناعته لما رقبله ولا بعده مثله ﷺ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب رسول اللہ ﷺ کی ''نعت یعنی صفت بیان کی تو فرمایا۔ آپ ﷺ نہ تو بہت دراز قامت تھے کہ برے لگیں، اور نہ ٹھگنے کہ دیکھنے والے کو تردد ہو۔ آپ ﷺ لوگوں میں میانہ قامت تھے'' ......واقعے کی آخر میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ جو آپ ﷺ کو پہلی مرتبہ دیکھتا وہ آپ ﷺ سے مرعوب ہو جاتا۔ اور جو آپ ﷺ سے ملتا رہتا وہ آپ ﷺ سے محبت کرنے لگتا۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ُجب بھی آپ ﷺ کی نعت یعنی صفت بیان فرتے تو کہتے نہ میں نے آپ

ﷺ سے پہلے آپ ﷺ جیسا دیکھا اور نہ آپ ﷺ کے بعد۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے اس دعویٰ کی تصدیق حضرت سیدنا حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہتے ہوئے کی ؎

و احسن منك لم تلد النسأ   و اجمل منك لم تریٰ قط عینی

خلقت مبراً من کل عیب   کانك قد خلقت کما تشأ

اور اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ سے خوبصورت میری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔(کیوں کہ) آپ ﷺ سے خوبصورت کسی عورت نے پیدا ہی نہیں کیا آپ ﷺ تو تمام عیوب سے (ایسے) پاک پیدا کئے گئے گویا کہ آپ ﷺ خود اپنی مرضی سے پیدا ہوئے ہیں۔

یعنی آپ ﷺ اپنی مرضی سے جس حسن و جمال، قدوقامت کے ساتھ پیدا ہونا چاہتے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ویسا ہی پیدا فرمایا۔

اور ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کی تائید اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے یہ اس طرح فرمائی ؎

لم یات نظیرک فی نظر   مثل تو نہ شد پیدا جاناں

حاصل گفتگو یہ کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیّدہ امّ معبد و دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ''نثر'' میں آپ ﷺ کے جو شمائل و خصائل بیان کئے وہ بھی اور سیدنا حسّان بن ثابت سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم نے ''نظماً'' بیان کئے وہ بھی نعت ہی ہے۔ اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تو نعت کے حوالے سے ایک اور نکتہ بیان فرمایا ہے کہ ؎

ما ان مدحت محمداً بمقالتی   لکن مدحت مقالتی بمحمد

آپ ﷺ کے اوصاف و شمائل بیان کر کے ہم آپ ﷺ کی تعریف نہیں کرتے بلکہ آپ ﷺ سے نسبت دیکر ہم اپنے کلام کو قابل تعریف و ستائش بناتے ہیں۔

مدعا یہ کہ ''نثر'' میں جو بات کی جائے وہ بھی ''نعت'' ہے۔ جیسے محدثین کرام، علما ادبا حضرات اور مسلمانان عالم باہم آپ ﷺ کی ذات مبارک سے متعلق گفتگو کرتے ہیں اور نظماً شعرائے کرام جو بات کرتے ہیں وہ بھی نعت ہی ہے۔ اور اب تو یہ امر اور بھی مبرہن و واضح ہو گیا ہے کہ شعرائے کرام بھی آزاد نظم کی طرز پر قافیہ و ردیف سے عاری نعتیں کہ رہے ہیں۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ نعت کے لیے قافیہ و ردیف نہیں بلکہ آپ ﷺ کا تعلق، آپ ﷺ کا عشق اور آپ ﷺ کی محبت شرط ہے۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد اب میں اصل موضوع یعنی ''ناعت پر فیضانِ منعوت'' کی طرف رجعت کرتا ہوں۔ چنانچہ انسانوں میں سب سے پہلی نعت ابوالبشر خلیفۂ ارض حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام نے یہ کہہ کر کہی ''بحق محمد ألا غفرت لی''۔ اے اللہ تجھے محمد ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں کیا تو اب بھی مجھے معاف نہیں کرے گا؟ یہ تھی زمین پر پہلی نعت ''بحق محمد'' جو زمین کے پہلے انسان نے کہی تھی، جو انسان ہی نہیں، ایک نبی ہی نہیں بلکہ تمام انسانوں، تمام نبیوں اور رسولوں کی بنیاد، جڑ اور باپ تھے۔ جنہوں نے باعث تخلیق کائینات ﷺ کی نعت کہی تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نعت کا طویل ومختصر ہونا معنی نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کا مفہوم اور صاحب نعت کی قدر و منزلت کا اظہار معنی رکھتا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ جب سیدنا آدم علیہ السالام سے لغزش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے ناراضگی کا اظہار فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور معاف کر دینے کے لیے بہت آہ وزاری و گریہ کیا کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر کے راضی ہو جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے یہ دعا بھی کی ''ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین ''۔ بعض لوگوں کا ماننا ہے کہ اس دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو معاف فرما دیا۔ مگر اس کے بعد والی آیت ایسا ماننے میں مخل ہو رہی ہے۔ اس آیت میں ہے اھبطو بعضکم لبعض عدوولکم فی الارض مستقر و متاع الیٰ حین ۔ تم سب اترو (یعنی جنت سے) (کیونکہ) تم سب ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمھارے لیے ایک مخصوص مدت تک زمین ہی ٹھکانہ اور زندگی گزارنے کی جگہ ہے۔ او کما قال اللہ تعالیٰ۔

تو اگر آدم علیہ السلام کو اس دعا ربنا ظلمنا انفسنا ... سے معافی مل گئی تھی تو یہ آیت اس بات کا اعلان کرتی۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت ۲۳ جو چاہے ملاحظہ فرمالے کہ یہ آیت مبارکہ سمعنا و غفرانا کے بجائے غضب و عتاب کے تیور ہی پیش کر رہی ہے۔ اس آیت سے تو اللہ تعالیٰ کے تیور جیوں کے تیوں نظر آ رہے ہیں جبکہ بخشش ومغفرت کا انداز تو کچھ اور ہی ہونا چاہئے تھا جو یہاں نظر نہیں آ رہا ہے۔ چنانچہ لامحالہ یہ تسلیم کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ آدم علیہ السلام نے ربنا ظلمنا انفسنا ... دعا مانگی مگر اس سے بات بنی نہیں۔ تب آدم علیہ السلام نے باعث تخلیق کائنات ﷺ کا واسطہ دیا اور بحق محمد ألا غفرت لی ۔ والی نعت کا وظیفہ پڑھا۔ چنانچہ یہ حدیث قدسی اس کے راوی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ فیض ترجمان سے سن کر اپنے سینوں میں نعت رسول ﷺ کی نعت شریف کی شمع فروزاں فرما لیجے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ لما ازنب آدم الزنب الذی ازنبہُ رفع راسہ الی السمأ فقال بحق محمد آلاغفرت لی فاوحی اللہ الیہ ۔من محمد ؟ فقال تبارك اسمك لما خلقتنی رفعتُ راسی الیٰ عرشك فارا فیہ مکتوب "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" فعلمت انہ لیس احد اعظم عندك قدراً عن جعلت اسمہ مع اسمك فاوحی اللہ الیہ یاآدم انہ آخر النبین من ذریتك ولو لا ھو ا ما خلقتك۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے وہ لغزش ہوئی تو انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا اے اللہ تجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ، کیا تو مجھے معاف نہیں کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کیا جانتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں؟ تو آدم علیہ السلام نے عرض کی ۔ برکت والا ہے تیرا نام اے رب جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے اپنا سر تیرے عرش کی طرف اٹھایا تھا تو میں نے وہاں لکھا ہوا دیکھا تھا " لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ " تو میں جان گیا تھا کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے ہیں کی عظمت و بندگی میں تیرے نزدیک دوسرا ان کے سوا کوئی نہیں جن کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا رکھا ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی ۔اے آدم وہ تیری اولاد میں سے نبیوں کے آخر میں ہوگا اور اگر میں انکو پیدا نہیں فرماتا تو تجھے بھی پیدا نہیں کرتا۔

وہ آیت ربنا ظلمنا انفسنا ۔۔۔۔۔کے بعد والی آیت اللہ تعالیٰ کے تیور غضب وعتاب کو پیش کر رہی ہے ۔اور یہ حدیث جس میں آدم علیہ السلام نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف اور مقام بیان فرمایا تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے نرمی، رحمت ورافت اختیار فرماتے ہوئے فرمایا ۔ ہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام میرے نزدیک ویسا ہی ہے جیسا تم نے سمجھا ہے ۔ ہاں اگر انہیں پیدا کرنا نہ ہوتا تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ربنا ظلمنا انفسنا ۔۔۔۔۔والی آیت کا نتیجہ اس کے بعد والی آیت بیان کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جاہ وجلال کچھ بھی کم نہیں ہوا جوں کا توں برقرار رہا۔اور اس حدیث کے الفاظ سامنے ہیں اس پر غور کرنے سے اللہ تعالیٰ کے تیور رحمت ورافت سے مملو نظر آتے ہیں ۔نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آدم علیہ السلام نے دعا مانگی مگر جب اس سے بات نہیں بنی تو "بحق محمد ألاغفرت لی" والی نعت پڑھی۔

جواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نوائے حق بلند فرماتے ہوئے آواز سے آواز ملائی اور اسطرح آدم علیہ السلام کو پھر خدائے قدیر کی رحمت ورافت نصیب ہوئی۔

معلوم نہیں کیوں کچھ لوگ اس حدیث اور اس واقعے سے متفق نہیں ہیں ۔لہٰذہ میں چاہتا ہوں کہ اس حدیث کے تعلق سے بھی کچھ بات ہوجائے کہ جو نہیں جانتے وہ جان جائیں اور جو جانتے ہیں انہیں مزید

تیقن حاصل ہو جائے ۔ یوں تو یہ کوئی ایسا موضوع نہیں ہے جس سے صاحب علم واقف نہیں ہیں ۔ اکثر علما،شعرا،ادبا نے اس موضوع کو بیان کیا ہے اور بہت سلیقے سے بیان کیا ہے۔مگر بقول سیّد ضمیر جعفری ؎

ایک افسر نے جو مونچھیں چھوڑ دیں محکمہ سارا مچھندر ہو گیا
اس کی اردو میں تھی انگریزی بہت لوگ سمجھے کہ افسر ہو گیا

چنانچہ کسی عالم ،شاعر،ادیب نے اس مضمون پر بسم اللہ کی ہوگی کہ بس اس کی اتباع میں جاننے اور نہ جاننے والے ہر قسم کے لوگوں نے اس موضوع ومفہوم کو فروغ دینا شروع کر دیا بلکہ بعض شعرا نے تو اتنے خوبصورت طریقے سے یہ موضوع اٹھایا ہے کہ یہ کہے بغیر نہیں رہا جاتا کہ یہ انہیں کا حصہ ہے مثلاً یہ شعر ملاحظہ فرمائیں ؎

اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

ہاں مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ اپنی اپنی بصیرت وبصارت کی بات ہے۔اگر کوی شخص حدیث شفاعت کا مطالعہ رکھتا ہے تو یہ شعر اس کے نزدیک بالکل بجا و برحق ہے ورنہ کور نظر ایسے اشعار سے چوکتے ہیں جیسے کوئی انہونی بات ہو۔

ابھی حال ہی میں ڈاکٹر نذیر صاحب فتح پوری مدیر ’’سہ ماہی اسباق، پونہ‘‘ نے ایک واقعہ بتایا کہ انہوں نے مصرع

’’ محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا ‘‘

پر نعت کہہ کر ایک رسالہ کو بھیجی ۔ مدیر رسالہ نے نذیرؔ صاحب سے کہا کہ اگر یہ مصرع ’’ محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا‘‘ نکال دو تو میں یہ نعت چھاپ دونگا۔ جواب میں نذیرؔ صاحب نے یہ کہہ کر اپنی نعت واپس طلب فرمالی کہ میری نعت کی بنیاد یہی مصرع ہے تو اسے نکال کیسے سکتا ہوں۔

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر مدیر مانع مصرع اس حدیث کی واقفیت رکھتے تو بلا چوں چرا وہ نعت شریف اپنے رسالے میں شامل فرمالیتے ۔ اور اگر مدیر اسباق ڈاکٹر نذیرؔ صاحب فتح پوری کو کماحقہٗ اس حدیث سے واقف ہوتے تو مدیر مانع کو دنداں شکن جواب یہ حدیث شریف پیش کر کے دیتے ۔ لہٰذہ ضروری ہے کہ جب یہ حدیث پیش کی ہے تو اس پر قدرِ تفصیل سے گفتگو بھی کر لی جائے۔

۱۔ اس حدیث کو کن کن محدثین کرام نے اپنی کتب حدیث میں روایت کیا ہے۔ یہ جانا جائے۔
۲۔ ناقدین حدیث میں سے کس کس ناقد نے کیا کہا یہ جان لیا جائے۔

۳۔ یہ حدیث معناً ومفہوماً قران وسنت کے موافق ہے یا مخالف یہ جان لیا جائے ان باتوں کا جواب یہ ہے۔
ا۔اس حدیث کو امام طبرانی نے اپنی حدیث کی تینوں کتابوں میں (۱) معجم کبیر (۲) معجم اوسط (۳) معجم صغیر میں استخراج کیا۔
(۴) امام حاکم نے اپنی مستدرک میں (۵) امام ابونعیم نے (۶) امام بیہقی نے (۷) امام ابن عساکر نے (۸) اور امام ویلمی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے، امام ویلمی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ حدیث مرفوعاً روایت کی ہے۔

عن عباس رضی الله عنهما .... قال رسول الله ﷺ أتانی جبریل فقال یا محمد لو لاك ما خلقت الجنت و لو لاك ما خلقت النار ....و فی روایة ابن عساکر .... لولاك ما خلقت الدنیا ۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام سنایا۔اے محمد ﷺ اگر آپکو پیدا نہ فرنا ہوتا تو جنت نہ بناتا۔ اے محمد ﷺ اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو دوزخ نہ بناتا۔اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اگر آپکو پیدا کرنا نہ ہوتا تو دنیا ہی نہ بناتا۔

ان احادیث کو سات محدثین کرام نے اپنی اپنی حدیث کی کتابوں میں روایت کیا ہے اور ان کتابوں سے دوسرے محدثین کرام نے استفادہ فرماتے ہوئے اپنی اپنی تالیفات میں ان حدیثوں کو بیان کیا ہے۔ مثلاً مشہور ومعروف محدث علامہ ہیثمی نے اپنی مشہور زمانہ کتابِ حدیث مجمع الزوائد میں۔اور تبلیغی نصاب کے مولف شیخ الحدیث حضرت ذکریا نے فضائل کے حصے میں حدیث نمبر ۲۸ صفحہ ۱۰۸ پر نقل کر کے ان احادیث کی توثیق وتحسین فرمائی اور ان حدیثوں پر یقین کے ساتھ ہی کتاب کی زینت بنایا ہے۔یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یہ کئی حدیثیں ہیں جو مختلف اسناد سے مروی ہیں جن کا ذکر اجمالاً یہاں پر ہو رہا ہے۔

ان احادیث کا استخراج کرنے والے محدثین کے بعد ان پر ناقدینِ حدیث کا نقد بھی ملاحظہ فرمالیں۔

ملاّ علی قاری حنفی اپنی کتاب موضوعات کبیر میں حدیث یا آدم لو لا هوا ما خلقتك کے تحت فرماتے ہیں۔موضوع لکن معناه صحیح و فی التشرف معناه ثابت و یوئد الاوّل ما ورد فی غیر روایة من انه مکتوب علیٰ العرش و اوراق الجنة " لا اله الا الله محمد رسول الله " کما بسط طرقه السیوطی فی مناقب العلائ فی غیر

موضع وبسط لہ شواھد۔۔۔ ایضاً فی تفسیرہ فی سورۃ الم نشرح"

یہ حدیث ان راویوں کے سبب تو موضوع ہے مگر اس حدیث کا صحیح ہونا اس کے معنی ومفہوم کے لحاظ سے ثابت ہے اور اس حدیث کے معنی اور مفہوم کی شرافت وعظمت بھی دوسری حدیث تائید کر رہی ہے جس میں جنت کے پتوں پر کلمۂ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا لکھا ہوا ہونا ثابت ہے اور یہی کلمہ عرش پر لکھا ہوا ہونا ثابت ہے۔ اور اس موضوع اور مفہوم کی امام سیوطی نے مناقب اللالی اور اپنی تفسیر میں سورۂ الم نشرح کی تفسیر کے تحت شرح وبسط کے ساتھ اسکی صحت ومفہوم کی تائید کی ہے۔ اور ان احادیث کے بہت سے شواہد بیان کیے ہیں۔ مضمون نگار سے یہ مجموعی پانچ حدیثیں ہیں جو اپنی اپنی جگہ صحت وقوت کے ساتھ مدلل ومفسر ہیں اور ایک دوسرے کی موئید ہیں۔

(۱) لولا ھو ا ما خلقتك۔ اے آدم اگر انکو پیدا نہ کرنا ہوتا تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

(۲) لولاك لما خلقت الافلاك۔ اے محمد ﷺ اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو آسمان نہ پیدا کرتا۔

(۳) لولاك لما خلقتة الجنة۔ اے محمد ﷺ اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو جنت نہ پیدا کرتا۔

(۴) لولاك لما خلقت النار۔ اے محمد ﷺ اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو دوزخ نہ پیدا کرتا۔

(۵) لولاك لما خلقت الدنیا۔ اے محمد ﷺ اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو دنیا نہ پیدا کرتا۔

ان تمام احادیث شریفہ کے پیش نظر محدثین کرام نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ حدیثیں ایک دوسرے کی موئید ہیں ایک دوسری کو تقویت پہنچا رہی ہیں۔ ایک دوسری کا اثبات کر رہی ہیں لہٰذا محدثین کرام نے ان احادیثِ کریمہ پر مہر تصدیق فرما دی ہے۔

اگر صنعائی نے حدیث "لولاك لما خلقت الافلاك" روایۃً موضوع کہا ہے تو معناً صحیح کہا ہے۔

اگر ملا علی قاری نے ۔۔۔۔۔۔۔۔ روایۃً موضوع کہا ہے تو معناً صحیح کہا ہے۔

حاصل یہ کہ روایۃً بھی ان احادیث کی ثقاہت پر کلام نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اب تیسری بات یہ کہ ان احادیث کریمہ کو قران وسنت پر پیش کر کے اور دیکھ لیں وہاں سے کیا جواب ملتا ہے؟

سب سے پہلے ان احادیث شریفہ پر غور وتدبّر کریں کہ ان احادیث میں بیان کیا گیا ہے؟

سیدنا آدم علیہ السلام والی حدیث میں کچھ باتیں یہ ملتی ہیں جو آدم علیہ السلام کے واقعے کا عرق و عطر کے طور پر سامنے آتی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا آدم علیہ السلام پر غضبناک ہونا۔ ۲۔ آدم علیہ السلام کا خائف ہونا ۳۔ آدم علیہ السلام کا عاجز ہونا۔ ۴۔ آدم علیہ السلام کا عاجز ہوکر آپ ﷺ کا واسطہ دینا ۵۔ آپ ﷺ کے واسطے سے آدم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا رحمت ورافت اختیار فرماتے ہوئے ان پر ملتفت ہونا وغیرہ۔

دوسری بات یہ کہ جن کا واسطہ دیا گیا، جن کو وسیلہ بنایا گیا کیا بارگاہ خداوندی میں وہ اتنے وجیہ ہیں ؟ کیا انکی وجاہت بارگاہ خداوندی میں کامیاب ہونے کا استحقاق رکھتی ہے؟ اور کیا وہ خدا کے نزدیک اتنے محبوب ومقبول ہیں کہ انکا واسطہ، وسیلہ اور انکی وجاہت بارگاہ خداوندی میں کسی کے لیے رحمت و رافت، غفران ومغفرت کا ذریعہ بن سکے؟

ان سوالوں کے جوابوں کے لیے جب ہم قران مقدس پر نظر ڈالتے ہیں تو جواب۔ ہاں۔ میں ملتا ہے اور ایک ہی نہیں متعدد مقامات پر۔ ہاں۔ اور تصدیق ملتی ہے۔ مثلاً سورۂ نسا آیت ۶۴ ملاحضہ فرمائیں وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۔ اور جب ان لوگوں نے اپنی جان پر (نافرمانئ خداوندی کے سبب) ظلم کیا تو آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے اور آپ ﷺ بھی ان کے لیے مغفرت مانگتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان اور رحیم پاتے۔

اللہ تعالیٰ ہر جگہ، ہر موقعے اور مقام پر موجود ہے۔ مغفرت وبخشش اللہ تعالیٰ جب اور جہاں چاہے فرما سکتا ہے۔ مگر جب بارگاہ رسالت کی بات ہو تو معاملہ قدرِ مختلف ہوجاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش ومغرت، عطاؤنوں کا معاملہ زیادہ قوی بلکہ اقویٰ ہوجاتا ہے۔ یہی اعلان یہ آیت کریمہ کررہی ہے ۔اور یہی اعلان وہ حدیث قدسی کررہی ہے جس میں سیّدنا آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ کبریا میں نعت نبی پڑھتے ہوئے معافی کی درخواست عرض کی۔ اور پھر بطفیل منعوت نعت خواں سیّدنا آدم علیہ السلام کو معاف فرما کر دامن مراد بھر دیا گیا۔ اور یہ ایسی کوئی تعجب کی بات نہیں ہے جس پر چوں چرا کی جائے قران آپ نے سن لیا۔ اس آیت کریمہ کے علاوہ بہت سی آیتیں ہیں جو اس مفہوم وموضوع کا اثبات فرماتی ہیں اور حدیثیں بھی لاتعداد ولاتحصوہ ہیں۔ صحاح ستہ کے علاوہ بھی حدیث کی شاید ہی ایسی کوئی کتاب ہو جس میں اس حدیث قدسی "بحق محمد الا غفرت لی" کے شواہد ونظائر موجود نہ ہوں۔

دیگر احادیثِ مبارکہ اگر تلاش کرنا مشکل ہو تو "سنن دارمی شریف" کا شروع کا مطالعہ ہی کافی ہوگا کہ سنن دارمی شریف کی ابتدا ہی فضائل وخصائل محمدی ﷺ سے کی گی ہے۔ ونیز حدیث شفاعت جو تمام کتب احادیث میں موجود ہے اگر اسکا مطالعہ کیا جائے تو بھی اس حدیثِ قدسی کی تائید وتوثیق کے

لیے کافی ہے۔تبرکاً میں یہاں ترمزی شریف سے وہ حدیث شفاعت اختصار کے ساتھ نقل کرنے کی سعادت حاسل کرر ہا ہوں۔حدیث کہ ابتدا یوں ہے کہ حضرت ابوحرہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس گوشت لا یا گیا اس میں سے آپ ﷺ نے دست اٹھایا جو آپ ﷺ کو بہت مرغوب تھا، اسے آپ ﷺ نے دانتوں یا داڑھ سے توڑ کر کھاتے ہوئے فرمایا میں قیامت میں تمام انسانوں کا سردار ہونگا کیا تم جانتے ہو کہ کیوں؟ اس لیے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک ہموار میدان میں جمع فرمائے گا سب ایسے اکٹھے ہوں گے کہ پکارنے والے کی پکار سن سکیں اور دیکھنے والا دیکھ سکے۔اور سورج ان کے قریب کر دیا جائے گا تو لوگ ایسے کرب والم میں ہوں گے جس کی ان میں طاقت نہ ہوگی اور نہ وہ اس کا تحمل کر سکیں گے۔ چنانچہ تمام لوگ ایک دوسرے سے اپنی پریشانی بیان کریں گے اور کہیں گے کہ کیا تم یہ نا قابل برداشت دکھ نہیں دیکھتے؟ کسی شفارشی کی تلاش کیوں نہیں کرتے جو اللہ توالیٰ سے شفارش کرے کہ جلد حساب وکتاب کر کے ہمیں اس میدان حشر کی گرمی سے نجات دے۔اس پر وہ سب ایک دوسرے سے کہیں گے کہ؟ آدم علیہ السلام کے پاس چلو۔ چنانچہ تمام لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے کہ آپ ابوالبشر ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اس نے آپ میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں سے آپکو سجدہ کروایا۔آپ ہماری شفارش کریں تا کہ جلد حساب کر کے ہمیں اس میدان حشر کی گرمی سے نجات دے۔ کیا آپ ہماری یہ مصیبت نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں کہ کہاں تک پہنچ گی ہے؟

حضرت آدم علیہ السلام ان سے کہیں گے ۔ میرا پروردگار آج اس قدر غضبناک ہے کہ اتنا غضبناک نہ آج سے پہلے کبھی ہوا۔اور نہ بعد میں ہوگا۔اس نے مجھے ایک درخت سے منع کیا تھا مگر مجھ سے خطا ہو گئ تھی اس لیے مجھے اپنی فکر ہے اور نفسی نفسی کریں گے اور کہیں گے " **اذھبو الیٰ غیری** "، مجھے چھوڑ دو اور کسی اور کے پاس جاؤ۔تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔۔۔نوح علیہ السلام بھی نفسی نفسی کہیں گے اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے۔۔۔۔وہ بھی نفسی نفسی کہیں گے اور یہی کہیں گے مجھے اپنی پڑی ہے۔تم میرے سوا دوسرے کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے۔۔۔۔ وہاں سے بھی وہی جواب ملے گا جو آدم تا ابراھیم سے ملا تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام بھی وہی جواب دیں گے کہ آج کے دن میرا رب اتنا غضب ناک ہے کہ اتنا غضبناک نہ آج سے پہلے ہوا اور نہ بعد میں ہوگا۔ مجھے اپنی جان کی پڑی ہے۔تم مجھے چھوڑ دو اور میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاؤ تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ **فَیاتوُنَ**

محمد اً فَیَقُوْلُونَ یَا محمد اَنتَ رَسُول اللهِ وَ خَاتَم الاَنبِیاَ وَ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدّم مِن ذَنبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ اِشفَع لَناَ اِلیٰ رَبِّكَ اَلاَ تَرَ مَا نَحنُ فِیهِ"

تو تمام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیں گے (اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت) کہیں گے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آپ پر نبوت ختم ہوئی اور آپ ختم نبوت کی مہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے آپ ہی خدا سے ہماری شفارش کیجئے! ۔ نیز حدیثوں میں ہے جب شفارش کے لیے لوگ انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے تو تمام انبیاٗ علیہم السلام معذرت کرتے ہوئے فرمائیں گے۔ " اَناَ لَیسَ لھاَ" میں اس کام (شفاعت) کے لائق نہیں ہوں ۔ اِذھبواِلیٰ غَیرِی ۔ مجھے چھوڑ و اور میرے سوا کسی دوسر کے پاس جاؤ ۔ نفسی نفسی نفسی ۔ مجھے اپنی پڑی ہے ۔۔۔ مگر یہی لوگ جب بارگاہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر آپ کی نعت کے ترانے پڑھنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفاتیں بیان کرنے لگے تو دیگر انبیاٗ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح آپ نے یہ نہیں فرمایا انا لیس لھا ۔ میں اس لائق نہیں ہوں۔ بلکہ آپ نے فرمایا اَناَ لَھاَ ، اَناَ لَھا ۔ اس کام کے لیے میں ہوں ۔ بالفاظ دیگر اس کام کے لیے میں ہی ہوں! مطلب یہ کہ جو کام مخلوق خدا میں کسی سے نہیں ہو سکا اس کام کے لیے میں ہوں چنانچہ

فَاٰتِی تَحتِ العَرشِ فَاَخّرَ اسَاجِداَ لِرَبِّی ثُم یَفتَحُ الله عَلَیَّ مِن مَحَامِدہٖ وَ حسن الثَناَ عَلیهِ شَیّاً لَم یَفتَحه عَلیٰ احَد قَبلِی ثُمّ یُقَالُ یَامحمد اِرفَع رَآسِكَ سَل تُعطِه وِ اشفَع تَشفَعُ ۔ فَارفَعُ رَآسِی فَاَقُولُ یَارَبّی اُمّتِی یَارَبّی اُمّتِی یَارَبّی اُمّتِی فَیَقُولُ یَامحمد اُدخِل اُمّتِكَ مَن لاَ حاِسَبَ عَلَیۃ مِن الالبأَبِ الاَیمنِ مَن ۔ اَبوابِ الجَنّۃِ وَ ھُم شُرَ کَاَالنّاَسِ فَیَمن سِوآی ذاَلِكَ مِن الابوابِ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں عرش الٰہی کے نیچے آ کر سجدہ ریز ہو جاؤنگا اپنے رب کے لیے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی ثنا اور تعریف کے ایسے ایسے کلمات و الفاظ میرے دل اور ذہن میں القا کرے گا جن سے میں اس کی تعریف کروٗنگا اور وہ الفاظ و کلمات مجھ سے پہلے کسی کو بھی نہیں بتائے گئے ہیں (اور جب میرا سجدہ بہت طویل ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا غضب وغصہ رحمت و رافت میں تبدیل ہو جاے گا) تو وہ فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر اٹھاؤ مانگو، دیا جائے گا۔ شفاعت کروں گا قبول کی جائے گی ۔ تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا اے رب میری امت ۔ اے رب میری امت ۔ اے رب میری امت ۔ یعنی اے پروردگار میری امت کی حالت پر رحم فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیری امت کے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب نہیں انہیں جنت کے دروازوں میں سے داہنے دروازے سے جنت میں داخل

کردے۔جبکہ وہ جنت کے دوسرے دروازوں سے بھی جنت میں جانے کے قبول کی جائے گی تو میں اپنا سر اٹھاونگا اور کہونگا اے رب میری امت، اے رب میری امت، اے رب میری امت یعنی اے پرودگار میری امت کی حالت پر رحم فرما چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تیری امت کے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب نہیں انہیں جنت کے دروازوں میں سے داہنے دروازے سے جنت میں داخل کردے جبکہ وہ جنت کے دوسرے دروازوں سے بھی جنت میں جانے کے لیے لوگوں کے شریک ہیں چاہے جس دروازے سے جنت میں داخل ہو جائیں۔

راقم مضمون کا خیال ہے کہ وہ آیت مقدسہ اور یہ حدیث لکھنے کے بعد اولوالباب اور صاحب ایمان کے لیے اس حدیث قدسی کی مزید تائید وتوثیق کے لیے کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہیں۔کیوں کہ اس حدیث قدسی کے ردّ وقبول میں جو بات مانع ہوسکتی تھی اس کی وضاحت کافی وشافی ہوچکی ہے!

اس حدیث قدسی میں جو باتیں سامنے آئیں جن کا ذکر پچھلے صفحات میں ہوا۔مثلاً

۱۔ اللہ تعالیٰ کا آدم علیہ السلام پر غضب ناک ہونا۔

۲۔ آدم علیہ السلام کا خائف وعاجز ہونا۔

۳۔ آدم علیہ السلام کا وعاجز ہوکر" بحق محمد الا غرفت لی " کہنا۔یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا واسطہ دینا۔

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطے سے آدم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا رحمت ورافت کا نرم رویہ اختیار فرماتے ہوئے آدم علیہ السلام پر ملتفت ومتاب ہونا۔ونیز۔

۱۔ یہ کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اتنے وجیہ ہیں کہ بارگاہ خداوندی میں آدم علیہ السلام نے آپکا واسطہ دیا۔

۲۔ اور کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہ وجاہت بارگاہ خداوندی میں وسلیلہ دیئے جانے کا استحقاق رکھتی ہے؟

۳۔ اور کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدا کے نزدیک اتنے محبوب ہیں، اتنے مقبول ہیں کہ انکا واسطہ، وسیلہ اور انکی وجاہت بارگاہ خداوندی میں کسی کے لیے رحمت ورافت، الطاف وغفران، اور مغفرت کا ذریعہ بن سکے؟

ان تمام باتوں کا جواب اس آیت مقدسہ۔اور اس حدیث شفاعت میں موجود ہے۔دیکھنے والے کی آنکھ اور دل پر منحصر ہے کہ اسے کیا نظر آتا ہے؟

اس حدیث شفاعت میں انبیا علیہم السلام سے لیکر تمام بنی آدم کا۔(۱) پریشان (۲) مجبور (۳) عاجز (۴) خائف اور اللہ تعالیٰ کا غضبناک ہونا نظر آرہا ہے۔(واضح رہے کہ اسی دن اللہ تعالیٰ ظالم، جابر

، بادشاہوں اور انسانوں سے غضب ناک ہو کر فرمائے گا۔ "لمن الملك اليوم" آج حکومت، بادشاہت، امارت کس کے لیے ہے"؟)

اور پوری خلق خدا ہر نبی رسول کو بارگاہ خداوندی میں واسطہ وسیلہ بنا رہی ہے۔(یہ بات الگ ہے کہ اس دن خود انہیں ذات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسطے، وسیلے کے سوا چارہ نہیں) اور ہر نبی رسول خود خوفزدہ اور عاجز نظر آرہے ہیں۔ ہر نبی رسول مخلوق خدا کو اپنے سے بعد والے نبی رسول کی طرف بھیج رہا ہے کہ میں تو شفاعت میں تمھاری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔شاید میرے بعد والا تمھاری کوئی مدد کر سکے۔شاید میرے بعد ولا نبی بارگاہ خداوندی میں تمھارا وسطہ وسیلہ بن سکے۔انجام کار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا واسطہ، وسیلہ، آپ ہی کی وجاہت بارگاہ خداوندی میں رحمت ورافت، الطاف وغفران کا ذریعہ بنی۔اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہی غضب الٰہی کو فرو کرنے کا سبب اور وسیلہ بنی۔آپ کہ ہی وجہ سے آدم علیہ السلام تا تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سکون و راحت بھری سانس لے سکے۔اور آپ ہی کی وجہ سے تمام بنی نوع انسان اس دن کی ہولنا کی سے گلوخلاصی کرا پائے۔اتنا سب کچھ نظارۂ قیامت اور شان محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حدیث شفاعت کے ذریعے دیکھنے کے باوجود بھی کوئی نہ مانے اور یقین نہ کرے کہ وہ حدیث قدسی "بحق محمد الا غرفت لی" تسلیم نہ کرے تو یہ اسکی اپنی قسمت! آخرت میں روز قیامت تو ابوجہل اور ابولہب بھی مان لے گا کہ یہ دنیا" آخرت" احوال قیامت، جنت دوزخ، جزا و سزا، کا مقصد و مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو شان محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام خلائق کو دکھانا مقصود ہے وبس۔مگر اس وقت کا ماننا کچھ نفع نہ دئے گا۔دنیا میں ماننا۔اور بغیر دیکھے ماننا ہی مفید و منفع ہے۔اسی کا نام ایمان بالغیب ہے۔اور غالباً اسی حدیث شفاعت اور ایسی ہی حدیثوں اور آیتوں کے پیش نظر امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے ؎

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

یہ ہے ناعت پر فیضان منعوت۔جس کی ابتدا دنیا میں آدم علیہ السلام نے یہ نعت "بحق محمد الا غرفت لی" کہہ کر کی۔اور جواب میں فیضان منعوت کے طور پر من جانب اللہ رحمت ورافت، الطاف و غفران کی نعمت سے فیضیاب ہوئے۔اور اسی حدیث شفاعت کے بموجب؟ آخرت میں بھی نعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی فیض یابی، کامیابی اس دن کی ہولنا کی اور دخول جنت کا سبب، ذریعہ اور واسطہ و وسیلہ ہوگی۔کیوں ؎

تیری نعلینِ مُقدس سے رسولِ عربی
بیضۂ بُوم بھی پھوٹے تو ہُما پیدا ہو

❁❁❁

سید اقبال حیدر (ہیوسٹن)

انسانِ کامل ﷺ کاذِکرخیر

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے محمد ﷺ پر قران پاک نازل کیا اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔ اسے ہر اعتبار سے درست بنایا تاکہ وہ ﷺ اللہ کے شدید عذاب سے ڈرائیں اور ان مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں خوشخبری دیں کہ ان کے لیے بہت اچھا اجر (جنّت) ہے۔ اور درود وسلام ہو اس ذاتِ ستودہ صفات پر جو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ جو اللہ سے ڈرنے والوں کے امام اور اس کی سیدھی راہ پر چلنے والوں کے لیے رہبر اور نشان راہ ہیں۔ درود وسلام ہو ہمارے آقا محمد ﷺ پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے واضح دلائل، قطعی حجتیں اور روشن نشانیاں دیکر بھیجا جنہوں نے سوئی ہوئی مخلوق کو جگایا اور لوگوں کو انکی گم راہی سے آگاہ کیا جنکی رسالت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اندھی آنکھوں کو روشنی دی۔ بہروے کانوں کو قوت سماعت دی اور بند دلوں کو وا کیا جن کی رسالت کے ذریعے زمین پر پُرنوُر ہوئی اور دلوں میں الفت پیدا ہوئی جنکی دعوت ان اقطار عالم تک پہنچی جہاں آفتاب کی روشنی پہنچی اور جنکا دین وہاں تک پہنچا جہاں لیل ونہار کی گردش پہنچی۔

اللہ تعالیٰ نے رسالت کا بارگراں اٹھانے کے لیے آپ ﷺ کو جسمانی، عقلی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے مکمل نمونہ بنایا تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔ مومنوں! اللہ کے رسول ﷺ تمھارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ یعنی زندگی کے کسی بھی میدان میں آگے بڑھنے کے لیے اہل ایماں کو نبیِ کریم ﷺ کی ذات سے ہی روشنی حاصل کرنی چاہیئے کیوں کہ ہمارے آقا محمد ﷺ کے اندر وہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم پائی گئیں جن کے پائے جانے کے بعد ہی کسی کو ''انسان کامل'' کہا جاسکتا ہے۔ یعنی وہ جسم اور شکل وصورت، حسن سلوک، اخلاقِ حمیدہ، اونچے اقوال، پاکیزہ گفتگو اور پاکیزہ اعمال و کردار تمام کے اعتبار سے کامل ہیں اس بارے میں علامہ ماوردی کے کلام سے استفادہ کرکے رسول اکرم ﷺ کی خصوصیات اور کمالات سے متعلق چند باتیں پیش خدمت ہیں۔

(ا) کمالِ شکل وصورت اور کمال جسمانی کے لیے چار اوصاف کا اعتبار ہوتا ہے۔

ا۔ چہرہ ایسا پرسکون اور پُراطمنان ہو کہ دیکھنے والے پر پہلی نظر ہی میں ایسی ہیبت طاری ہوجائے

کہ وہ احترام و تعظیم کے لیے اپنے آپ کو مجبور پائے۔ آپ ﷺ سراپا تواضع اور نرم خو انسان تھے۔ لیکن کِسریٰ کے قاصدوں کے دل آپ کی ہیبت سے ہل گئے اور انکی آنکھیں آپ ﷺ کے رعب و دبدبے سے جھک گیئں۔

۲۔ چہرے پر محبت و بشاشت کے ایسے آثار ہوں جو چہرے والے کے لیے خلوص و محبت اور صدق وصفا کی دعوت دیں۔ نبیِ کریم ﷺ نہایت ہر دل عزیز اور محبوب شخص تھے۔ آپ ﷺ کے صحابی نے آپ سے دوری اختیار نہیں کی۔

۳۔صورت اتنی جاذب نظر اور دل پزیر ہو کہ اس پر جسکی بھی نظر پڑے اس کا اسیر و تابع فرمان بن جائے۔ آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک دلوں پر ایسا اثر کرتا تھا کہ آپ ﷺ کا بڑے سے بڑا دشمن بھی دل ہار بیٹھتا اور آپ ﷺ کی مصاحبت اختیار کر لیتا تھا۔ اس نعمت سے وہی محروم رہتا تھا جسکی آنکھوں پر حسد وعناد کا دبیز پردۂ پڑا ہوتا تھا اور جس کے لیے بدبختی لکھ دی گئ ہوتی تھی۔

۴۔آپ ﷺ کو دیکھ کر لوگوں کے دل از خود پیروی کرنے پر آمادہ ہو جائیں اور باوجود تکلیفوں اور صعوبتوں کے بچھڑنے کا کبھی بھی نہیں سوچیں۔صحابۂ کرام کی مثال سامنے ہے۔

(ب) کمال اخلاق کریمانہ کے لیے چھ چیزوں کا اعتبار ہوتا ہے۔

ا۔آدمی بڑی عقل، گہری فکر، صحیح رائے اور سچی فراست رکھتا ہو۔ نبیِ کریم ﷺ میں یہ خصوصیات بدرجۂ اکمل موجود تھے۔ کبھی کوئی دشمن آپ ﷺ کو غافل کر کے دھوکہ نہیں دے سکا۔

۲۔آدمی مصائب و شدائد میں ثابت قدمی۔صبر۔کبھی قدموں میں لغزش نہ آئے اور ہمت نہ ہارے۔آپ ﷺ اس کی مثال آپ تھے۔

۳۔آدمی دنیا کی لالچ سے دور اور زہد و قناعت کی دولت سے مالا مال ہو۔آپ ﷺ دنیا کی رنگینیوں اور لذتوں کے بھی اسیر نہیں ہوئے۔طویل علاقے زیرِ نگیں آئے لیکن ان سے حاصل اموال آپ ﷺ کے لیے بے وقعت تھے۔ چنانچہ نہ آپ نے انہیں جمع کیا نہ ہی کوئی مال ومتاع اولاد کے لیے چھوڑی ۔تاکہ وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد دنیاوی عیش و آرام میں مبتلا نہ ہو جائیں۔آپ ﷺ نے ساری زندگی تنگ دستی میں بسر کی۔

۴۔آدمی ارد گرد کے لوگوں سے تواضع سے پیش آئے آپ ﷺ کا صحابۂ کرام سے سلوک ایسا ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی فطرت ہی ایسی بنائی تھی کہ اخلاق کریمانہ اور عظیم شرافتِ نفس کی تمام باتیں آپ ﷺ کے مزاج میں رچی بسی تھیں۔

۵۔آدمی نہایت پُروقار اور حلیم و بردبار ہو جو ہمارے آقا ﷺ تمام و کمال تھے۔آپ طیش میں کبھی آپ سے باہر نہیں ہوتے تھے۔آپ اپنی امّت کے لیے نہایت مہربان اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق لے لیے بیحد ہمدرد تھے۔

٦۔نبی کریم ﷺ میثاق کی شدید پابندی کرتے تھے اور وعدہ وفا کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ دوسرا فریق جب عہد توڑتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو بھی انہیں جیا معاملہ کرنے کی اجازت ملی۔

(ج) بلند اقوال اور پاکیزہ گفتگو والا ہونے کے لیے آٹھ باتیں ضروری ہیں۔جو تمام آپ ﷺ میں تھیں۔

۱۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی شخص یا مدرسے میں کوئی کتاب نہیں پڑھی اور نہ کوئی علم سیکھا لیکن آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حکمت و دانائی سے نوازا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ دنیا والوں کے سامنے علوم حکمت کے خزانے لٹائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صاف ذہن، کشادہ سینہ اور کھُلا دل عطا کیا تھا۔آپ ﷺ وہ تمام باتیں کیں جو اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ وحی انبیائے کرام اور اقوام عالم کی خبریں بتائیں اور پوری امانت کے ساتھ من وعن دنیا والوں کے سامنے پیش کردیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے جو شریعت عطا کی اسے پوری صراحت وضاحت کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

۴۔ صلہ رحمی آپ ﷺ اور کمزوروں اور یتیموں کے ساتھ ہمدردی و مہربانی کا برتاؤ آپ ﷺ کی عادت کریمانہ تھی کیونکہ آپ ﷺ تہذیب وشائستگی اور اخلاق حمیدہ کی بلندیوں پر فائز تھے۔

۵۔ آپ ﷺ ہر سوال کا نہایت سلجھا ہوا اور واضح جواب دیتے اور بحث ومجادلے میں کوئی آپ ﷺ کو عاجز نہیں کرسکتا تھا۔

٦۔ آپ ﷺ اسلام آنے سے پہلے جوانی میں ہی صادق اور امین کے نام سے مشہور تھے۔ چنانچہ اسلام آنے کے بعد آپ کی تکذیب بہت مشکل تھی مگر صرف حسد اور عناد کی بنیاد پر کی گئی۔

۷۔ آپ جوامع الکلم تھے نہ گفتگو لمبی فرماتے نہ ایسی ناقص کہ مقصد واضح نہ ہوسکے۔

۸۔ آپ سب سے زیادہ فصیح تھے۔بات ہمیشہ جامع ،مختصر اور تکلف وتصنع سے سے پاک ہوتی تھی۔

(د) اچھے افعال اور عمدہ کردار کے لیے بھی آٹھ صفات کا اعتبار ہوتا ہے۔

(۱) آپ ﷺ نے حسن سیرت اور سچی سمجھ اور صحیح تدبیر کے ذریعے دنیائے عرب کے پرانے محاورات واطوار تبدیل کئے اور جاہلیت کی ظلمتوں سے نکال کر اسلام کی روشنی دکھائی۔

(۲) قبائل عرب کو دائرۂ اسلام میں لانے کے لیئے نہایت حکمت، بالغ نظری سے کام لیا اور دعوت کو لیکر آگے بڑھے۔ شرک و بت پرستی کا خاتمہ ہوا۔ اور دین اسلام کا بول بالا ہو گیا۔

(۳) آپ ﷺ نے ہمیشہ اعتدال اور میانہ روی کو اختیار کیا اور کہا کہ اسی میں امّتِ مسلمہ کی بھلائی ہے۔

(۴) آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کو نہ محض دنیا داری کی تعلیم دی اور نہ صرف تارک الدنیا ہونا سکھایا بلکہ دنیا اور آخرت دونوں میں توازن آختیار کرنے کے لیے دونوں کو ساتھ لے کر چلنے کا طریقہ سکھایا۔ ’’ فرمایا دنیا بہترین سواری ہے تم اس کے ذریعے سفر بناؤ تا کہ یہ تمھیں آخرت کی کامیابی تک پہنچا دے‘‘۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جن احکام و شرائع کا پابند بنایا ہے آپ ﷺ نے امّت کو پوری وضاحت سے بیان کر دیئے۔ اور ایسے اصول وضوابط واضح کر دیئے جو رہتی دنیا تک انسانوں کی شرعی ضرورت پورا کریں گے۔

(۶) آپ ﷺ نے دشمنانِ اسلام کے خلاف علَمِ جہاد بلند کیا اور اسلام کے زیر نگیں علاقوں میں شریعتِ اسلامیہ اللہ کی تائید و نصرت سے نافذ کی۔

(۷) آپ ﷺ شجاعت میں اپنی مثال تھے۔ خود بھی جنگوں میں شریک ہو کر دادِ شجاعت دیتے تھے۔

(۸) آپ ﷺ جود و سخا میں سب سے آگے تھے، بخل جیسی عادت سے یکسر عاری تھے۔ آپ ﷺ نے رب کی رضا کے لیے ہر چیز اسکی راہ میں خرچ کر دی۔ کوئ چیز اپنے لیے باقی نہیں رکھی۔ وفات پائی تو آپ کا ذِرَہ ایک یہودی کے پاس تین کلو جو کے عوض رَہَن رکھا تھا۔

ان نکات سے یہ بات پوری طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ ہمارے نبیِ کریم ﷺ کے اندر وہ تمام خوبیاں بدرجۂ اَتم موجود تھیں۔ جن کی بنا پر کسی کو انسانِ کامل کہا جا سکے۔ چنانچہ آپ ﷺ بلا شک وشبہ ’’ انسانِ کامل ‘‘ تھے۔

کاش ہم زندگی کے ہر میدان میں ان کی ذات سے روشنی حاصل کر کے فلاح دارین حاصل کریں۔ آمین

اس تحریر کے لیے اِستفادہ امام محی الدین ابن القیم الجوزی کی کتاب ’’**جلاُ الافھام فی فضل الصلوٰۃِ والسلام** ‘‘ کے اردو ترجمہ ’’رسول اکرم ﷺ پر درود و سلام‘‘ کے مضامین سے لیا گیا ہے۔ جس کے مترجم محمد فضل الرحمٰن ندوی ہیں۔

❁❁❁

ڈاکٹر عزیز احسن (کراچی)

مظفر وارثی کا حمدیہ آہنگ

حمدیہ شاعری کا قدیم دور بیانیہ شاعری کا دور تھا جس میں ربّ ذوالجلال والاکرام کی حمد و ثناء کو مظاہر کائنات کی روشنی میں منظوم کر دیا جاتا تھا یا عجز بیان کا تاثر ابھارا جاتا تھا۔ تصوف کی روایت سے منسلک شاعری میں البتہ دوروں بینی کی روش عام تھی جس میں بندے کا تعلق مع اللہ کا احساس جلوہ گر ہوتا تھا۔ پھر بھی تمام متصوفانہ شاعری کو حمد کا نام دینا ذرا مشکل ہوتا تھا۔ اللہ رب العزت کی تعریف ویسے بھی انسان کے بس کی بات نہیں ہے اس لیے بیشتر شعراء تو حیرت و استعجاب میں ڈوب ڈوب جاتے تھے۔ مثلاً خسرو نے کہا:

ما ایم و تحیر و خموشی　　و آفاق ہمہ بگفتگو یت

ہم تو حیرت و استعجاب کے زیر اثر خاموش ہیں جبکہ تمام کائنات تیری ہی گفتگو (یا تذکرہ) کر رہی ہے۔

اردو میں ایسی شاعری جس میں شاعرانہ اپیل بھی ہو، ادبی اسلوب بھی ہو اور تفہیم یا ابلاغ کے زاویے سے سہل بھی ہو بہت کم ہوئی تھی۔ مروج شعری رویوں اور عصری تقاضوں سے ہم رنگ شاعری تو حمدیہ شعری کاوشوں میں خال خال ہی ہو سکی تھی۔

مظفر وارثی کا حمدیہ شعری مجموعہ ''الحمد'' بہر حال ایسی شاعری پر مشتمل ہے جس میں بیشتر حمدیہ شاعری، جدید لب و لہجے، منفرد آہنگ اور متنوع خیالات کی وجہ سے مافیہ و اسلوب (Content and Style) دونوں اعتبارات سے قابل قدر اور لائقِ توجہ ہے۔

مظفر وارثی کی شاعری میں مترنم بحروں، صوتی مناسبتوں، لفظیاتی نغمگی کے التزام اور معنوی بوقلمونی سے ایک صحیفہ عقیدت بھی وجود میں آیا ہے اور رنگا رنگ فنی نگارخانہ بھی۔ مظفر کے ہاں عظمت رب کائنات کا ادراک، حمد و ثناء، شکر و سپاس، تعلق مع اللہ، احساس عجز، کا سمک وژن اور متصوفانہ تفہیم توحید کے مختلف رنگوں کے ساتھ ظاہر ہو کر ایک طیف (Spectrum) بنا رہا ہے۔

حمدیہ شاعری اس لیے مشکل ہوتی ہے کہ شاعر کے سامنے صرف مظاہر کائنات اور دین کی عطا

کردہ معلومات تو ہوتی ہیں لیکن محبوب حقیقی کا سراپا نہیں ہوتا۔ سراپا ہو بھی کیونکر کہ اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات تشبیہہ سے پاک ہے۔ اگر کوئی سراپا تصور کی گرفت میں آ جائے تو وہ تشبیہہ کی صورت میں ہوگا جو بندے کا خالق نہیں بلکہ اس کی مخلوق ہوگا جو تصورِ تنزیہہ کے سراسر منافی بھی ہے اور شرک تشبیہ سے آلودہ بھی۔ مظفر وارثی خالق ہستی کے ادراک سے اس طرح اظہار عجز کرتے ہیں۔

مقام اس کا شعور و مثال سے بھی پرے
وہ ہے رسائی لفظ و خیال سے بھی پرے

شاعر کا اپنا ایک ذہنی کلچر ہوتا ہے جس کے سہارے وہ اپنے لاشعور میں پوشیدہ تہذیبی اور ثقافتی سرمائے کی روشنی میں صوت وصدا اور حرف ونوا کی زبان میں تمثال آفرینی سے مجرد (Abstract) خیال کو تجسیمی (Concrete) شکل دے دیتا ہے جس سے بیان میں خوبصورتی اور ابلاغ میں سہولت ہو جاتی ہے۔ تمثال آفرینی (Imagery) کا یہ عمل مجرد خیالات کو شعری پیکر میں متشکل کر دیتا ہے۔ مظفر وارثی حمد کہہ رہے ہیں تو ان کے تحت الشعور سے مسجد کی تمثال شعور میں آئی اور ایک خوبصورت امیج بنا گئی۔

مسجد الفاظ میں بھی دے رہا ہوں میں اذاں
میرا فن، میرا ہنر، میرا ادب تیرے لیے

مظفر وارثی کی شاعری میں ایک کاسمک وژن (Cosmic Vision) بھی ملتا ہے۔ یہ کاسمک وژن سائنسی کاسمک وژن سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ سائنس داں اور شاعر کا فرق یہی ہے کہ سائنس داں کائنات کا وجود، مادے کی جزئیات کے ساتھ دائرۂ تحقیق میں لاتا ہے اور کائنات میں کارفرما مختلف قوانین کو سمجھتا ہے لیکن مادی کائنات کو مابعد

الطبیعاتی پیمانوں سے نہیں دیکھتا جبکہ شاعر کائنات کی تمام جزئیات کو احساسات کی سطح پر دریافت کر کے اس میں مابعد الطبیعاتی عنصر شامل کرتا ہے اور کائنات کے ذرے ذرے کو زبان دے دیتا ہے۔ مظفر وارثی کی امیجری اور ان کے کاسمک وژن کی صباحت درج ذیل شعری نمونوں میں ملاحظہ فرمائیے:

دنیائے رنگیں کی دلہن جاتے لمحوں کی ڈولی میں
شبنم کی ابرق پھولوں پر موتی دریا کی جھولی میں
یہ کس کی مینا کاری ہے! کون ایسی خوبیوں والا ہے؟
بندو! اللہ تعالیٰ ہے

زمین تیرہ کے منھ سے لگا دیا تونے
مہ و نجوم بھرا آسمان کا پیالہ

مظفر وارثی کا کا سمک وژن ان کو مظاہر کائنات کا اس طرح مشاہدہ کرواتا ہے کہ ہر نفس رب ذوالجلال کی قدرت وعظمت کا اثبات ہونے لگتا ہے۔

کوئی مقصود نہیں تیرے سوا　　خوشبوئیں روشنیاں رنگ ہوا
خامشی قہقہے الفاظ نوا　　چاندنی دھوپ ستارے شبنم
زندگی حسن نظارے موسم　　فانی چیزوں کی طلب فانی ہے
اک تری ذات ہے برحق مولا　　تو ہے بس عشق کے لائق مولا
کوئی مقصود نہیں تیرے سوا

......یا......

یہ بستیاں یہ صحرا یہ کوہ یہ سمندر
رنگوں کا یہ تبسم ہریالیوں کے اندر
فطرت کے ہیں نمونے
کیا کیا بنائے تونے
نقش ونگار عالم
پروردگار عالم
ہر سحر پھوٹتی ہے نئے رنگ سے
سبزہ و گل کھلیں سینۂ سنگ سے
گونجتا ہے جہاں تیرے آہنگ سے
جس نے کی جستجو مل گیا اس کو تو
سب کا تو رہ نما اے خدا اے خدا
رنگ خوشبو روشنی صحرا سمندر کوہسار
لالہ وگل ماہ و انجم برق و باراں برگ و بار
تیری صناعی کے شاہد تیری قدرت کے امین
یا شفیق و یا رفیق نحن من کل یقین

گل میں خوشبو تری سورج میں اجالا تیرا
پائے ہر شے میں تجھے ڈھونڈھنے والا تیر
ذہن و دل سے اک پردہ سا ہٹتا جائے
اوراق روز و شب وقت پلٹتا جائے
پڑھتا جاؤں قدرت کا رنگین مجلہ
اللہ ہی اللہ
ہے بس یارو
اللہ ہی اللہ
دنیا اک شہکار ہے مولا کی ندرت کا
کرتے ہیں اعلان سبھی اس کی قدرت کا
مٹی پانی آگ ہوا پھل میوے غلہ
اللہ ہی اللہ
ہے بس یارو
اللہ ہی اللہ

درج بالا شعری مثالیں ایک طرف تو کا سمک وژن کی شاعرانہ تمثال نگاری کی اچھی مثالیں ہیں دوسری طرف صوتی حسن اور حروف کی منبت کاری کا نمونہ بھی ہیں۔

مظفر وارثی چوں کہ ایک سلسلہ تصوف سے منسلک ہیں۔ اس لیے خاصی حد تک وحدت الوجودی فکر ان کے نگارخانہ شعر میں منعکس ہو رہی ہے۔ اللہ ربّ العزت کی ذاتِ کائنات کی تخلیق اور ذی روح مخلوقات کی پیدائش سے بھی قبل موجود تھی اور اُس کی ذات میں کلیت کے تمام سامان موجود تھے۔ وجود آدم و کائنات اللہ ربّ العزت کی ذات سے باہر نہ قبل از ظہور تھا نہ بعد از ظہور ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کل کو محیط تھی، ہے اور رہے گی اور اُس کی ذات میں کوئی خلاء نہ پہلے تھا نہ اب ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات میں خلا تسلیم کر لیا جائے تو تصور رب ناقص ٹھہرتا ہے۔ کائنات تمام مخلوقات کے ساتھ، اپنا وجود پانے (یا ظاہر کرنے) سے قبل بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کا حصہ تھی اور ظاہر ہو کر بھی اسی ذات میں سمائی ہوئی ہے۔ اگر یہ تصور کیا جائے کہ کائنات کو مکان (Space) فراہم کرنے کے لیے اللہ رب العزت نے کوئی خلاء پیدا کیا اور پھر اس کائنات کو وہاں رکھ دیا تو یہ بات بھی تسلیم کرنی پڑے گی کہ نعوذ باللہ یہ کائنات اپنے

خالق کے احاطۂ قدرت سے باہر آ گئی۔ یہ تصور خالق کائنات کا ناقص تصور ہے۔ امر کن سے تو اللہ رب العزت نے ان صورتوں یا اشیاء کو، جو ان کے علم میں تھیں (اعیان ثابتہ یا صُوَرِ عِلْمِیّہ) حکم اظہار تشخص دیا تھا۔ اپنے اپنے وجود کے ساتھ ظاہر ہونے کا اشارہ فرمایا تھا۔ ان حقائق کی روشنی میں ذرا درج ذیل شعری حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

ملک عدم موجود ہے اس میں
ہر اک حد محدود ہے اس میں
یہ کثرت یکتا کے لیے ہے
ہر اول سے پہلے ہر آخر کے بعد
جتنا ظاہر ہے اتنا پوشیدہ ہے
ماورائے عدم و ہست ہے ہستی تیری
بے نشانی میں بھی تیرا ہی نشاں دیکھا ہے
اے خدا اور بھی پختہ ہوا ایماں میرا
نگہ غور سے جب سوئے جہاں دیکھا ہے
دیتا ہے اپنے عشق کی توفیق بھی وہی
گم ہیں جو اس کی ذات میں مظہر اسی کے ہیں

اللہ تعالیٰ کے محیط کل ہونے کا یقین مظفر وارثی کے اشعار میں جگہ جگہ جلوہ نما ہے:

نہ میں نکل سکوں تری حدود سے نہ کر سکوں جدا عدم وجود سے
ہر ایک شے ہے جب فنا کی منتظر میں عرصہ بقا کہاں سے لاؤں گا

کائنات کے آئینے میں اللہ رب العزت کی ذات منعکس ہے لیکن مظاہر کائنات کی کثافت ہی آئینے میں نظر آ رہی ہے۔ جو ہر آئینہ کو عام زندگی میں بھی نہیں دیکھا جاتا ہے۔ محض آئینے میں نظر آنے والی اشیاء اور صورتیں ہی دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس نکتے کو مظفر وارثی نے کس خوبی سے شعری پیکر میں ڈھالا ہے:

کون مظفر دیکھ سکا آئینے کو
جو کچھ آئینے میں ہے وہ دیکھا ہے

علامہ رزمی جے پوری مرحوم نے ایک مرتبہ مجھے بتایا تھا کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے عدد کی تعریف یہ کی ہے کہ ''عدد اپنے طرفین کے مجموعے کا نصف ہوتا ہے۔'' مثلاً ایک اور تین کا مجموعہ چار ہوا

اور دو ان کے درمیان آیا چنانچہ ایک اور تین کے مجموعے کا نصف دو ہو گیا۔ اس طرح دو ''عدد'' ہے۔ میں نے عرض کیا جناب اس تعریف کی رو سے تو ''ایک''، عدد کے ذیل میں آتا ہی نہیں۔ فرمایا یہی نکتہ تو سمجھانا مقصود تھا کہ ''ایک''، عدد نہیں ہے لیکن تمام اعداد میں شامل ہے۔ وحدت الوجودی فکر کے صوفیاء اس نکتے کو اپنے مسلک کی تشریح کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ اس پس منظر میں ذرا درج ذیل شعر ملاحظہ فرمائیے:

خدا ہے ایک مگر ایک کی بھی حد میں نہیں
اکائی اس کی کسی زمرۂ عدد میں نہیں

مظاہر کائنات کا مشاہدہ کر کے توحید کا اثبات کرنے اور کاسمک وژن کے سہارے شعر کہنے کی اہمیت اور جمالیات اپنی جگہ لیکن اس قسم کی شاعری میں شاعر کی ذات کا تداخل اتنا نہیں ہوتا جتنا اس شعری میں ہوتا ہے جو شاعر اپنی ذات کے عرفان کے ساتھ کرتا ہے۔ شاعر جب اپنی ذات کے تناظر میں رب کائنات کی عظمتیں سمجھنا چاہتا ہے تو شعر میں اس کے شدید احساسات کا برجستہ اظہار (بقولِ ورڈز ورتھ (Spontaneous overflow of powrful feelings) ممکن ہوتا ہے، مثلاً مظفر وارثی کہتے ہیں:

اس برف سی جاں کو بھی پگھلتے ہوئے دیکھوں
دریوزہ گر شعلہ دیدار ہوں مولا
ہر ایک سانس سے آواز آ رہی ہے تری
مرا دھڑکتا ہوا دل پیام تیرا ہے
رات کے پچھلے پہر جب بھی کروں یاد تجھے
اپنی تنہائیوں کو روشنی کرتے دیکھوں
کیسے ہو سکتا ہے مجھ سے منحرف اک سانس بھی
وقف میں نے کر دیا ہے خود کو جب تیرے لیے

شاعر کو جب ربِّ کائنات کی عظمتوں کا ادراک ہوتا ہے اور خود اپنی ذات پر اللہ تعالیٰ کی عنایتوں اور بے کراں الطاف کا احساس ہوتا ہے تو اس کے لبوں پر شکر و سپاس کے کلمات آنے لگتے ہیں۔

جو ملے حیات خضر مجھے اور اسے میں صرف ثنا کروں
ترا شکر پھر بھی ادا نہ ہو ترا شکر کیسے ادا کروں

ترے لطف کی کوئی حد نہیں گنوں کس طرح کہ عدد نہیں
نہیں کوئی تیرے سوا مرا کسے یاد تیرے سوا کروں

کیوں بارگاہ حق میں نہ ہوں سر بسجدہ ہم
احسان جس قدر بھی ہیں ہم پر اسی کے ہیں

مظفر وارثی کی شاعری میں تلمیحات کا برجستہ استعمال ان کی روایت آ گاہی کی دلیل بھی ہے اور شعری جمالیات سے ہم آہنگ ہنرمندی کی عکاس بھی مثلاً:

اک سوت کی انٹی مرے سانسوں کا اثاثہ
اور یوسف ہستی کا خریدار ہوں مولا

اسی طرح مظفر کے ہاں غزل کی بھرپور روایات جھلک رہی ہیں۔ غزل کا تیکھا پن محبوب سے براہ راست یا بالواسطہ نسیم صبح کے لہجے میں تخاطب، ایمائیت، احساس کی نرمی، لفظوں کی صباحت، تراکیب کی برجستگی، قوافی کا برمحل استعمال، جذبات کی شدت اور لفظیات کی طرفگی، مظفر وارثی کی حمدیہ غزلوں میں نمایاں ہیں۔

یہ آب و گل یہ خلق یہ منظر اسی کے ہیں
اس کی جسے طلب ہے مقدر اسی کے ہیں
دیتا ہے اپنے عشق کی توفیق بھی وہی
گم ہیں جو اس کی ذات میں مظہر اسی کے ہیں
چشم ظہور، تحت الشعور ہو نور نور تجھ سے
تیرانصاب، حکمت مآب، رحمت صفات تیری
لیل و نہار پت جھڑ بہار سجدہ گزار تیرے
یہ رنگ روپ یہ تیز دھوپ یہ چاندرات تیری
ٹانکے سے لگاتا ہے ترے عفو کا ریشم
ہر دامن عصیاں کا رفو بول رہا ہے
مرے ایک دامن عمر میں ہیں نہ جانے کتنی ندامتیں
مرا خاتمہ بھی بخیر ہو یہی رات دن میں دعا کروں

آج کی شعری لغت میں بہت معمولی اور بظاہر غیر شاعرانہ الفاظ اس قدر شعری قوت اور بنت کی نفاست کے ساتھ استعمال ہو رہے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ مظفر وارثی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اپنی شعری لغت کی ندرت حمد و نعت میں بھی ظاہر کرتے ہیں، مثلاً:

سیاہیِ غم دل میں چمک کا طالب ہوں
ہر احتیاج میں اس کی کمک کا طالب ہوں

کمک کے قافیے کا تناظر ملاحظہ فرمائیے کس جہان سے کس جہان کی تخلیق میں یہ لفظ ممد ہوا ہے:

سچائی وردی طاقت کی　　نیکی پگڈنڈی جنت کی
سجدہ سیڑھی ہے رفعت کی　　تقویٰ ہے پگڑی عظمت کی
دھن سے ہو کب اونچا بندہ　　اے مالک میں تیرا بندہ

نظم کے اس بند میں ''وردی''، ''سیڑھی'' اور ''پگڑی'' جیسے الفاظ کا برجستہ استعمال اور پھر شاعرانہ کمال ملاحظہ فرمائیے کہ الفاظ اپنی انفرادی حیثیت سے جدا ہوئے بغیر معنوی سطح پر مثبت کاری کے ہنر کی طرح ابھرا بھر کر سامنے آرہے ہیں۔

اچھوتے قوافی بنانا اور ان میں معنوی چکا چوند پیدا کرنا مظفر وارثی کے ہنر کا خاصہ ہے۔

تاریخ بھی میری نہیں پہچانتی مجھ کو　　کیسا میں یہ جغرافیہ بردار ہوں مولا

جغرافیہ بردار کی ترکیب میرے خیال میں حمدیہ شاعری میں صرف مظفر نے استعمال کی ہے۔ اس شعر میں بردار قافیہ ہے۔ جغرافیہ کے ساتھ بردار کا قافیہ ایسے آیا ہے جیسے کسی نے گلوب سر پر اٹھا رکھا ہے۔ شعر میں تاریخ اور جغرافیہ کے الفاظ ایک ساتھ آنے سے جو لفظی اور معنوی مناسبت پیدا ہوئی ہے اس کا احساس تو شعر کی قرات (Reading) ہی سے ہو جاتا ہے لیکن قافیہ پیمائی کی ندرت کے ساتھ دیکھئے معنوی حوالے سے شعر کس قدر بلیغ اور وسیع المفہوم ہو گیا ہے۔ اس وقت کرہ ارض پر مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے متجاوز ہے اور یہ مسلمان کئی چھوٹے بڑے ملکوں میں بستے ہیں۔ یہ ہے وہ جغرافیائی حقیقت جسے مظفر نے شعری لینڈ اسکیپ کے لیے منتخب کیا ہے۔ مسلمانوں کے جغرافیائی نقشے میں کتر بیونت بھی ہوتی رہتی ہے اور اس جغرافیہ کو دیگر اقوام عالم کی طرف سے ہمیشہ خطرات بھی لاحق رہتے ہیں۔ یہ خطرات اس لیے زیادہ گمبھیر ہوتے جا رہے ہیں کہ مسلمان اپنی تاریخ (روایات، عظمت رفتہ، ماضی کی سی ایمانی قوت اور تاریخ میں نظر آنے والا جذبہ جہاد وغیرہ) سے اتنے مختلف ہیں کہ تاریخ کے آئینے میں دیکھا جائے تو مسلمان، مسلمان لگتے ہی نہیں۔

اس طرح ایک شعر کے کینوس میں قافیے کی ندرت، تاریخی تناظر کی وسعت، حال کی شکایت اور ماضی کی شوکت سب ہی کچھ تو آ گیا ہے۔ عصری آشوب کی جھلک میں طنز کی شرکت نے ایک الگ فضا پیدا کر دی ہے۔ اس طرح حمد ہی میں ملی درد کی شمولیت نے عصر حاضر کے مسلمانوں کو آئینہ تاریخ کے روبرو لا کھڑا کیا۔ امت کو آئینہ تاریخ کے روبرو کھڑا کرنے کا عمل مظفر کے ہاں جا بجا نظر آتا ہے۔ مثلاً:

تیغ و تبر و خود و زرہ تھے مرا زیور
اب شیفتۂ جبہ و دستار ہوں مولا
پھر سے مرے اسلاف کی جانب مجھے لے چل
میں لمحۂ آئندہ کو درکار ہوں مولا

تشکیک کا مرض اور لاادریت کا سرطان دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔ الحاد کا عفریت پہلے بھی تھا لیکن آج کی دنیا میں اس الحاد نے مختلف صورتیں اختیار کر رکھی ہیں۔ حمد گزاری کے عمل میں آج کا شاعر ایسی مسموم فضاؤں کو بھی دھیان میں رکھتا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا انکار کر کے نابکار انسان پکار اٹھتا ہے ''پڑھ کلمہ لا الہ الا انسان'' (نعوذ باللہ) مظفر وارثی نے بھی تشکیک کے اژدر مارنے کے لیے دلائل کا عصا دست سخن میں دے دیا ہے:

کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے۔ وہی خدا ہے
دکھائی بھی جو نہ دے، نظر بھی جو آ رہا ہے۔ وہی خدا ہے
وہی ہے مشرق وہی ہے مغرب سفر کریں سب اسی کی جانب
ہر آئنے میں جو عکس اپنا دکھا رہا ہے۔ وہی خدا ہے
نظر بھی رکھے سماعتیں بھی وہ جان لیتا ہے نیتیں بھی
جو خانۂ لاشعور میں جگمگا رہا ہے۔ وہی خدا ہے
سفید اس کا سیاہ اس کا نفس نفس ہے گواہ اس کا
جو شعلۂ جاں جلا رہا ہے، بجھا رہا ہے۔ وہی خدا ہے

قبضہ ہے جس کی چٹکی کا شہ رگ پر ہم انسانوں کی
وہ جس کے آگے جھک جائے پیشانی نافرمانوں کی
ہر منظر جس کا پرتو ہے ہر اک تحریر حوالہ ہے
بندو اللہ تعالیٰ ہے

مظفر کی شاعری میں لفظوں کی ہم آہنگ موسیقی (Symphony) کا تاثر شعری عمل میں Under-current کے طور پر داخل ہے۔ شاعر لفظوں کے داخلی آہنگ اور صوتی نغمگی سے جو ردھم (Rhythm) پیدا کر دیتا ہے وہ شعر اور موسیقی کے سنگم سے صوتی جمال کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ شعر میں معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اگر صوتی نغمگی بھی ہو تو شاعری کا درجہ بہت بلند ہو جاتا ہے (جب کہ حمد کا مقام تو اپنے موضوع Content) کی وجہ سے ویسے ہی بلند ہوتا ہے شاعری میں یہ حسن کوشش سے پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ ''الحمد'' کے شاعر کی شعری کاوشوں میں نغمگی کے انداز ملاحظہ ہوں:

دریا' صحرا' سورج' چاند ستارے اس کے
منظر اور رتیں اس کی ہم سارے اس کے
اپنی پونجی اک پیشانی ایک مصلی

اللہ ہی اللہ
ہے بس یارو
اللہ ہی اللہ

نور ہی نور بکھرا ہے کالک نہیں
دوسرا کوئی حد گماں تک نہیں
تیری وحدانیت میں کوئی شک نہیں

لاکھ ہوں صورتیں
ایک ہی رنگ میں
تو ہے جلوہ نما
اے خدا اے خدا

مہکار جدا آواز جدا
دھن اپنی اپنی ساز جدا
چہرے سے نہیں ملتا چہرہ
ہر پیکر کے انداز جدا

شہکار بنانے میں جس نے
ہاں وہ فن کار نرالا ہے
بندو اللہ تعالیٰ ہے

نہ صدف نہ ماہِ منیر دے
مجھے روشنئ ضمیر دے
مجھے پیار دے تو کثیر دے
میں ہوں نقطہ مجھ کو لکیر دے

ترے ہاتھ ہے مری آبرو
تری شان جل جلالہ

سینہ ہو مرا شیشے کی طرح
اور بینائی جھرنے کی طرح
آواز بھی ہو شعلے کی طرح
چمکوں میں سدا ہیرے کی طرح

مجھے لگنے نہ پائے زنگ خدا
مجھے اپنے رنگ میں رنگ خدا

☆

قدم قدم تجھے صدا نہ دوں اگر تو کیسے طے کروں گا عمر کا سفر
جو دیدۂ گماں سے دیکھتا رہا یقیں کا ذائقہ کہاں سے لاؤں گا

☆

چراغ ذہن، ضیائے نگاہ، نور جبیں
جمال عشق، وقار خودی، اساس یقیں
متاع صبر و رضا لا الہ الا اللہ

کسی بھی شعری مجموعے میں ایسی نغمہ ریز شاعری کے نمونے اس بات کے ضامن ہو سکتے ہیں کہ شاعر کو لفظیاتی موسیقی اور داخلی آہنگ کا گہرا شعور ہے۔ اور یہ کہ شعر میں نغمگی پیدا کرنے کا یہ ملکہ اکتسابی نہیں وہبی ہے۔

مظفر وارثی کی حمدیہ شاعری میں ہنر مندی کے متنوع پہلو اور نغمہ پردازی کے بوقلموں انداز اس بات کے شاہد ہیں کہ مظفر کو مبدءِ فیاض سے شاعری کا جو ملکہ حاصل ہوا ہے وہ اس کو حمد رب ذوالجلال والا کرم کے لیے وقف کر کے جریدۂ عالم پر اپنے دوام کی مہر ثبت کر رہے ہیں۔

❁❁❁

محسن اعظم محسنؔ ملیح آبادی (کراچی)

لسانُ الحسّان طاہرؔ سُلطانی کے نعتیہ کلام
’’نعت روشنی‘‘ کا تنقیدی مطالعہ

عہد حاضر میں نعت لکھنے والوں کے حوالے سے ایک معتبر نام طاہر حُسین طاہرؔ سُلطانی بھی ہے۔ اُن کی نعتیہ شاعری کا دورانیہ تقریباً چالیس برسوں پر محیط ہے۔اُن کا تیسرا نعتیہ مجموعہ ’’نعت روشنی‘‘ بھی حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت وعقیدت کا شفاف آئینہ ہے۔جس میں طاہرؔ سُلطانی کا قلب دھڑکتا ہُوا نظر آتا ہے۔اُن کی نعتیں رسمی نہیں۔اُن میں عشقِ رسول کریم کی تڑپ محسوس ہوتی ہے۔اُن میں بے حد والہانہ پن ہے۔وہ حضور ختمی مرتبت کے اُسوہ حسنہ کا جمال بے مثال دِکھاتے ہیں۔اُن کی نعتوں میں شمائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کم ہیں۔کچھ اشعار ایسے بھی ہیں جن میں نسبت رسول مصوّر ملتی ہے۔طاہرؔ صاحب کی نعتوں کا معنوی تجزیہ کیا جائے تو بے حد ایسے شعر ملیں گے جن میں قرآن کریم کی بیان کردہ شخصیتِ رسول کا عکس ملتا ہے۔اُن کے طرزِ اظہار میں سلیقۂ شاعرانہ ہے۔وہ عقیدت ومحبت خاتم النبین میں حمد ونعت کے فرق کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔اُن کی نعتیں مقام ومرتبۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تجاوز نہیں کرتیں۔ان کے نعتیہ کلام میں جذباتِ عشق تو ہیں، مگر اس کی زمام عقل کے ہاتھ میں رہتی ہے۔وہ حصارِ ادب سے باہر نہیں آتے۔وہ عبد ومعبود کے نازک ترین فرق کی حد پار نہیں کرتے۔یہ چند باتیں اُن کے سرمایۂ نعت کی اہم خصوصیات ہیں۔میں ان کے مجموعۂ نعت ’’نعت میری زندگی‘‘ کے مبسوط مقدمے میں انتقادی تناظر میں اُن کی شاعری کا تجزیاتی جائزہ پیش کر چکا ہوں۔اب ان کا تیسرا مجموعۂ نعت ’’نعت روشنی‘‘ میرے پیش نظر ہے۔میں نے اسے بھی بالاستیعاب پڑھا ہے۔میں نے محسوس کیا ہے۔ان کا سفرِ شاعری آگے بڑھا ہے اور یہ سفر بیدار دماغی اور دیدہ وری کے ساتھ ہے۔وہ اپنے عشقِ رسول ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بوقلموں انداز میں شعری چہروں میں سادگی کے ساتھ دِکھاتے ہیں اور اُن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات وعمل کو پیش کرتے ہیں۔اُن کی تمام نعتیہ شاعری حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق وعمل کا آئینہ خانہ ہے جو اُن کے قلبی جذبات واحساسات کو پیش کرتا ہے۔

’’نعت روشنی‘‘ میں جذبات سے زیادہ فکر و آگہی کی روشنیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ میرے خیال میں حضور کریم ﷺ کی تعلیمات بیان کرنا اُن کی سب سے بڑی توصیف ہے۔ اُن ﷺ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کرنے سے انسان کی زندگی سنور جاتی ہے۔ اُسے جینے کا ہُنر آ جاتا ہے۔ انبیاء و رُسل کے آنے کا اصل مقصد تو یہی ہوتا ہے، کہ بنی نوع انسان زندگی گزارنے کے آداب سے عملی طور پر واقف ہو جائے۔ ربِّ عالم نے جس طرح حکم دیا ہے اُسی طرح حیات کو ڈھال لیا جائے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ تو خاتم النبیین ہیں۔ اُن کی زندگی اور اقوال قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ پورے قرآن کریم کا مطالعہ و تلاوت غور سے فرمایئے۔ اطاعت خدا، اور اطاعتِ رسول ﷺ ہی پر سب سے زیادہ زور ہے۔ اِسی تناظر میں جناب طاہرؔ سُلطانی کا مافی الضمیر مندرجہ ذیل اشعار کی صورت میں ملاحظہ فرمایئے جو عام فہم ہونے کے ساتھ شعریت کے آئینہ دار بھی ہیں ؎

سرورِ دِیں کا اگر سامنے کردار رہے
مہکا مہکا ہوا پھر اپنا بھی گلزار رہے

☆

ہر حال میں اُنہی کی اطاعت ہو عمر بھر
پیشِ نظر نبی ﷺ کی ہدایت ہو عمر بھر

☆

پیروی سرکار ﷺ کی ہے بندگی کا ارتقا
یہ عطا کرتی ہے روشن زندگی کا ارتقا
باعثِ روشن خیالی کیوں نہ ہو ان کا پیام
اُن کی سیرت ہے سراسر آدمی کا ارتقا

☆

سیرتِ خیرالبشر ہے، شرحِ قرآنِ عظیم
پڑھتا رہ قرآن، یہ ہے زندگی کا ارتقا

☆

اُن ﷺ سے نسبت ہو، جو محکم زندگی ہو آئینہ
اُن ﷺ کی سیرت پر چلیں تو ہر گھڑی ہو آئینہ

اطاعت ربِّ عالم کی فقط اُن کی اطاعت ہے
وہی بعد از خدا افضل، انہیں حاصل یہ عظمت ہے

محولہ بالا اشعار، حضور ﷺ کی اطاعت کا پیغام دے رہے ہیں۔ ایک ہی بات کو مختلف خوبصورت رنگوں میں شعری کینوس پر بکھیر دیا ہے۔ یہ شعر ایجاز و اختصار کے حُسن سے بھی مزیّن ہیں اور ابلاغ کا حُسن بھی ہے۔ سریع التاثیری سے بھی متصّف ہیں۔ طاہرؔ سُلطانی نے، میرؔ انیس کے بقول ؎

اِک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

شاعر موصوف بات کو بیان کا ڈھنگ جانتے ہیں۔ شعری نشتریت سمونے کی سعیِ بلیغ اُن کے نعتیہ اشعار میں محسوس ہوتی ہے۔ اُن کے نعتیہ اشعار خیال آرائی سے زیادہ حقیقت نمائی کی خوبی سے آراستہ ہیں۔ حضور ختمی مرتبت کی حیات طیبہ، علومِ ظاہری ورُوحانی کا مخزن ہے۔ ہر شخص بہ قدرِ ظرف عشق ومحبت حاصل کرسکتا ہے۔ نسبتِ عشق جس قدر قوی ہوگی۔ اُس سے روشنی بھی اتنی ہی زیادہ حاصل ہوگی۔ ہر انسان کے حوصلہ وظرف پر اس کا دارومدار ہے۔ اسی ضمن میں مندرجہ ذیل شعر ملاحظہ فرمایئے ؎

آپ ﷺ کی نسبت سے ہم کو روشنی مِل جائے گی
آپ ﷺ کے علم وعمل سے آگہی مِل جائے گی

جو غلامِ سیّدِ ابرار دل سے بن گیا
اُس کو رحمت سے مزیّن زندگی مِل جائے گی

میں سطور بالا میں تحریر کرچکا ہوں، شاعرِ موصوف حضور ختمی مرتبت کی اتباع پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو نمونۂ عمل بنا کر بھیجا ہے۔ وہ راہِ حیات میں سب سے روشن ترین مَنارِنُورِ شعور و عمل ہیں۔ اُن سے زبانی، کلامی محبت وعقیدت کا اظہار، ذریعۂ نجات نہیں بن سکتا ہے۔ جب تک ان کی زندگی کو پوری طرح اپنی زندگی کا محور نہ بنالیا جائے، نجات ممکن نہیں۔ نتیجہ عمل میں پوشیدہ ہوتا ہے، محض زبانی اظہار محبت میں نہیں۔ کامیابی اسی صورت میں حاصل ہوتی ہے۔ شعر ملاحظہ فرمایئے ؎

رہنما اُن ﷺ کو بنا لو کہہ رہا ہے کبریا، اتباعِ مصطفی ﷺ ہے کامیابی کی دلیل
تھی صحابہؓ کی زباں پر بھی یہی واحد صدا، اتباعِ مصطفی ﷺ ہے کامیابی کی دلیل
دل کے آئینے کو بھی شفاف رکھنا چاہیے آپ ﷺ کے رستے پہ چل کر رب سے ملنا چاہیے
سرورِ کونین ﷺ کی تقلید ہی کرنا صدا، اتباعِ مصطفی ﷺ ہے کامیابی کی دلیل

آپ ﷺ کی سیرت کلامِ پاک کی تفسیر ہے، آپ ﷺ کا ہر اک عمل ایمان کی تنویر ہے
آپ ﷺ کے صدقے مِلی ہے دین و دنیا کی ضیا، اتباعِ مصطفی ﷺ ہے کامیابی کی دلیل

حضورِ کریم ﷺ کی ذات صدہا اوصافِ جمیل سے متصّف ہے اور جس صفت کی طرف بھی غور کیجیے، وہ گُل سرسَبد محسوس ہوتا ہے۔ طاہرؔ سلطانی نے اپنے بہت سے نعتیہ اشعار میں حضور ﷺ کی صفات کا ذِکر کیا ہے اور انہیں شعریت میں سمو کر پیش کیا ہے۔ چند ایسے ہی اشعار مندرجہ ذیل ہیں ؎

نغمۂ وحدت سب کو سُنایا، رنگ و نسل کا فرق مِٹایا
آپ سراپا جانِ رحمت ، اللہ اللہ اللہ اللہ
حق کی جانب موڑنے والے، سچ سے رشتہ جوڑنے والے
سب کے لیے ہے آپ کی شفقت ، اللہ اللہ اللہ اللہ
آپ کی مِلک ہیں سارے خزانے، آپ کا رُتبہ مولا جانے
پیٹ پہ پتھّر اور مشقّت ، اللہ اللہ اللہ اللہ
ایک طرف ہے کفر کا ریلا، دوسری جانب صدق اکیلا
پیکرِ صبر و شکر و قناعت ، اللہ اللہ اللہ اللہ

محولہ بالا اشعار میں ''رحمت۔ شفقت۔ مشقّت اور صبر و قناعت'' سیّد المرسلین کی صفات ہیں۔ اُن کی ہر صفت بے مثال، اوصاف فاصلہ میں سیکڑوں خوبیوں کا ذِکر مِلتا ہے، لیکن وہ اوصاف کسی ایک عام انسان میں جمع نہیں ملتے ہیں۔ تمام اوصاف کی جامع صرف انبیاء و مرسلین کی ذات ہوتی ہے۔ ہمارے رسول ختمی مرتبت تو تمام انبیاء و رُسل کے امام ہیں، اُن میں جملہ اوصافِ حمیدہ بہ تمام و کمال جمع ہیں۔ اُن کی ضیائے بے مثال کا جواب کسی کے پاس نہیں، اگر کائنات میں کوئی ہے تو ہمارے رسول ہیں۔ اُن کی جامعیت و اکملیت وحدت رکھتی ہے۔ ہر شخص میں، موجود خوبیاں، اس کے ظرف و حوصلہ، مقام و مرتبہ کے مطابق ہوتی ہیں۔ اس کے حواس خمسۂ ظاہری و باطنی، وجدانِ سلیم اور چھٹی حِس اس کی استعداد کے مطابق اللہ کی طرف سے مِلتی ہے۔ ربِّ کائنات نے خاتم النبیین ﷺ پر اپنا خاص فضل کیا ہے۔ اُن کو تمام انبیاء و رُسل کا سردار بنا کر اُن کو اُن کے مقام و منزلت کے مطابق تمام میں ممتاز کر دیا ہے۔ جس کا اظہار شاعرِ موصوف نے اکثر اشعار میں کیا ہے۔

طاہرؔ سلطانی کا یقین جب حق الیقیں کی منزل پر آتا ہے تو وہ اس طرح گویا ہوتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے ؎

خدائے جلّ و علا کا ، کلام کافی ہے پھر اُس کے بعد محمد ﷺ کا نام کافی ہے

محولہ بالا شعر میں ''محمد ﷺ کا نام کافی ہے'' بہت پُر معنیٰ جملہ ہے ''نام'' کا لفظ بہت بڑی تفصیل کا اجمال ہے۔ اگر تفصیل کا تھوڑا سا تعارف کرا دیا جائے تو وہ یہ ہے کہ تصوّرِ توحید پر ایمان لانے کے بعد یعنی اقرار بِاللّساں اور تصدیق بالجنان کے، جو اللہ ربُّ العزت نے بذریعہ وحی متلو (قرآن) میں فرمایا ہے، اُس کی مجسّم شکل عمل واقوال کی صورت میں صرف اور صرف حضور ختمی مرتبت کی ذاتِ طیّبہ ہے۔ ''نام کافی ہے'' کی تفصیل کا اجمال مختصراً سطور بالا میں بیان کیا گیا ہے۔ نہایت ماقلّ وَدَلَّ فقرہ ہے۔

طاہرؔ سلطانی عہد حاضر کے نعت نگاروں میں عزّت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ چالیس بیالیس برس کا عرصہ، اس دشت کی سیاحی میں گزر گیا ہے۔ وہ شعری دُنیا کے نشیب وفراز سے اچھی طرح واقف ہیں اور مزید آگاہی، اس جاری سفر سے حاصل ہوتی رہے گی۔ اعلیٰ اور دل کی دھڑکنوں والی شاعری کسی موضوع کی ہو، تجربہ وتواتر سے حاصل ہوتی ہے۔ اس میں نکھار ریاضت ومزاولت سے آتا ہے۔ میں اُن کے پہلے مجموعۂ نعت ''نعت میری زندگی'' کے مبسوط مقدمے میں لکھ چکا ہوں کہ وہ اس امر کی بے حد کوشش کرتے ہیں کہ رُوح کی آواز شعر کی صورت اختیار کر لے، اُن کی انفرادی عقیدت ومحبت اجتماعی آہنگ وحسیّت کی شکل اختیار کر لے۔

شاعر موصوف توحید پرستی، حضور ختمی مرتبت کے پیام سے سیکھنے کا درس دیتے ہیں۔ جسے زندگی کہتے ہیں اس کے گزارنے کا صحیح درس عملاً صرف حضور ﷺ ہی سے مِلے گا۔ اس بات کو کس طرح بیان کیا ہے ملاحظہ فرمائیے ؎

کیسے ہو رب کی بندگی، سیکھو رسول ﷺ سے جیتے ہیں کیسے آگہی سیکھو رسول ﷺ سے

اُن ﷺ کے عمل سے کارواں اپنا حسیں بناؤ! کیسے کرو گے رہبری سیکھو رسول ﷺ سے

انسانیت کے سارے ہُنر آپ ﷺ نے دیے دُنیا میں بندہ پروری سیکھو رسول ﷺ سے

مندرجہ بالا تینوں اشعار میں سے آخری شعر میں فقرہ ''بندہ پروری'' اگرچہ صفت صرف اللہ ربُّ العزت کی ہے، وہ انسانوں کو پالتا ہے۔ صفتِ ربانیت اُسی کے لیے مخصوص ہے، مگر اللہ نے یہ صفت مجازی طور پر بہت سے لوگوں کو عطا کی ہے، جیسے ماں باپ مجازی رب ہیں۔ حضور ﷺ نے بنی نوع انسان کو درس دیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آؤ! اُن کے دُکھ درد میں کام آؤ۔ یہ سب عمل بندہ پروری کی تعریف میں بطور مجازی بولے جاتے ہیں۔ حضور ختمی مرتبت کی عظمت اُن کی سیرت میں جگمگا رہی ہے۔ جب بھی اُن کا ذِکر ہوگا، اُن کی سیرت کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔ علماء کرام سیرتِ مصطفوی ﷺ کو

رُوحِ دِین سے تعبیر کرتے ہیں۔طاہر سلطانی کے علم میں بھی یہ بات ہے۔وہ مختلف بیان کی صورتوں میں سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شعری پیکر میں ڈھالتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیے ؎

بالیقیں ہے ہمارے لیے رہنما، سیرتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مرحبا مرحبا
ہے سبھی کے لیے اِک منارِ ہُدا، سیرتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مرحبا مرحبا

☆

اُن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طاعت سے مِلی ہے مجھے ہر اِک نعمت
اُن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طاعت سے ہُوا قلب منوّر اپنا
کتنے خوش بخت ہیں وہ لوگ جنھوں نے اپنا
رہنما آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت کو بنا رکھا ہے

یہ فطرت انسانی ہے جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو اُس کے تعلّق سے اس سے نسبت رکھنے والی ہر شے سے محبت ہوجاتی ہے۔شاعر موصوف،حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ مبارک کے قبۃ الخضریٰ سے متاثر ہوکر خوبصورت علامتوں کے تناظر میں گنبد سبز کی دلکشی کو شعری پیکر میں ڈھالتے ہیں۔مندرجہ ذیل اشعار دیکھیے ؎

فضلِ رب سے ہے منوّر، سبز گنبد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا
نور و نکہت کا ہے مظہر، سبز گنبد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا
یا الٰہی! یہ گُلِ تر کی طرح تازہ رہے
ہر گھڑی آنکھوں کے اندر سبز گنبد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا
دونوں عالم کی بہاریں ، سبز گنبد پر نثار
ہے ہر اک منظر سے بڑھ کر، سبز گنبد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا

گنبد خضریٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نسبت ہے،اس لیے ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر میں جو اس کا حُسن و جمال ہے وہی جانتا ہے۔شاعر موصوف بھی قبۃ الخضریٰ کو نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی میں دیکھ کر فرماتے ہیں ؎

تُو مجھ کو بڑا پیارا لگا گُنبدِ خضرا
کیوں دل میں نہ لوں تجھ کو بسا گُنبدِ خضرا

نسبت ہے تجھے اُن ﷺ سے جو ہیں رحمتِ عالم
کیا خوب تجھے رُتبہ ملا گُنبدِ خضرا

مدینہ طیبہ حضور کریم ﷺ کا شہرِ ہجرت ہے۔ حضور کریم ﷺ کی نسبت کے سبب سے اس کی بڑی اہمیت ہے۔ حضور کریم ﷺ نے اس سرزمین میں دس سال گزارے۔ اس کے گلی کوچے آپ ﷺ کے قدموں سے مَس ہوئے۔ آپ ﷺ کے انفاس کی نکہتوں سے مہک گئے۔ اسلامی ریاست کا مرکز ہونے کا مرتبہ حاصل ہوا، پھر سب سے بڑا رُتبہ یہ حاصل ہوا کہ حضور ختمی مرتبت کا جسمِ اطہر اس سرزمین کی آغوش میں آرام فرما ہے۔ اس نسبت سے مکّہ معظّمہ کے بعد مدینۃ الرسول ﷺ دُنیا کے تمام شہروں سے عظیم اور مبارک ہے۔ ایک عاشقِ رسول ﷺ کے لیے سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے کہ وہ فریضۂ حج اَدا کرنے جائے اور مدینۃ الرسول ﷺ کی زیارت کرے۔ وہاں رسول کریم ﷺ کا روضۂ اطہر ہے۔ اس زمین سے محبت لازمی ہے۔ جس نے حج کیا اور مکّہ معظّمہ میں دن گزارے اور مدینہ مبارک بہ نفسِ نفیس نہ دیکھا اور بغیر دیکھے آ گیا، وہ بدبخت ہے۔ ایک عاشقِ رسول ﷺ کی نظر میں اس کا حج بے رُوح کا ایک جسم بن جاتا ہے۔ طاہرؔ سلطانی رسمی نعتیہ شاعری نہیں کرتے۔ ان کی نعتیہ شاعری حقیقی ہے، اس میں عشقِ رسول ﷺ بھی شامل ہے، لہٰذا حضور ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے وہ محبت کرتے ہیں۔ مدینہ تو ان سب میں مرکزیت رکھتا ہے۔ اس منظر میں وہ محو ہو کر فرماتے ہیں ؎

دل مدینے کی زندگی مانگے
اُن ﷺ کے روضے کی چاکری مانگے
جو اُڑا کر مدینے لے جائے
قلبِ مضطر وہ رہبری مانگے
سنگِ دَر اُن ﷺ کا مِل گیا جس کو
وہ نہ دُنیا کی سروری مانگے

☆

کعبے کی بہاریں لیے ہم قلب و نظر میں
اے شہرِ مدینہ! ترے گلزار میں پہنچے
محسوس ہُوا ہم کو، نئی زیست مِلی ہے
جس وقت دیارِ شہِ ابرار میں پہنچے

☆

حاضری دے کر حرم کی، جاؤں دربارِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
میرے دل کی یہ تمنّا یہ دُعا ہے رات دن

☆

آیا ہے جو مدینہ و مکّہ کو دیکھ کر
پہنائیں عظمتوں کے اُسے ہار نکہتیں

تاریخِ اسلام میں واقعۂ معراج اہم ترین انعام ہے جو خالقِ دوعالم نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عنایت کیا۔ معراجِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، بنی نوع انسان کے لیے سب سے بڑا فخر ہے۔ قرآن کریم میں اس کا ذِکر ہے اور خوب ہے۔ اسی حقیقت کو طاہرؔ سلطانی نے قالب شعر میں ڈھال دیا ہے ؎

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معراج کا تھا جو سفر
تھا حقیقت میں شعورِ بندگی کا ارتقا

☆

معراجِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تو ثابت یہی ہُوا
انسانیت کے مرتبے رب نے بڑھائے ہیں
دست بستہ ہیں کھڑے، حور و ملک اے طاہرؔ!
رب سے مِلنے کے لیے شاہِ اُمم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آتے ہیں

طاہرؔ سلطانی نے نعت کے اُن تمام مروجہ موضوعات کو اپنے نعتیہ کلام میں سمویا ہے جو آج کل کے معتبر نعت نگار شعراء لکھ رہے ہیں۔ بہت کم ایسے شعراء ہیں جو نعت کے موضوعات میں تنوّع کی طرف مائل ہوں۔ وہ خواہ روایت پرست نعت گو ہوں یا نیم جدید انداز میں نعت لکھنے والے۔ دراصل بات یہ ہے کہ نئے نئے موضوعات نعت گو شعراء اس لیے بہت کم لاتے ہیں کہ انہیں قبولِ عام حاصل نہیں ہوتا۔ سامعین روایتی موضوعات کی نعتوں کے عادی ہیں، مگر طاہرؔ سلطانی نے اس مجموعے میں بہت سے ایسے نعتیہ اشعار کہے ہیں جو روایتی انداز سے الگ ہیں۔ جن سے ان کی نعتوں میں تازگی کا احساس ہوتا ہے۔ اس مجموعہ دوم کی نعتیہ شاعری، پہلے مجموعۂ نعتیہ کی شاعری سے آگے بڑھی ہے۔ اُسلوب بھی بدلا ہے، فکر و خیال میں تازگی آئی ہے، بعض نعتوں میں ایسے اشعار بھی آ گئے ہیں جن میں خوبصورت علامتوں اور اشاریوں کے ذریعے، بڑی گہری اور پُرمغز باتیں بیان کردی گئی ہیں۔ اُن اشعار میں بڑی خوبصورت

شعری زندگی جگر جگر کرتی نظر آتی ہے۔ اُن کے نعتیہ شعر محض منظوم سطریں نہیں۔ اُن میں شعری نشتریت بھی ہے۔ زبان و بیان کا حُسن بھی ہے اور ایجاز و اختصار کی خوبی بھی ہے۔ کچھ اشعار طاہرؔ سلطانی کو ایسے اُن کی طبع شاعرانہ نے عطا کر دیے ہیں، جن میں بلا کا انشائی حُسن ہے۔ اُن اشعار سے اُن کی شاعری کی جہت تبدیل ہوئی ہے۔ یہ تبدیلی بڑی خوش آئند ہے۔ شاعر جب اپنے شعروں میں انشائی جمال سمیٹنے لگے، جذبات میں شعور و فکر کو بھی شامل کرنے لگے تو اس کی شاعری اُس منطقہ میں پہنچ جاتی ہے جہاں لفظ سانس لیتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ انہیں نفس ناطقہ مِل جاتا ہے۔ دراصل شاعر کی نگاہ فکر و شعر کو انتخاب الفاظ کا ادراک حاصل ہو جاتا ہے۔ شاعر لفظوں کے صوری و معنوی اور اُس کے صوتی و تاثراتی جمال کو دیکھنے لگتا ہے۔ میرے خیال میں، طاہرؔ سلطانی میری بیان کردہ بہت سی شعری حقیقتوں کے نبض شناس ہو چکے ہیں۔ کسی کو اللہ کی طرف سے یہ خوبی حاصل ہو جانا خدا کا بڑا انعام ہے۔ میں چاہتا ہوں مندرجہ بالا بیان کردہ خوبیوں کی شہادت میں کچھ اشعار پیش کر دوں۔

ملاحظہ کیجیے ؎

حُبِّ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کا صدقہ یہ ہے
وَا ہُوا معرفتِ ذات کا جوہر اپنا

☆

اُس بارگاہِ ناز میں اخلاص چاہیے
دل میں کِھلیں گے روشنیوں کے ہزار پھول

☆

اُمّت کو اپنے سائے میں رکھتی ہے ، ہر نفس
رحمت سے نور زا ہے رِدا حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

☆

کب بُلاوا آئے گا ، طیبہ میں دُوں گا حاضری
میرے دل میں ایک مدّت سے ہے ارمانِ عرب

☆

نسبت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کی سرمایۂ ایماں
ایماں مِرا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اے جانِ مدینہ

شاعر موصوف نے مندرجہ بالا اشعار میں جو مضمون اشعار میں ڈھالے ہیں۔ اُن میں نہ زبان کا جھول ہے، نہ بیان کا سقم ہے۔ نہ روانی کم ہے۔ شگفتہ وشستہ انداز میں بات کو پیش کردیا ہے۔ عروضی وفنی طور پر بھی ان کا تمام کلام درست اور صاف ہے۔ شعروں میں زندگی ہے۔ ابہام و اہمال و اضمحلال سے پاک ہیں۔ انتقادی تناظر میں نعت کے معتبر شعراء میں ان کا شمار ہوگا۔ اُن کا سرمایۂ نعت اگرچہ بہت زیادہ نہیں، مگر جتنا بھی ہے وہ قابلِ قدر ہے، ادب عالیہ میں ایک اضافہ ہے۔ اس حقیقت سے انحراف نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے اب تک ادب کے خزانے کو کچھ دیا نہیں ہے۔ میں اپنے ذاتی تاثر آپ کو اس لیے بیان نہیں کروں گا کہ ناقد کے تاثرات کو اس کی ذاتی پسند یا ناپسندیدگی کو انتقادی تناظر میں کوئی مقام نہیں ملتا۔ میں نے علم نقد کی روشنی میں کوشش کی ہے کہ ان کی شاعرانہ خوبیوں کو بیان کردیا جائے۔ وہ میں نے نذرِ قارئین کردی ہیں۔ اب یہ ان کا فرض ہے، وہ فیصلہ کریں کہ میرے انتقادی تاثرات سے وہ کتنے مطمئن ہیں۔

طاہرؔ سلطانی نے کچھ نعتیہ نظمیں بھی تخلیق کی ہیں جو اچھا تاثّر چھوڑتی ہیں۔ اُن منظومات میں جو آزاد انداز میں ہیں وہ کافی دلکش ہیں۔ ''معراج کی تصدیق ،اتباعِ رسول،محسنِ انسانیت، رسولِ خدا، افضل الانبیاء، آپ جیسا کوئی نہیں، ذاتِ رسول، اے غارِ حرا'' میں وہی انداز ہے جو عہدِ حاضر میں رائج ہے۔ موضوع اور بیان کے اعتبار سے اُن میں خوبصورتی ہے، گہری معنویت ہے۔

طاہرؔ صاحب نے کچھ دوہے بھی کہے ہیں، یہ نعتیہ دوہے زبان و بیان کے اعتبار سے اچھے ہیں۔ مثلاً چند دوہے ملاحظہ فرمائیے ؎

کِرپا ہو بھگوان کی مجھ پر ، میں سُندر ہو جاؤں
مالا جپوں میں ہر دَم اُن کی یادوں میں کھو جاؤں
راج تمہارا ہر اِک مَن پر، تُم ہو بڑے مہاراج
کِرپا مجھ پر کرنا ہمیشہ ، رکھنا موری لاج
پیٹ پہ پتّھر ، طائف کے دُکھ ، روشن نام تمہارا
جس نے پریت لگائی تم سے، اس کا چمکا تارا

شاعر موصوف نے دوہے ''سرسی چھند'' یعنی ستّائیس (۲۷) ماترے والی بحر میں کہے ہیں اور کچھ دوہے ''سار چھند'' یعنی اٹھّائیس (۲۸) ماترے میں بھی کہے ہیں، جو دورِ حاضر کے دوہا نگاروں سے معیار میں کم نہیں۔ راقم الحروف (محسن اعظم ملیح آبادی) نے بھی پانچ ہزار سے زیادہ دوہے، اصل بحر ''دوہا چھند''

(چوبیس ماترے والی) اور ''سرسی چھند'' (ستّائیس ماترے والی) میں لکھے ہیں۔ جنہیں چار مجموعوں میں تقسیم کر دیا ہے، یعنی ''دوہا پرندھام، دوہا آشرم، رُوپ نِدھان، دوہا دیّا ن'' یہ کلیات کی شکل میں ''دوہا آرام'' کے نام سے ''جہانِ حمد پبلی کیشنز'' سے شائع ہوں گے۔

طاہر سُلطانی نے جو دوہے کہے ہیں اُن میں بڑی شاعرانہ نشتریت اور حُسن ہے۔ میں چاہوں گا وہ مزید دوہے کہیں۔ دوہوں سے اُن کا مزاج کافی ہم آہنگ ہے۔ مشق و ریاضت سے وہ ایک پائے کے دوہا نگار ہو سکتے ہیں۔

شاعر موصوف نے کچھ ہائیکو بھی کہے ہیں، ان کے یہ نعتیہ ہائیکو بھی بہت عمدہ اور پُرتاثیر ہیں۔ چند ہائیکو دیکھیے ؎

آئے جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	سچّے ہیں رہبر
ساری بزمِ عالم میں	اللہ کے محبوب ہوئے
پھیل گئے انوار	نبیوں کے سرور
......☆......	......☆......
نسبت پختہ کر	کہتا ہے قرآن
فیض رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے	اُن کی غلامی میں آجا
دامن اپنا بھر	راضی ہو رحمان

جناب طاہر سُلطانی کے زیرِ نظر مجموعہ نعت دوم ''نعت روشنی'' کو میں نے بالاستیعاب تنقیدی کسوٹی کے ساتھ پڑھا ہے۔ اُن کی نعتیہ شاعری مجموعی طور پر معتبر ہے۔ اس میں رُوح استحسان پوری طرح موجود ہے۔ ان کی شاعری زندہ رہنے والی اور سفر کرتی رہنے والی ہے، شاعر موصوف ہر فردا کے شاعر محسوس ہوتے ہیں۔ اُن کی نعتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نسبت وعقیدت صادق ہے۔ وہ عہدِ حاضر کے صاحب اعزاز وممتاز شعراء کی صف کے شاعر ہیں۔ اُن کا مجموعۂ کلام سلیم الحواس قاری پر ایک خوش آئند تاثّر چھوڑنے کی خوبی رکھتا ہے۔

میری نظر میں تو طاہر سُلطانی یوں بھی معتبر ہو گئے ہیں، کہ اُن کو ''لِسانُ الحسّان'' کے نام سے نوازا گیا ہے۔ اس کی شہادت میرا ایک خواب جو میں نے ایک صبح صادق کو دیکھا تھا۔ وہ پہلے مجموعے ''نعت میری زندگی'' کے مقدمے میں لکھ دیا ہے۔

❁❁❁

طاہر سلطانی (کراچی)

حمد اللہ جل جلالہ د و مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(غیر منقوطہ حمدیہ ونعتیہ شاعری کا اجمالی جائزہ)

غیر منقوطہ شاعری مشکل صنف ہے۔ اس کو برتنے کے لیے پتّہ کو پانی کرنا پڑتا ہے اور جب بات ہو حمد ونعت کی تو پھر شاعر کو سوسو بار سوچنا پڑتا ہے۔ بقول عرفی ؎

بے برگیٔ من داغِ نہد بر دلِ ساماں
بے مہری من زرد کند روئے درم را
عُرفی مشتاب ، ایں رہِ نعت است ، نہ صحرا
آہستہ کہ رہ بردمِ تیغ است قدم را

اللہ عزّ وجل کے برگزیدہ رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیب و طاہرہ کسی تحریر کی محتاج نہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں، عاشقوں اور غیر مسلم عقیدت مندوں نے ہر دور میں آپ کی سیرت طیبہ پر اپنی اپنی بساط بھر لکھنے کی سعادت حاصل کی۔ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جہاں یہ کام نہ ہوا ہو۔ یاد رہے سیرت مبارکہ پر کتابیں نثر ونظم دونوں طرح لکھی گئی ہیں۔ کلام منظوم کے حوالے سے عربی میں فیضی کی تفسیر قرآن ''سواطع الالہام'' (غیر منقوطہ) شاندار نمونہ ہے مگر یہ کام مکمل نہیں ہو سکا۔

فیضی کے بعد حفیظ جالندھری کا ''شاہ نامہ اسلام'' علامہ سیماب اکبر آبادی کی کتاب ''وحیٔ منظوم'' گہرا عظمی کی تصنیف ''ہادیٔ برحق'' نمایاں ہیں۔

صنفِ غیر منقوطہ میں بہت کم لکھا گیا ہے۔ اس حوالے سے مولانا ولی رازی کسی تعارف کے محتاج نہیں انہوں نے ۸۰ کی دہائی میں ''ہادیٔ عالم'' غیر منقوطہ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھ کر شہرت دوام حاصل کی ان کی اس کوشش وکاوش کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ دوسری طرف ہمارے شعرائے کرام نے بھی غیر منقوطہ شاعری کے حوالے سے طبع آزمائی کی۔ سر دست ہمارا موضوع حمدیہ ونعتیہ غیر منقوطہ شاعری ہے۔ مذکورہ شاعری کے حوالے سے یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ غیر منقوطہ حمدیہ ونعتیہ شاعری کے

کئی مجموعے راقم کی نظر سے گزرے۔ جن میں مولانا ولی رازی کا ذکر اور اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ مولانا ولی رازی کی کتاب ''ہادیٔ عالم'' کو پڑھ کر غیر منقوطہ حمدیہ ونعتیہ کا جذبہ ابھرا...... میری دانست میں مولانا ولی رازی صاحب کے لیے یہ بڑی سعادت واعزاز کی بات ہے۔ جب کوئی مجموعۂ حمد ونعت (غیر منقوطہ) میری نظر سے گزرتا ہے کہ خوش گوار حیرت ہوتی ہے۔ راقم نے نوّے کی دہائی میں غیر منقوطہ حمدیہ ونعتیہ انتخاب مرتب کرنے کا کام شروع کیا تو معاً خیال ہوا کہ ایک حمد اور ایک نعت راقم بھی کہے۔ الحمدللہ یہ خواہش تو پوری ہوگئی مگر اس کام کو مکمل کرنے میں مجھے وقت بہت لگا۔ یہ بات تو تھی ایک حمد اور ایک نعت کی اس کے برعکس خوش بخت شعرائے کرام نے پورے پورے مجموعے لکھ کر شائع کرائے جوان کے عشق رسول اور علم وفن سے آگہی کے بھرپور ثبوت پیش کرتے ہیں۔ تقسیم ہندوستان کے بعد مملکتِ اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی تعمیر وترقی کے مراحل سے گزرتا رہا مملکت خداداد کی ترقی میں ادیب وشعراء نے بھی اپنا اپنا کردار ادا کیا، اس کے ساتھ ساتھ ملک کے مختلف شہروں میں فروغ حمد و نعت کی کوششیں بھی جاری رہیں۔ ایک وقت تھا کہ شاعر تبرکاً ایک حمد یا ایک نعت کہہ لیتا تھا۔ بلکہ ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ حمد ونعت کا ایک ایک شعر ہی کتاب میں شامل کیا گیا۔ الحمدللہ قیام پاکستان سے لے کر آج تک وطن عزیز میں حمد ونعت پر اتنا زیادہ کام ہوا ہے کہ جس کی مثال فخر سے پیش کی جاسکتی ہے۔

غیر منقوطہ حمدیہ ونعتیہ شاعری کے حوالے سے چھپنے والے مجموعوں کی تعداد اُنگلیوں پر گنی جاسکتی ہے۔ یوں تو بیسیوں شعرائے کرام نے غیر منقوطہ حمد ونعت لکھی ہے۔ ان ہی شعراء میں چند خوش بخت شعرائے کرام کے غیر منقوطہ مجموعۂ حمد ونعت منظر عام پر آئے ہیں۔ ان ہی میں ملک کے معروف شاعر، شریعت وطریقت کے باعمل راہی، ممتاز نعت گو وعالم دین، سیّد محمد امین علی شاہ نقوی ہیں کہ جن کے دو نعتیہ مجموعے (غیر منقوطہ) شائع ہوچکے ہیں۔ آپ کا مجموعۂ اوّل ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم'' (اُردو میں نعتیہ شاعری غیر منقوطہ۔ ۱۹۸۵ء) ...... دُنیائے نعت گوئی میں شاندار و یادگار باب کا اضافہ کرتے ہوئے انہوں نے عربی زبان میں غیر منقوطہ نعتیہ مجموعہ ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم'' تخلیق کیا۔ یاد رہے یہ کتاب عربی ادب کی اوّل اور واحد کتاب ہے جس میں کوئی نقطہ استعمال نہیں ہوا۔ ایک سو باسٹھ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو ربیع الاوّل ۱۰ ۱۴ھ/ اکتوبر ۱۹۸۹ء کو بزم باب الہدیٰ فیصل آباد نے اہتمام کے ساتھ شائع کیا۔ کتاب میں ۳۳ منظومات، تین سو تیرہ اشعار بارہ حمدوں اور اکیس نعتوں پر مشتمل ہے۔ سیّد محمد امین علی نقوی کی اس کاوش کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ قارئین کرام یہاں ہم نقوی صاحب کی ایک تحریر نذرِ عقیدت کے عنوان سے پیش کررہے ہیں۔

''ایک فقیر اپنے امیر مولائے کائنات تاجدارِ ھل اتٰی، مشکل کُشا، شیرِ خدا، نفسِ مصطفی ﷺ وردِ اَولیاء، حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ عالم پناہ میں افضل الذکر '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ''

کا وِرد کرتے ہوئے دَست بستہ سرخمیدہ، پابرہنہ، دم کشیدہ اور انانیّت کا سر قلم کرکے، قلم کے قدم کے ذریعے سے حاضری کا شرف حاصل کر رہا ہے۔''

سیّد محمد امین علی نقوی صوفیٔ باصفا شاعر تھے، آپ کو عربی، فارسی، اُردو اور پنجابی زبانوں پر کامل عبور حاصل تھا، سو آپ نے ان تمام زبانوں میں شاعری فرمائی۔ آپ کا عربی زبان میں اوّلین نعتیہ مجموعہ (غیر منقوطہ) ''حُسنِ محمد ﷺ'' اُردو ادب کی تاریخ میں پہلی کتاب جس میں صرف الف استعمال نہیں ہوا، شائع ہوئی۔ ان کتابوں سے پہلے اُردو زبان میں غیر منقوطہ نعتیہ مجموعہ ''محمد ﷺ ہی محمد ﷺ'' ۱۹۸۵ء کو شائع ہوا۔ ''کلمۂ اوّل'' کے عنوان سے صاحب کتاب کا دو صفحات پر مشتمل مضمون ہے، وہ فرماتے ہیں:

''کروڑوں حمد ہوں سارے عالم کے مالک و مولیٰ اور حاکم اعلیٰ کے لئے کہ اس کی امداد و عطا سے سرکار دو عالم سرورِ اولادِ آدم صلی اللہ علیٰ روحہٖ واٰلہٖ وسلّم کے سارے مدح سراؤں سے اوّل اس لاعلم اور معمولی آدمی کو اس رسالے کی لکھائی کا حوصلہ ہوا کہ اس کا ہر کلمہ اور ہر مصرع اُردوئے معرا سے مسطور اور مہر و ولائے رسول سے معمور ہے۔

کردے وہ مٹی کو گوہر گر اُٹھے
اس کے در سے رحم و احساں کی گھٹا

کروڑوں درود و سلام ہوں ہر دو عالم کے مکرم رسول اور اللہ وحدہ کے واصل و موصول اور سارے رسولوں کے سردار و مولیٰ اور ہر دورِ عالم سے اعلیٰ و اولیٰ کے لئے کہ اس کے واسطے سے ہر علمی کمال سے عاری اس رسالے کے لکھاری کو امر محال کی راہ کے کوہِ گراں سی ہر مہم سہل ہوئی اور ہر رُکاوٹ کور کاوٹ کا حصار کھڑا ہوا اور اک ماہ کے عرصے کو اس کی ہر سطر اُردوئے معرا سے لکھی گئی اور سارے مراحل اسی کے اسم سے طے ہوئے۔ دُعا ہے کہ اللہ وحدہ رسول اکرم سلام اللہ علیٰ روحہ والہ کے واسطے سے اس رسالے کے لکھاری کو ہر دو عالم کا سُرورِ کامل عطا کرے اور اس رسالے کو عالم اسلام کے لیے عطا و ہدیٰ کا واسطہ کرے اور اسے سارے لوگوں کے لیے کارآمد کرکے دوام و سلام سے محکم رکھے اور ہر عالم سے سوال ہے کہ اگر اس کو محرر کی کوئی علمی کمی اور عملی سہو دکھائی دے، وہ اس کی اصلاح کرکے، اس کے محرر کو اطلاع دے اور اس کی دُعائے دلی حاصل کرے۔

اس رسالے کو اگر کوئی کہے
وہ محرر کے لیے کر دے دُعا

(مہر وولا کا راہی علی)

''حمدِ الٰہی''، صفحہ ۱۴ تا ۲۶، دعائے علی، ۲۷ تا ۳۲، مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا آغاز صفحہ ۳۵ تا ۱۵۱، آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکرِ مبارک ۱۵۳ تا ۱۶۸، ''عسکرِ اسلام''، ۱۶۹ تا ۱۷۴، ''عالم اسلام سے کلام'' ۱۷۵ تا ۱۹۳، ''سرکارِ مکّی'' ۱۹۴۔ مئے کدہ ۱۹۵۔ ''گلہائے معطر'' ۱۹۶۔ ''لکھائی کا حل'' ۲۱۰۔ ''آلِ رسول کا سلسلہ'' ۲۱۸۔ ''اہلِ علم کی رائے'' ۲۲۱۔ کتاب میں شامل کلام کی تفصیلات آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ سیّد امین علی نقوی کی کہی ہوئی خوبصورت حمد کے چند اشعار پیشِ خدمت ہیں ؎

حمد اس کی ہر گھڑی ہر دَم کہو — اس کے ہے رحم و کرم کا در کھلا
ہوں کروڑوں حمد اس کے واسطے — اک وہی ہر دور کا ہادی ہوا
ہے وہ اللہ مالک و مولائے کُل — حُکم ہے اس کا اسی کے مہر و مہ
ہے مرادِ آدم و حوّا وہی — ہے رسولوں کے اصولوں کی صدا
وردِ عالم ہے سُرورِ اہلِ دل — ہر مسلماں کا وہی ہے اک الٰہ

لا الٰہ الا اللہ کی ردیف میں پُر اثر حمد کے کچھ شعر دیکھیے۔

صدائے دورِ عطا ، لا الٰہ الا اللہ — لوائے راہِ ہُدیٰ ، لا الٰہ الا اللہ
کلامِ مہر و ولا ، لا الٰہ الا اللہ — حسامِ ملک الٰہ ، لا الٰہ الا اللہ
وہی ہے عالم امکاں کا مالک و مولیٰ — دوائے دردِ ولا ، لا الٰہ الا اللہ
اسی کے در کا سہارا ہے سارے عالم کو — رُسُل کا ورد ہوا ، لا الٰہ الا اللہ

ولادت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے سے شعراء کرام نے انتہائی عقیدت و محبت سے لکھا ہے۔ اسی تناظر میں نقوی صاحب کا طرزِ بیان ملاحظہ ہو ؎

ہادیٔ راہِ مولیٰ الوریٰ آگئے — سارے عالم کے صدر العلیٰ آگئے
ہو کے اللہ کے محمود و حامد مگر — دہر کے دردِ دل کی دوا آگئے
اصلِ آدم رسولِ الٰہ الوریٰ — ماہِ اسلام و مہرِ عطا آگئے
مرسلوں کے امام و حسامِ الٰہ — سرورِ کُل ، دلِ دوسرا آگئے
ملک مولیٰ کے دُلہا ، امم کے ولی — حاملِ حالِ صلِّ علیٰ آگئے

اللہ ربُّ العزّت نے ''وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'' کہہ کر رسول محتشم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ مبارک کو بلند کردیا ہے۔ سو اب کس کی مجال کہ لب کشائی کرے۔ لیکن اُن کے غلاموں کی عقیدت و محبت ہے کہ وہ بھی اپنے اپنے انداز اور اپنی اپنی فکرِ رسا کو بروئے کار لاتے ہوئے مدحِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے ہیں۔ سیّد محمد امین نقوی جو اپنا تخلص علی کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرورِ ہر دوسرا ہے ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصدرِ علم و عطا ہے
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالیٔ مہر و ولا ہے ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی و مولائے عالم
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساعیٔ ہر اک گدا ہے ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داعیٔ امر الٰہی
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم راہِ ہدیٰ ہے ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاکم اولادِ آدم
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی الٰہ کا مدّعا ہے ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکّی و عالی مکارم
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماحیٔ مکر عدا ہے ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حامیٔ اسلام مولیٰ
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک ملک سما ہے ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سالک راہِ معلّیٰ

قارئین محترم سیّد علی نقوی کی غیر منقوطہ نعتیہ شاعری میں حسن ہے ندرت ہے۔ فکر کی گہرائی و گیرائی موجود ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی نعتیہ شاعری میں پُر کیف اثر موجود ہے۔ دُعا ہے اللہ ربُّ العزّت سرور انبیاء مقصود کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل سیّد محمد امین نقوی کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

راغب مرادآبادی مرحوم نے ''مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے نام سے کتاب ۱۹۷۹ء میں تصنیف کر لی تھی۔ بوجوہ کتاب ۱۹۸۳ء کو شہر حمد و نعت کراچی سے شائع ہوئی۔ کتاب ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ آخری نو صفحات، فرہنگ کے لیے مختص ہیں۔ اُردو غیر منقوط نعتیہ مجموعوں میں ''مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کو اوّلیت حاصل ہے۔

نمونۂ کلام:

روحِ سمکُ مُلہم داود اللہ ۔۔۔ عدل، صمد، ودود، مودود اللہ
عالم عالم کا اصلِ معہود اللہ ۔۔۔ اک سرِّ صدا اَسرار اَساسِ عالم

......☆......

دو عالم کا سہارا، آسرا لکھ ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، مُراد و مُدّعا لکھ
اُٹھا کِلک اور رُودادِ حِرا لکھ ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، راکع و حمّادِ مولا

راغب مرادآبادی کی زود گوئی کے چرچے زبانِ زدِ عام ہیں۔ انہوں نے شاعری کی تمام اصناف

میں شاعری کی ہے۔ اُردو حمدیہ و نعتیہ ادب کو دو شاہکار کتابیں پیش کر چکے ہیں۔ آپ کا اُردو حمدیہ رباعیات پر مشتمل مجموعۂ اُردو حمدیہ ادب میں اوّلین کوشش و کاوش ہے۔ مذکورہ کتاب پر بھرپور تبصرہ میری کتاب ''اُردو حمد کا ارتقاء'' شائع ہو چکا ہے۔ راغب صاحب کی دوسری کتاب ''مدحِ رسول'' ہے۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد قلم یہ لکھنے پر مجبور ہے کہ یہ کتاب نہ صرف علم و فن سے مزیّن ہے بلکہ راغب صاحب کا عشقِ رسول واضح طور پر کتاب کے ہر ہر صفحے پر جگمگا رہا ہے۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے لکھا ہے کہ:

''مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعتوں اور رباعیوں میں بہت کم ایسے مقامات ہیں۔ جہاں صنعتِ غیر منقوطہ اظہار، جذبہ اور اُردو کے مزاج پر غالب آئی ہو وہاں بیشتر مقامات پر یہ مشکل صنعت حجاب درمیاں نہیں بنی ہے بلکہ وسیلۂ انعکاسِ جذبہ و خیال کے طور پر سامنے آتی ہے۔''

ڈاکٹر شان الحق حقی کی تحریر ملاحظہ فرمایئے: ''جناب راغب مراد آبادی ہمارے عہد کی اُن چند باکمال ہستیوں میں ہیں جن کے سامنے میرا سرِ نیاز جذبۂ عقیدت اور وفورِ تحسین سے جھک جاتا ہے۔ اُنھوں نے اپنے آپ کو اُستاد نہیں کہلوایا، مگر اُستاد کا لقب اُنھیں زیب دیتا ہے۔ راغبؔ صاحب کی نعتوں میں کہیں بھی کوئی بات ثقاہت یا معقولیت سے ہٹی ہوئی نہیں ملے گی۔ اظہارِ محبّت و ارادت ہے، جیسا کہ چاہیے مگر پوری احتیاطوں کے ساتھ جو ان کے خلوص کلام کی شاہ ہیں۔ یہ مجموعہ اُردو ادب کے جواہر خانے میں ایک بیش بہا اضافہ ہے اور یقین ہے کہ فارسی میں فیضی کی ''سواطعُ الالہام'' کی طرح راغبؔ صاحب کا یہ کارنامہ بھی اُردو میں مُنفرد رہے گا۔ جزاہ اللہ خیر الجزا ہمارے اس اموکے کوی کے عُمدہ اعلیٰ احلیٰ کلام کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح میں ہے کوئی داد کہ کامل کہلا سکے اس کم سواد کو مُحال معلوم ہوئی دو سطور ہی سے کُھل گیا کہ اس کڑی مہم میں اس کی ہمسری محال ہے اور اس سے آگے راہ محدود و مسدود۔ والسّلام''

ہمیں اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں کہ راغب مراد آبادی نہ صرف یہ کہ وہ ایک بڑے شاعر تھے بلکہ وہ ایک اچھے انسان بھی تھے۔ ان کے چند اشعار آپ کے ذوقِ نعت کی نذر ؎

دل کا ہو وِرد اگر سدا صلِّ علیٰ محمدٍ   دُور ہو گردِ ماسِوا صلِّ علیٰ محمدٍ
دام و دِرم کا دائرہ اور مرا ہو مُدّعا   گوہرِ مُدّعا مرا صلِّ علیٰ محمدٍ

......☆......

دو عالم کا حاصل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم   مَحامِد کا حامل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
علَمدار ، اسمِ اَحد کا   وہ علّامِ کامل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

......☆......

سرورِ دوسرا دُرود و سلام ماہِ دارِ حرا درود و سلام
مَحرمِ سرِّ لا و اِلّا اللہ حرمِ مُدّعا درود و سلام

راغب مرادآبادی کا مجموعۂ نعت ''مدحِ رسول'' (غیر منقوط) اہل علم واہل دل کے لیے اک خزینہ ہے اور حضرت راغب مرادآبادی کے لیے ذریعۂ نجات ہے۔

شاعر لکھنوی مرحوم ایک باعمل مسلمان اور عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ ان کا شمار ممتاز صاحب طرز نعت گو شعراء میں ہوتا ہے۔ شاعر لکھنوی کی منقوطہ و غیر منقوطہ نعتیہ شاعری، نعت گو شعراء بالخصوص نو آموز شعرا کے لیے قابلِ تقلید ہے۔ شاعر لکھنوی کی نعتیہ شاعری کا پرچم نعتیہ ادب کے آسمان پر لہراتا اور جگمگاتا رہے گا۔ روزِ محشر حضور پُرنور، سرورِ انبیاء، مقصودِ کائنات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، شاعر لکھنوی سے فرمائیں گے ''شاعر! کوئی نعت سُناؤ'' تو شاعر لکھنوی کہیں گے ؎

ہم غلام آپ کے تھے، آپ کے ہیں بس یہی نام و نسب ہے آقا

شاعر لکھنوی کی کتاب ''روحِ الہام'' (غیر منقوطہ حمد ونعت و رباعیات وقطعات) یہ کتاب انہوں نے غالباً ۱۹۷۶/۷۷ء میں مکمل کر لی تھی۔ ان کا انتقال ۱۹۸۹ء میں ہوا۔ کتاب ۲۰۱۱ء میں شائع ہوئی۔ شاعر لکھنوی کی غیر منقوطہ شاعری کے حوالے سے ہم یہاں پروفیسر سحر انصاری کے مضامین سے اقتباس پیش کرنا چاہیں گے۔

''شاعر لکھنوی اگرچہ غیر منقوطہ نعتیہ رباعی اور قطعات کے نہ موجد ہیں اور نہ پہلے شاعر لیکن اس وصف میں اور اس میدان میں وہ سب کو پیچھے چھوڑ گئے۔ وجہ یہ ہے کہ اس ''میکانکی'' پابندی کے باوجود ان کا کلام کہیں سپاٹ، بوجھل، ادق اور بے روح نہیں ہونے پایا۔ یہ بات میں نے بطورِ خاص اس لیے کہی ہے کہ بعض دوسرے شعرا کے ہاں غیر منقوطہ کلام میں وہ شگفتگی اور بے ساختگی نہیں ملتی جو شاعرؔ صاحب کے حصے میں آئی ہے۔ اُن کی یہ رُباعی دیکھیے ؎

ہر گرد سے روح و دل کو سادہ کرلو ہر لمحہ درود کا اعادہ کرلو
حائل ہو کوئی وسوسۂ دہر اگر سرکار کی مدح کا ارادہ کرلو

اس میں اس قدر شگفتگی اور شیفتگی ہے کہ پڑھتے وقت یہ اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ یہ کسی کڑی فنی شرط کے تابع ہو کر کہی گئی ہے۔ دراصل کلام اپنی تاثیر کا حسن اسی وقت ظاہر کرتا ہے جب اس میں جذبے کے ساتھ ساتھ فنی اور جمالیاتی اوصاف اس طرح آمیز ہو جائیں کہ کسی قسم کی فنی شرط یا پابندی خارج سے مسلط کی ہوئی نہ محسوس ہو۔ شاعر لکھنوی کی نعتیہ رباعیات اور قطعات کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے جو

انہیں اس میدان میں سب سے ممتاز و ممیّز ٹھہراتی ہے۔

''روحِ الہام'' کے غیر منقوطہ قطعات اور رباعیات کے بعض مصرعے الفاظ کے انتخاب اور دردو بست کا ایک ایسا حسن رکھتے ہیں جس کی بے اختیار داد دینی پڑتی ہے ۔

کلامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، کمالِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

یا

سرکار سے ہر لمحہ سروکار رہا

کلام اور کمال، سرکار اور سروکار کے اس طرح استعمال میں محض استادانہ مہارت ہی نہیں بلکہ لطفِ ادا اور ندرتِ بیان بھی ملتی ہے۔ مدحیہ شاعری میں اس طرح کی لفظی و معنوی جدّتیں بڑا حسن پیدا کر دیتی ہیں۔''

پروفیسر حسن اکبر کمال رقمطراز ہیں:

''اُردو غزل کی لطافتوں، نزاکتوں اور معنی آفرینی کے حوالے سے ''زخمِ ہُنر'' جیسے خوبصورت شعری مجموعے کے خالق جناب شاعر لکھنوی نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور قادر الکلامی کا ایک زمانے کو قائل کر لیا تھا۔ جب انہوں نے مدّاحئ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اپنے ہُنر اور علم کے خزینے کو بروئے کار لانے کا اِرادہ کیا تو بارگاہِ ایزدی سے توفیقِ مزید عطا ہوئی اور شاعر لکھنوی صاحب نے بے پناہ تاثیر و تاثّر سے معمور نعتیں، رُباعیات اور قطعات تخلیق کر کے اُردو کے شعری سرمائے میں بیش بہا اضافہ کیا۔ زبان و بیان، فنّی اسرار و رموز اور تخلیقِ حمد و نعت کے مراحل میں حدِّ ادب و احتیاط کے معیار اور تقاضوں کا مکمل لحاظ رکھنے کا ثبوت، شاعر لکھنوی صاحب کا یہ مجموعۂ حمد و نعت و رُباعیات ہے جو فنِ سخن طرازی کی نہایت مُشکل صورت یعنی صنعتِ غیر منقوط کا شاہکار ہے خود پر عائد کردہ اِس پابندی اور عرضِ مدحت میں تکنیکی حدود متعین کر لینے کے باوجود شاعر لکھنوی نے کہیں بھی پیرایۂ اظہار کو، لطافت، حُسنِ بیاں، عقیدت و شیفتگی، زباں دانی میں مہارت اور الفاظ کے درو بست کے التزام میں سلیقہ و ہُنر کاری سے عاری نہ ہونے دیا۔ شعر و ادب سے دلچسپی رکھنے والوں اور خاص طور پر نوجوان شعراء کے لیے ''رُوحِ الہام'' جیسے شعری مجموعے، رموزِ شعر گوئی، زبان و بیان پر عبور اور حمد و نعت جیسی مقدّس اصنافِ ادب کی تخلیق کے ضمن میں ایک مثالی مکتب اور رہنما ادارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شاعر لکھنوی مرحوم کے سعادت مند صاحب زادے ایاز پاشا لائقِ تحسین و تشکّر ہیں کہ انہوں نے اپنے پدرِ بزرگوار کے شعری سرمائے کو ادبی حلقوں تک پہنچانے کے لیے جناب طاہر سلطانی کے ادارے ''جہانِ حمد پبلی کیشنز'' کے تعاون سے اِس

وقیع مجموعۂ حمد و نعت و رُباعیات کی اشاعت کا اہتمام کیا۔''

جناب خواجہ رضی حیدر ''روحِ الہام'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ماضی قریب کی شعر و ادب کی تاریخ کے ایک اہم شاعر مرحوم شاعر لکھنوی جہاں اپنے غزلیہ آہنگ کی بنا پر ممتاز رہے، وہاں انہوں نے مذہبی شاعری پر بھی بھرپور توجہ دی۔ ایسی توجّہ جس نے اُن کے احساس میں حمد و نعت کے حوالے سے ایسے دَر وَا کر دیئے، جن سے تا قیامت ''خوشبوئے حسّان'' آتی رہے گی۔ اُن کا نعت پاک کے حوالے سے ایک مجموعۂ کلام ''روحِ الہام'' شائع ہو رہا ہے جس میں غیر منقوط حمد، نعت پاک اور قطعات موجود ہیں۔ غیر منقوط قطعات کی تعداد ۶۳ ہے۔ یہ تعداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ مبارکہ سے منسوب ہے۔ جس سے شاعر لکھنوی کی عقیدت کا اظہار تو ہوتا ہی ہے لیکن ساتھ ہی اُ۔ کی فنّی استطاعت بھی ظاہر ہے۔ یہ صنفِ نعت میں ایک اہم کام ہے۔ ایسا کام جو دیگر نعت گو شعراء کی اظہاری صلاحیتوں کو مہمیز کرتا رہے گا، یعنی شاعر لکھنوی آنے والے زمانوں میں دیگر ایسے شعراء کے ثواب میں بھی حصّہ دار رہیں گے جو غیر منقوط نعت گوئی میں اپنی اظہاری صلاحیتوں کو صَرف کریں گے۔ اللہ تعالیٰ، شاعر لکھنوی کے درجات کو بلند کرے اور ہم کو بھی صالح عمل کی توفیق عطا فرمائے۔''

لطیف اثر زود گو شاعر تھے۔ ان کی تیرہ کتابیں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں۔

(۱) ''حصارِ انا'' (مجموعۂ غزل) ۱۹۸۳ء (۲) ''سیلِ تمنّا'' (مجموعۂ غزل) ۱۹۸۴ء (۳) ''صحیفۂ حمد'' (مجموعۂ حمد) ۱۹۸۸ء (۴) ''صحیفۂ نعت'' (مجموعۂ نعت) ۱۹۸۸ء (۵) ''مِرے آئینے'' (مجموعۂ غزل) ۱۹۹۲ء (۶) ''صحیفۂ ذات'' (مجموعۂ حمد) ۱۹۹۲ء (۷) ''صحیفۂ نور'' (مجموعۂ نعت) ۱۹۹۲ء (۸) ''بساطِ کرب'' (قصائد شہدائے کربلا) ۱۹۹۳ء (۹) ''چراغِ راہِ حرم'' (مجموعۂ نعت) ۱۹۹۴ء (۱۰) ''سرکار دو عالم'' (مجموعۂ نعت غیر منقوط) ۱۹۹۵ء (۱۱) ''شافعِ محشر'' (مجموعۂ نعت) ۱۹۹۵ء (۱۲) ''اللّٰھُمَّ'' (مجموعہ حمد غیر منقوط) ۱۹۹۶ء (۱۳) ''طلوعِ حمد'' (مجموعۂ حمد) ۲۰۰۰ء

غیر منقوطہ مجموعۂ حمد ''اللّٰھم'' خصوصی اہمیت افادیت کا حامل ہے کہ اس سے پہلے کسی شاعر کا غیر منقوطہ حمدیہ مجموعہ شائع نہیں ہوا۔ ۶۶ حمدوں پر محیط، مذکورہ مجموعۂ حمد میں ڈاکٹر ابوالخیر کشفی علامہ محمد ولی رازی کے مضامین کے علاوہ لطیف اثر کا حرفِ سپاس بھی شامل ہے۔ حضرت لطیف اثر نہ صرف ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ بلکہ وہ ایک عظیم انسان بھی تھے۔ راقم پر تو بہت زیادہ کرم فرماتے تھے۔ آپ نے میرے حمدیہ مجموعے ''حمد میری بندگی'' کے لیے مضمون بھی سپرد قلم فرمایا تھا۔ جو میرے لیے کسی سعادت و اعزاز سے کم نہیں۔ راقم نے شہر حمد و نعت کراچی کے جن صاحب کتاب نعت گویان اُردو کے انٹرویو کیے

ہیں۔ اُن میں حضرت لطیف اثر بھی شامل ہیں۔ انشاء اللہ انٹرویو پر مبنی کتاب جلد شائع ہوگی۔ بات ہورہی تھی غیر منقوطہ مجموعہ حمد ''اللّٰھُمَّ'' کی تو کیوں نہ لطیف اثر کے پر پُراثر حمد یہ اشعار آپ کی خدمت میں پیش کر دیے جائیں۔

حمد اللہ کی لکھ رہا ہوں لمحہ لمحہ اسی کا ہوا ہوں

......☆......

کس طرح ہوں وہ آسرے وہ کہاں ہے کسے کسے معلوم
معلوم
دل ہمارا ہے واسطے اس کے ہم کو معلوم اور اسے معلوم

......☆......

داور ہے وہ اسی کی ہے ہر گاہ ہم کو اسی کے در کی مِلی ہے گدا
داوری گری

......☆......

مالکِ دوسرا مدد کردے ہر رحم ہر کرم کی حد کردے
دل سے اُٹھے صدائے اللہ ھو دل کو گھوارۂ احد کردے

......☆......

مرہم ہر گھاؤ کا ہے مالک الملک لا دوا کی دوا ہے مالک الملک
مالکِ دوسرا ہے مالک الملک ماسِوا سے سِوا ہے مالک الملک
عالمِ کُل گواہی دے اس کی دردِ دل کی دوا ہے مالک الملک

لطیف اثر کے روح پرور حمدیہ اشعار جن میں کیفیت اور روانی کے ساتھ ساتھ ان کے دل سے نکلی ہوئی صدائیں بھی شامل ہیں۔ اب ہم ڈاکٹر ابوالخیر کشفی اور علامہ محمد ولی رازی کی رائے سے اقتباس پیش کررہے ہیں:

''جناب لطیف اثر کی نعتیہ اور حمدیہ شاعری کے علاوہ ان کی غزلوں پر میں نے اتنا کچھ لکھا ہے کہ اب سمجھ میں نہیں آتا کہ اس پر کیا اضافہ کروں یہ دراصل میری فکر کی تنگ دامانی ہے لطیف اثر صاحب کا معاملہ یہ ہے کہ ان کی روح اور طبع رواں صفحہ قرطاس پر جوئے نور کی صورت بہہ رہی ہے میں نے نور یوں عرض کیا کہ ان کا موضوع حمد و نعت ہے اور جو یوں کہا کہ انہیں خود اپنے طبع موزوں پر قابو نہیں رہا۔ بیشتر

شاعر شاعری کو اختیار کرتے ہیں جناب لطیف اثر کو شاعری نے اختیار کر لیا ہے۔

یہ مرتبہ بلند مِلا جِس کو مِل گیا
ہر مدعی کے واسطے ''شعر و سخن'' کہاں

لطیف اثر صاحب مجموعہ کمالات ہیں ان کی زندگی کا پھیلاؤ اور ان کے اظہار کا تنوع کہیں اور مشکل سے ملے گا'' ......(سیّد محمد ابوالخیر کشفی)

''لطیف اثر صاحب پر اللہ جل شاہ کی ایک خصوصی عنایت یہ ہے کہ حمد گوئی اور نعت گوئی ان کا شوق نہیں رہا۔ معمول بن گیا ہے اور اس میدان کی سیاحی میں لطیف اثر نے نادر طریقے اور نئے راستے تلاش کئے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی قوت شعر گوئی کو اتنی رفتار اور قوت عطا فرمائی ہے کہ تقریباً ہر دوسرے مہینے ان کا کوئی نہ کوئی مجموعہ طباعت کے لیے تیار ہوتا ہے آدمی پرانے ہیں مگر ان کی فکر اور شعر گوئیکی رفتار جوان بھی ہے اور تر و تازہ بھی'' ......(علامہ محمد ولی رازی)

حضرت لطیف اثر قادر الکلام زود گو شاعر تھے۔ کثیر تعداد میں آپ کے مجموعہ ہائے حمد و نعت شائع ہوئے یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ کثیر تعداد میں شائع ہونے والے مجموعہ ہائے حمد و نعت کے حوالے سے سرِ فہرست شعرائے کرام میں ممتاز نعت گو، ادیب و محقق نعت پر سب سے زیادہ کام کرنے والے جناب راجا رشید محمود ہیں۔ ان کے علاوہ مسرور کیفی، حافظ لدھیانوی کے نام بھی نمایاں ہیں۔ حضرت لطیف اثر کی فن و شخصیت کے حوالے سے راقم کا ایک مضمون ''جہانِ حمد'' میں چھپ چکا ہے۔ سر دست ہمارا موضوع ان کی غیر منقوطہ نعتیہ شاعری ہے۔ لطیف اثر کا غیر منقوطہ مجموعۂ نعت ''سرکارِ دو عالم'' میرے سامنے ہے۔ ایک حمد تریسٹھ نعتوں پر مشتمل یہ مجموعہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۵ء کو راشد لطیف نے شہر حمد و نعت کراچی سے شائع کیا۔ لطیف اثر کی شاعری جُز وقتی نہیں بلکہ کُل وقتی تھی۔ لمحہ لمحہ ان کی فکر کا محور حمد و نعت ہی تھی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

اللہ کے رسول کا کلمہ ادا کروں — اور عام دل کے واسطے راہِ ہدیٰ کروں
دل کو مرے ملے درِ احمد کھُلا ہوا — ہر لمحہ محوِ درسِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رہا کروں

اِسی تناظر میں دو شعر اور ملاحظہ فرمائیں ؂

گہوارۂ درود مسلسل دُعا سلام — سرکار کا کرم ہی کرم اور ہم ہی ہم
صلِّ علیٰ کا ورد امر ہو گھڑی گھڑی — سرکار ہوں ہمارے اور سرکار کے ہوں ہم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، رحمۃ للعالمین، شافعِ محشر، ہادیٔ عالم، خیر البشر اور مقصودِ کائنات ہیں۔ آپ کی

ولادت باسعادت اللہ کا خاص کرم و انعام ہے۔ نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ عالمِ انسانیت کے لیے بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے حوالے سے چند اشعار جو بھرپور معنویت اور روانی کے ساتھ اپنا اثر دکھا رہے ہیں۔

کرم ہی کرم لے کے آئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعائے کرم ہے دعائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سکوں سارے عالم کا لائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وہ آئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اُسی دم ہوئی رسم الحاد درگور وہ مکّے سے آئی صدائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ ''افضل الذکر لا الہ الا اللہ''۔ اللہ عزّوجل کا فرمان عالی شان ہے کہ میرے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجو۔

جناب لطیف اثر کی نعتیہ شاعری میں صلِّ علیٰ کا ورد، توانائی کے ساتھ گونجتا ہے۔ یہ گونج کوئی عام گونج نہیں بلکہ اس گونج کے سفر میں خوشبو اور روشنی بھی ہمسفر ہے۔

طلوعِ مہر کرم ہوگا مطلع دل سے
اثر کو ورد ہے صلِّ علیٰ رسول اللہ

......☆......

صلِّ علیٰ کا ورد اور راہِ درِ حرم
دل کو عطا ہوا مرے اللہ کا کرم
ہر لمحۂ ورود ہے صد حاصل سرور
صلِّ علیٰ کا ورد ہے کاسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

......☆......

حرم کی راہ آئی اللہ اللہ
صدا ہوگئی عام صلِّ علیٰ کی

......☆......

عام ہر سو ہوئے سلام و درود
وہ رسولِ اُمم ہوئے مولود

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غریبوں، مجبوروں کے طرفدار و غمخوار، بیواؤں، یتیموں اور غمزدوں کا ہر طرح سے خیال رکھنے والے بے مثل رسول معظم کی شان میں لطیف اثر کے دو خوبصورت و اثر انگیز شعر ملاحظہ کیجیے۔

علم اللہ کا ہوا کس کو راہ سالوں ڈھکی رہی دل کو

مرے سرکار کو ہوا محسوس رگ دُکھی ہے اگر کسی دل کی

اس نوع کے اشعار کتاب میں جا بجا ملتے ہیں۔ مذکورہ کتاب نعتیہ ادب میں بالخصوص غیر منقوطہ شاعری کے حوالے سے قابلِ قدر اضافہ ہے۔ ہم لطیف اثر مرحوم کے درجات کی بلندی کے لیے دُعا گو ہیں۔ حضرت لطیف اثر کی غیر مطبوعہ تصنیفات کا عشاقانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شدّت سے انتظار ہے۔ جاوید لطیف، راشد لطیف فرزندانِ لطیف اثر مرحوم سے درخواست ہے کہ وہ اپنے والد مرحوم کی غیر مطبوعہ کتابوں کو شائع کر کے ان کی روح کو آرام پہنچائیں۔ اس حوالے سے راقم خدمت کے لیے تیار ہے نیک خواہشات کے ساتھ۔ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

معروف ادیب وصحافی مدیر ماہنامہ ''آفاق'' کراچی سیّد سخاوت علی الوری کے توسل سے جناب تابش الوری سے رابطے کی سبیل نکلی۔ سیّد تابش الوری ملک کے معروف سیاست داں وصحافی کے حوالے سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ایک خوش فکر شاعر بھی ہیں۔

تابش الوری صاحب نے اپنی کراچی آمد کا عندیہ بذریعہ ٹیلی فون دیا تو ہم نے اُنہیں ''بزمِ جہانِ حمد پاکستان'' کے زیرِ اہتمام منعقدہ ماہانہ طرحی حمدیہ مشاعرہ کی صدارت کی درخواست کی جو انہوں نے قبولِ فرمالی۔ ممتاز افسانہ نگار، رضوان صدیقی کی رہائش گاہ پر منعقدہ طرحی حمدیہ مشاعرہ کی صدارت آپ نے ہی فرمائی۔ اس مشاعرے میں کراچی کے جن شعرائے کرام نے شرکت کی ان میں خیام العصر محسن اعظم محسن ملیح آبادی (مہمان خصوصی)، قادر الکلام شاعر اقبال عالم، پروفیسر حسن اکبر کمال، پروفیسر خیال آفاقی، ذکی عثمانی، ڈاکٹر انیس الحق انیس، عبدالوحید تاج، نشاط غوری، آسی سلطانی، مسعود عالم مسعود، طاہر سلطانی سامعین میں محمود احمد خاں (سماجی شخصیت)، سیّد سخاوت علی الوری، احسان الحق احسان، میٹرو وَن ٹی وی کی مینجنگ ڈائریکٹر جناب عامر مسعود شیخ کے والد محترم سلطان مسعود شیخ نے بھی شرکت کی۔ شعرائے کرام نے مشاعرے میں روح پرور اور پُر اثر حمدیہ کلام پیش کیا۔ بالخصوص صدر مشاعرہ کا طرحی حمدیہ کلام سامعین اور شعراء نے بہت پسند کیا۔ صدر مشاعرہ نے بزم جہانِ حمد پاکستان کی مساعیٔ جمیلہ کو سراہتے ہوئے بزم کے عہداران واراکین کو مبارک باد پیش کی۔ اس تمہید کا اصل مقصد، تابش الوری کا غیر منقوطہ مجموعۂ نعت ''سرکارِ دوعالم'' کا تعارف کرانا مقصود ہے۔ یہ شاہکار کتاب اپریل ۲۰۰۴ء کو منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔ کتاب کے ناشر ''مجلس ثقافت پاکستان بھاولپور'' ہے۔ کتاب کا انتساب ''خاتونِ جنّت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' کے نام کیا گیا ہے۔ ایک سو چھ صفحات پر مشتمل

کتاب میں تین حمدیں، چونتیس نعتیں شامل کی گئی ہیں۔ ملک کے نامور قلم کاران جناب شہزاد احمد شہزاد، جناب امجد اسلام امجد، پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی، پروفیسر ڈاکٹر محمد عارف کی آرا شامل ہیں۔ مذکورہ کتاب ہمیں بھاولپور کے ممتاز شاعر و ادیب سہیل اختر صاحب نے بھجوائی تھی وہ کتاب نظروں سے اوجھل ہوگئی تو جناب تابش الوری کو فون پر بتایا کہ کتاب درکار ہے۔ سو موصوف نے کتاب بھجوا کر ہمارا کام آسان کر دیا، تابش صاحب آپ کا شکریہ۔ غیر منقوطہ نعتیہ شاعری میں مترنم بحریں اور کلام میں روانی تابش الوری کا خاصہ ہے۔ کتاب میں شامل پہلی حمد سے چند شعر ملاحظہ کیجیے۔

مالک الملک ہے وہ ملک ہے سارا اُس کا
آسماں اُس کا، سمک اس کی ہے صحرا اس کا
لہر در لہر رواں اس کا کرم اس کی عطا
ساحل اس کا ہے، ہوا اس کی ہے دھارا اس کا
سارے عالم کے سہاروں کا سہارا وہ ہے
ہم کو ہے احمد مرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سہارا اس کا

تابش الوری کی غیر منقوطہ نعتیہ شاعری سے بھی چند اشعار پیش خدمت ہیں ؎

مِرے اللہ مرا ولولہ اعلیٰ کر دے
مِرا ہر کام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حوالہ کر دے

ولادتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دلکش پیرایے میں بیان کیا ہے ؎

سُرور سے دل لہک رہا ہے درود سے روح کِھل اُٹھی ہے
کسی کی آمد کا سلسلہ ہے ہوا مسلسل مہک رہی ہے

مقصودِ کائنات، سرورِ انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسم گرامی کے حوالے سے شعرائے کرام نے خوبصورت اشعار لکھے ہیں۔ تابش الوری کا یہ شعر دیکھیں۔

داؤد کی لے ہے کہ ملائک کی صدا ہے
اک اسمِ گرامی ہے کہ رس گھول رہا ہے

حضور پُرنور سراپا کرم ہیں۔ آپ کا کرم دراصل مولائے کل کا کرم ہے۔ مولائے کل کا فرمان عالی شان ہے کہ میں اور میرے ملائکہ رسول آخر پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اے مومنو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔ کرم اور درود شریف کے حوالے سے دو دلکش اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دم سے کرم ہی کرم ہے
کرم ہی کرم ہے ، کرم ہی کرم ہے
درودوں سے ہر راہ آساں ہوئی ہے
ہر اک دل حرم ہے ، کرم ہی کرم ہے

جو شخص یہ کہے ؎

درود و دُعا اُسی کے لئے مری ہر صدا اُسی کے لئے
لہو کی طرح رواں اسم آں ہواؤ صدا اُسی کے لئے

مالکِ دو عالم، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شاعر تابش الوری اس مدح سرائی کو ہم لوگوں کے دُکھوں کا درماں کر دے۔ ہماری ہر صدا میں درود و سلام کی مہک سما دے۔ مولا ہماری اس آس کو مکمل کر دے۔ سارا آسرا مالک الملک کا ہے۔

''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' جیسی نادر شاہکار کتاب پر تابش الوری کو میرا سلام اور میری جانب سے دلی مبارک باد۔

یہ بات تو طے شدہ ہے کہ فضلِ ربّ اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر کرم کے بغیر حمد و نعت کہنا ناممکن ہے۔ چہ جائیکہ غیر منقوط حمد و نعت۔ یوسف طاہر قریشی کا غیر منقوطہ مجموعۂ نعت ''روحِ عالم'' ۱۹۹۷ء کو منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔ طاہر قریشی لکھتے ہیں ؎

سموتا ہوں محبت کو میں نعتوں میں عقیدت سے
کروں ذکرِ رسول پاک باتوں میں عقیدت سے
لکھوں میں مدحتِ آقا خیالوں کو وضو دے کر
پکڑتا ہوں قلم کو اپنے ہاتھوں میں عقیدت سے

سولہ نومبر ۱۹۸۴ء کا دن تھا۔ مسجد چھتاں والی محلہ لاہوری گیٹ چنیوٹ میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کا اتفاق ہوا۔ حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب چشتی اپنی فصیح اللسانی اور شیریں بیانی کے جوہر دکھا رہے تھے۔ بات ہو رہی تھی حضرت الامام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ اور ان کے فضائل و کمالات کے موضوع پر۔ تو انہوں نے بتایا کہ مشہور مغل بادشاہ اکبر کے نامور رتن فیضی عربی میں ایک کتاب لکھ رہے تھے۔ جو تفسیر کے موضوع پر تھی یہ کتاب غیر منقوطہ الفاظ و عبارت پر مشتمل تھی۔ کتاب لکھتے لکھتے ایک لفظ ایسا آ گیا کہ جس کا غیر منقوطہ مترادف فیضی کے احاطۂ ادراک میں نہیں آ رہا

تھا۔ انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس کا ذکر کیا تو اس ولیٔ کامل نے پوچھا کہ تمہیں اس کے کتنے مترادفات درکار ہیں ایک یا ایک سے زیادہ۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سینہ میں کتنے علوم وفنون کا بحرِ ذخار رکھتے تھے۔

اس موقع پر چشتی صاحب نے مولانا محمد ولی رازی کی سیرت طیبہ پر لکھی ہوئی کتاب دکھائی جو اوّل سے آخر تک غیر منقوطہ ہے نام ہے ''ہادیٔ عالم''۔

یوسف طاہر قریشی کا قلب حُبِّ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منور ہے، اس بات کی گواہی ہمیں ان کی غیر منقوطہ نعتیہ شاعری سے مِل جاتی ہے۔

کسی کا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سا اُسوہ دِکھادو ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سا کوئی ہے طٰہٰ دِکھادو
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دکھڑے سا دکھڑا دِکھادو ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکھڑے سا مکھڑا دِکھادو
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہدے سا عُہدہ دِکھادو ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وعدے سا وعدہ دِکھادو
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سا کوئی ہے دارا دِکھادو ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سا کوئی ہے سلطاں دِکھادو
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سا اک رحم والا دِکھادو ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلمے سا کلمہ ہے کس کا
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سا اک حلم والا دِکھادو ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سا ہے رحمدل، کوئی آئے
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سا کوئی دلارا دِکھادو ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سا کوئی دلاور کہاں ہے

''روحِ عالم'' میں دو حمدیں اور اٹھتّر نعتیں شامل ہیں۔ کتاب ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہم یوسف طاہر قریشی کے لیے دُعا گو ہیں۔

ہمیں یہ جان کر خوشی ہوئی بلکہ حیرت بھی کہ جناب صادق علی صادق بستوی نے بفضلہٖ تعالیٰ ایک کارنامہ انجام دیا کہ انہوں نے ''سیرت مبارکہ'' کو صنعتِ غیر منقوطہ میں منظوم کیا۔ صادق صاحب ہم سب کی مبارک باد کے مستحق ہیں یادرہے۔ کہ کتاب ''داعیٔ اسلام'' اپنی نوعیت کی اوّلین کوشش و کاوش ہے۔

صادق علی صادق بستوی کا مجموعہ ''داعیٔ اسلام'' ۱۴۱۱ھ کو شہرِ حمد و نعت کراچی سے شائع ہوا۔ صفحات ۱۶۰ ہیں۔ صادق بستوی عالم وفاضل شاعر ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفی خاں نقشبندی رقمطراز ہیں۔

''محترم صادق دریابادی کی کتاب ''داعیٔ اسلام'' نظر سے گزری جو غیر منقوطہ حروف میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیّبہ کے کچھ واقعات پر مشتمل ہے۔ بہت سے حضرات نے اس کتاب پر تقریظیں لکھی ہیں۔ راقم الحروف بھی یہ چند سطور لکھنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کتاب میں تین فصلیں ہیں: (۱) داعیٔ اسلام کے اوّل احوال۔ (۲) داعیٔ اسلام کا مکّی دور اور (۳) اعلائے اسلام کا

دور۔ ان تمام واقعات کو صرف ۱۲۱ صفحات میں نظم کرنا اور وہ بھی غیر منقوطہ حروف میں محدود کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس سے پہلے مولانا ولی رازی نے ''ہادیٔ عالم'' نام کی کتاب کے ۱۲۴ صفحات میں غیر منقوطہ حروف سے سیرت نگاری کی تھی۔ وہ اپنی جگہ ایک عظیم کارنامہ ہے لیکن صادق صاحب کا بھی یہ کارنامہ لائقِ صد تحسین و تبریک ہے۔ انھوں نے جگہ جگہ وضاحتی حواشی بھی دیے ہیں جن سے کتاب کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔''

قارئین! کتاب کے ابتدائی اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

ہوئے والد اُدھر ہادی کی آمد سے عدم راہی
رہا رحم و کرم اللہ کا اک ماں کا ہم راہی
سحر ہے سوم کی ، ہے ماہ سوئم ، ماہ کی دس دو
ہوئی ہادیٔ کل کی آمد مسعود اے لوگو

......☆......

رہی عمرِ مکرّم ساٹھ کم سو سال داعی کی
حِرا کی گود سے آمد ہوئی وحیٔ الٰہی کی
حِرا کی کھوہ در آکر رہے محوِ دعا ہادی
کہ سردارِ ملائک آئے ، لوحِ وحی لاکر دی
کہا! کر کے سلام ، اس کو کہو ، امرِ الٰہی ہے
کہا! اُمّی ہوں ، ڈر کر ، حاکم کُل کی گواہی ہے

ہم صادق علی صادق بستوی کو ان کی کتاب ''داعیٔ اسلام'' کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

''معلّمِ عالم'' ۹۹ غیر منقوطہ نعتوں پر مشتمل مجموعہ نعت ہے۔ توصیف نگار الحاج پروفیسر ڈاکٹر ظفر ہاشمی قادری الوارثی ہیں۔ کتاب کا سنہ اشاعت ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۰۰۶ء ہے۔ ہاشمی صاحب نے کتاب میں کسی کی رائے شامل نہیں کی ہے۔ صرف ایک صفحہ پر عرضِ شاعر ''روگاہ'' کے عنوان سے موجود ہے وہ لکھتے ہیں۔

''لوگو! ہر لمحہ حمد احد کرو، مدح احمد کرو۔ اس طرح ممدوح عالم کا سہارا حاصل کرو۔ دل کو آمادۂ وِرد اسمِ ہادمِ الحادر کھو کہ وِردِ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واحمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر درد اور ہر الم کا مداوا ہوگا اور کارمدح سرورعالم اہل

اسلام کا ماوا ہوگا۔ ہر عالَم کا لم گسار، ہر عہد کا دلدار، ہر دو کا مددگار اور ہر عصر کا کردگار ہمارا محمد صلَّ اللہ علا رسول مکرم ہوگا۔ سارا عالَم گدا اور ہمارا مہر سدرہ، ماہِ اِسرا محورعطا ہوگا۔ ہمارا رسول اوّل واولا، اولادِ آدم کا دادرس ہوگا۔ اہل عالم کا سر ہوگا اور اس کا در ہوگا۔ الحمدللہ! ہمارا دل، مداح طاہر وطٰہٰ اس طرح مدح سرا ہوگا کہ رسول ارحم واکرم کا رحم وکرم ہر لمحہ سوا ہوگا''۔

شاعر نے اپنے کلام کو پانچ حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ حصّہ اوّل ''روح الحرم'' نعتیہ غزلیات ''مسلک گہر'' منظومات ...... ''صراط المراد'' قطعات ...... ''مکارم مطلا'' مفردات ...... ''العلم'' حل۔ اُردو...... ترتیبِ کلام کو دیکھنے کے بعد اس بات کا اعتراف کرنا ضروری ہے کہ ظفر ہاشمی کا مجموعۂ نعت ''معلم عالم'' غیر منقوطہ کو دیگر غیر منقوطہ نعتیہ مجموعوں میں ترتیب کے حوالے سے انفرادیت حاصل ہوگئی ہے۔ ظفر ہاشمی کی غیر منقوطہ نعتیہ شاعری سے کچھ اشعار آپ کی نذر کر رہا ہوں۔

اِس طرح اسمِ احمدِ مُرسل ادا ہوا ہم کو درِ رسول مِلا، اور کھُلا ہوا
محوِ کرم رسولِ ملاحم سدا رہا مہرِ مراد اہلِ عمل کو عطا ہوا
ٹوٹا طلسمِ سُکرِ مسائل کا سلسلہ اور مائلِ کرم وہ مہ دوسَرا ہوا

......☆......

احمدِ مرسل صلَّ اللہ حامدِ اکمل صلَّ اللہ
عادلِ، کامل، طٰہٰ، طاہر مصلحِ اوّل صلَّ اللہ
مُکرم، اکرم، راحم، ارحم درسِ مدلل صلَّ اللہ
مصلحِ عادل، عالمِ کامل علمِ مکمل صلَّ اللہ
ماہِ مکارم مہر مسامح سائدِ اکمل صلَّ اللہ

دُعا ہے کہ مدح گو کو اللہ اور رسول ارحم کا کرم ورحم حاصل رہے۔

ہادیٔ برحق، ہادیٔ عالم، اکمل اطہر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر کام ہر زبان میں اور ہر ملک میں ہوا ہے۔ ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے اور تا قیامت تک جاری رہے گا۔ فیضی نے عربی میں غیر منقوطہ تفسیر لکھ کر ایک شاندار کارنامہ انجام دیا لیکن یہ کام مکمل نہ تھا۔ چونکہ فیضی نے تسلسل سے یہ کام نہیں کیا تھا۔ علامہ محمد ولی رازی نے ۱۹۸۳ء کے اوائل میں شاندار و یادگار اور بے مثل کارنامہ ''ہادیٔ عالم'' کے نام سے سرانجام دیا، جس کی اہل علم و ہنر نے دل کھول کر تحسین کی ہے۔ چار سو سولہ صفحات پر مشتمل سیرت طیبہ پر پہلی غیر منقوطہ کتاب جو تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔ ۲۸ برس میں کسی کو سیرت طیبہ غیر

منقوطہ لکھنے (نثر) کی ہمت یا توفیق تو نہیں ہوسکی ہے۔ البتہ کئی شعرائے کرام نے غیر منقوطہ نعتیہ شاعری کی ہے۔ ان میں چند شعراء کے تو مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ غیر منقوطہ مجموعہ ہائے نعت کے شعراء نے مولانا محمد ولی رازی کی کتاب ''ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کو اپنی غیر منقوطہ نعتیہ شاعری کا محرک قرار دیا ہے۔ علامہ محمد ولی رازی دوہرے ثواب کے حق دار ٹھہرے کہ ایک تو خود اتنا بڑا کارنامہ بفضلہٖ تعالیٰ انجام دیا۔ دوسرے ان کی کاوش کی وجہ سے شعرائے کرام کے مجموعہ ہائے نعت اور ایک کتاب منظوم سیرت بھی منظرِ عام پر آئی ان شعراء کرام کے اسمائے گرامی، شاعر لکھنوی، لطیف اثر، یوسف طاہر قریشی، صادق بستوی وغیرہ

ولی رازی صاحب سے راقم کی دو تین ملاقاتیں رہی یہ بات ۱۹۹۰ء کی ہے کہ راقم حمدیہ انتخاب ''خزینۂ حمد'' (۱۰، دس زبانوں کا حمدیہ کلام اُردو ترجمے کے ساتھ) ترتیب دے رہا تھا۔ سو علامہ کی خدمت میں حمدیہ انتخاب کا مسودہ پیش کیا اور درخواست کی کہ آپ اس پر اپنی رائے لکھ دیجیے۔ سو ہماری درخواست منظور ہوئی آپ کی رائے ''خزینۂ حمد'' میں موجود ہے۔ علامہ محمد ولی رازی کی لکھی ہوئی۔ اُردوئے معرّا میں مدحِ رسول اور اطوارِ محمودہ کی اوّل سعی ہے۔ مولائے کل علامہ ولی کو محکم علو عطا کرے۔ ممتاز شاعر و ادیب جناب رئیس امروہوی کی رائے برائے ''ہادیٔ عالم'' پیش کر رہے ہیں:

''خدا شاہد ہے کہ میں شعر و ادب کے کسی نادر اور عجیب شاہکار کو دیکھ کر اس قدر ششدر اور سحر زدہ نہیں ہوا، جتنی حیرت ''ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کے مطالعہ سے ہوئی۔ اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے نظر سے گزرے ہیں۔ ادب کی بے مثال تخلیقات سے بارہا لطف اندوز ہو چکا ہوں لیکن ادب کا کوئی شہہ پارہ۔ نثر کا کوئی نمونہ اور شعر کا کوئی گلدستہ اس قدر حیرت آفریں ثابت نہیں ہوا۔ جتنی حیرت جناب محمد ولی رازی کی تصنیف ''ہادیٔ عالم'' کے مطالعہ سے ہوئی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں فصاحت کی زبان گنگ اور بلاغت کے حواس خبط ہو جاتے ہیں۔ زیرِ نظر ہادیٔ عالم کی مثال اُردو تو اُردو عربی و فارسی زبانوں تک میں نہیں مل سکتی۔ صنعت غیر منقوط میں شعر کہہ لینا چنداں مشکل نہیں۔ جناب محمد ولی رازی نے اس تصنیف میں تخلیقی ولایت کا کمال دکھایا ہے۔''

مشہور شاعر، محقّق، نقّاد، خیّام العصر جناب محسن اعظم محسن ملیح آبادی کی تحقیق کے مطابق صنعت عاطلہ میں جن شعراء نے کلام کہا ہے۔ اُن میں ایک بڑا نام مولوی قدرت اللہ بیگ راد ملیح آبادی کا بھی ہے۔ اُن کا سنہ ولادت اٹھّارہ سو تہتّر عیسوی (۱۸۷۳ء) ہے۔ سال وفات کے بارے میں انہوں نے امجد حسین خاں ایمن زئی ملیح آبادی، غالب علی خاں ملیح آبادی اور مرزا اعظیم بیگ ملیح آبادی کے حوالے

سے لکھا ہے ''مولوی صاحب کا انتقال پینسٹھ (۶۵) برس میں ہوا تھا''۔

جناب محسن اعظم ملیح آبادی فرماتے ہیں اس روشنی میں اُن کا انتقال سنہ اُنیس سو اڑتیس (۱۹۳۸ء) میں ہوا ہوگا۔'' رادؔ ملیح آبادی اُردو، عربی، فارسی، سنسکرت اور ہندی کے جیّد عالم تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل تھے بنارس جا کر سنسکرت زبان کی تعلیم حاصل کی اور ہنود کی مذہبی کتب یعنی چاروں ویدوں کا مطالعہ کیا تھا اور اُن پر عبور حاصل تھا۔ طب کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ وہ اپنے دور کے تجربے کار اطبّا میں شامل تھے۔ مگر طب کو مستقل پیشہ نہیں بنایا۔ وہ ''مدرسۂ فرقانیہ عالیہ'' واقع علاقہ چوک، لکھنؤ میں فارسی کے اُستاد رہے۔

مولوی قدرت اللہ بیگ رادؔ ملیح آبادی کے جدِّ امجد مرزا سیف اللہ بیگ قزلباش، والی اودھ نواب آصف الدولہ کے عہد حکومت میں ناظم سلطان پور بھی رہے۔ وہ اٹھارہ سوسواروں کے رسالدار کے منصب پر بھی فائز رہے۔ مولوی قدرت اللہ بیگ کا شجرۂ نسب اس طرح ہے۔ مرزا سیف اللہ بیگ قزلباش مرزا رستم بیگ، مرزا احمد علی بیگ، مرزا محسن بیگ، مولوی قدرت اللہ بیگ راد، مولوی صاحب ننھیال کی طرف سے آفریدی پٹھان تھے۔ ان کے جدِّ امجد غزنیں کے مشہور قصبہ فتح آباد سے اُتر پردیش میں آئے تھے۔ مرزا قدرت اللہ بیگ رادؔ کے ایک ہی فرزند تھے۔ جن کا نام مرزا غوث بیگ سیفی ہے۔ وہ مشہور عروضی تھے۔'' آئینۂ بلاغت'' اور'' علامت و بلاغت'' نیز آمد نامۂ جدیدان کی مشہور تالیفات ہیں۔ وہ شاعر بھی تھے۔ مگر کلام شائع نہ ہو سکا۔ ایک صاحبزادی علاقہ الّو پور ملیح آباد کے زمیندار عبدالرّب خاں غلزئی کو بیاہی تھیں۔ ایک بیٹی کا دس سال کی عمر میں انتقال ہوا جسے مولوی صاحب بہت عزیز رکھتے تھے۔ ان کے نام سے اپنی مشہور غیر منقوط مثنوی منسوب کی ہے۔ مولوی صاحب کی علم فسلفہ پر گری نظر تھی۔ اس موضوع پر کئی رسائل بھی تحریر کیے تھے۔ جو چھپنے سے رہ گئے۔ ان کے خاندان کے ایک شخص مرزا اعظیم بیگ نے مجھے بتایا تھا'' رادؔ ملیح آباد قادر الکلام تھے۔ وہ گاہ گاہ اُردو شعر بھی کہتے اور فارسی میں بھی غزلیں کہی تھیں، مگر وہ اُن کے خاندان والے محفوظ نہ رکھ سکے''۔

مولوی قدرت اللہ بیگ رادؔ کا بڑا کارنامہ اُن کی غیر منقوط الفاظ پر مشتمل فارسی مثنوی ہے۔ جس کا نام ''مَطالع المحامد'' ہے۔ اس میں چار ہزار تین سو پچپن (۴۳۵۵) اشعار ہیں۔ اس میں ایک قصیدۂ نعتیہ بھی ہے۔ مثنوی کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سوانح ہے۔ جو صنعت تجنیس اور صنعت قلب میں ہے اور سو میں سے پچھتّر اشعار مذکورہ صنعتوں میں ہیں۔ اُن کی یہ مثنوی صنائع اور بدائع سے بھری ہوئی ہے۔ لکھنوی شاعری کا انداز ہے۔ صنائع بدائع نے مثنوی کے اشعار مشکل کر دیئے ہیں۔ ان میں زبان عربی

کے الفاظ بھی کثرت سے آئے ہیں۔ اس غیر منقوط فارسی مثنوی مطالع المحامد کا ذکر پروفیسر محمد عبدالقوی فانی چشتی استاد لکھنؤ یونیورسٹی اور شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی نے بھی مولوی قدرت اللہ بیگ راؔد کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ ملیح آباد بنام ''ملیح آباد'' کے مؤلف و مصنّف (محسن اعظم محسن ملیح آبادی) کے شاگرد، سرفراز علی خاں راز ملیح آباد نے بھی اُن کا ذکر نہایت مستند حوالوں سے کیا ہے۔ اُن کی مذکورہ غیر منقوط مثنوی اُن کے کسی عزیز کے پاس بوسیّدہ حالت میں دیکھی تھی۔ مولوی صاحب کے خانوادے کے ایک شخص عثمان خاں غلزئی، جو آج سے بیس سال پہلے کراچی تشریف لائے تھے انھوں نے بھی اُس کا ذکر کیا تھا۔ جوش ملیح آبادی نے اپنی کتاب ''یادوں کی برات'' میں قدرت اللہ بیگ راؔد کا ذکر کیا ہے۔ جوش صاحب فرماتے ہیں۔ ''مولوی قدرت اللہ بیگ فارسی عربی کے عالم تھے۔ میرے پاس اُن کی ایک مثنوی موجود ہے۔ جو غالباً پانچ ہزار اشعار پر مشتمل ہے اور حیرت ناک بات یہ ہے کہ اس مثنوی کے تمام اشعار ایسے ہیں کہ ایک لفظ بھی نقطہ دار نہیں ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اُن کی بے پایاں، ذخیرہ الفاظ اور فرماں روائی لغات کا...... جناب محسن اعظم ملیح آبادی نے اُس مثنوی سے چند شعر بھی دیے ہیں، جو انھوں نے تاریخِ ملیح آباد، بنام ''ملیح آباد'' سے نقل کیے ہیں۔ یہ زیر نظر کتاب ''حمد الٰہ و مدحِ رسول'' میں شامل کیے جارہے ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۳۵ء میں پہلی بار ''مطبعِ یوسفی'' لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔

خیام العصر جناب محسن اعظم محسن ملیح آبادی عصر حاضر میں صفِ اوّل کے نہایت مُستند، قادر الکلام اور منفرد لہجے کے شاعر ہیں۔ میں نے ان سے بھی زیر نظر غیر منقوط مجموعۂ نعت کے لیے بطور خاص چند حمدیں اور نعتیں کہلوائی ہیں۔ جو شامل کتاب ھٰذا ہیں۔ جناب محسن اعظم محسن کا ایک مجموعہ صنعتِ عاطلہ (غیر منقوط الفاظ) میں اُن کی نعتیہ کلیات ''ذکری'' میں شامل ہوگا۔ یہ نعتیہ کلیات تقریباً نو ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ جلد ہی ''جہانِ حمد پبلی کیشنز'' سے شائع ہوگا۔ میں جناب محسن اعظم ملیح آبادی کا ممنون ہوں کہ انھوں نے ایک عظیم شاعر مولوی قدرت اللہ بیگ راؔد ملیح آبادی کا کلام فراہم کیا ہے اور ان کے متعلق اپنی تحقیقی تحریر بطور حوالہ عنایت فرمائی جس کے اقتباسات ہم اس مقدمے میں شامل کررہے ہیں۔

ہُمومِ مُعَلّاءِ دَورِ دَوائر	ہمہ مُوم دَر مہر دارئے اَعلا
معِ آہ ہر کاہ دَر، دردِ دَادَر	کمی در آلام ہر رَمّلِ صحرا
سرودِ ہوا، حمدِ دارائے دَاوَر	معِ دائرہ دوحہ ہر سُوئے صحرا
سرِ دہر در سکّۂ حکم داوَر	سَما رَام رَائے اِلٰہ مُعَلّا

دگر دال، دالِ مُعَلّاَئے مادَح سَوَع راہ و رسمِ رسول مُعَلّاَ
مع ماہ رُوئے رسول مُکرّم مَہامِ مُعَلّاَئے دَارِئے اَعْلاَ
سرِ راآ در رائے حمد مُطہّر لَوائے وِلا وسط مداحِ دَارا

امر سے اُس کے عوالم کا رواں ہے کارواں
لاگماں ہر ہر مکاں اُس کا کہ ہے وہ لامکاں

☆

وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اِلٰہ، آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا الٰہ
حامد و محمود ہے اور اہل ہے ہر حمد کا

☆

حکم اُس کا حکمِ محکم اور امر، امرِ اٹل
ہو اگر اُس کا کرم ہر مسئلہ لاحل ہو حل

سبحان اللہ! کیا روح پرور ایمان افروز اشعار ہیں۔ جب آپ مکمل حمد کا مطالعہ کریں گے یقیناً مکاں اور لامکاں کے مالک کی محبت آپ کے دل میں پُرنور ہواؤں، گھٹاؤں کا سماں باندھ دے گی۔ مختار گیلانی کی غیر منقوطہ نعتیہ شاعری میری دانست میں اُردو نعتیہ ادب کے لیے یادگار خزینہ ہے۔

صاحبِ کتاب چونکہ علوم اسلامیہ میں ایم اے ہیں۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ آپ سیّد السادات بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتیہ شاعری پُراثر ہے (غیر منقوطہ) ان کی شاعری کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ انہوں نے اعتدال کا خاص خیال رکھا ہے۔ ان کے ہاں غلو نام کی کوئی چیز نہیں ان کی لکھی ہوئی نعتوں کے ایک ایک مصرع ایک ایک لفظ سے حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مہک محسوس ہوتی ہے۔ قاری کے لیے خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے کہ کلام کے آخر میں مشکل لفظوں کے معنی بھی دیے گئے ہیں۔ راقم الحروف ایک مرتبہ پھر مختار گیلانی کو دل کی گہرائیوں سے اس عظیم کتاب ''محامد وراء المعرّا'' کی چوتھی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتا ہے۔ اس اُمید کے ساتھ کہ وہ آئندہ بھی تائید خداوندی سے مزید بے مثل کارنامے انجام دیتے رہیں گے۔ مختار گیلانی کے چند نعتیہ اشعار عشاقانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و غلامانِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذوقِ نعت کی نذر ؎

کُوئے احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اُٹھی کالی گھٹا
حوصلہ اِس دِل کے صحرا کو ہُوا

کہہ رہا ہے ہر کوئی صلِّ علیٰ
کوئے احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اُٹھی کالی گھٹا

☆

احمدِ مرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وہ کالی ردا
دل کے صحرا کے لیے کالی گھٹا
اور گھٹاؤں کی وہ اِک کومل ادا
کاکلِ اَسود کا ہر موئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

☆

موردِ صلِّ علیٰ مرسلِ سرمد آئے
حامد و احمد و محمود و محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئے

☆

اُس کی آمد ہے ہواؤں کو معطّر کر دو
کھِل کے ماحول کے اے لالہ وگل مہکاؤ
لاؤ دلدارِ الٰہی ہے کوئی اور اگر
لاؤ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سا دلارا لاؤ

نعتیہ استغاثہ کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔

اے محورِ رحم و کرم امداد کو آؤ
ہوں دور ہمارے الم امداد کو آؤ ہوگئی ہر اک لساں محوِ درود

ٹکڑے ہوا اسلام مسلماں ہوئے رُسوا
اے داعئ اسلام ہو للہ سہارا
اے درد گسارِ حرم امداد کو آؤ
اے محورِ رحم و کرم امداد کو آؤ
ہوں دور ہمارے الم امداد کو آؤ

حقیقت تو یہی ہے کہ آج عالمِ اسلام کا حال انتہائی قابلِ افسوس ہے۔ اللہ عزّ وجل عالمِ اسلام،

اسلامی جمہوریہ پاکستان اور شہرِ حمد و نعت کراچی پر اپنا خصوصی فضل و کرم فرما کر انہیں امن و محبت کا گہوارہ بنا دے۔

آخر میں ایک بات اور عرض کروں گا کہ مختار گیلانی نے علم و عمل اور خلوص و محبت کا ایک ایسا چراغ جلا دیا ہے جس کی روشنی سے نہ صرف غیر منقوطہ نعتیہ ادب ہمیشہ ہمیشہ روشن رہے گا، بلکہ اہلِ علم، اہلِ ذوق بالخصوص مبتدی شعرا ان کی فکرِ رسا سے استفادہ حاصل کرتے رہیں گے۔

"رُوحِ کلام" (غیر منقوط حمدیہ و نعتیہ مجموعہ) اور محسن اعظم محسنؔ ملیح آبادی

صنعتِ عاطلہ (غیر منقوط) کلام کے اِس زیرِ نظر مجموعۂ حمد و نعت "حمد اِلٰہ و مدحِ رسول" میں اُردو کے صفِ اوّل کے شاعر، خیام العصر، جناب محسن اعظم محسنؔ ملیح آبادی کا غیر منقوط کلام بھی شامل کیا گیا ہے۔ موصوف ایک دانشور، محقّق اور نقّاد بھی ہیں۔ نہایت قادر الکلام شاعر ہیں۔ تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ فکر انگیزی اور بلند خیالی ان کی شاعری کا خاصّہ ہے۔ موصوف کا تفصیلی تعارف جو اُن کے شعری کلیات میں تحریر ہے، اس سے ماخوذ یہ مضمون میں نے لکھا ہے۔ خاندانی نام محسن علی خان ہے۔ بطور قلمی نام محسن اعظم محسنؔ ملیح آبادی لکھتے ہیں۔ اُن کے والد گرامی کا نام امجد حُسین خان ہے۔ محسن اعظم صاحب کی ولادت تین ستمبر اُنّیس سو اُنتالیس عیسوی ہے (۱۹۳۹۔۹۔۰۳) مطابق تیرہ سو اٹھّاون ہجری (۱۳۵۸ھ)۔ آپ چار مضامین، اُردو ادب، فارسی ادب، معارفِ اسلامیہ اور تاریخِ اسلام میں ایم، اے ہیں۔ فاضل علوم شرقیہ بھی ہیں۔ پینتیس برس تک کالج اور اسکول میں پڑھاتے رہے ہیں۔ آپ کا وطنِ ولادت مردم خیز بستی، موضع بختیار نگر قصبہ ملیح آباد ضلع لکھنؤ بھارت ہے۔ نسلاً افغان ہیں۔ ملک طالوت (شادل) کے فرزند ارمیاں کے عظیم بیٹے افغنہ، جو حضرت سلیمان علیہ السّلام کے سپہ سالارِ اعظم تھے، اُنہی کی نسل سے ہیں۔ حضرت طالوت، حضرت یعقوب علیہ السّلام کے چھوٹے فرزند، حضرت بِنیامین (جو حضرت یوسف علیہ السّلام کے حقیقی بھائی تھے) کی نسل سے تھے۔ حضرت افغنہ بن ارمیاں کی نسل میں ایک عظیم شخص ایمن تھے۔ اُن کی نسل خود کو ایمن زئی اور داؤد زئی لکھتی ہے۔ محسن اعظم صاحب بھی ایمن زئی پٹھان ہیں۔

خیام العصر محسن اعظم محسنؔ ملیح آبادی کے وہ جدّ اعلیٰ جو سب سے پہلے دار الخلافہ دہلی میں آئے اُن کا نام شیر جنگ، زادِ اودھ بہادر خان ہے۔ اُن کے والد صوبہ سرحد میں علاقہ بُنیر کے موضع گُل بیلا میں سب سے بڑے رئیس تھے اور حکومت جہانگیر بادشاہ میں وزیر مال کے منصب پر فائز تھے۔ جب بہادر خاں، شیر جنگ دہلی آئے تو اعلیٰ فوجی افسر کے منصب پر اُن کو فائز کیا گیا، پھر عہد شہاب الدین

شاہجہاں بادشاہ کے دَور میں صوبہ اُتّر پردیش کے صوبے دار، سرابدال خاں کے نائب اور اعلیٰ کمانڈر کا منصب ان کو سونپا گیا۔ سرابدال خاں کے انتقال کے بعد صوبیدار جلال خاں المعروف دلیر خاں کے نائب رہے۔ اس کے بعد بادشاہِ وقت کے حکم سے علاقہ بیہوارہ، لکھنو، ملیح آباد اور ملحقہ علاقہ جات کے ناظم بنائے گئے۔ اُسی زمانے سے انہوں نے ملیح آباد کو مستقل مسکن بنالیا۔ اُن کی نسل میں بڑے عظیم لوگ ہوئے ہیں۔ اُن کے فرزندِ کلاں، دیوان، سردار سرمست خان الخطابات، غضنفر الدولہ، امتیاز الملک، لقب فخرِ افاعنہ تھے۔ اُن کے بڑے فرزند سردار، دلاور خان، الخطابات نواب شمشیر خاں اور معین الدولہ تھے۔ لقب خان اودھ تھا۔ وہ شہنشاہ ہند فرّخ سیر کے اُمرائے خاص میں سے تھے اور تورانی اُمراء کے سربراہ بھی تھے۔ بادشاہ وقت نے اہم خدمات کے عوض اُن کو نوسو نواسی گاؤں کی جاگیر عنایت کی تھی اور نواب کا درجہ دیا تھا۔ اُن کے بیٹے نواب مکارم علی خاں، خطاب ناصر الملک علاقہ اودھ میں بڑی اہم شخصیت تھے۔ اُنہی کے دور میں صوبیدار اُتّر پردیش نواب شجاع الدولہ کے کہنے پر اپنی تعلقداری میں ملیح آباد کے موضع کیول ہار میں حضرت جوش ملیح آبادی کے جداعلیٰ کو قطعۂ اراضی قیام کے لیے دیا تھا جس کا ذِکر جوشؔ صاحب کے پردادا، فقیر محمد خاں گویا آفریدی نے اپنی کتاب بُستانِ حکمت کے دیباچے میں بھی کیا ہے۔ نواب مکارم کے ایک فرزند، نواب زادہ ولایت علی خاں بھی تھے۔ ان کا خطاب خانِ خوائین تھا۔ فوج میں اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ اُن کے بیٹے نواب زادہ شہادت علی خان جن کا خطاب جانباز اودھ تھا۔ اودھ حکومت میں اعلیٰ عہدے پر فائز رہے۔ اُن کے فرزند، انسان علی خان تھے۔ خطاب شیر اودھ تھا۔ اعلیٰ فوجدار تھے اور فوجی اسکول کے پرنسپل تھے۔ اُن کے بیٹے مجاہد جنگ آزادی ۱۸۵۷ء خان حافظ علی خاں جن کا خطاب تیغ اودھ تھا۔ اُن کے بیٹے محمد حُسین علی خاں زمیندار علاقہ کوٹیلیا بار تھے۔ اُن کے اکلوتے فرزند امجد حسین خاں تھے۔ اُن کے بیٹے محسن علی خاں، محسن اعظم ملیح آبادی ہیں جو پاکستان بننے کے بعد ہی ۱۹۴۷ء میں یہاں آگئے تھے۔ عروس البلاد شہر کراچی میں قیام پذیر ہیں۔

جناب محسن اعظم محسن ملیح آبادی بہت ہی زود گو اور قادر کلام شاعر ہیں۔ اُردو کے عظیم شعراء نے اُن کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ محسن صاحب نے اب تک نوّے ہزار سے زیادہ شعر کہے ہیں جن میں سے تین کلیات وجدان، بسیط، دانش و بینش میں اکیس ہزار کے قریب اشعار چھپ چکے ہیں۔ باقی تین کُلّیات ذِکریٰ (نعتیہ کلام)، جاوداں، دوہا آرام (دوہے) میں بائیس ہزار سے زیادہ اشعار ہیں جو ہمارے ادارے جہانِ حمد پبلیکیشنز و حمد و نعت ریسرچ سینٹر کے زیرِ اہتمام جلد ہی چھاپے جائیں

گے۔ مذکورہ چھ کُلیات میں تینتیس شعری مجموعے یکجا کر دیے گئے ہیں۔ باقی کثیر کلام بھی چھپے گا۔ محسن اعظم صاحب رُباعیات کے بھی بہت بڑے شاعر ہیں، اُردو ادب میں میری نظر سے اتنی کثیر رُباعیات نہیں گزری ہیں جو اُن کے کُلیات دانش و بینش میں ہیں۔ اس میں اکتّیس سو سے زیادہ رُباعیاں، چار مجموعوں کی شکل میں یکجا ہیں اور اس سے کہیں زیادہ رُباعیات ابھی موجود ہیں جو بہت معیاری رُباعیاں ہیں۔ محسن اعظم ملیح آبادی عہد حاضر کے بہت عظیم شاعر ہیں۔ وہ ایک گوشہ نشین شخص ہیں اور شہرت سے بے نیازی اُن کی فطرت ہے۔ بہت کم شعری نشستوں میں جاتے ہیں۔

صنعت غیر منقوط (صنعت عاطلہ) میں حمد و نعت کا مجموعہ ''حمد اللہ و مدح رسول'' کے لیے میں نے اُن سے بھی پانچ حمدیں اور پانچ نعتیں لکھنے کو کہا، انہوں نے ماشا اللہ تیرہ حمدیں اور اُنّیس نعتیں کہہ دیں۔ وہ ساری زیرِ نظر مجموعے میں شامل کر دی ہیں، اس لیے کہ خصوصاً میری فرمائش پر کہی ہیں۔ اس مجموعے میں نہایت معتبر و ممتاز شعراء کا غیر منقوط حمدیہ و نعتیہ کلام، میں نے نہایت تلاش و جستجو کے بعد جمع کیا ہے، انشا اللہ قارئین کو پسند آئے گا۔ محسن اعظم ملیح آبادی کا خیال ہے وہ کچھ حمدیں اور نعتیں مزید کہہ کر غیر منقوط مجموعہ ''رُوحِ کلام'' سے شائع کر دیں۔ مجھے مسرّت اس امر کی ہے کہ میری کوشش سے ایک غیر منقوط مجموعہ کلام آ جائے گا۔ اس سے دیگر شعراء میں بھی غیر منقوط کلام کہنے کا شوق بیدار ہو رہا ہے۔

جناب محسن اعظم محسن ملیح آبادی کے حمدیہ و نعتیہ کلام سے چند شعر نذر قارئین ہیں ؎

حمدیہ اشعار:

ہے اللہ کا ہمسر کہاں اللہ اللہ
وہی ہے ہر اِک سے کلاں اللہ اللہ
کہاں آئے گا، وہ سرِ دل کسی کے
کہ وہ ہے ورائے گماں اللہ اللہ

نعتیہ اشعار:

عِلم و عمل کی آگہی ، صلِّ علیٰ محمدٍ
عِلم ہے اس کا سرمدی، صلِّ علیٰ محمدٍ
سارے رسولوں کا اِمام، اُس کو عطا ہُوا دَوام
اللہ رے! اُس کی سروری ، صلِّ علیٰ محمدٍ

❁❁❁

ڈاکٹر نذیرؔ فتح پوری (پونہ)

میلادِ اکبر ایک مطالعہ

میلادِ اکبر کا میں نے اس وقت مطالعہ کیا تھا جب نہ ادب کا شعور تھا نہ شاعری کا، عقیدت اور عقیدے کی بھی کوئی کونپل میرے ذہن و دل میں نہیں پھوٹی تھی۔ ایک دم معصوم تتلیوں کے پروں جیسا بچپن تھا۔ نہ احساس کی کلی کھِلی تھی نہ خرد کی شمع جلی تھی۔ بس میلاد کی محفلوں میں نعتِ رسول پڑھنے اور سننے کا شوق تھا حالانکہ میری آواز میں کبھی لَے اور نغمگی کی آمیزش نہیں رہی۔ اس کے باوجود مرحوم قاضی رضا محمد کی ہمنوائی اور رہنمائی میں نعتِ رسول کے وسیلے سے تمام لوگوں کی آواز میں آواز ملا کر اپنی آواز بلند کرنے کی طفلانہ کوشش کرتا رہتا تھا۔ پھر ایک بار دل میں سمائی کہ خود ہادی بنوں، اپنی آواز بلند کروں، اور تمام لوگ میری آواز میں آواز ملا کر میرے ہمنوا بن جائیں۔ تب میں نے میلادِ اکبر سے ایک لوری کا انتخاب کیا۔ یہ لوری حضرت حلیمہ سعدیہ کی زبان مبارک سے ادا کرائی گئی تھی۔ حضرت حلیمہ اپنے پیارے محبوب کو اس طرح لوریاں دے کر سلایا کرتی تھیں ؎

یہ حلیمہ کہہ رہی تھی میرے گل عذار سو جا
ترے جاگنے کے صدقے مری جانِ زار سو جا
بنی سعد کا قبیلہ ہوا باغ باغ تجھ سے
مرا دودھ پینے والے گلِ نو بہار ہو جا
مرا دل ہو تجھ پہ واری مری جان تجھ پہ صدقے
مرے نورِ عین سو جا، مرے شیر خوار سو جا

اس لوری میں گیارہ شعر ہیں۔ کتاب کے مصنف خواجہ محمد اکبر وارثی میرٹھی نے اس لوری میں ایک ممتا کے احساس سے بھری اور شدتِ جذبات کی حامل ایک ماں کا دل نکال کر رکھ دیا۔ اس لوری سے ایک شعر اور پیش کروں گا۔ ایک ماں اپنے معصوم بچے کے لیے کیسی وارفتہ خواہش رکھتی ہے۔ جس کا اظہار اس شعر کے ذریعہ ہوا ہے۔

ہے عین وقتِ راحت مرے سینے سے لپٹ جا
آنکھوں میں نیند کا ہے ترے خمار سوجا

میلادِ اکبر کیا ہے، یہ پہلی بار کب شائع ہوئی۔اس کے مصنف خواجہ محمد اکبر وارثی کون تھے۔ میرٹھ میں کب پیدا ہوئے۔میلادِ اکبر کے علاوہ ادب میں انھوں نے اور کیا کیا کارنامے انجام دیئے۔ان کے کوائف کیا ہیں۔اس قسم کی معلومات ہمیں میلادِ اکبر کے مطالعہ سے نہیں ملتیں۔ ہر چند کہ میلادِ اکبر کے متعدد ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں۔اس وقت میرے پیش نظر جو ایڈیشن ہے وہ انجم بک ڈپو دلّی نے شائع کیا ہے۔متن وہی کتابت شدہ ہے۔جو پہلے کے نسخوں میں موجود ہے تازہ نسخہ اسی کا عکس بنا کر شائع کیا گیا ہے صرف سرورق نیا اور رنگین ہے۔

میلادِ اکبر کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔اس کی مقبولیت میں بھی اب تک کسی قسم کی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اب تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

راقم الحروف اس نورانی نسخے پر تجزیاتی مضمون لکھنے کی جسارت تو نہیں کر سکتا۔البتہ ایک مطالعہ کے طور پر چند صفحات سپرد قرطاس کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

ایک دین دار اور ایماندار مسلمان کے لیے ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اہمیت کا حامل ہے۔وہ کسی نہ کسی ذریعہ سے، کسی نہ کسی طریقے سے، کسی نہ کسی زبان میں اپنے آقا کی ثنا خوانی کرنا چاہتا ہے۔اس کے لیے سب سے آسان اور دل پذیر دل گداز طریقہ نعتِ مبارکہ ہی کا ہے۔نعت کا مطلب ہی ہوتا ہے وہ الفاظ جو آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف وتوصیف میں بیان کیے جائیں۔اس کے لیے منظوم اور منثور کی کوئی قید نہیں تاہم منظوم طریقہ اہم تسلیم کیا جاتا ہے۔اور پُراثر بھی۔

میلادِ اکبر محض منظوم نعتیہ کلام کا نسخہ نہیں ہے بلکہ اس میں نثری قصیدے کے گل بوٹے بھی مصنف کے زورِ قلم کا نتیجہ ہیں۔جیسا کہ کتاب کے عنوان سے ظاہر ہے۔میلادِ اکبر،یعنی حضور سرور دو عالم کی پیدائش کا صاف،شفاف اور عام فہم زبان میں بیان۔نثری قصیدے کا یہ ابتدائی حصّہ انشا پردازی کا بہترین نمونہ ہے۔فصاحت اور بلاغت کے باوجود ایک عام مسلمان کی سمجھ میں بھی یہ بات آسانی سے آجاتی ہے۔یہ مقفیٰ،مسجیٰ اور رواں دواں نثر منظوم توصیف نامے سے بھی زیادہ پُراثر ہے۔مثلاً۔

''بے یاروں کا یار، بے مددگاروں کا مددگار، بے وسیلوں کا وسیلہ، بے بھروسوں کا بھروسہ، بے بسوں کا بس، بے کسوں کا کس، ٹوٹے دلوں کا سہارا اور اللہ تعالیٰ کا پیارا''۔سبحان اللہ۔مصنف کے قلم نے کیسے موتی رولے ہیں۔کیسے بول بولے ہیں۔یہ تحریر پڑھتے وقت یوں لگتا ہے جیسے کسی نے منہ میں

مصری کی ڈلی رکھ دی ہو۔ یہ سارا فیض ہے اس اسمِ مبارک کا جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ جن کی توصیف وتکریم بیان کرتے ہوئے خواجہ محمد اکبر وارثی لکھتے ہیں۔

''دونوں جہاں کا آفتاب، مدینے کا تاجدار، جس کی ہیبت سے شاہی محلوں کے کنگورے گریں۔ جس کے اشاروں پر چاند، سورج پھریں۔ جن کو فرشتے جھولا جھلائیں۔ جن کے در پر جبریل آئیں۔ سب حور و ملک جن و بشر انھیں کا دم بھرتے ہیں اکثر چرند و پرند، شجر و حجر ان کو سجدہ کرتے ہیں۔ کل کائنات میں انھیں کا ڈنکا بجا ہے۔ شفاعت کا تاج انہیں کے سر پر سجا ہے اور سجے گا۔۔۔۔''

ہر ہر لفظ پر دل سے سبحان اللہ اور ماشا اللہ کا کلمۂ تحسین بلند ہوتا ہے، نثر میں شاعری اسی کا نام ہے۔ یہی وہ خوش نما عبارت ہے جس نے میلادِ اکبر کو عوامی مقبولیت سے ہم کنار کیا۔ دلوں کو مسخر کیا۔ روح کو منور کیا، ایمان کی روشنی بکھیری۔ میلاد کی مجلسوں کو سنوارا، ذکر رسول کا وسیلہ بنی، صفحہ نمبر ۵ پر ایک نعت شریف بعنوان غزل شامل ہے۔

خراب آئینوں پر جلا دینے والے دلوں کی کدورت مٹا دینے والے
کہاں تک کریں شکر اس کا کہ ہم کو ملے ہیں خدا سے ملا دینے والے

بے شک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آب دار نگاہوں نے خراب آئینوں کو جِلا بخشی، روح کی تاریکیوں میں ایمان کی شمع روشن کی۔ دلوں سے کفر کے اندھیرے مٹا دیئے۔ ہم عاصیوں پر کریم آقا کے بڑے احسانات ہیں یہی وہ عظیم ہستی ہے جس کے توسط سے اللہ تعالیٰ سے بندوں کی راست ملاقات ہوئی۔ ''ملے ہیں خدا سے ملا دینے والے۔'' آپ مل گئے تو دونوں جہاں کی دولت مل گئی۔ دنیا بھی ہماری ہے۔ عقبیٰ بھی ہمارا ہے۔ ساقی بھی ہمارا ہے۔ پیمانے بھی ہمارے ہیں۔ ہم پیاسوں کے مقدر جاگ اٹھے۔ ہم تشنہ لبوں کی بن آئی۔ ہم دامن کے فقیر دل کے امیر ہو گئے کیوں کہ ''ملے ہیں خدا سے ملا دینے والے''۔

جب وسیلہ مضبوط ہوتا ہے تو وسائل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آج بڑے شہروں میں محفلِ میلاد کا سلسلہ مفقود ہو چکا ہے۔ عقائد کی جنگ جاری ہے۔ عقیدت مختلف صورتیں اختیار کر چکی ہے۔ تاہم ''ذکر محمد'' سے کسی کو عار نہیں۔ کیوں کہ ذکر محمد ایمان کی بنیاد ہے۔ درود کی شمولیت کے بغیر ورد موثر نہیں ہوتا۔ وظائف ادھورے شمار کیے جاتے ہیں میلادِ اکبر ایسے ہی درود و سلام کی ترغیب دیتی ہے۔ اس کے اوراق پر جو نعتیہ کلام مندرج ہے۔ وہ بے پناہ ہے۔ عشقِ رسول سے لبریز ہے۔ یہ کلام درد دل کی دوا، ہجر کے زخموں سے چور دل کے لیے شفا ہے۔ ایک نعتِ شریف کے چند اشعار دلیل کے طور پر پیش ہیں ؎

ثانی ترا کونین کے کشور میں نہیں ہے بس حد ہے کہ سایہ بھی برابر میں نہیں ہے

اگر چہ عقیدوں کے کچھ دفتر ایسے بھی کھل گئے ہیں۔ جو اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ آپ کی ذات بے سایہ تھی۔

راقم کا ایک مصرع ہے ؎

بے سایہ جس کی ذات ہے سایہ اسی کا ڈھونڈ

اس نعت کا ایک شعر ملاحظہ کریں ؎

ہو جلوۂ محبوب کے کیا ماہِ مقابل
اس چاند کا دھبہ رخِ انور میں نہیں ہے

چاند جو دنیا کو ظاہری اجالا عطا کرتا ہے۔ اس کے دل میں بھی دھبہ ہے۔ لیکن حضور کے چہرہ انوار پر ایک تل بھی نہیں تھا جس سے سیاہی کا شائبہ ہو سکے۔ آپ کا چہرہ بے داغ تھا۔ آپ ماہِ مکمل تھے۔ چاند کی مانند گھٹنا بڑھنا آپ کی شخصیت سے بعید تھا۔ آپ ایسے ماہ کامل تھے جو شب و روز میں یکساں روشن رہتے تھے۔ چاند زمین کا اندھیرا دور کرتا ہے۔ آپ نے دلوں کا اندھیرا دور کیا۔ روحوں میں اجالے بھرے۔ ایسے اجالے جو کبھی ماند نہیں پڑ سکتے۔ قیامت تک دلوں پر جس کی حکومت رہے گی۔

ایک شعر اسی نعت سے اور ملاحظہ کریں ؎

کل خوبیاں اللہ نے حضرت کو عطا کیں
یہ بات کسی اور پیمبر میں نہیں ہے

ایک شعر بالکل عام فہم اسلوب میں ؎

ہو کیوں نہ خدائی کو گدائی کی تمنا
کیا چیز ہے جو ان کے بھرے گھر میں نہیں ہے

ایک عام آدمی کے دل سے کتنا قریب ہو کر گزرتا ہے یہ شعر، ایک دم بات چیت کا سا انداز، سیدھی گفتگو، سادہ سوال، ''کیا چیز ہے جو ان کے بھرے گھر میں نہیں ہے'' سب کچھ ہے۔ ایمان ہے قرآن ہے۔ رحمت ہے۔ برکت ہے۔ صبر ہے۔ سکون ہے۔ رسالت ہے۔ امامت ہے۔ سخاوت ہے۔ شہادت ہے۔ شرافت ہے۔ فصاحت ہے۔ بلاغت ہے۔ کرم ہے۔ سخا ہے۔ بخشش ہے۔ عطا ہے۔ نوازش ہے۔ ''کیا چیز ہے جو ان کے بھرے گھر میں نہیں ہے''

پھر کیوں کسی اور کے در پر سوالی بن کر آواز لگائی جائے۔ کہیں اور دامن پسارا جائے۔ کسی اور کے آگے منمنایا جائے۔ جو خوشبو ان کے کردار میں ہے۔ جو شیرینی ان کی گفتار میں ہے۔ جو تبسم ان کے

اظہار میں ہے جو استقامت ان کی رفتار میں ہے۔ جو تدبیر ان کے کردار میں ہے۔ جو استغنیٰ اور سکون ان کے دربار میں ہے۔ جو آب ان کی تلوار میں ہے۔ یہ سب ان کے گھر کی میراث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوال کیا گیا ہے۔

''کیا چیز ہے جو ان کے بھرے گھر میں نہیں ہے''

ایک اور قصیدہ در مدح درودِ شریف ؎

ہر درد کی دوا ہے۔ صل علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
تعویذ ہر بلا ہے صل علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
جو درد لا دوا ہو یہ گھول کر پلا دو
کیا نسخۂ شفا ہے صل علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
اس کی نجات ہوگی رحمت بھی ساتھ ہوگی
جو پڑھ کے مر گیا ہے صل علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ایک ایسا شعر جو تصویر بن گیا ہے۔ دیکھئے اس تصویر میں کیا منظر دکھائی دیتا ہے ؎

کاندھا بدلنے والو ! ہمراہ چلنے والو !
بڑھتے چلو روا ہے صل علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

میلادا کبر کی عوامی مقبولیت میں ایسے ہی اشعار نے اضافہ کیا ہے۔ ہر بھولے بھالے مخلص اور ایماندار مسلمان کے دل میں ایسے شعر اتر جاتے ہیں۔ روح میں پیوست ہو جاتے ہیں۔

''کاندھا بدلنے والو! ہمراہ چلنے والو''

میلادِ اکبر میں تصور و تخیل کا ایک جہان آباد ہے۔ جمالیات کے پرتو جگہ جگہ جلوہ لٹاتے نظر آتے ہیں۔ نعت میں غزل کے سے بانکپن کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ شعر کی سی گرفتگی اور نغمے کی سی تاثیر میلادِ اکبر کی شاعری کا خاصہ ہے۔ میلادِ اکبر پر مفصّل گفتگو ممکن نہیں۔ اختصار تاثیر کا سبب بنتا ہے۔ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کو مرغوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود ارسال کیا ہے۔ اور مومنوں کو بھی توجہ دلائی ہے۔ کہ میرے محبوب اور اس کی آل پر درود کے تحفے ارسال کریں۔ میلادا کبر کا مطالعہ بھی ہمیں اسی جانب متوجہ کرتا ہے۔ طویل بحروں میں بہت رواں اور خوبصورت نعتیہ کلام میلادِ اکبر کے توسط سے پڑھنے کی سعادت ملتی ہے۔ خواجہ محمد اکبر وارثی نے معراج کا واقعہ بہت ہی وارفتگی اور شعری محاسن کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔ یہ واقعہ منظوم اور منثور دونوں طرح سے لکھا گیا ہے۔ شعر کی

طرح نثر بھی اتنی ہی رواں اور تاثر سے بھر پور ہے کہ قاری اور سامع یکساں طور پر متاثر ہوتے چلے جا تے ہیں۔

جو خیال آیا تو خواب میں، وہ جمال اپنا دکھا گئے
وہ مہک لہک تھی لباس میں کہ مکان سارا بسا گئے

میلادِ اکبر کی نعت کے اس مطلع پر ہم گفتگو مکمل کرتے ہیں ہماری خواہش ہے کہ ہمارے معزز قارئین بھی اسی جمال وکمال کی کیفیت سے دوچار رہیں۔اسی مہک اور لہک کے نورانی تصور میں ڈوب کر درود وسلام کا تحفہ بارگاہِ رسالت میں ارسال کرتے رہیں۔اور اپنی دعاؤں میں اس عاصی کو بھی یاد رکھیں۔کہ یہی میری داد ہے۔میرا انعام ہے۔میرا اعزاز ہے۔اور میری معراج ہے۔

❀❀❀

علیم صبا نویدی (مدراس)

نعتیہ شاعری کا تاریخی پس منظر

لفظ ''نعت'' کے لغوی معنی تعریف کے ہیں۔ مگر اصطلاحِ شاعری میں حضور اکرم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح سرائی یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصافِ حمیدہ کو بصد خلوص و عقیدت نظرانہ پیش کرنے کا نام ''نعت'' ہے۔ مشہور محقق اور نقاد مولانا نیاز فتح پوری کے خیال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایسی ثنا خوانی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتی خصوصیات پر مشتمل ہو۔

''اگر شاعر اپنی کسی تکلیف یا زبوں حالی کا ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں برائے توجہ و التفات کر رہا ہو تو وہ '' نعت نہیں ہو سکتی''۔ بعض اساتذہ نے اس کی بڑی سختی کے ساتھ پابندی کی، مگر ہم عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نعت گو شعرأ مثلاً حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت کعب ابن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نعتوں کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ ان نعتوں میں شاعر کی حالتِ زار کا ذکر بھی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے استعانت کی درخواست بھی۔ قصیدۂ بانت سعاد (کعب ابن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی کو لیجے (اس معرکتہ الآرا قصیدے میں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات طیبہ پر کہا گیا ہے۔ جس کو سننے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی چادر مبارک شاعر کو عطا کی تھی۔) جس میں شاعر نے جہاں اپنی زبوں حالی، حرماں نصیبی، چاک دامنی اور مفلوک حالی کا نقشہ کھینچا ہے وہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ارفع و اعلیٰ صفات اور خصوصیات کے روشن نقوش بھی پیش کیئے ہیں۔ علاوہ ازیں اُسی روایت کا تسلسل ''قصیدۂ بُردہ'' (از شیخ محمد بن سعید البوصیری رحمتہ اللہ علیہ المتوفی ۶۹۴ھ) میں بھی نظر آتا ہے۔ اس قصیدہ میں شاعر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح خوانی کرنے سے پیش تر اپنی حالتِ زار اور خستہ زندگی کا اظہار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ رسالت مآب میں کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ نعت شریف میں خصوصیات سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ شاعر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بطورِ استعانت اپنی بے کسی اور پریشاں حالی کا اظہار کرے تو غلط نہ ہوگا۔ بہر حال یہ تسلیم شدہ اور حقیقت پر مبنی بات ہے کہ سب سے

پہلا نعت گو اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے کلام پاک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف و توصیف بیان کی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کلام اللہ کو شاعری ہر گز نہیں کہا جا سکتا مگر یہ شاعری سے کہیں بڑھ کر ہی اونچا اور اعلیٰ فصاحت و بلاغت سے مزیّن اور مملو کلامِ ربّانی ہے۔ ہمارے بعض جدید اور قدیم نقادوں (مثلاً مولانا الطاف حسین حالؔی اور ڈاکٹر علیم اللہ حالؔی) کے نزدیک شاعری میں بحر شرطِ داخلی نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت خارجی اور فروعی ہے۔ ہر کلام میں کچھ نہ کچھ وزن ضرور ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے کلام موثّر و متداول ہوتا ہے۔ راقم الحروف کی رائے میں نثری نظم کے جواز کا سبب بھی یہی ہے، مگر قران پاک کی زبان پر نثری شاعری کا اطلاق بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ خالقِ کائنات نے اس کی تردید کردی ہے۔

عربی میں سب سے پہلے نعت حضرت ابوطالب (المتوفی ۳ سنہ ھ قبل از ہجرت ۶۲۰ سنہ ء) نے کہی تھی ؎

وَ ابیَضُ یُستَسقَی الغَمَامُ بِوَجھِہ
ثِمَالُ الیَتٰمی عِصمَۃ لِلارَامِلِ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پُرنُور چہرہ کہ جس کے وسیلے سے بادلوں سے پانی طلب کیا جاتا ہے اور آپ یتیموں کے لیے سہارا اور بیواؤں کے لیے نگہبان ہیں۔

حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب ہی کی ایک نظم (جو کہ نعت ہی کے زمرے میں رکھی جا سکتی ہے) کا پہلا شعر ملاحظہ کیجئے ؎

وَ اللہ لن یصلُو اِلَیكَ بِجَمعِھُم
حَتیٰ اُوشدَّ فِیِ التُرَاب دَفِیناً

خدا کی قسم وہ اپنی جمعیت کے ساتھ تجھ تک ہرگز پہنچ نہیں سکتے۔ جب تک مجھے دفن کر کے مٹّی میں ٹیک لگا کر لٹا نہ دیا جائے۔

اسی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب بن ہاشم (الشھید ۳ سنہ ھ/ ۶۳۵ سنہ ء) حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الشھید ۸ سنہ ھ/ ۶۳۹ سنہ ء) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب (المتوفیٰ ۳۲ سنہ ھ/ ۶۵۳ سنہ ء) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفیٰ ۱۳ سنہ ھ/ ۶۳۲ سنہ ء) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (الشھید ۲۳ سنہ ھ/ ۶۴۴ سنہ ء) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (الشھید ۳۵ سنہ ھ/ ۶۵۰ سنہ ء) حضرت علی کرّم اللہ وجھہٗ (الشھید ۴۰ سنہ ء/ ۶۶۱ سنہ ء) حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنھا (المتوفیہ ۱۱ سنہ ھ/ ۶۳۳ سنہ ء) حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفیٰ ۴۲ سنہ ھ/ ۶۶۲ سنہ ء) امّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا (المتوفیہ ۵۷ سنہ ھ/ ۶۷۷ سنہ ء) امام زین العابدین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی السجاد بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۹۴ھ/ ۱۲ءء) حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ثابت (المتوفی ۶۸ھ/ ۶۸۷ء) امام اعظم ابوحنیفہ کوفی نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (امتوفی ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) علامہ محمد بن سعید البوصیری رحمۃ اللہ علیہ وغیرھم کے علاوہ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (المتوفی ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۳ء) نے اپنی نعت گوئی سے نہ صرف اپنی روحانی تسکین کا سامان کیا ہے بلکہ آنے والے ہر دور کو اپنی نعتوں کی نورانی گونج سے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق میں اضافہ کیا ہے۔ نعت گوئی اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی ہی میں شروع ہو چکی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی ثنا خوانی کو گوارا کیا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ ترالیٰ عنہ کو منبر پر بٹھا کر ان سے اپنی مدح خوانی سنی تھی۔

ان شعرا کے علاوہ خاندان انصار کی لڑکیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لانے کے موقع پر جو استقبالیہ اشعار پڑھے تھے وہ تاریخ اسلام میں بڑے فخر سے پیش کئے گئے ہیں۔ یہ اشعار یوں شروع ہوتے ہیں ؎

طَلَعَ اَلبَدرُ عَلَیناَ ذَاختَفَت منه البُدُور
ہمارے سروں پر مہتاب طلوع ہوا اس مہتاب سے سب مہتاب چھپ گئے

وَجَبَ الشُکرُ عَلَیناَ ما ۔ دَعَا لِلّٰه دَاع
ہم پر شکر واجب ہو گیا جوں جوں دعا کرنے والا دعا کرتا ہے

اب مذکورہ بالا صحابۂ کرام اور تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی نعتوں سے نموتاً چند اشعار ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں ؎

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

حَمِدتُ اللہَ حِینَ ھُدیٰ فُوادِی اِلیٰ الاِسلاَمِ وَ دِینِ المُنِیفِ
میں نے خدا کا شکر ادا کیا جب اس نے میرے دل کو۔ اسلام اور بلند مرتبہ دین کی توفیق بخشی

رَسَآئلُ جآ اَحمَدُ مَن ھُدا ھاَ بِاٰیاَتِم مّبَنَۃِ الحُرُوفِ
وہ ہدایات جنکی ہدایتوں کو احمد لیکر آئے۔ واضح الفاظ و حروف والی آیتوں میں

وَ اَحمد مُصطفیٰ فِیناَ مُطاَعاَ فَلاَ تَفشُوہُ بِاالقَولِ العَنِیف
اور احمد ہم میں برگزیدہ ہیں جنکی اطاعت کی جاتی ہے۔ لھذا تم ان کے سامنے نا ملائم لفظ بھی منھ سے نہ نکالنا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے

رُوحِی الفِداءُ لِمَن اَخلاقہٗ شَھِدَت بِاَنّہٗ خَیرُ مَولُود مِنَ البَشَر

میری جان ان پر فدا جن کے اخلاق شاھد ہیں۔ کہ وہ بنی نوع انسان میں افضل ترین ہیں۔

عَمّت فَضَائلُہ کُل العَبَادِی کَماَ عَمّ البَرِیۃ ضَوٴ الشَمسِ وَالقَمر

ان کے فضائل بلا امتیاز سب بندوں کے لیے عام ہیں۔جس طرح سورج اور چاند ساری مخلوق کے لیے عام ہیں۔

لَو لَم یَکُن فِیہ اٰیاَت مُبَیّنۃ کَانت بَدِیھتہٗ تَکفَی عَنِ الخَیرِ

اگر انکی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والی نشانیاں نہ ہوتیں تو خود انکی واضح شخصیت انکی صداقت کے لیے کافی تھی۔

❁❁❁

ڈاکٹر صابر سنبھلی (یوپی)

مقبول بارگاہِ رسالت نعت گو شاعر

حضرت رؤف امروہوی مرحوم

اللہ ربّ العزت کی تعریف کو حمد کہتے ہیں اور پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ستایش کو نعت کہتے ہیں۔ اللہ ربّ العزت کے غیر کی تعریف و مدح کو حمد نہیں کہتے۔معلوم ہوا کہ حمد اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے، لیکن رسول آخر کے علاوہ کسی نبی یا رسول کی تعریف کو نعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ یا اگر اس کو نعت نہیں کہہ سکتے تو پھر کیا کہتے ہیں، یہ بات کسی ذریعے سے معلوم نہیں ہوئی۔ اس بارے میں تحقیق کی ضرورت ہے۔تحقیقی مزاج رکھنے والے حمد نگار اور نعت گو اس طرف توجّہ فرمائیں تو کچھ بات بن سکتی ہے۔

نعت کا کہنا، لکھنا، پڑھنا، سننا سب ثواب بلکہ بڑے ثواب کے کام ہیں۔قران کریم میں رسول آخر کی تعریف میں بہت سی آیات ہیں، جن کو نعت کہنا بجا ہے۔احادیثِ کریمہ کی کتب میں بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت کے مضامین بھرے پڑے ہیں۔درود شریف بھی نعت ہی ہے۔سچ ہے جس کا نام ہی اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رکھ دیا ہو اس کی تعریف میں وسعت کیوں نہ ہوگی۔ یہ بھی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ دنیا میں ہر وقت، ہر ساعت کہیں نہ کوئی درود شریف پڑھتا رہتا ہے۔ گویا ہر وقت آنحضرت کی نعت خوانی ہوتی رہتی ہے۔

عظمت رسول آخر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سبب دنیا میں نعت گو شعرا کی تعداد بھی شمار سے باہر ہوگئی ہے۔حد یہ ہے کہ دنیا کی کتنی زبانوں میں نعتیہ اشعار کہے گئے، ان کا حساب وشمار بھی ناممکن ہے۔یہاں تک کہا جا سکتا ہے کہ شاید ہی کچھ ایسی بدقسمت زبانیں ہوں جو نعت گوئی کے شرف سے محروم رہی ہوں۔البتہ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اردو، پشتو، ترکی، فارسی اور عربی زبانوں میں نعت گوئی زیادہ ہوئی ہے۔ہندوستان میں اودھی، برج، بنگلہ، بھوج پوری، پنجابی، ڈوگری، راجستھانی، سندھی، کنڑ، گجراتی، ملیالم اور میتھلی زبانوں میں ہر دور میں نعت کے شاعر ہوتے رہے ہیں۔

اردو میں نعت کے چند بڑے اور عظیم شاعر بھی ہوئے ہیں، جن کو دوسری زبانوں کے شعرا کے

مقابلے میں فخر کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت نعت گوئی سے متعلق سب سے زیادہ کام پاکستان میں ہو رہا ہے۔ پاکستان کے نعت گو شعرا بھی دنیا کے نعت گو شعرا میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔

نعت گوئی ۱۴۰۰ ر برس سے زیادہ مدت سے جاری و ساری ہے۔ اس مدت میں کچھ شاعر بارگاہ رسالت میں مقبول بھی ہوئے۔ یہ شرف سب سے پہلے حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو حاصل ہوا۔ کچھ دیگر شعرا بھی وقتاً فوقتاً حضرت ممدوح کی نوازشات سے سرفراز ہوتے رہے، جن میں حضرت علامہ بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔

اردو نعت گوئی کے طفیل حضرت رؤفؔ امروہوی کو بھی یہ شرف حاصل ہوا۔ علاقۂ رُوہیل کھنڈ میں یہ دوسرے شخص تھے۔ ان سے پہلے حسّان الہند حضرت مولانا احمد رضا خاں رضاؔ بریلوی مرحوم و مغفور مدینہ منورہ میں جمال رسول پاک سے مستفیض ہو چکے تھے۔ ان اورق کی تسوید کا مقصد حضرت رؤفؔ امروہوی کی نعت گوئی کو سرکار دو عالم ﷺ کے انعام سے نوازے جانے کا ذکر کرنا ہے۔

رؤفؔ صاحب کے ذاتی حالات کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں ہے۔ شاید تین باران کی زیارت بھی کی ہے اور وہ ان کے دولت خانے پر ہی کی ہے۔ ہفتہ وار نعت خوانی جو ہر جمعے کو ان کے دولت کدے پر بعد نماز جمعہ ہوتی تھی (اور غالباً اب بھی ہوتی ہے) مجھے تین بار ہی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ کسی سرکاری اسکول میں مدرس تھے۔ حافظ قران بھی تھے۔ جگرؔ مرادآبادی سے تلمذ تھا۔ عظیم الشان مکان زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ اس کے مکین رئیس ابن رئیس ہیں۔ اس سے زیادہ کوائف و حالات زہن میں محفوظ نہیں ہیں ہاں تین دیوان شائع ہو چکے تھے۔ جن کے نام ہیں۔ لخلخۂ محامد ،گلرنگ تخیّل اور کوثر رحمت۔

رؤفؔ صاحب کی نعتیں میلاد شریف کی محفلوں اور نعت خوانی کی محافل میں پڑھی اور سنی جاتی تھیں۔ ان کے دولت کدہ پر جو ہفتہ وار محفل ہوا کرتی تھی اس کا بھی اچھا خاصہ خرچ تھا۔ اختتام پر شیرنی تو تقسیم نہیں ہوتی تھی، مگر سبھی سامعین اور نعت خوانوں کی چائے سے پر تکلف تواضع ضرور ہوتی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ خرچ بتاشوں کے خرچ سے زیادہ ہی ہوتا ہوگا۔ شہر کے لوگ یہ بتاتے تھے کہ جب سے نعت خوانی کا یہ ہفتہ وار پروگرام شروع ہوا تھا کسی مجبوری یا ناگزیر وجہ سے اس کا ایک بھی پروگرام ناغہ نہیں ہوا۔ ہر مہینے چار محفلوں (اور کسی مہینے پانچ محفلوں) کے اخراجات برداشت کرنا حب سرکار دو عالم ﷺ کی وجہ سے ہی تھا۔ لخلخۂ محامد کی عرض حال سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان اخراجات کی وجہ سے وہ ایک بار مقروض بھی ہو گئے تھے اور باغ فروخت کرنے کی نوبت آ گئی تھی، مگر انہی کا کہنا ہے کہ سرکار کا کرم ایسا

ہوا کہ قرض بھی ادا ہو گیا اور باغ بھی فروخت نہیں ہوا سبحان اللہ۔

مذکورہ محفل نعت خوانی شاید اب بھی جاری ہے۔اب اس کو ان کے فرزند جاری رکھے ہوئے ہیں۔ میں نے امروہہ کے کئ حضرات سے دریافت کیا کہ یہ محفل کب شروع ہوئ تھی ،مگر ہر شخص نے لاعلمی کا اظہار کیا۔'' گُل رنگ تخیُّل''میں پروفیسر نثار احمد فاروقی کا پیش لفظ بھی ہے۔اس میں اس محفل کے آغاز کے بارے میں اتنا اشارہ ملتا ہے۔

''اس باون سال میں اندازہ ہے کہ دو ہزار چھ سو باون نشستیں اس کی ہو چکی ہوں گی'' (صفحہ ۱۵)

فاروقی صاحب کے لہجے میں بھی احتمال ہے مگر اتنا بھی کسی دیگر ذریعے سے معلوم نہیں ہوا۔اگر اس سے زیادہ یقینی اطلاع کوئی اور نہیں ملتی تو اسی پر انحصار کرنا پڑے گا اور اس حساب سے اس کے آغاز کا سال ۱۹۲۴ء / ۱۳۴۳ھ قرار پاتا ہے۔اگر غور وفکر اور حساب سے کام لیا جائے تو اس مدت کو اور بھی سمیٹا جا سکتا ہے اور آغاز کا دن ۱۴۱ / دنوں یا بیس جمعوں میں سمٹ آتا ہے۔یعنی ۸ / اگست ۱۹۲۴ء سے ۲۶ / دسمبر ۱۹۲۴ء سے تک کسی ایک یوم جمعہ کو اس نیک کام کا آغاز ہوا ہوگا۔خدا کرے فاروقی صاحب کی اطلاع درست ہو۔

بیسویں صدی کا آخری عشرہ تھا۔روہیل کھنڈ یونیورسٹی کے ایم۔اے۔(اردو) کے نصاب میں ایک پرچہ نعت کا شامل کرنے کا ارادہ ہوا۔تحریک فقیر حقیر کی ہی تھی۔نصاب میں رؤف صاحب کی نعتیں شامل کرنے کا بھی ارادہ ہوا تھا،مگر ان کا کلام دستیاب نہیں تھا۔فقیر حقیر کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ ان کی کتابیں دوبارہ چھپ چکی ہیں۔اس وقت صنف نعت تو ایک پرچے میں شامل ہوگئ لیکن رؤف صاحب کا کلام شامل نہ ہو سکا اور اسکا بے حد قلق رہا۔کچھ دنوں بعد قومی اردو کونسل نئ دلّی کی جانب سے امروہہ میں ایک ادبی سیمینار منعقد کیا گیا۔اس کے کنوینر پروفیسر نثار احمد فاروقی تھے۔فقیر بھی مدعو تھا۔اتفاق کی بات کی حضرت رؤف صاحب کے صاحب زادے جناب احمد حسین سیفی صاحب بھی سیمینار میں تشریف لائے تھے۔وقفۂ طعام میں ان سے معلوم ہوا کہ حضرت رؤف صاحب کے تینوں دیوان دستیاب ہیں۔ اس اطلاع سے اس بات کا افسوس ہوا کہ اگر ذرا سی سوجھ بوجھ سے کام لیا جاتا تو ان کا کلام شامل نصاب ہو سکتا تھا۔انہوں نے تینوں دیوان فراہم کرانے کا وعدہ کیا۔سوئے اتفاق کہ سیمینار ختم ہوا تو مغرب کی نماز مساجد میں ہو چکی تھی مجھے سنبھل کے لیے آخری بس مل بھی سکتی تھی اور نہیں بھی مل سکتی تھی۔جس بس سے آنا چاہتا تھا اس کا سفر ۴۰ / کلومیٹر کا تھا۔اس کے چھوٹ جانے کے بعد طویل راستے سے آنا پڑتا جو ۷۵۔۷۰ کلومیٹر طویل ہے اور یہ سفر یکے بعد دیگرے تین بسوں سے ہوتا۔اس لیے میں جلدی میں

تھا۔سیفیؔ صاحب مجھے دولت کدے پر لے گئے جو وہاں سے قریب ہی تھا۔اوپر جا کر جاے نماز گرائ اور کچھ دیر بعد تین کتابیں کاغذ میں لپٹی ہوئی لا کر دیں۔ بیٹھنے سے میں نے معذرت کر لی اور شکریہ ادا کرتا ہوا بس اڈے کی سمت روانہ ہو گیا۔الحمدللہ کہ مطلوبہ بس رینگتی ہوئ مل گئ ۔اور کھڑے ہونے کو جگہ بھی مل گئ ۔ جو پاس سواریاں اتریں تو بیٹھنے کو جگہ ملی ۔اب کتابوں کی زیارت کا اشتیاق ہوا۔ پیکٹ کھولا تو ایک غیر متوقع نظارہ روبرو تھا۔وہ یہ کہ گُل رنگ تخُّل کا ایک نسخہ اور لخلخۂ محامد کے دو نسخے تھے یعنی کوثر رحمت پیکٹ میں نہیں تھی ۔عجلت میں سیفیؔ صاحب کو سہو ہوا۔افسوس کہ اس کتاب کے دیدار سے میں اب تک محروم ہوں ۔اسی وجہ یہ مضمون بھی اتنی مدت تک ٹلتا رہا۔

رؤفؔ صاحب کی نعتوں سے واقعی رسول رحمت کے ساتھ ان کے والہانہ عشق کا اندازہ ہوا۔محبت کا جذبہ نئے نئے مضامین بھی شاعر کو سجھاتا ہے یہی کیفیت لخلخۂ محامد کی نعتوں کی ہے، جو غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں ۔ڈھائ درجن کے قریب تضمینیں بھی ہیں جو اپنے کلام پر بھی ہیں اور نامآور فارسی شعرا کے کلام پر بھی۔ان کے بعد تقریباً تین درجن منقبتیں ہیں۔جو والہانہ انداز کے باعث یادرکھی جائیں گی۔

اس طویل بیان کا مقصد یہ ہے کہ میرے پاس ان کے نعتیہ کلام کا صرف ایک دیوان ہے(اس لیے کہ گل رنگ تخیل میں نعتیں نہیں مجازی کلام ہے)رؤفؔ صاحب پر اگر تبصرے کا ارادہ کروں تو کیا لکھوں صرف ایک کتاب ہے اور اس میں بھی مولانا نسیم فریدی اور افقؔ کاظمی جیسے بڑے قلم کاروں کے مضامین شامل ہیں۔ گل رنگ تخیل میں پروفیسر نثار احمد فاروقی کا طویل پیش لفظ ہے،جس کو لکھنے میں بقول شخصے انہوں نے قلم توڑ دیا ہے۔اس میں افقؔ کاظمی صاحب کا ایک طویل مضمون بھی ہے''کوثر رحمت'' میں بھی ایسے مضامین ہو سکتے ہیں ۔عظیم اور نامور قلم کاروں کے رشحات قلم کے بعد، میرے اندر اتنی جرأت نہیں ہے کہ اپنا بے سرا گ الاپوں۔ہاں ادھر ادھر سے صرف غزل کی ہیئت میں کہی گئی نعتوں کے کچھ اشعار کا انتخاب پیش کیے دیتا ہوں، جن سے جناب رؤفؔ امروہوی کی نعت گوئی اور قادرالاکلامی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔اس سے یہ فائدہ بھی ہوگا کہ قارئین تک رؤفؔ صاحب کا نسبتاً زیادہ کلام پہنچ جائے گا۔

میں پہلے کسی مضمون میں لکھ چکا ہوں کہ اب شافع یوم النشور کو تو، تیرا، تجھکو جیسے القاب سے مخاطب نہیں کرنا چاہیے۔پہلے جو لوگ ایسا کرتے تھے وہ فارسی کے اثر سے ایسا کرتے تھے۔رؤفؔ صاحب بھی انہی پرانے حضرات میں شامل ہیں ۔انکو آج کل کے شعرا پر قیاس نہیں کرنا چاہیے ۔نعتیہ اشعار پیش خدمت ہیں۔

بیمار ہے وہ جس نے نہ کی تم سے محبت اچھا ہے جو دنیا میں ہے بیمار تمھارا

دنیا میں ہر اک بے کس و بے یار کے تم ہو عقبیٰ میں ہر اک بیکس و بیمار تمھارا

مسلسل غزل کا لطف لیجیے۔

قیامت میں تشریف جب لایئے گا ہماری شفاعت بھی فر مایئے گا
ہماری خطاؤں پہ کیا جایئے گا نظر اپنی رحمت پہ فرمایئے گا
کریں گے کرم آپ جب دوسروں پر ہمیں کب فراموش فرمایئے گا
کھڑے ہوں گے ہم بھی وہیں اک طرف کو ہمیں بھی ذرا دیکھتے آیئے گا
ہزاروں کو غم سے چھڑانا پڑے گا ہماری بھی بگڑی بنا جائے گا
وہاں تو کچھ انداز ہی اور ہوں گے نہ معلوم کس ناز سے آیئے گا
ہر اک کی نظر آپ پر ہی پڑے گی بس اک آپ ہی سب کے کام آیئے گا
جہاں سے صدا آئے گی یا محمد ! وہیں آپ تکلیف فرمایئے گا
کہیں تو بلانے کی ہوگی ضرورت کہیں بے بلائے چلے جایئے گا
دکھائیں گے جس وقت وہ اپنی صورت رؤفؔ ان پہ قربان ہو جائے گا
تم تو حریم دل سے ادھر اٹھ کے جاؤ گے اور میں نہ جانے ہوش میں کب تک نہ آؤں گا

دو قطعہ بند شعر بھی ملاحظہ فرمایئے۔

کیسے عاشق ہوئے حضرت کے اویس قرنی
اور مکہ میں ابو جہل مسلماں نہ ہوا
جس کی تقدیر میں تھی دولت دیں اس کو ملی
جس کی قسمت میں نہ تھا ، صاحب ایماں نہ ہوا

اب کچھ متفرق اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

سنبل تو ہے منفعل زلف کے بال دیکھ کر
مشک تتار ہے خجل نقطۂ خال دیکھ کر
پاتے ہی حکم آپکا مہر کو لوٹنا پڑا
سینۂ ماہ شق ہوا ، شان جلال دیکھ کر
طائر دل کی بیکسی بڑھ گئ حد سے یا نبی!
چھوڑ گئے ہیں ہم نوا بے پر و بال دیکھ کر

نزع کے وقت یا نبی ! دل کی ہے آرزو یہی
بند ہو چشم منتظر ، شمع جمال دیکھ کر

☆

کہنا صبا !جو گزرے دربار کی طرف
بس اک نگاہ لطف ہو بیمار کی طرف
کُل انبیا ہیں حشر میں میدان کی طرف
سب کی نظر ہے احمد مختار کی طرف
جائے گی روح سیدھی مدینے کو بعد مرگ
رخ ہوگا عندلیب کا گلزار کی طرف
کھنچ کھنچ کے حاجیوں کا مدینے سے لوٹنا
پھر پھر کے دیکھنادرو دیوار کی طرف
آپ اپنے آستانۂ عالی کو دیکھئے
کیادیکھنا رؤفؔ سیہ کار کی طرف

☆

یہ ماہ تاب بھلا کیا مقابلہ کرتا
اسے تو ایک اشارے کی ان کی تاب نہیں

☆

رؤفؔ انکی غلامی میں بس اتنی فکر ہے مجھ کو
کہیں وہ یہ نہ کہ دیں ہم تجھے آزاد کرتے ہیں

ترقی اردو کونسل نئی دلّی کے امروہہ میں منعقد سیمینار سے واپسی کے بعد سب سے پہلے دونوں کتابوں کو میں نے بغور پڑھا۔ مجھے یادنہیں رہا تھا مگر ذہن کے نہاں خانے میں شاید یہ شعر کہیں محفوظ ہو گیا تھا۔ اس کے برسوں بعد (ریٹائرمنٹ سے بھی تقریباً ۶ رسال بعد) والد مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے نعتیہ دیوان موسوم بہ دیوان صابرؔ (نعتیہ) کی تکمیل کے لیے اس میں شامل اکثر نعتیں کہی تھیں۔ اب لخلخہ ٔ محامد کا دوبارہ مطالعہ کیا تو مجھے یاد آیا کہ میرے نعتیہ دیوان میں ایک شعر یہ بھی ہے۔

با ادب ہیں حاضر در ہم غلامان حضور جو بھی چاہیں دیں مگر در کار آزادی نہیں

اگرچہ اب تک کسی نے نہ ٹوکا ہے اور نہ اعتراض کیا ہے مگر میں خود اعتراف کرتا ہوں کہ یہ مضمون اصل میں رؤفؔ صاحب کا ہی ہے جس نے ایک مدت بعد میرے شعر کا روپ لے لیا۔ ورنہ میرے ذہن کی رسائی شاید یہاں تک نہ ہوتی۔ نہایت شرمندگی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اگر میرے اس دیوان کی دوبارہ چھپنے کی نوبت آئی (اگرچہ اردو کے شعری مجموعوں کے ساتھ ایسا کم ہوتا ہے) تو اس شعر کو دیوان سے خارج کر دوں گا۔ جن حضرات کے پاس میرا یہ دیوان ہوان سے گزارش ہے کہ اس شعر کو قلم زد کر دیں۔ ان جملہ ہائے معترضہ کے بعد پھر کلام رؤفؔ کا لطف لیجیے۔

ہر لحظہ شغل نعت شہ انس و جاں رہے
ہر وقت نام آپکا ورد زباں رہے

☆

سمجھے مدینے والے تمھیں اپنے سر کا تاج
تم جس زمیں پہ جا کے رہے آسماں رہے

☆

دیکھا ہے جب سے تم نے نرگس ہے محو حیرت
شبنم تمھارے غم میں آنسو بہا رہی ہے
سیرت کا ہے تمھاری قران پاک شاہد
صورت تو اور ہی کچھ نقشہ جما رہی ہے

☆

جو تمھیں بھولا وہ گویا زندگی میں مر گیا
مر کے وہ زندہ ہوا، جس نے تمھاری یاد کی
اس قدر رعنا کی جس دن سے نظر آئی پھبن
سرو کی عزت رہی دل میں نہ شمشاد کی

☆

آقا بنے جو بندۂ سرکار ہو گئے
غم سے چھٹے جو ان کے طرفدار ہو گئے
ان پر عطائے حق کی کوئی انتہا بھی ہے
اتنا ملا کہ احمد مختار ہو گئے

وہ جی اٹھے جنہوں نے محبت میں جان دی
اچھے رہے جو عشق کے بیمار ہو گئے
جو خار تیری راہ میں آئے وہ گل بنے
جو گل ترے چمن سے چھٹے خار ہو گئے
دم بھر رہے ہیں آپ کی الفت کا ہم مگر
خالی ہیں ہاتھ اور خریدار ہو گئے
آتے ہی ان کا نام زباں پر مری رؤفؔ
سب اہل حشر میرے طرفدار ہو گئے

☆

کام جو تم کو بھلا دے وہ سب لہو ولعب
جو تمہیں یاد دلا دے وہ خیال اچھا ہے
بدر سب کچھ ہے مگر تاب اشارے کی نہیں
دیکھنے والو کہو کس کا کمال اچھا ہے

☆

مہ کامل کے دو ہوتے ہیں دم میں
نکل جاتا ہے پڑکا درمیاں سے
شہادت کی جو پڑتی ہے ضرورت
پڑھا لیتے ہیں کلمہ بے زباں سے

☆

آپ نے سب کی کل سنواری ہے
یا نبی ! اب ہماری باری ہے
ہم کو بخشا ہے آپ سا مرسل
انتہائے عطائے باری ہے
کچھ کیا ہو تو سامنے لائیں
شرم ساری ہی شرم ساری ہے

اشعار آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ حضرت رؤفؔ دنیا کے سب سے بڑے نعت گو ہیں۔ یہ دعویٰ بھی نہیں ہے کہ اردو میں ان سے بہتر نعت گو کوئی نہیں ہوا؟ لیکن بڑی بات یہ ہے کہ انکی نعت گوئی بارگاہ رسالت میں مقبول ہوئی اور ان کو حج وزیارت کے لیے طلب فرمایا گیا۔ اس قبولیت اور کامیابی پر بڑے سے بڑے نعت گو کا دل بھی قربان ہونے کو چاہے گا۔ ایک نعت شریف میں حضرت رؤفؔ خود ہی فرماتے ہیں۔ ؎

سن ستتر میں مدینے مجھ کو بلوایا گیا اس طریقے کہ دنیا آج تک حیران ہے
(لخلخہ صفحہ ۱۰۶)

۷۸۔ ۱۹۷۷ء میں اسکے خوب چرچے تھے۔ اخبارات میں بھی یہ خبر شائع ہوئی تھی حتیٰ کہ ہندی کے کسی اخبار میں دیکھی گئی۔

چونکہ حضرت رؤفؔ کو سرکار دو عالم سے سچی محبت تھی (جس کا اظہار انکی نعتوں سے بھی بہ خوبی ہوتا ہے)اسی محبت کے زیر اثر وہ روضۂ اطہر کی زیارت کے لیے بے چین رہتے تھے۔ لیکن پیشے سے مدرّس تھے اور اس عہد میں ہدوستان میں مدرسین کو بہت معمولی (بلکہ کم) تنخواہ ملتی تھی، اس لیے مدینہ منورہ کے سفر کے اخراجات کے متحمل نہیں ہو سکے تھے۔ حضور سے لو لگی رہی سرکار دو عالم نے کسی ہندوستانی انجینیر کو جو سعودی عرب میں ملازم تھا، خواب میں حکم دیا کہ ہندوستان کے شہر امروہہ میں ہمارا سچا عاشق رؤف امروہوی رہتا ہے۔ اس کے پاس جاؤ اور اس کو حج کے اخراجات کی رقم پہنچاؤ۔ چنانچہ وہ بھارت آئے اور پھر امروہہ آکر حضرت رؤف سے ملے اور ان کو خواب کا واقعہ سنا کر حج پر خرچ ہونے والی رقم پیش کی جس سے رؤف صاحب کا حج بھی ہو گیا اور روضۂ سرکار کی زیارت بھی ہو گئی۔ اس وقت یہ بھی خبر گرم تھی کہ ان انجینیر صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ اس خواب سے پہلے انہوں نے نہ رؤفؔ صاحب کا نام سنا نہ تھا نہ امروہہ کا، لیکن اس خبر کی تصدیق یا عدم تصدیق ہیچ مداں کو نہیں ہوئی ہے۔

شاید اپریل ۱۹۱۴ء میں یونیورسٹی کے ایک کام سے مجھ ہیچ مداں کو ہاشمی گرلز (پی۔جی) کالج امروہہ جانا پڑا۔ وہاں کے ایک دوسرے کالج کے لیکچرر کے روبرو اس بات کا ذکر آیا تو انہوں نے بیان کیا کہ یہ بات یوں نہیں ہے کہ رؤفؔ صاحب کے پاس حج وزیارت کے لیے اخراجات نہیں تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ حج وزیارت کے اخراجات اٹھانے کے اہل تھے اور کسی بات کی کمی نہیں تھی مگر ان کی خواہش یہ تھی کہ حج بیت اللہ کو اس وقت جاؤں جب سرکار طلب فرمائیں۔ دونوں باتوں میں کون سی بات درست ہے اس کا فیصلہ مشکل ہے اور یہ دونوں روایتیں راقم الحروف کو زبانی ہی پہنچی ہیں۔ جو کچھ کسی

اخبار میں اس وقت پڑھا تھا وہ اب ذہن میں لفظ بہ لفظ محفوظ نہیں ہے۔ جب کہ اس بات کا کوئی تحریری ثبوت بھی ہونا چاہیے۔

اتفاق سے میرے کاغذات سے نیم ماہیہ اخبار ''دارالسلطنت'' نئی دلی بابت ۱۵/جولائی ۱۹۷۸ء (جلد ۱۴ شمارہ ۸) کے چار صفحے صفحہ ۱، ۲، ۷، ۸ برآمد ہوئے ہیں۔ رؤفؔ صاحب کی زیارت مدینہ کی روانگی کا حال اس اخبار کے دو شماروں میں شائع ہوا تھا۔ جس کو غلام رسول نشاطؔ کشتواڑی نے تحریر فرمایا تھا۔ پیش نظر اخبار میں اس کی دوسری قسط ہے۔ اس کے ضروری حصے کو یہاں نقل کرتا ہوں۔

''تمام خصوصی مہمان جمع ہو کر رونق افروز دربار تھے۔ کچھ وقفے کے بعد یکا یک حضور سرور عالم پیشوائے جن و بشر، مقتدائے حور و ملک جناب حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمثل آفتاب تشریف فرمائے دربار ہوئے اور نورانی تخت مقدس پر زینت افروز ہوئے۔ ملائکہ دائیں بائیں جنت الفردوس کے نورانی مورچھل ہاتھوں میں لیے شہنشاہ دو جہاں کے سامنے باادب کھڑے تھے۔۔۔۔ حکم ہوا سر دست ان کا غذات کو آئندہ تاریخ پیشی تک ملتوی کر دو۔ کیونکہ آج اس کا ہنگامی اجلاس میں ایک اور مقدمہ کا فیصلہ کرنے کی باری ہے۔ حاضرین دربار خاموش بیٹھے اس اہم فیصلے کے اعلان کے منتظر تھے۔ چنانچہ دفعتاً حضور سرور دو عالم صلعم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونا چاہیے) اپنی زبان گوہر فشاں سے ارشاد فرما رہے ہیں کہ ہمارے ایک غلام اور عاشق زار رؤفؔ امروہوی کے مقدمے کی فائل آں حضور کے سامنے پیش کی گئی۔ سرکار نے از راہ کمال نوازش اپنے اس عاشق صادق کی تمام جمع شدہ درخواستوں پر اپنے دست مبارک سے مہر تصدیق ثبت فرمائی اور حکم صادر فرمایا کہ مدینہ میں ہندوستان کا ایک ہمارا محب انجینئر وقار السلام نامی موجود ہے۔ اس کو قاصد بنایا جائے۔ اسی وقت دربار رسالت سے وقار صاحب کو ذریعہ بشارت خاص قاصد رؤفؔ امروہوی قرار دیا گیا اور اس خوش نصیب قاصد دربار نبوی کو ہندوستان سے رؤفؔ کو بلوانے کی ڈیوٹی سونپی گئی۔ چنانچہ وقار صاحب نے سب سے اوّل فوری طور پر جناب رؤفؔ امروہوی ہندی کو عرب میں بلانے کا انتظام کیا'' آگے تحریر فرماتے ہیں۔

''امروہہ سے روانہ ہو کر حضرت رؤفؔ جانب دہلی روانہ ہو گئے جہاں دو ایک دن ٹھہرنے کا پرگرام بنا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ دہلی میں داخل ہو گئے۔ جہاں پہلے سے ہی آپ کی عقیدت مندوں کا ایک بے پناہ ہجوم آپ کی زیارت کے لیے منتظر تھا۔ دہلی میں آپ کے خصوصی احباب نے آپ کو دو یوم ٹھہرنے پر مجبور کیا اور اس دوران شب میں عاشقان رؤفؔ و طالبان بادۂ عرفان نے رؤفؔ صاحب کے اعزاز میں نعتیہ محافل منعقد کیں، جن میں کلام رؤفؔ سے معرفت کی شراب کے پیاسے سیراب ہو گئے۔

احباب خصوصی، لاتعداد عقدت مندوں کی جانب سے اعزازی مجلسیں منعقد کی گیں‘‘ ۔

آگے مزید فرماتے ہیں۔

’’جب حضرت رؤفؔ بمبئ سے بذریعہ بحری جہاز جانب عرب روانہ ہوے ‘اور سرحد عرب میں داخل ہونے کے بعد عمرہ کے فرض سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ پہونچے تو وہاں پر اپنی پہلی حاضری اپنے محبوب کے دربار اقدس میں دینے گئے اس وقت آپ کے دل میں ایک عجیب کیفیت موجود تھی۔ عمر بھر کے حسرت وارمان کی پیاس بجھ رہی تھی ۔محبوب کا دربار اقدس نظروں کے سامنے تھا۔عشق ومحبت کے بے پناہ جذبات بھی شامل حال تھے۔اسی اثنا میں اپنے محبوب اور شفیع یوم محشر کی جانب مخاطب ہوکر یوں عرض پرداز ہوئے۔

آپ اپنے آستانۂ عالی کو دیکھئے کیا دیکھنا رؤفؔ سیہ کار کی طرف

(ص ۷)

یہ ایک عقیدت مند کی تحریر ہے۔اس لیے اس میں رسول نشاطؔ کشتواڑی نے تحریر فرمایا تھا۔پیش نظر اخبار میں اس کی دوسری قسط ہے۔اس کے ضروری حصے کو یہاں نقل کرتا ہوں۔

’’تمام خصوصی مہمان جمع ہوکر رونق افروز دربار تھے۔کچھ وقفے کے بعد یکا یک حضور سرور عالم پیشوائے جن وبشر، مقتدائے حور وملک جناب حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بمثل آفتاب تشریف فرمائے دربار ہوئے اور نورانی تخت مقدس پر زینت افروز ہوئے۔ ملائکہ دائیں بائیں جنت الفردوس کے نورانی مورچھل ہاتھوں میں لیے شہنشاہ دو جہاں کے سامنے باادب کھڑے تھے۔۔۔۔حکم ہوا سردست ان کا غذات کو آئندہ تاریخ پیشی تک ملتوی کردو۔کیونکہ آج اس کا ہنگامی اجلاس میں ایک اور مقدمہ کا فیصلہ کرنے کی باری ہے۔حاضرین دربار خاموش بیٹھے اس اہم فیصلے کے اعلان کے منتظر تھے۔چنانچہ دفعتاً حضور سرور دو عالم صلعم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہونا چاہیے) اپنی زبان گوہر فشاں سے ارشاد فرما رہے ہیں کہ ہمارے ایک غلام اور عاشق زار رؤفؔ امروہوی کے مقدمے کی فائل آں حضور کے سامنے پیش کی گئ۔سرکار نے از راہ کمال نوازش اپنے اس عاشق صادق کی تمام جمع شدہ درخواستوں پر اپنے دست مبارک سے مہر تصدیق ثبت فرمائ اور حکم صادر فرمایا کہ مدینہ میں ہندوستان کا ایک ہمارا محب انجینئر وقار السلام نامی موجود ہے۔اس کو قاصد بنایا جائے۔اسی وقت دربار رسالت سے وقار صاحب کو ذریعہ بشارت خاص قاصد رؤفؔ امروہوی قرار دیا گیا اور اس خوش نصیب قاصد دربار نبوی کو ہندوستان سے رؤفؔ کو بلوانے کی ڈیوٹی سونپی گئ۔چنانچہ وقار صاحب نے سب سے اوّل فوری طور پر جناب رؤفؔ امروہوی ہندی کو

عرب میں بلانے کا انتظام کیا '' آگے تحریر فرماتے ہیں۔

'' امروہہ سے روانہ ہو کر حضرت رؤفؔ جانب دہلی روانہ ہو گئے جہاں دو ایک دن ٹھہرنے کا پرگرام بنا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ دہلی میں داخل ہو گئے۔ جہاں پہلے سے ہی آپ کی عقیدت مندوں کا ایک بے پناہ ہجوم آپ کی زیارت کے لیے منتظر تھا۔ دہلی میں آپ کے خصوصی احباب نے آپ کو دو یوم ٹھہرنے پر مجبور کیا اور اس دوران شب میں عاشقان رؤفؔ و طالبان بادۂ عرفان نے رؤفؔ صاحب کے اعزاز میں نعتیہ محافل منعقد کیں، جن میں کلام رؤفؔ سے معرفت کی شراب کے پیاسے سیراب ہو گئے۔ احباب خصوصی، لا تعداد عقدت مندوں کی جانب سے اعزازی مجلسیں منعقد کی گیں'' ۔آگے مزید فرماتے ہیں۔

'' جب حضرت رؤفؔ بمبئ سے بذریعہ بحری جہاز جانب عرب روانہ ہوے 'اور سرحد عرب میں داخل ہونے کے بعد عمرہ کے فرض سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پہونچے تو وہاں پر اپنی پہلی حاضری اپنے محبوب کے دربار اقدس میں دینے گئے اس وقت آپ کے دل میں ایک عجیب کیفیت موجود تھی۔ عمر بھر کے حسرت و ارمان کی پیاس بجھ رہی تھی۔ محبوب کا دربار اقدس نظروں کے سامنے تھا۔ عشق و محبت کے بے پناہ جذبات بھی شامل حال تھے۔ اسی اثنا میں اپنے محبوب اور شفیع یوم محشر کی جانب مخاطب ہو کر یوں عرض پرداز ہوئے۔

آپ اپنے آستانۂ عالی کو دیکھئے کیا دیکھنا رؤفؔ سیہ کار کی طرف

(ص ۷)

یہ ایک عقیدت مند کی تحریر ہے۔ اس لیے اس میں ع

بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیب داستاں کے لیے

کی کیفیت بھی ہو سکتی ہے، لیکن اس تحریر سے اس واقعے کی توثیق ضرور ہوتی ہے کہ حضرت رؤفؔ امروہوی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بلاوے پر اور کسی غیر شخص کے اخراجات سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔ نیوز پیپر رجسٹرار کے دفتر میں رجسٹرڈ اخبارات میں بالکل بے بنیاد اور جھوٹی خبریں شائع نہیں ہوتی ہیں۔ اس اخبار کا رجسٹرڈ نمبر R.N 14209/65 تھا۔ معلوم نہیں کہ اب یہ اخبار جاری ہے یا نہیں۔

❁❁❁

ڈاکٹر محمد حسین مشاہدؔ رضوی (مالیگاؤں)

مولانا سعید اعجاز کامٹوی کے رُخِ حیات کی جھلکیاں

اورسعادت افروز نعتیہ وسلامیہ شاعری

حضرت علامہ مولانا محمد سعید اعجازؔ کامٹوی رحمۃ اللہ علیہ بجا طور پر فصیح اللسان، ساحر البیان اور قاریِ خوش الحان جیسے مہتم بالشان القاب کا استحقاق رکھتے تھے۔ آپ اپنے مخصوص، منفرد اور مترنم لب و لہجے میں جب قرآنِ پاک کی تلاوت فرماتے یا حمدِ باریِ تعالیٰ، نعت وسلام اور مناقب گنگناتے تو محفل پر ایک روحانی سماں چھا جاتا اور سامعین کیف وسرور کے عالم میں بے ساختہ جھوم جھوم اُٹھتے تھے۔ آپ کے وعظ وارشاد کی نورانی وعرفانی مجالس کی روشن وتاب ناک یادیں اب بھی حاشیۂ ذہن وقلب میں تر وتازہ ہیں، آپ کی غنائیت اور نغمگی سے آراستہ ومزین آواز اب بھی کانوں میں رس گھولتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

ولادتِ باسعادت:

حضرت مولانا محمد سعید اعجازؔ کامٹوی علیہ الرحمہ کی ولادتِ باسعادت ۱۹۲۹ء میں اُن کے آبائی مکان محلہ لکڑ گنج، کامٹی میں ہوئی۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام محمدُ اللہ تھا۔ اور والدہ کا نام آسیہ بی۔ مولانا محمد سعید اعجازؔ کامٹوی علیہ الرحمہ کے والدِ گرامی محمدُ اللہ صاحب نے شہزاد پور، ضلع فیض آباد (اتر پردیش) سے ہجرت کر کے کامٹی (ناگپور، مہاراشٹر) میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آج بھی شہزاد پور میں آپ کے رشتہ دار آباد ہیں۔ آپ کا خانوادہ اولیاے کرام اور اہلِ طریقت وتصوف سے بے پناہ عقیدت ومحبت کے جذبات سے سرشار تھا۔ خاندانی روایات کے مطابق حضرت مولانا سعید اعجازؔ کامٹوی علیہ الرحمہ کی پیدایش سلسلۂ نقش بندیہ کے بزرگ حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کے بعد ہوئی۔ حضرت سید امام علی شاہ علیہ الرحمہ نے آپ کے والدِ گرامی کو اس بات کی تاکید فرمائی تھی کہ آپ کے گھر پیدا ہونے والے بچّے کا نام ''محمد سعید'' رکھا جائے۔ چناں چہ حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے آپ کے والد نے نومولود کا نام ''محمد سعید'' رکھا۔ حضرت سید امام علی شاہ علیہ الرحمہ کا تعلق فوج سے تھا اور آپ پنجاب رجمنٹ سے تھے۔ اُس وقت کامٹی میں تعینات فوج کی امامت کے عہدے پر فائز تھے، اور ایک طویل عرصہ آپ نے کامٹی میں

گذارا۔ اُس دوران آپ کی ذات مرجعِ خلائق تھی۔ عوام وخواص سبھی آپ سے اکتسابِ فیض کیا کرتے تھے۔

بیعت وخلافت:

حضرت مولانا سعید اعجاز کامٹوی علیہ الرحمہ نے جب شعور کی منزل میں قدم رکھا تو خاندانی روایات کے مطابق آپ حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ نقش بندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔ علامہ ارشد القادری نور اللہ مرقدہٗ کے برادرِ گرامی حضرت فیض العارفین مولانا شاہ غلام آسی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ نے آپ کو اپنی خلافت واجازت سے نوازا تھا۔

تعلیم وتربیت وفراغت:

حضرت مولانا محمد سعید اعجاز کامٹوی علیہ الرحمہ نے ابتدائی تعلیم وتربیت کے بعد اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لیے ناگپور کی مرکزی دینی درس گاہ جامعہ عربیہ ناگپور میں داخل کیے گئے۔ اُس عہد کے ممتاز اساتذۂ کرام کے زیرِ سایہ رہ کر آپ ۱۹۴۹ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ علامہ ارشد القادری نور اللہ مرقدہٗ، حضرت فیض العارفین مولانا شاہ غلام آسی صاحب، فقیہ الہند حضرت مفتی عبدالرشید خاں فتح پوری جیسے اجلہ علمائے کرام کا شمار آپ کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔

خطابت وتراویح:

فصیح اللسان مولانا محمد سعید اعجاز کامٹوی علیہ الرحمہ ایک ساحرالبیان خطیب کی حیثیت سے نہ صرف کامٹی اور ناگ پور بلکہ پورے ملک میں مشہور ومعروف اور بے پناہ مقبول تھے۔ پورے ملک میں آپ جہاں جاتے اپنے مخصوص لب و لہجے کی وجہ سے بڑی پسندیدگی سے سماعت کیے جاتے۔ آپ کے منفرد اندازِ خطابت کے اپنے تو اپنے غیر بھی گرویدہ تھے۔ آپ کی دل نشین تقاریر کو سماعت کر کے نہ جانے کتنے گمراہ انسانوں نے توبہ کی۔ اور باطل عقائد کے پرستار اہلِ سنت کے دامن میں داخل ہوئے۔ آپ اپنے بیانات میں اصلاحِ معاشرہ کے ساتھ ساتھ عقیدے کی پختگی پر ہمیشہ زور دیا کرتے تھے۔ سلسلۂ عالیہ نقش بندیہ مجددیہ کے بعض پیرو کاروں کی بہ نسبت آپ کے اندر عقیدے کے نام پر سمجھوتے کا مزاج ذرّہ بھر کو نہ تھا۔ امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا بریلوی کے مسلکِ عشق وایمان کے تحفظ واستحکام میں آپ زندگی بھر مصروف ومشغول رہے۔

آپ ایک اچھے حافظِ قرآن بھی تھے۔ ابتدا میں کئی سال تک مسجد وزیر صاحب نیا بازار، کامٹی میں آپ نے بڑی خوش الحانی سے نمازِ تراویح پڑھائی۔ رائے پور، چھتیس گڑھ میں بھی کافی سالوں تک تراویح سنائی۔ بعدہٗ مختلف علاقوں میں تراویح کے لیے بلائے جاتے رہے۔ حتیٰ کہ جب ممبئی میں آپ

تراویح سناتے تھے تو بیرونِ ملک سے محبین آپ کی اقتدا میں تراویح ادا کرنے کے لیے آتے رہے۔ تراویح میں آپ جب اپنے مخصوص انداز میں قرآن کی تلاوت فرماتے تو ایک روحانی سماں پیدا ہو جاتا۔

شعری حرکیت اور زود گوئی:

مولانا سعید اعجاز کامٹوی علیہ الرحمہ بہترین عالم، حافظ، قاری، ادیب، خطیب، طبیب، محقق، دانش ور، مدرس، مصلح، مفکر، مدبر، تاجر اور سیاح کے ساتھ ساتھ ایک مایۂ ناز شاعر بھی تھے، اور خطابت ہی کی طرح شاعری بھی آپ کی شخصیت کا منفرد شناخت نامہ کہلاتی ہے کامٹی میں شعر و ادب کا ایک اچھا خاصا حلقہ تھا۔ جس سے آپ کا متاثر ہونا بعید نہ تھا۔ آپ کی فطرت میں شعریت تھی۔ لہٰذا ماحول ملتے ہی آپ میدانِ شاعری میں قدم رنجہ ہو گئے۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر جلد ہی اپنے معاصرین میں ممتاز ہو گئے۔

شعر گوئی میں آپ نے تقدیسی شاعری یعنی حمد و مناجات، نعت و مناقب، سلام کو اپنی فکر و نظر کا مرکز و محور بنایا اور بے طرح کامیاب رہے۔ نعتیہ ادب کے ذخائر میں آپ نے جو اضافے کیے ہیں وہ اپنے آپ میں مثالی حیثیت کے حامل ہیں۔ آپ بڑے زود نویس اور زود گو شاعر تھے۔ آپ کے یہاں آمد آمد کا وہ چشمۂ جاری رواں دواں رہا کرتا تھا کہ بارہا مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ آپ کے اجلاس اگر ایک دن میں تین مختلف اوقات اور مقامات پر ہیں تو تینوں جگہوں پر آپ نیا نعتیہ کلام اور تازہ ترین سلام پیش فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی آواز میں بلا کی نغمگی، ترنم اور کشش تھی۔ آپ دینی اجلاس کے علاوہ اگر مشاعروں میں کہیں کلام سناتے تو وہاں حاصلِ مشاعرہ رہا کرتے تھے۔ لوگ اکثر صرف آپ ہی کو سننے کے لیے مشاعروں میں آتے اور منتظمین مجمع جمع رکھنے کے لیے آپ کو آخر میں پڑھاتے۔ آپ کے موئے قلم سے نکلے ہوئے بہت سارے کلام ایسے بھی ہیں جو نہ صرف ملک بھر میں مقبول ہوئے بلکہ دیگر ممالک میں بھی ان کو بڑے ذوق وشوق سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ کئی عالمی شہرت یافتہ نعت خواں حضرات نے بھی آپ کی نعتیں بڑے خوب صورت انداز میں پیش کی ہیں۔

وفاتِ حسرت آیات:

حضرت مولانا سعید اعجاز کامٹوی تا عمر رسولِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کے گن گاتے رہے۔ حتیٰ کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے منسوب تاج دارِ مدینہ کانفرنس، ممبئی میں دُرود و سلام اور ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہوئے ہی آپ کی طبیعت ناساز ہوئی اور آپ ۲۲ر دسمبر ۱۹۹۶ء کو اس دارِ ناپائدار سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے اِس شعر کی عملی تصویر بن گئے ؎

نکلی ہے روح ذکرِ جمالِ نبی کے ساتھ
ہم گوشۂ لحد میں چلے روشنی کے ساتھ

وصال سے دو روز قبل مالیگاؤں میں اولیا مسجد نہال نگر کے پاس منعقدہ ایک جلسۂ عام میں اپنی مخاطبت کے دوران آپ نے ایک قطعہ سنایا جسے اس مقام پر درج کرنا راقم مناسب خیال کرتا ہے ؎

خدانخواستہ پھر یہ گھڑی ملے نہ ملے
یہ نیک لمحہ تمہیں پھر کبھی ملے نہ ملے
نبی کی بزم ہے پڑھتے رہو دُرود و سلام
پھر اس مقام پہ یہ زندگی ملے نہ ملے

کسے خبر تھی کہ اب اہل سنت کا یہ فصیح اللسان اور ساحر البیان خطیب وشاعر اپنے مالکِ حقیقی سے ملنے والا ہے۔ حضرت مولانا سعید اعجاز کامٹوی کے وصال کی خبر سُن کر بار بار یہ مصرعے ذہن وقلب میں گونجتے رہے اور یہ احساس پروان چڑھنے لگا کہ حضرت اعجاز صاحب کامٹوی کو اس امرِ ربی کا کسی نہ کسی درجے میں کشف ہو گیا تھا۔

۲۳ر دسمبر ۱۹۹۶ء کو آپ کی نعش ممبئ سے کامٹی لائی گئی۔ ہزاروں افراد نے جنازے میں شرکت کی۔ آپ کو کامٹی کے مسلم قبرستان نزد ریلوے لائن میں دفن کیے گئے۔ معاصر اخبارات کی رپورٹس کے مطابق کامٹی میں کسی کے جنازے میں ایسا جم غفیر نہیں دیکھا گیا جیسا کہ مولانا سعید اعجاز کامٹوی کے جلوسِ جنازہ میں تھا۔

مولانا سعید اعجاز کامٹوی کی سعادت افروز نعتیہ وسلامیہ شاعری

حضرت مولانا سعید اعجاز کامٹوی اپنے عہد کی ایک ممتاز اور ہر دل عزیز شخصیت کا نام ہے۔ آپ بہ یک وقت کئی خوبیوں اور صفات کا عطر مجموعہ تھے۔ آپ عالم، حافظ، قاری، شاعر، ادیب، خطیب، طبیب، محقق، دانش ور، مدرس، مصلح، مفکر، مدبر، تاجر، سیاح اور ان سب سے بڑھ کر پُرکشش شکل وصورت کے مالک ایک اچھے اور مقبول ترین عاشقِ رسول تھے۔

مولانا سعید اعجاز کامٹوی صاحب کی ان گوناگوں اور متنوع خوبیوں میں سے ایک نمایاں وصف آپ کی شعر گوئی ہے جو اس وقت راقم کی تبصراتی کاوش کا عنوان بننے جارہی ہے۔ یہ بات بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ زود نویسی اور زود گوئی میں آپ اپنے عہد کے شاعروں میں اپنا جواب نہیں رکھتے

تھے۔آپ کے یہاں آمد آمد کا وہ چشمۂ جاری رواں دواں رہا کرتا تھا کہ بارہا مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ آپ کے اجلاس اگر ایک دن میں تین مختلف اوقات اور مقامات پر ہیں تو تینوں جگہوں پر آپ نیا نعتیہ کلام اور تازہ ترین سلام پیش فرمایا کرتے تھے۔ افسوس صد افسوس! کہ اب تک آپ کا کوئی وقیع شعری مجموعہ منصۂ شہود پر جگمگا نہیں سکا۔ ہاں! فدائے اہل سنت مولانا عبدالحیٔ نسیم القادری (مقیم حال ڈربن ساوتھ افریقہ) کا مرتبہ محض چند نعتوں اور سلام پر مشتمل ایک مختصر سا کتابچہ ۸۰ر کی دہائی میں مدرسہ اہل سنت تجوید القرآن واقع دفتر آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء شاخ مالیگاؤں کے زیرِ اہتمام شائع ہوکر مقبول ہوچکا ہے۔الحمدللہ! اب آپ کے موئے قلم سے نکلی ہوئی تقدیسی شاعری کا یہ مجموعہ طباعت و اشاعت کے مراحل سے گذر کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگیا ہے۔اس مجموعے کی اشاعت سے عوام وخواص آپ کی شاعرانہ خوبیوں اور کلامِ بلاغت نظام سے مکمل طور پر لطف اندوز ہوسکتے ہیں۔جاننا چاہیے کہ حضرت مولانا اعجازؔ صاحب ''غالب'' کے ''اسد'' کی طرح اپنے نام ''اعجاز'' کے ساتھ ساتھ ''سعید'' کو بھی کبھی کبھار تخلص کے طور پر استعمال فرمایا کرتے تھے۔

مولانا سعید اعجازؔ کامٹوی علیہ الرحمہ تاعمر رسولِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف کے گن گاتے رہے۔حتیٰ کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے منسوب تاج دارِ مدینہ کانفرنس، ممبئی میں دُرود وسلام اور ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہوئے ہی آپ کی طبیعت ناساز ہوئی اور آپ اس دارِ ناپائدار سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے اس شعر کی عملی تصویر بن گئے ؎

نکلی ہے روح ذکرِ جمالِ نبی کے ساتھ
ہم گوشۂ لحد میں چلے روشنی کے ساتھ

وصال سے دو روز قبل مالیگاؤں میں اولیا مسجد نہال نگر کے پاس منعقدہ ایک جلسۂ عام میں اپنی مخاطبت کے دوران آپ نے ایک قطعہ سنایا جسے اس مقام پر درج کرنا راقم مناسب خیال کرتا ہے ؎

خدانخواستہ پھر یہ گھڑی ملے نہ ملے
یہ نیک لمحہ تمہیں پھر کبھی ملے نہ ملے
نبی کی بزم ہے پڑھتے رہو دُرود و سلام
پھر اس مقام پہ یہ زندگی ملے نہ ملے

کسے خبر تھی کہ اب اہل سنت کا یہ فصیح اللسان اور ساحر البیان خطیب وشاعر اپنے مالکِ حقیقی سے ملنے والا ہے۔حضرت مولانا سعید اعجازؔ کامٹوی کے وصال کی خبر سُن کر بار بار یہ مصرعے ذہن وقلب میں

گو نجتے رہے اور یہ احساس پروان چڑھنے لگا کہ حضرت اعجازؔ صاحب کامٹوی کو اس امرِ ربی کا کسی نہ کسی درجے میں کشف ہو گیا تھا۔ حضرت اعجازؔ صاحب کی ذات میں جو عاجزی، انکساری، ملنساری، شفقت و محبت اور خلوص وللّٰہیت تھی وہ اب خال خال ہی نظر آتی ہے۔ مدرسہ اہل سنت تجوید القرآن کے اجلاس میں آپ بارہا تشریف لاتے تھے۔ ناچیز وہیں تعلیم حاصل کرتا تھا جب جب مَیں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے کلام کے بعد آپ کا مرقومہ کلام سنایا آپ نے حوصلہ افزائی اور پذیرائی فرماتے ہوئے انعام واکرام اور دعاؤں سے نوازا۔ اعجازؔ صاحب کی طرح دیگر باوقار علماے اہل سنت کی نوازشات کا صدقہ ہے کہ مجھ جیسا بے بضاعت اور کم علم، دین کی خدمت کے لائق بن سکا۔

حضرت مولانا سعید اعجازؔ کامٹوی نے اپنے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کا وسیلہ نعت گوئی کو بنایا اور میدانِ شعر وادب میں فکر وفن کے وہ اجلے اور روشن نقوش ثبت فرمائے کہ دل سے بے ساختہ سبحان اللہ! کی داد نکلتی ہے۔ آپ نے اپنی نعتیہ شاعری کے ذریعہ امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کے مسلکِ حق وصداقت اور پیغامِ عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے استحکام اور فروغ وارتقا کا کام بھی لیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وصال سے چند روز قبل مالیگاؤں میں اولیا مسجد کے پاس ایک جلسۂ عام میں آپ نے اپنے مخصوص لب ولہجہ میں ایک خوب صورت اور دل کش نعت پیش کی جس کا ایک شعر یوں تھا کہ ؎

مسلکِ حق کے تحفظ کی ضمانت ہے یہ نام
اس لیے دوستو! مَیں نامِ رضا لیتا ہوں

اسی طرح وقار چوک پر منعقدہ جلسے میں ایک قطعہ بھی ارشاد فرمایا جس میں مرکزِ اہل سنت بریلی شریف کا بڑی عقیدت ومحبت سے ذکر کیا گیا ہے ؎

چراغِ عقیدت جلا کے تو دیکھو　اُجالے کی دنیا میں آ کے تو دیکھو
یہیں سے مدینہ نظر آئے گا　بریلی کا سرمہ لگا کے تو دیکھو

متذکرۂ بالا شعر اور قطعہ سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اخیر عمر تک مسلکِ اعلیٰ حضرت اور مرکزِ اہل سنت بریلی شریف سے اپنی گہری قلبی وفکری وابستگی و پیوستگی کا برملا اظہار بھی کیا، جو لائقِ تحسین و آفرین ہے۔

مولانا سعید اعجازؔ کامٹوی کی شاعری عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا دل کش اور دل نشین طرزِ اظہار اپنے اندر سموئے ہوئے ہے جو قلب ونظر کو صیقل ومجلّا کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ جذبات و خیالات اور محسوسات کی جو بلندی، شگفتگی اور پاکیزگی آپ کے کلام کی زیریں رَو میں پنہاں ہے وہ محبتِ

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں آپ کے مخلصانہ اور مومنانہ رویّوں کی غمازی کرتی ہیں، چند اشعار نشانِ خاطر فرمائیں ؎

کون کہتا ہے کہ مرقد میں اندھیرا ہوگا
وہ جو ہوں گے تو اُجالا ہی اُجالا ہوگا
صدر اس کے مرے سرکارِ دوعالم ہوں گے
اُن کے دیوانوں کا محشر میں بھی جلسہ ہوگا
غمِ دوراں کی کڑی دھوپ سے بچنے کے لیے
سایۂ گیسوے سرکار میں آلوں تو چلوں
مرے ذوقِ نظر پر ہوگئی رحمت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی
مدینہ دور ہے آنکھوں میں ہے صورت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی
جہاں ہوتی ہے انساں کو ندامت اپنے عصیاں پر
اسی منزل کا شاید نام ہے رحمت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی
میرا دل بے نیازِ صلہ ہے، دل میں کوئی تمنا نہیں ہے
جب سے دیکھا ہے باغِ مدینہ، سر میں جنت کا سودا نہیں ہے

سعید اعجاز کامٹوی صاحب نے اپنے شعروں میں لفظ و بیان، جذبہ و تخیل اور فکر وفن کے جو جادو جگائے ہیں وہ اسلوبیاتی لحاظ سے بھی بڑی عمدگی اور نفاست کے حامل دکھائی دیتے ہیں۔ انوکھی لفظیات کے انسلاکات، تراکیب اور پیکرات کا فن کارانہ استعمال آپ کی قادرالکلامی کو عیاں کرتے ہوئے آپ کے ایک صاحبِ فکر ونظر اور لب و لہجے کے شاعر ہونے کا اشاریہ بھی ہیں۔ علم وفن کی گہرائی و گیرائی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وسچائی سے مملو آپ کے نعتیہ اشعار میں جو دل آویز کیفیتیں پیدا ہوگئی ہیں وہ متاثر کن ہیں۔ خیال آفرینی اور مضمون آفرینی کی سطح پر بھی آپ کی شاعری ندرتِ اظہار اور جدتِ ادا کے جواہر پارے اپنے اندر سموئے ہوئے فصاحت وبلاغت کا دل کش مجموعہ بن گئی ہے ؎

ہیں محوِ خرام آقا اب میرے تصور میں
اے عمرِ رواں میری للہ ٹھہر جانا
بس عشقِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے شانے کی ضرورت ہے
مشکل نہیں گیسوے دوراں کا سنور جانا

محفلِ نور شبِ غم میں سجا لیتا ہوں
دل کی آواز سے آواز ملا لیتا ہوں
صبح کے وقت بہ فیضانِ نسیمِ طیبہ
اپنے سرکار کے دامن کی ہَوا لیتا ہوں
شبِ غم نیند بھی آئی تو اِس امید پر آئی
کہ شاید خواب ہی میں دیکھ لوں صورت محمد (ﷺ) کی
معجزانہ کرم کے تصدق، آپ کی ہر عنایت پہ قرباں
سر پہ امت کا سایا ہے لیکن، جسمِ انور کا سایا نہیں ہے

روحِ پیغامِ سرورِ عالم عین میم اور لام کیا کہیے
جامِ کوثر کی آرزو نہ رہی ان کی نظروں کا جام کیا کہیے
ان کے رندوں کے نام آتا ہے زاہدوں کا سلام کیا کہیے
حالِ اعجازؔ سے ہیں وہ واقف پھر کسی سے پیام کیا کہیے

طویل بحر میں لکھا گیا یہ کلام آپ کے منفرد لب و لہجے اور جذبہ و تخیل کے ساتھ ساتھ آپ کی قادرالکلامی کا روشن اشاریہ ہے ؎

سرزمینِ طیبہ کے ایک ایک گوشہ میں ، روحِ زندگانی ہے
کیا حسین منظر ہے ، صبح بھی معطر ہے ، شام بھی سہانی ہے
وہ محمّدِ عَرَبی (ﷺ)، جس نے مقصدِ ہستی، کُل جہاں کو سمجھایا
اُس کے عشق کی حد تک، زندگی حقیقت ہے، ورنہ اِک کہانی ہے
اشکِ دردِ فرقت کا، راز پوچھتے کیا ہو؟ اے سعیدؔ یوں سمجھو!
چشمِ نم کے حلقے میں رہ گیا تو موتی ہے ، بہہ گیا تو پانی ہے

نعت کے تقدس اور غزل کی رنگینیِ بیان کی آمیزش کے ساتھ سلامت روی سے مدحتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگا رنگ گُل بوٹے کھلانا اعجازؔ صاحب کے شاعرانہ کمال کی دلیل ہے ؎

آنسوؤں کے تاروں سے، دامنِ شبِ غم کو، ہر نفس سجایا ہے، ہر طرح نکھارا ہے
ہم نے اپنی خلوت کو، حاصلِ محبت کو، کتنی دیدہ ریزی سے، انجمن بنایا ہے
شانِ بے نیازی جب اتنی نور تاباں ہے، التفات کا عالم، کون جانے کیا ہوگا؟

ایک بار گذرے تھے، دور سے وہ بے پردا، اور میری دنیا میں آج تک اجالا ہے
گرمیِ بیاباں کیا؟ خنکی چمن کیسی؟ اب فضائے عیش و غم، جی کو چھو نہیں سکتی
حُسن کے تلوّن کا رنگ ہم نے دیکھا ہے، اب ہماری نظروں میں دھوپ ہے نہ سایا ہے

اس نعت کا یہ شعر اپنے اندر معنویت اور واقعیت کا اِک جہان لیے ہوئے ہے۔ بالکل اچھوتے اور البیلے انداز میں آپ نے انسانی عظمت و رفعت کی طرف خوب صورت اشارہ کیا ہے ؎

پھول کی مہک مجھ میں، خار کی کھٹک مجھ میں، برق کی لپک مجھ میں، چاند کی چمک مجھ میں
میں نے ساری دنیا کے، ایک ایک ذرّے کا، اپنے دل کی دنیا کو آئینہ بنایا ہے

زندگی سے متعلق الگ الگ فلسفے پائے جاتے ہیں۔ لیکن جب عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) زندگی کی حقیقت کو واشگاف کرتا ہے اور زندگی کو اُس کا اصل مرکز و محور یاد دلاتا ہے تو اُس کا انداز نرالا اور تقدیسی لہروں کا حامل ہو جاتا ہے جو قلب و روح کو طہارت و پاکیزگی سے مستنیز کرتا ہے ؎

نورِ حق سے جوڑ رشتہ زندگی اے زندگی! خود چمک اور مجھ کو چمکا زندگی اے زندگی!
الفتِ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں مٹ جا زندگی اے زندگی! اپنے مرکز کی طرف آ زندگی اے زندگی!
آستانِ مصطفیٰ ہم پا کے سب کچھ پا گئے بس اسی منزل پہ کھو جا زندگی اے زندگی!
جلوہ گاہِ سرورِ عالم کا عالم دیکھ کر اپنا عالم آپ ہو جا زندگی اے زندگی!
دیدۂ جبریل کا سرمہ ہے جن کے در کی خاک اُن کے در کی خاک ہو جا زندگی اے زندگی!

مولانا سعید اعجاز کامٹوی کے خامۂ مدحت نگار سے نکلی ہوئی ’’لکھتے لکھتے‘‘ ردیف پر مشتمل ذیل کی نعت بڑی متاثر کن اور پُر کیف ہے۔ تصویریت کا حُسن اور منظر کشی کا جمال شعر شعر سے ظاہر ہے۔ بحر کی زیریں رَو میں پنہاں نغمگی اور موسیقیت بے ساختہ نعت گنگنانے پر مجبور کرتی ہے اور دل سے سبحان اللہ ! ماشآءاللہ کی داد نکلنا شروع ہو جاتی ہے ؎

میں نعت لکھوں اور ہو جائے تکمیل سفر لکھتے لکھتے
میں اپنے گھر سے جا پہنچوں سرکار کے گھر لکھتے لکھتے
تعریف نبی کے گیسو کی، اور وصف نبی کے چہرے کا
میں شام کو لکھنے بیٹھوں اگر ہو جائے سحر لکھتے لکھتے
پھر اُن کے تبسم کا خاکہ الفاظ میں کچھ کچھ کھینچ سکوں
کھلتی ہوئی کلیوں پر میری پڑ جائے نظر لکھتے لکھتے

احساس نبی کی عظمت کا ، کیا قلب میں ہے سبحان اللہ!
جب نامِ مبارک آتا ہے ، جھک جاتا ہے سر لکھتے لکھتے
پل بھر میں مرادِ دل پاؤں ، میں اُڑ کے مدینہ جا پہنچوں
اعجازؔ جو مجھ کو مل جائیں ، جبریل کے پر لکھتے لکھتے

''روحِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' سے نمونے کے طور پر مزید چند اشعار نشانِ خاطر کریں اور شاعرِ اسلام مولانا سعید اعجازؔ کامٹوی کی نبیِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ وارفتگی و شیفتگی کے ساتھ ساتھ شعری و فنی مہارت کا دل کش نظارا کیجیے، سلاست و روانی ، ترنم و نغمگی، صداقت و سچائی ، جدت و ندرت ، ایجاز و تراکیب، صنائع لفظی و معنوی اور دیگر محاسن کی جلوہ گری ''روحِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کے ورق ورق پر مسطور اور سطر سطر میں معمور ہے ؎

پھر آج صلِ علیٰ یاد آرہا ہے کوئی
مدینہ کعبۂ دل کو بنارہا ہے کوئی
مقامِ رفعتِ انساں بتارہا ہے کوئی
زمیں سے عرشِ معلیٰ پہ جارہا ہے کوئی
میں مالکِ جنت کا ، وہ جنت کا طلب گار
زاہد کی دُعا اور مرے دل کی دُعا اور
اِس شانِ سخاوت پہ سخاوت بھی نچھاور
دامن کو مرے بھر کے وہ کہتے رہے کیا اور؟
فکرِ وداعِ طیبہ بھی ہے حاضری کے ساتھ
کچھ غم بھی ہے شریک ہماری خوشی کے ساتھ
نور پھر نور ہے منوائے گا خود اپنا وجود
بشَری جامے میں رہ کر مرے سرور چمکے
حشر میں پھوٹی وہ اُمّیدِ شفاعت کی کرن
دھوپ نکلی ، وہ مرے شافعِ محشر چمکے
اُلجھن کا حل ڈھونڈ نکالیں زندہ دلی کی بات کریں
دھوپ غمِ دوراں کی کڑی ہے، زُلفِ نبی کی بات کریں

خلد کی عظمت اپنی جگہ ہے، اِس سے نہیں انکار مگر
کوے نبی پھر کوے نبی ہے، کوے نبی کی بات کریں

معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت مولانا سعید اعجاز کامٹوی کے نعتیہ وسلامیہ کلام سرحدوں کو توڑتے ہوئے بیرونِ ملک میں بھی پورے ذوق وشوق سے پڑھے جاتے ہیں ۔اس لحاظ سے حضرت عالمی شہرت یافتہ نعت نگاروں میں شمار کیے جانے کا مکمل استحقاق رکھتے ہیں۔حضرت کے بیشتر کلام ایسے ہیں جو دنیا کے مختلف ممالک میں ''نامعلوم'' شاعر کے طور پر بھی شائع کیے جاتے ہیں۔جن میں دو واضح اور بڑی مثال شہرۂ آفاق سلام ''اے حبیبِ احمد مجتبیٰ دلِ مبتلا کا سلام لے'' اور ''چندا کرے تم کا سلام'' ہے۔اسی طرح ''آنسوؤں کے تاروں سے دامنِ شبِ غم کو ہر نفس سجایا ہے ہر طرح نکھارا ہے'' اور ''سرزمینِ طیبہ کے ایک ایک گوشہ میں، روحِ زندگانی ہے'' کا شمار کیا جاسکتا ہے۔نیز ''دل کی مراد پائیں گے آج نہیں تو کل سہی'' بھی آپ کے مشہورِ زمانہ شہرۂ آفاق کلام میں سے ایک ہے۔

مولانا سعید اعجاز کامٹوی کی شاعری کی خصوصیات میں سے ایک قابلِ لحاظ پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے اردو زبان، محاورات اور روزمرہ کے استعمال کے ساتھ عربی، فارسی اور پوربی بولی کے انسلاکات سے اپنے کلام کو متنوع رچاو کا آئینہ دار بنادیا ہے۔کئی نعتیں تو مکمل پوربی بولی میں ہیں اور بعض نعتوں میں اردو اور فارسی لفظیات کے ساتھ پوربی بولی کی ادیبانہ آمیزش کی ہے، جو آپ کے پیرایۂ زبان و بیان کی ایک مخصوص لَے ہے۔جاننا چاہیے کہ آپ نے جن بحروں کا انتخاب کیا ہے وہ اپنے اندر بلا کی نغمگی، غنائیت اور موسیقیت لیے ہوئے ہیں ۔آپ جب خود اپنے نعتیہ کلام کو مخصوص طرزِ ادا اور مترنم آہنگ کے ساتھ سناتے تھے تو مجمع پر وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی تھی لوگ دیر تک آپ کی متاثر کن ترنم ریزی کے سبب جھومتے رہا کرتے تھے۔زبان و بیان کے متنوع رچاو اور پوربی بولی کے چند اشعار نشان خاطر فرمائیں ؎

جانے کیا بات ہے گل زار بہت مہکت ہے
پھول کا کیا کہوں ہر خار بہت مہکت ہے
تمہرا دیس تو سرکار سمندر وہی پار
پر یہوٗ پار بھی وہوٗ پار بہت مہکت ہے

☆

ہاے سدھ بدھ نہ رہی ساری فکر بھول گئوں
اپنا گھر بھول گیوں اپنا نگر بھول گئوں

موری ای بھول پہ یا دَن بھی نچھاور اعجاز
آیوں طیبہ میں تو نکلے کی ڈگر بھول گئوں

☆

مورکھ ہے حیاتِ آقا میں کچھ شک جو کوئی دکھلاوت ہے
تیرہ سو برس کے بعد بھی اُوٗ امت پہ کرم فرماوت ہے
سرکار میں تم کا مان گئوں ، مختار کا مطلب جان گئوں
ای چاند اُدھر جھک جاوت ہے جَے ہے پورا اشارا پاوت ہے

☆

مدت سے یہ دل ہے بے تابِ ہجراں ، بے تابِ ہجراں
سنسان دن ہے تو راتیں ہیں ویراں ، راتیں ہیں ویراں
ایک ایک لمحہ ہے محشر بداماں ، محشر بداماں
کیسے کٹے جیون کی لمبی ڈگریا
تم بِن اے آمنہ کے لال
لہر لہر کرے تمہرے دوش پر ---
چرخِ نبوت کے تم ماہِ اختر ، تم ماہِ اختر
تم سے ہی چمکے ہیں مانندِ اختر ، مانندِ اختر
صدیق و فاروق و عثمان و حیدر ، عثمان و حیدر
چاروں رکھیں پلکن پہ تمہرا چرنوا
پائن عروج و کمال
لہر لہر کرے تمہرے دوش پر ---

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بےکس پناہ میں صلاۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرنا اہلِ عقیدت ومحبت کا شیوہ ہے۔حقیقت تو یہ ہے کہ خود اللہ جل شانہٗ اور اس کے مقرب فرشتوں کا بھی یہ معمول ہے، چناں چہ ارشادِ پاک ہے: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے دُرود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر تو اے ایمان والو! تم بھی دُرود بھیجو اور خوب سلام (سورہ احزاب)۔
اس آیۂ کریمہ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو جملہ اعمال میں دُرودِ پاک کی فضیلت اور اہمیت

ایمان وعقیدے کی سلامتی کے ساتھ اولیت کا درجہ رکھتی ہے۔ جب تک نعت نگار شاعر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نذرانۂ سلام پیش نہیں کرے گا وہ میرے نزدیک ناقص نعت گوشاعر کہلائے گا۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلام ؎

مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

تو آفاقی شہرت اور مقبولیت کا حامل ہے۔ بیش تر شعرائے گرامی نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیۂ سلام نچھاور کرتے ہوئے اپنی عقیدت مندی اور سعادت مندی کا ثبوت دیا اور اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو صیقل کیا ہے۔ مولانا سعید اعجاز کامٹوی کا یہ انفرادی اور توصیفی پہلو ہے کہ آپ نے مختلف ہیئتوں اور ٹیکنک کا استعمال کرتے ہوئے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عظمت نشان میں صلاۃ وسلام کا تحفۂ خلوص و محبت لٹایا ہے۔ عقیدے اور عقیدت کی خوب صورت پرچھائیوں کے جلو میں فکر وفن کے جو دل کش نقوش صنفِ سلام میں آپ نے اُبھارے ہیں ان سے بھی آپ کی شاعرانہ صلاحیتیں نکھر نکھر کر سامنے آئی ہیں۔

صنفِ سلام سے مولانا اعجاز صاحب کا والہانہ اور فطری لگاو قابلِ تحسین تھا۔ میرا بارہا مُشاہدہ رہا ہے کہ آپ ہر اجلاس میں ایک نیا سلام لے کر حاضر ہوا کرتے اور اپنی بھر پور مترنم آواز میں پڑھا کرتے تھے۔ آپ کی زنبیلِ شاعری میں ایسے نہ جانے کتنے سلام جگمگ جگمگ کر رہے ہوں گے اس کا حتمی علم نہیں۔ سعید اعجاز کامٹوی کے مرقومہ مختلف سلام سے بہ طورِ نمونہ ذیل میں کچھ بند خاطر نشین فرمائیں ؎

اے حبیبِ احمدِ مجتبیٰ دلِ مبتلا کا سلام لے
جو وفا کی راہ میں کھو گیا اُسی گم شدہ کا سلام لے
اے حبیبِ احمدِ مجتبیٰ دلِ مبتلا کا سلام لے
ترے آستاں کی تلاش میں، تری جستجو کے خیال میں
اے شہ زمن، دل وجانِ من، اے سراپا رحمتِ ذوالمنن
جو لٹا چکا ہے متاعِ دل، اُسی بے نوا سلام لے
اے حبیبِ احمدِ مجتبیٰ دلِ مبتلا کا سلام لے

☆

الصلاۃ والسلام
اے نبی اقصیٰ مقام
السلام

رہبرِ اعظم نورِ مجسم
آپ کا عالم، کیا کہیے کیا کہیے
قامتِ زیبا، روے مصفّا
حُسن میں یکتا کیا کہیے کیا کہیے
آپ کا جلوہ جلوۂ حق
باطل کا چہرہ ہے فق
رحمتِ یزداں، زیست کے عنواں، درد کے درماں
اک نگاہِ فیضِ عام ، لیجیے سب کا سلام السلام
الصلاۃ والسلام
اے نبی اقصیٰ مقام
السلام

☆

ہے سارے غلاموں کی یہ صدا
السلامُ علیک رسول اللہ
ہم پر ہو نگاہِ لطف وعطا
السلامُ علیک رسول اللہ
اے آمنہ بی بی کے دل بر ، یا نبی یا رسول
اے سارے غلاموں کے سرور ، یا نبی یا رسول
اے جملہ رسولوں سے برتر ، یا نبی یا رسول
معراج میں تھے مہمانِ خدا
السلامُ علیک رسول اللہ

☆

صلِ علیٰ سیدنا خیرالانام میرے نبی پر ہو لاکھوں سلام
لطف و کرم کی آس لگی ہے دھوپ ہے غم کی پیاس لگی ہے
بہرِ خدا اب ہو عطا کوثر کا جام میرے نبی پر ہو لاکھوں سلام

صلِ علیٰ سیدنا خیرالانام میرے نبی پر ہو لاکھوں سلام

☆

اے عرَبی ہاشمی آپ پہ لاکھوں سلام آپ سے بگڑی بنی آپ پہ لاکھوں سلام
آپ ہی ذات پر آپ ہی کے نام پر ختم ہوئی پیغمبری آپ پہ لاکھوں سلام
اے عرَبی ہاشمی آپ پہ لاکھوں سلام

☆

اے شہِ انام لیجیے سلام عرض ہے سلام لیجیے سلام
وہ آدم و مسیح ہوں یا ذبیح ہوں یا خلیل ہوں
کلیمِ حق طراز ہوں کہ یوسفِ جمیل ہو
وہ عالمِ ملائکہ کے صدر جبرئیل ہوں
سب کے آپ امام ، لیجیے سلام
اے شہِ انام لیجیے سلام عرض ہے سلام لیجیے سلام
حضور اپنے گھر کی زندگی کا صدقہ دیجیے
حضور اپنے در کی روشنی کا صدقہ دیجیے
حسن حسین و فاطمہ علی کا صدقہ دیجیے
سب ہوں شاد کام ، لیجیے سلام
اے شہِ انام لیجیے سلام عرض ہے سلام لیجیے سلام

☆

مصطفی مجتبیٰ پہ کروروں سلام سرورِ انبیا پہ کروروں سلام
چاند ٹکڑے ہوا ، سورج اُلٹے پھرا قدرتِ مصطفی پہ کروروں سلام
اس سے روشن ازل ، اس سے روشن ابد شمعِ غارِ حرا پہ کروروں سلام

☆

آپ کا کہنا ہی کیا آپ ہیں خیرالانام آپ پہ لاکھوں دُرود آپ پہ لاکھوں سلام
آپ شہِ مشرقین آپ شہِ مغربین فاتحِ بدر و حنین جدِ امامِ حسین
آمنہ کے نورِ عین، قلبِ غریباں کے چین تاجِ شہی آپکے قدموں کی ٹھوکر کا نام

آپ پہ لاکھوں دُرود آپ پہ لاکھوں سلام ہستیِ قطرہ کہاں ، وسعتِ دریا کہاں
فرش کا ذرّہ کہاں ، عرش کا تارا کہاں میرا نصیبہ کہاں ، آپ کا روضہ کہاں
آپ کی جالی کے پاس آپ کا ادنا غلام آپ پہ لاکھوں دُرود آپ پہ لاکھوں سلام

نعت وسلام کے علاوہ سعید اعجازؔ صاحب نے مناجات ودعا اور مناقب بھی قلم بند کیے ہیں۔ آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے مختلف اجلاس میں مَیں نے بیش تر مناقب سماعت کی ہیں۔ آپ کی مرقومہ مناقب میں آپ نے اپنے اسلافِ کرام سے والہانہ محبت والفت کا اظہار وابلاغ شاعرانہ نزاکتوں اور عقیدت مندانہ لطافتوں کے ساتھ کیا ہے، جن سے آپ کی اپنے بزرگوں کے تئیں مخلصانہ شیفتگی اور وارفتگی ظاہر ہوتی ہے۔ مختلف مناقب سے نمایندہ اشعار نشانِ خاطر فرمائیں ؎

اس کی مشکل پہ آسانیاں بھی فدا جس کو فرزندِ مشکل کشا مل گیا
ہوکے آئی ہے تو کوے شبیر سے تیری خوشبو کا راز اے صبا مل گیا

☆

ہے عقیدت شرط ، کیا ملتا نہیں بغداد سے
سارے عالم میں ہے جاری فیضِ عامِ غوثِ پاک
نقش بندی ہوں کہ چشتی سب کو حاصل ہے سرور
ہے مَے رنگین سے لبریز جامِ غوثِ پاک

☆

دفعتاً کافور باطل کی سیاہی ہوگئی ہند میں پھیلا اُجالا خواجۂ اجمیر کا
ذرّہ ذرّہ پر بہارِ دائمی کا رنگ ہے ہے ریاضِ خلد روضہ خواجۂ اجمیر کا

☆

سارا عالم دل سے جانے عظمت و شانِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
ایک ایسی بھی دعا اے مرتبہ دانِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
گلشنِ سنت کے مخلص باغبانِ محترم!
آپ کو مہکا رہا ہے خود گلستانِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

☆

قلب کی روشنی امام علی روح کی تازگی امام علی

جانِ اعجاز آپ کے صدقے سیدی مرشدی امام علی

☆

یہی ذوقِ طلب کا حاصل ہے معرفت کا نشانِ کامل ہے
تاج والے کا نقشِ پا اعجاز راہِ منزل نہیں ہے منزل ہے

آپ کے خامۂ مشک بار سے نکلی ہوئی ایک مناجات تو شہرت و مقبولیت کے افق پر پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہی ہے۔ اللہ جل شانہٗ کی بزرگی اور مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا صدقہ طلب کرتے ہوئے بارگاہِ رب العزت میں استغاثہ وفریاد کا یہ انداز آپ کی خوش عقیدگی کا مظہر ہے۔ اعجاز صاحب کی مقبولِ خاص و عام مناجات ذیل میں ملاحظہ ہو ؎

یاخدا صدقہ کبریائی کا صدقہ اُس نورِ مصطفائی کا
سیدھا رستہ چلائیو ہم کو پیچ و خم سے بچائیو ہم کو
مرتے دم غیب سے مدد کیجو ساتھ ایمان کے اُٹھا لیجو
جب دمِ واپسیں ہو یااللہ لب پہ ہو لااِلٰہ الا اللہ

حضرت مولانا سعید اعجاز کامٹوی علیہ الرحمہ کو سچا خراجِ عقیدت یہ ہوگا کہ ان کے متوسلین، معتقدین، منتسبین اور صاحب زادگان ان کے منتشر کلام کو یک جا کر کے منصۂ شہود پر جلوہ گر کر دیں اُن کے اس امر سے حضرت اعجاز صاحب کی روح کو یقیناً خوشی حاصل ہوگی۔ مولانا سعید اعجاز کامٹوی علیہ الرحمہ ایک مقبول نعت گو شاعر تھے۔ آپ کے کلام کی مقبولیت وشہرت آپ کی حیات ہی میں ملک و بیرونِ ملک ہو چکی تھی۔ رسولِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناخوانی باعثِ سعادت ونجاتِ سرمدی ہے۔ یقیناً اللہ جل شانہٗ نے کونین کی سعادتیں اُن کے نام کی ہوں گی اور اُن کو مقامِ بلند سے نوازا ہوگا۔ آج اُن کے موئے قلم سے نکلے ہوئے نعتیہ نغمات نہ جانے کتنے دلوں میں عشقِ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی شمعیں روشن کر رہے ہیں۔ آپ کے کلام کی یہ مقبولیت بارگاہِ ربِ ذوالجلال میں آپ کی مقبولیت کو ظاہر کرتی ہے۔

❁❁❁

ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی (یوپی)

علمائے گھوسی کی نعت نگاری

شیراز ہند کے ملحقات میں "اعظم گڈھ" صدیوں سے علم وفضل اور حکمت وتدبر کے آسمان پر شمس وقمر کی طرح درخشاں رہا ہے۔ اعظم گڈھ کی ضلعی حیثیت انگریزی دور اقتدار میں متعین ہوئی اور پھول پور ،سگڑی وغیرہ کی طرح گھوسی اس کی تحصیل قرار پائی۔ ۱۹۸۹ء میں ضلع اعظم گڈھ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور گھوسی ضلع مؤ میں آ گیا۔

قصبہ گھوسی عرصۂ دراز سے علماء مشائخ ،شعرأ، ادبا، ارباب سیاست اور صنعت کاروں کا مولد ومسکن رہا ہے جسکی مٹی سے سیکڑوں اصحاب فضل وکمال اور ارباب شعر وسخن اور دانشوران قوم وملت پیدا ہوئے جو علم وفن کے افق پر کہکشاں بن کر چمکے۔ قصبہ گھوسی کی آبادی بہت قدیم ہے۔ راجہ نہوش کی کوٹ کا ملبہ اب بھی آثار قدیمہ کی یادگار کی حیثیت رکھتا ہے۔

قصبہ گھوسی اسلامی علوم وفنون میں نہایت سرخرو اور سر بلند رہا ہے۔ آج بھی علما، مشائخ ،شعرأ، ادبا، مدرسین ومصنفین کی بھاری تعداد یہاں موجود ہے۔ اس سرزمین سے سیکڑوں کتابیں لکھی گئیں جو دائمی شہرت کی حامل ہیں۔ علم دین کا خوب شہرہ ہے، جامعہ شمس العلوم، جامعہ امجدیہ رضویہ، مدرسہ خیریہ فیض عام، مدرسہ رضویہ بدر العلوم کے علاوہ ہر محلہ میں دینی مدارس قائم ہیں جہاں مقامی اور غیر مقامی طلبہ علم دین کے سرچشمے سے سیراب ہو رہے ہیں۔ متعدد عصری درسگاہیں ہیں جہاں ایم۔ اے اور ایم۔ ایس۔ سی تک کی تعلیم کا بندو بست ہے۔ بڑے پیمانے پر دونسواں کالج ہیں جس میں سیکڑوں بچیاں زیور علم سے آراستہ ہو رہی ہیں۔ یہاں علم وادب کے چرچے صرف دانشگاہوں تک محدود نہیں بلکہ یہاں کے عام مسلمان باشندے بھی فقہی، دینی، تاریخی اور سیاسی عنوانات پر عام قہوہ خانوں میں بحث ومباحثہ کی مجلسیں گرم کئے رہتے ہیں۔ شعر وادب سے بھی اچھا شغف ہے۔ دینی تبلیغی اجلاس، اسلامی تقریبات کی مجالس کے علاوہ مشاعرہ، مقاصدہ اور اسلاف کی یادگار مجلسوں مثلاً عید میلاد النبی، گیارہویں شریف، مجالس محرم اور اعراس میں علم وادب اور شعر وسخن کے مظاہرے ہوتے ہیں۔ نوع بنوع عنوانات پر تقاریر، مقالے اور نظمیں پڑھی جاتی ہیں۔ [1]

حضرت پرہیزی شاہ، حضرت سید احمد باد پار، حضرت خواجہ محمود بہرنگ، حضرت مولانا غلام نقش بند گھوسوی ثمّ لکھنوی، حضرت مولانا سلامت اللہ گھوسوی ثمّ رام پوری، مولانا خیر الدین، مولانا نذیر احمد برکاتی، مولانا صدیق احمد، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، مولانا حافظ محمد عمر نقش بندی، مولانا غلام جیلانی اعظمی، مولانا غلام یزدانی اعظمی، مولانا عبد المصطفیٰ ازہری، مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی، مفتی شریف الحق امجدی، مولانا قاری محمد عثمان اعظمی جیسی علمی، ادبی اور عارفانہ شخصیتوں کا مولد و مستقر رہا ہے۔ [2]

عصر حاضر میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری، حضرت علامہ قمر الدین صاحب اشرفی، حضرت علامہ بدر القادری صاحب مصباحی، حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم صاحب اعظمی اسی سرزمین کی یادگار ہیں جن کی علمی، تبلیغی اور ادبی خدمات کا ایک زمانہ قائل ہے۔

عرصۂ دراز سے یہاں علما نعت نگاری سے دل چسپی اور شغف رکھتے رہے ہیں۔ یہاں کے علما کے درجنوں نعتیہ مجموعے شائع ہو کر خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ حضرت صدر لشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے دور میں با قاعدہ یہاں نعتیہ مشاعرہ کا انعقاد ہوتا تھا۔

شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی، صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے نعتیہ مشاعرہ کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"(حضور صدر الشریعہ) ہر سال قادری منزل کی کی چھت پر نعتیہ مشاعرہ بڑے اہتمام سے انعقاد فرماتے رمضان المبارک میں علامہ عبد المصطفیٰ ازہری صاحبزادہ اور علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی وغیرہ کو بلا کر خود مصرعہ طرح منتخب فرماتے جو یا تو اعلیٰ حضرت کا کوئی مصرع ہوتا یا مولانا حسنؔ رضا خاں صاحب کا کوئی مصرع مثلاً ایک سال مصرع طرح یہ تھا ع

تاج والوں کا یہاں خاک پر ماتھا دیکھا

ایک سال مولانا حسنؔ رضا خاں صاحب کا یہ مصرع ع

جب خاک اڑے میری مدینے کی ہوا ہو

پھر ازہری صاحب کو بیٹھا کر تمام شعرا کی لسٹ بنواتے اور حکم دیتے کہ سب کو دعوت نامہ بھیج دینا۔ سارے اخراجات اپنی جیب سے کرتے۔ عموماً یہ مشاعرہ ۴ رشوّال کو ہوتا تھا بلکہ غالباً ہمیشہ اسی تاریخ میں ہوتا تھا۔ مشاعرے کی رات عشا کی نماز پڑھنے کے بعد ہی فرش وغیرہ بچھوا کر سب سے پہلے خود آ کر بیٹھ جاتے اور آخر وقت تک جب تک مشاعرہ ختم نہ ہو جائے بیٹھے رہتے۔ شاعروں کا حضرت کی موجودگی کی وجہ سے ہوش گم رہتا لیکن اس وقت سراپا جمال ہی جمال، کرم ہی کرم نظر آتے مشاعرے کے اصول

کے مطابق کبھی کبھی شاعر کے مصرعہ کو دہراتے اور اچھے اشعار پر دل کھول کر داد دیتے اس وقت استغراق بالکل نہیں ہوتا اور اچھے سامع کی طرح پورا مشاعرہ سنتے ، مشاعرہ ختم ہونے پر دعا فرماتے اور شاعروں کے رخصت ہوتے وقت جن شاعروں کا کلام پسند آتا اس سے فرماتے بھئی ! تم نے بہت اچھا کہا، بہت خوب کہا، بہت عمدہ کہا۔ میں شاعر نہیں اور نہ کبھی شعر کہنے کی طرف کوئی رجحان مگر اس مشاعرے کے لئے ہمیشہ لکھتا اور پندرہ پندرہ شعر لکھ لے لیتا یہ سب نظمیں میری بیاض میں درج تھیں جسے ہمارے صاحزادگان نے کسی کو بخش دیا اور واپس لینا بھول گئے اس مشاعرے میں علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری کافی اشعار کہتے تھے اور غیر شاعر لوگوں کو دیتے جو اس مشاعرے میں پڑھتے انکی شاعری کا کمال یہ تھا کہ پڑھنے والے کہ مناسبت کا پوارا پورا لحاظ ہوتا ،مثلاً عالی جناب بھائی قاری رضائے المصطفیٰ صاحب خطیب، نیومیمن مسجد، کراچی (پاکستان) ان دنوں بہت کم عمر تھے مگر بہت ہی خوش آواز حضر صدرالشریعہ قدس سرہ انکو بابو کہا کرتے تھے اس لئے وہ بابو کہلائے جاتے ہم سب لوگ انہیں بابو ہی کہا کرتے ایک سال مصرعہ طرح تھا۔ ع

سرور آنکھوں میں آیا جان دل میں نور ایماں میں

اس پر ازہری صاحب نے انکو پڑھنے کے لئے جو نظم دی اس میں تضمین یہ تھی ۔

تعالیٰ اللہ کیا اچھی طرح دی میرے ابّا نے
سرور آنکھوں میں آیا جان دل میں نور ایماں میں

اسی طرح حضرت صدرالشریعہ کے بھتیجے حکیم احمد علی صاحب کے صاحب زادے حکیم غلام مصطفی صاحب مرحوم تھے یہ بھی بہت خوش آواز تھے اور بہت عمدہ طرز سے پرھتے تھے انکی خوش آوازی سے متاثّر ہوکر ایک دفعہ علامہ اعظمی صاحب نے یہ کہا ’’حکیم صاحب آپکی آواز تو ایسی سریلی دلکش ہے کہ اگر پردے کے پیچھے پڑھیں تو شبہ ہو جائے اس پر میں نے گرہ لگائی نہیں صاحب سامنے پڑھنے پر بھی شبہ ہوتا ہے اگر پردے کے پیچھے پڑھیں تو یقین ہو جائے گا۔ انکو ازہری ساحب نے جو نظم لکھ کر دی ہر ہر شعر میں مصطلحات کا لحاظ کرتے ہوئے نعت کہی تھی اس میں کا صرف ایک مصرعہ یاد ہے ع

کروں پاشویہ اے آقا تمھارے دیدۂ تر سے

پاشویہ ایک علاج ہے ۔ مشاعرے کی بڑی دھوم دھام رہتی تھی مشاعرے کے بعد اس کے چرچے ہوتے رہتے ۳۔

حضرت شارح بخاری کے قلم سے ایک مشاعرے کی روداد آپ نے سنی پورے گھوسی میں گاہے

گاہے نعتیہ مشاعرے ہوتے تھے علما شعرا اپنے نعتیہ کلام سے سامعین کو محظوظ کرتے تھے۔

گھوسی کے نعت نگار علماء کی ایک ناقص فہرست ذیل میں دی جاتی ہے جس میں کچھ صاحب دیوان ہیں کچھ علما کے کلام رسائل و جرائد کے سینے میں محفوظ ہیں اور کچھ کے کلام دست برد زمانہ کی نذر ہو گئے۔

۱۔ علامہ اویس حسن غلام جیلانی ابن مولانا محمد صدیق تخلص اویس رقاسمی سن ولادت ۱۹۰۲ء سن وفات ۱۹۷۷ء

۲۔ مولانا بدر عالم ابن حافظ محمد رمضان تخلص بدر القادری سن ولادت ۱۹۵۰ء

۳۔ مفتی حفیظ اللہ تخلص عاصم

۴۔ مولانا حبیب الزماں ابن اصغر علی تخلص زماں امجدی ولادت ۱۹۳۱ء

۵۔ مولانا حنیف احمد تخلص خلیق وفات ۲۰۰۵ء

۶۔ مولانا خیر البشر شمسی ابن صفی اللہ تخلص بشر ولادت ۱۹۷۰ء

۷۔ مولانا رفیع القدر ابن فتح اللہ تخلص حنفی

۸۔ مولانا سیف الدین ابن الحاج اصغر علی تخلص سیف ولادت ۱۹۴۷ء

۹۔ مفتی شریف الحق امجدی ابن عبد الصمد تخلص شریف ولادت ۱۹۲۱ء

۱۰۔ مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی نوری ابن ڈاکٹر ابوالبرکات تخلص شکیل ولادت ۱۹۴۴ء

۱۱۔ مولانا شکیل احمد اعظمی برکاتی ابن الحاج امیر احمد تخلص شکیل ولادت ۱۹۷۶ء

۱۲۔ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری ابن مفتی امجد علی اعظمی تخلص ماجد ولادت ۱۹۱۸ء وفات ۱۹۸۹ء

۱۳۔ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی ابن عبدالرحیم تخلص اعظمی ولادت ۱۹۱۴ء وفات ۱۹۸۶ء

۱۴۔ مولانا عزیز الحسن اعظمی ابن محی الدین سیٹھ تخلص عزیز ولادت ۱۹۳۸ء

۱۵۔ مولانا علی احمد اعظمی ابن الحاج بشیر احمد تخلص اعظمی ولادت ۱۹۵۰ء۶

۱۶۔ مولانا غلام ربانی قادری ابن مولانا غلام جیلانی اعظمی تخلص فائق ولادت ۱۹۳۶ء وفات ۲۰۰۰ء

۱۷۔ علامہ غلام یزدانی ابن مولانا محمد صدیق ولادت ۱۳۳۰ھ وفات ۱۹۵۴ء

۱۸۔ مولانا فدا المصطفیٰ قادری ابن مفتی امجد علی اعظمی تخلص فدا ولادت ۱۹۴۷ء

۱۹۔ مولانا فروغ احمد اعظمی ابن الحاج ممتاز احمد تخلص فروغ ولادت ۱۹۶۲ء

۲۰۔ مولانا فیض الحق اعظمی ابن مولانا ابواللیث تخلص فیض ولادت ۱۹۶۳ء

۲۱۔ مفتی مجیب اشرف رضوی ابن الحاج محمد حسن تخلص مجیب ولادت ۱۹۳۸ء

۲۲۔ مولانا محبوب احمد مصباحی ابن امام الدین تخلص محبوب ولادت ۱۹۶۲ء
۲۳۔ مولانا محمد اکرام الحق نقش بندی ابن حافظ محمد طیب تخلص اکرام ولادت ۱۳۳۷ھ وفات ۱۴۳۰ھ
۲۴۔ مولانا محمد رمضان ابن میاں جی محمد صابر تخلص مسلم ولادت ۱۹۱۷ء وفات ۱۳۹۰ھ
۲۵۔ مولانا محمد عاصم اعظمی ابن مولانا محمد سالم امجدی تخلص عاصم ولادت ۱۹۵۱ء
۲۶۔ مولانا محمد عثمان اعظمی ابن لعل محمد تخلص عثمان ولادت ۱۹۱۸ء وفات ۱۹۹۵ء
۲۷۔ مولانا مظفر الدین احمد ابن مولانا سمیع اللہ امجدی تخلص سحر اعظمی ولادت ۱۹۵۵ء
۲۸۔ مولانا معراج احمد تخلص معراج
۲۹۔ مولانا معین اختر جیلانی ابن الحاج زین العابدین تخلص معین
۳۰۔ مولانا ڈاکٹر ملیح اصغر ابن مولانا حفیظ اللہ تخلص اصغر
۳۱۔ مولانا نسیم احمد ابن فیاض احمد تخلص نسیم اعظمی
۳۲۔ مولانا ندیم اختر ابن جمیل اختر تخلص ندیم
۳۳۔ مولانا ڈاکٹر ندیم اشرف ابن حافظ مقبول اشرف تخلص ندیم ولادت ۱۹۸۲ء
۳۴۔ مولانا نذیر احمد برکاتی ابن مولانا محمد یعقوب تخلص نوشہ
۳۵۔ مولانا نعیم لاسلام ابن ضیاء الدین تخلص نعیم ولادت ۱۹۸۲ء
۳۶۔ مولانا وصال احمد اعظمی ابن نثار احمد کریمی تخلص وصال ولادت ۱۹۷۱ء
۳۷۔ مفتی وکیل احمد اعظمی ابن حافظ محمد یوسف تخلص وکیل ولادت ۱۹۳۸ء وفات ۱۴۲۲ھ

علامہ غلام جیلانی اویسؔ برکاتی

آپ کا نام محمد اویس حسن عرف غلام جیلانی لقب شیخ العلماء پڑھے لکھے لوگوں میں اپنے لقب اور عوام میں اپنے عرف سے مشہور تھے۔ آپ ۱۹۰۲ء میں کریم الدین پور، گھوسی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا محمد صدیق صاحب حضرت علامہ ہدایت اللہ رام پوری کے ارشد تلامذہ میں تھے۔

شیخ العلماء نے ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی چند ماہ اپنے والد کے ساتھ مبارک پور میں بھی پڑھا پھر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ساتھ بریلی جاکر مدرسہ منظر اسلام میں داخل ہوئے بعدہ صدر الشریعہ کی معیت میں دارالخیر اجمیر شریف کے جامعہ عثمانیہ پہونچے یہاں سے ایک سال کے بعد

فرنگی محل کے مدرسہ نظامیہ میں داخلہ لیا۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے خاص شفقت فرمائی طعام وقیام کے علاوہ نو روپئے وظیفہ مقرر فرمایا۔ امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے کی وجہ سے مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے خوش ہوکر تکمیل سے پہلے ہی آپکو سند مرحمت فرمائی۔ دوبارہ ۱۳۴۵ھ میں منظر اسلام میں داخلہ لیکر مولانا شاہ محمد رحم الٰہی، حجۃ اسلام حضرت علامہ حامد رضا علیہ الرحمہ سے صحاح ستہ کا دور کیا حجۃ الاسلام نے جلسۂ عام میں دستار بندی اور سند عنایت فرمائی۔

فراغت کے بعد مدرسہ محمدیہ امروہہ، دارالعلوم اشرفیہ، مبارک پور، مدرسہ مظہر اسلام، بریلی شریف، مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور، مدرسہ خانقاہ مارہرہ شریف میں تدریسی خدمات انجام دی۔ ۱۳۷۹ھ سے دارالعلوم فیض الرسول، براوں شریف میں شیخ الحدیث اور صدر الصدور کے عہدے پر رہے اور تا دم وصال وہیں علم وادب کے گہر لٹاتے رہے۔ آپ نے ۶ رربیع الاول ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۵ رفروری ۱۹۷۷ء بروز جمعہ کو اس دار فانی سے رخت سفر باندھا۔

شیخ العلما جامع الفضائل والکمالات شخصیت کے مالک تھے۔ درس نظامیہ کے جملہ علام وفنون پر کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ عربی ادب آپکا خاص فن تھا عربی لکھنے اور بولنے پر قدرت کاملہ رکھتے تھے۔

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی انکے وصال سے متاثّر ہوکر لکھتے ہیں۔

''فضل وکمال کا جامع، علم وفن کردار وگفتار کا مرد جلیل، فلسفہ ومنطق، فقہ وکلام کے ژولیدہ مسائل اور پیچیدہ مباحث کو اپنے ذہن وفکر کی جولانیوں سے حل کرنے والا مفکر، علم وفن کے ادق مسائل کو طلبہ کے ذہن و ماغ پر منقش کرنے والا معلّم کامل، اپنے نرم وموثّر لب ولہجہ میں کلام کرکے دلوں کو گرویدہ بنانے والا انسان، اپنے اذکار وافکار، اعمال وکردار سے دلوں کو مائل زہد اتقا کردینے والا مرشد، قران و حدیث کے رموز واسرار کا نکتہ داں ہم میں موجود نہیں رہا'' [۴]

شیخ العلما علم وفن اور عشق وعرفان کے سنگم تھے۔ ایک درویش کامل تھے۔ فقر کا عجز، عشق کا سوز اور درویشی ومسکنت کے جہاں وہ پیکر تھے وہیں علم وفن اور درس وحکمت کے بھی وہ ایک گراں مایہ گنجینہ تھے۔ بعض فنون میں تو انہیں اتنی عظیم مہارت حاصل تھی کہ وہ اپنے معاصرین واقران کے درمیاں نمایاں شہرت وامتیاز کے مالک سمجھے جاتے تھے۔

شاعری !

شیخ العلما عربی، فارسی اور اردو تینوں زبان کے شاعر تھے مگر شاعری کو انہوں نے اپنا مشغلہ نہیں بنایا۔ آپ عارف باللہ اور عاشق رسول تھے آپ کے دل کا گوشہ گوشہ عشق رسول سے لبریز تھا۔ آپ نے

نعتیہ شاعری کا عمیق مطالعہ کیا تھا۔ آپ اعلیٰ حضرت اور مولانا حسن رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری سے خصوصی دل چسپی رکھتے تھے۔ آپ نے ابتدا میں قاسمی تخلص اختیار کیا مگر جب دارالعلوم دیوبند کے فارغین قاسمی لکھنے لگے تو آپ نے اسے ترک کر کے اویس تخلص اختیار کیا۔

آپ نے نعت، منقبت، قصیدہ، الوداعیہ، وفات نامے، چادر اور گاگر لکھا مگر شہرت، نام وری اور نام ونمود پسند نہیں کرتے تھے اس لئے اس کی حفاظت کا اہتمام نہیں کیا۔

مولانا قمر الزماں مبارکپوری آپکی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

’’ مولانا اپنی جودت ذہنی اور ذکاوت فکری کی وجہ سے برجستہ اور قلم برداشتہ شاعری کے باوجود سنگلاخ زمینوں میں بہت آب دار اور تازہ کار اشعار کہتے تھے۔ شعروادب سے انکی طبعیت کو خصوصی مناسبت تھی۔ انکی فکر یا انکا قلم کہیں قلت لفظ یا کوتاہِ مفہوم ومضمون کا شکار نہیں ہوا۔ انکی نظر قران وحدیث اور فقہ وتاریخ پر گہری تھی اس لئے ان کے کلام میں انکی علمیت کا عکس وجمال جگہ جگہ نظر آتا ہے۔‘‘ ۵۔

عشق رسول ﷺ سے معمور، حب رسالت سے بھرپور اور فصاحت وبلاغت سے تر بتر مندرجہ ذیل نعت ملاحظہ کریں۔

جو بلبل ہے گلستان محمد کے گلِ تر کا
مزہ آتا ہے اسکو نعت میں قند مکرر کا
رخِ پرنُور احمد سے جہاں پردہ ذرا سرکا
زمانہ ہو گیا روشن کھلا دروازہ خاور کا
زماں اسکا زمیں اسکی مکاں اسکا مکیں اس کے
اسی کا عرش حق والی ہے وہ اللہ کے گھر کا
سخاوت میں شجاعت میں امامت میں عبادت میں
جہاں میں کون ہمسر ہو سکا محبوب داور کا
سکونت دشت طیبہ کی ہمیں سو جان سے بھائی
مبارک تجھ کو رضواں خلد میں گھر سیم اور زر کا
کبھی دیوانگی میں قیس مجھ سے بڑھ نہیں سکتا
وہ دیوانہ ہے لیلیٰ کا میں دیوانہ پیمبر کا

وہ خود ہیں نور اور انکی ہر اک نسبت بھی نوری ہے
کھلونہ عہد طفلی میں ملا ماہ منوّر کا
سکندر سے کہو آب بقا سے کچھ نہیں کم ہے
وہ آنسو جو نکلتا ہے ہمارے دیدۂ تر کا
مبارک قاسمیؔ وہ ناخدائی کو ترے آئے
تو کیا کھٹکا ہے اب مجھکو مخالف باد صرصر کا

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمیؔ

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی ۱۳۳۳ھ میں محلہ کرم الدین پور گھوسی میں پیدا ہوئے۔ جب نوشت و خواند کے لائق ہوئے تو آپ کے والد محترم حافظ عبدالرحیم علیہ الرحمہ نے ناظرۂ قران اور اردو کی ابتدائی کتابیں خود پڑھائیں۔ مدرسہ ناصر العلوم قصبہ خاص اور مدرسہ اسلامیہ، بیواڑہ میں مولانا محمد سعید خاں صاحب مرحوم سے فارسی کی کتابیں پڑھ کر مدرسہ معروفیہ پورہ معروف میں داخلہ لیا جہاں میزان سے شرح جامی تک کی تعلیم حاصل کی۔ پھر شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی صاحب اعظمی کے ساتھ مدرسہ محمدیہ حنفیہ۔ امروہہ گئے۔ ۱۳۵۲ھ میں مدرسہ منظر اسلام، بریلی میں داخلہ لیا۔ ۱۳۵۵ھ میں حضرت صدرالشریعہ کے ساتھ دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ، دادوں ضلع علی گڈھ آئے یہیں صدرالشریعہ اور دیگر اساتذہ سے درس نظامی کی تکمیل کی۔

فراغت کے بعد ہندوستان کی عظیم دینی درسگاہوں میں ممتاز استاز اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیئے۔ دارلعلوم اسحاقیہ، جودھپور (راجستھان) مدرسہ محمدیہ، امروہہ، دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور، دارالعلوم شاہ عالم، احمد آباد، مدرسہ مسکینیہ، د ھوراجی، دارالعلوم منظر حق، ٹانڈہ اور دارالعلوم فیض الرسول، براوں شریف میں ۱۳۵۷ھ سے ۱۴۰۶ھ تک اپنے چشمۂ فیض سے تشنگانِ علوم وفنون کو سیراب کرنے میں گزار دیا۔ آپکے شاگردوں کی تعداد کئی ہزار ہے۔ ۵؍رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ کو آپ نے اس دار فانی سے دار بقا کا سفر کیا (اناللّٰہ و انا الیہ راجعون)

حضرت علامہ اعظمی علیہ الرحمہ ایک متبحر عالم دین درس نظامیہ کے جملہ علوم وفنون پر کامل عبور رکھنے والے مستند مدرس، میدان خطابت کے شہسوار، علم کے دھنی مصنف تھے جن کے قلم سے موسم رحمت، معمولات الابرار، روحانی حکایات، مشائخ نقشبندیہ، کرامات صحابہ، نوادرالحدیث، جواہرالحدیث،

قیامت کب آئے گی ، بہشت کی کنجیاں ،جہنم کے خطرات ، اولیائے رجال الحدیث ، عجائب القران ، غرائب القران ، مسائل القران ،جنتی زیور ، سامان آخرت م سیرت المصطفیٰ،ایمانی تقریریں ،نورانی تقریریں،حقانی تقریریں،قرانی تقریریں اورعرفانی تقریں جیسی کتابیں دلکش اسلوب اورطرز ادا میں تصنیف ہوئیں۔

علامہ اعظمی علیہ الرحمہ انتہائی پاکیزہ کردار عالم باعمل،خوش اخلاق انسان،خوش مزاج اور بذلہ سنج واقع ہوئے تھے۔آپ نے درس وتدریس،تصنیف وتالیف اور وعظ وتقریر کے ذریعہ اشاعت علوم اسلامیہ،تبلیغ دین اورارشادوہدایت کےفرائض حسن وخوبی کےساتھ نصف صدی سے زیادہ عرصے تک انجام دئے۔

شاعری!

علامہ اعظمی صاحب اپنی شاعری کے متعلق خود لکھتے ہیں۔

’’مجھے زمانۂ طالب علمی میں شعروسخن کا اچھاذوق ہوگیا تھا۔نعت شریف اورقومی نظموں کے علاوہ غزل کی صنف میں بھی طبع آزمائی کرتا تھااور باقاعدہ مشاعروں میں شرکت کرتا رہا اپنے کلاموں کا ایک مختصر مجموعہ بھی مرتب کرلیا تھا مگر دارلعلوم اشرفیہ،مبارک پور میں میرے کمرے کے اندرآگ لگ گئ جس میں قیمتی کتابوں کے ساتھ یہ بیاض بھی نذرِآتش ہوگی اب دس سال سے یہ ذوق ہی ختم ہوگیا‘‘۔ ۶

اعظمی صاحب کی بعض نثری کتابوں میں متعدد حمد،نعت ومناجات،قطعات اورملی نظمیں پائی جاتی ہیں۔

مذکورہ کلام کے تناظر میں حضرت علامہ ڈاکٹرمحمد عاصم صاحب اعظمی انکی شاعری کےتعلق سے لکھتے ہیں۔

’’کلام میں برجستگی اورسلاست وروانی ہے۔سیدھے سادے الفاظ میں معانی کی بلندی،فکر کی گہرائی نمایاں ہے،سوزدروں اوراخلاص وواردات کےجذبات نے کلام میں بھرپورقوت تاثیر پیدا کر دی ہے۔‘‘ ۷

مولانا قمرالزماں مبارکپوری رقم طراز ہیں۔

’’اعظمی صاحب کی شاعری ہمارے جذبات عقیدت ہی کومتحرک نہیں کرتی بلکہ وہ ہمارے شعور اوردرون نفس کی خفیہ صلاحیتوں کو جگانے کا ذریعہ بھی ہے۔ان کا کلام ان کی شخصیت کا نگارخانہ اوراشعار ان کےذوق وشوق کی مستی وکیفیت کا آئینہ خانہ ہیں‘‘ ۸

نمونہ کلام!

یہ حالت ہے اب سانس لینا گراں ہے
مگر آپ کا نام ورد زباں ہے

کوئی جانے کیا اس کا پرچم کہاں ہے
سر عرش جس کے قدم کا نشاں ہے
یہ سارا جہاں ان کے زیر قدم ہے
کہ پامال انکا مکاں لا مکاں ہے
کف دست رحمت میں ہے سارا عالم
زمیں آپکی آپ کا آسماں ہے
مسلم ہے ان کو خدا کی نیابت
کلام خدا مصطفیٰ کی زباں ہے
نہ پوچھ اعظمؔی منزل سر بلندی
مرا سر ہے محبوب کا آستاں ہے

☆

حاجیو! اب گنبد سرکار تھوڑی دور ہے
رحمت حق کا علم بردار تھوڑی دور ہے
ہے خریدار گنہ رحمت کا تاجر جس جگہ
عاصیو ! وہ مصطفی بازار تھوڑی دور ہے
عشق و مستی میں قدم آگے بڑھا کر دیکھ لو
گنبد خضریٰ کا وہ مینار تھوڑی دور ہے
اللہ اللہ وہ گلستان مدینہ مرحبا
پھول سے بہتر ہیں جس کے خار تھوڑی دور ہے
دشت طیبہ ہے یہاں چل سر کے بل اے اعظمؔی
مصطفیٰ کا جنتی دربار تھوڑی دور ہے

علامہ عبدالمصطفیٰ ماجدؔ ازہری

حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے قابل فخر فرزند تھے۔آپ کی ولادت ۱۳۳۴ھ میں محلہ کریم الدین پور گھوسی میں ہوئی۔آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسہ میں

حاصل کی۔ پھر اپنے والد محترم کے ساتھ اجمیر شریف تشریف لے گئے جہاں ابتدائی عربی فارسی سے متوسطات تک تعلیم حاصل کی ۱۹۳۲ء میں بریلی شریف جا کر شمس بازغہ اور امور عامہ کی تکمیل کی۔ ۱۹۳۴ء میں جامعہ ازہر، مصر میں آپ نے داخلہ لیا تقریباً چار سال تک جامعہ ازہر کے متبحر علمأ سے اسلامیات وادبیات کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۳۷ء میں جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد ہندوستان واپس آ گئے اس وقت صدر الشریعہ دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں میں شیخ الحدیث وصدر المدرسین تھے صدر الشریعہ نے آپ کو دادوں بلالیا جہاں آپ نے دورۂ حدیث کی جماعت میں شرکت کی پھر آپکا اسی دار العلوم میں تقرر ہو گیا۔ ۱۹۳۹ء میں دارلعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں مدرس ہو گئے۔ اپنے بھائی مولانا حکیم شمس الہدیٰ اور مولانا محمد یحیٰ مرحوم کے انتقال کے بعد ملازمت ترک کر کے وطن آ گئے اور یہاں تجارت کا عزم کرلیا مگر الجامعۃ الاشرفیہ کے ارکان نے مبارک پور بلالیا۔ چند سال دار العلوم اشرفیہ میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۹۴۷ء میں اپنے دو شاگردوں مولانا خلیل اشرف اور مولانا غلام یٰسین کے ہمراہ پاکستان پہنچے اور جامعہ محمدی شریف میں تدریس کا آغاز کر دیا ۱۹۵۲ء میں حکومت پنجاب (پاکستان) کی جانب سے قائم شدہ محکمۂ اسلامیات میں تین سو روپے ماہوار پر آپ کا تقرر عمل میں آیا۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام، ہارون آباد، پاکستان میں تدریسی خدمات انجام دی اور ۱۹۵۸ء میں دار العلوم امجدیہ، کراچی چلے گئے اور پھر زندگی کے آخری ایام تک اسی ادارہ سے وابستہ رہے۔ ۷/اکتوبر ۱۹۸۹ء میں آپکا انتقال ہو گیا۔

علامہ ازہری نے پاکستان کی علمی سیاست میں بھی حصہ لیا اور کئی بار قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور کئی نمایاں کام انجام دئے۔

علامہ ازہری نے تقریباً پچاس سال برصغیر کی متعدد درسگاہوں میں تدریس کا مقدس فریضہ انجام دیا۔ آپ علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے آپ کے چشمۂ فیض سے ہزاروں تشنہ کاموں نے آسودگی حاصل کی چند خاص اور اہم تلامذہ یہ ہیں۔ بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی، رئیس القلم علامہ ارشد القادری، مولانا خلیل اشرف، مفتی غلام یاسین، مولانا قاری محمد یحییٰ مبارکپوری، مولانا فضل سبحانی وغیرہ۔

شاعری!

علامہ ازہری طبعی شاعر تھے مگر انہوں نے شاعری کو اپنا پیشہ نہیں بنایا، غزل، نعت، منقبت، مناجات اور سہرے وقتاً فوقتاً موزوں کیا کرتے تھے۔ آپ ایک قادر الکلام اور ماہر فن شاعر تھے آپ کی نعتوں میں عشق رسول ﷺ کا والہانہ پن اور بادۂ حجاز کی سرشاریاں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ زبان

صاف ستھری اور موثر استعمال کرتے تھے مشکل سے مشکل بحروں میں بھی بڑی آسانی سے اپنے جذبات کو شعر کا پیرہن عطا کر دیتے تھے۔

نمونۂ کلام!

ید موسیٰ نے تری ضو سے ضیا پائی ہے
تیرے ہی دم سے مسیحا کی مسیحائی ہے
تیرے دیدار کا جو شخص تمنائی ہے
لے کے موت اس کے لئے آب حیات آئی ہے
فرقت کوئے نبی میں یہ ہوا حال مرا
آہ بھی دل سے مرے سینہ فگار آئی ہے
گلشن زندگی عشق ہوا بار آور
زخم دل لے کے مدینے سے بہار آئی ہے
آہ دل گیر کا مرکز ہے ترا پاک دیار
لوٹ کے عرش سے وہ سوئے مزار آئی ہے

مولانا قاری محمد عثمان اعظمی

مولانا قاری محمد عثمان اعظمی ۱۹۱۸ء میں محلہ حسین پور گھوسی کے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے رسم زمانہ کے مطابق ابتدائی تعلیم قصبہ کے مکتب میں حاصل کی پھر مزید تعلیم کے لئے دارالعلوم مؤ میں داخلہ لیا پھر مدرسہ مفتاح العلوم میں چھ ماہ تعلیم حاصل کر کے مدرسہ حنفیہ امروہہ چلے گئے اور ایک سال بعد الہ آباد چلے آئے جہاں استاذ القرأ حضرت مولانا قاری محب الدین صاحب مرحوم سے قرأت سبعہ کی تکمیل کی۔ الہ آباد سے قرأت کی تکمیل کے بعد دارالعلوم اشرفیہ، مبارکپور میں بحیثیت مدرس مقرر ہوئے اور یہیں دورۂ حدیث کی جماعت میں شریک درس بھی ہوئے فراغت کے بعد مستقل مدرس ہو گئے ۱۹۴۲ء تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

اشرفیہ سے علیحدگی کے بعد مدرسہ فاروقیہ، بنارس، مدرسہ غوثیہ، پانی پت، مدرسہ کرامتیہ، جلالپور میں تدریسی کارنامے انجام دئے، پھر جامع مسجد، رانچی میں خطیب وامام مقرر ہوئے وہاں سے ممبئی چلے گئے جہاں پانچ سال تک خطابت، امامت اور کتابت کرتے رہے پھر اینگلو اردو ہائی اسکول (کوکن)

میں عربی ٹیچر کی حیثیت سے ایک سال معلمی کے فرائض انجام دیئے پھر بنارس آ گئے ۔ پہلے جامعہ حمیدیہ میں بعدہٗ جامعہ فاروقیہ میں خدمات درس انجام دیئے۔اسی دور میں قاری صاحب نے اپنا ماہنامہ ''اسلام'' جاری کیا جس کے تقریباً آٹھ شمارے شائع ہوئے مگر نا مساعد حالات کی بنا پر رسالہ بند کرنا پڑا۔ بنارس کے بعد گوندیا تشریف لے گئے جہاں پانچ برس امامت وخطابت کے فرائض انجام دیئے اور وہیں سے حج وزیارت کے لئے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا سفر کیا۔ گوندیا کے بعد موصوف اتر ولہ ضلع گونڈہ تشریف لے گئے جہاں مدرسہ ضیاء الاسلام کی تعمیر وترقی کے لئے جد جہد کرتے رہے پھر کچھ دنوں کے لئے مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں تدریسی خدمات انجام دیئے ۱۹۷۰ء میں شمس العلوم میں بحران پیدا ہوا تو جامع مسجد کریم الدین پور میں دارالعلوم فیض الاسلام قائم کیا جو تقریباً دو سال قائم رہا اور شمس العلوم کے حالات سازگار ہونے کے بعد ختم کر دیا گیا اور حضرت قاری صاحب کان پور چلے گئے جہاں کئی سال تک بانس منڈی کی مسجد میں امامت وخطابت کی خدمت کرتے رہے۔کان پور کے بعد دارالعلوم اشرفیہ میں پہلے مبلغ رہے پھر شعبۂ تجوید وقرات میں مدرس کی حیثیت سے کام کیا۔ پھر دارالعلوم اسحاقیہ، جودھپور ، مدرسہ ضیاء الاسلام، اتر وولہ اور مدرسہ اظہار العلوم جہانگیر گنج میں تدریسی خدمات انجام دیئے۔عمر کے آخری حصہ میں شمس العلوم کی مجلس عاملہ کے صدر رہے اور فی سبیل اللہ تدریسی خدمات بھی انجام دیئے۔ ۱۱/اگست ۱۹۹۵ء کو علم وفضل کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

قاری محمد عثمان اعظمی کی شخصیت جامع کمالات تھی مگر ہندستان کے طول وعرض میں ممتاز اور ماہر فن قاری کی حیثیت سے مشہور تھے آپ کی کتاب ''مصباح التجوید'' بہت سے مدارس میں داخل نصاب ہے۔آپ بلند پایہ قاری کے ساتھ متبحر عالم، اچھے مقرر، پر گوشاعر،خوش نویس کاتب اور بلند رتبہ مصنف بھی تھے۔مزاج میں خودداری، بے نیازی اور توکل کی خو بوتھی ۔درویش منش اور مست قلندر تھے۔طبعیت میں سیاحی کا عنصر غالب تھا اس لئے وہ کسی ایک جگہ بندھکر کام کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

نظم میں خیال حرم، نغمۂ رسول، نغمۂ حجاز اور منظوم سیرت النبی آپ کی قلمی یادگار ہیں۔نثر میں انکشاف حقیقت، اسلامی تعلیم، پہلے کے سچے مسلمان، آج کے جھوٹے مسلمان، تحقیق نیاز وفاتحہ،تفسیر سورۂ فاتحہ اور شان بندگی، مذہبی اختلافات کا تنقیدی جائزہ شائع ہو چکی ہیں۔

شاعری! قاری صاحب زمانۂ طالب علمی ہی سے شاعری کرتے تھے۔شاعری میں اپنا کوئی استاذ نہیں رکھا اپنی ناقدانہ صلاحیت کو اصلاح شعر کے لے کافی سمجھتے تھے۔نظم گوئی پہ اتنی قدرت حاصل تھی

کہ جب اور جس حال میں چاہا شعر کہہ دیا نعت غزل، نظم اور سہرا ان چاروں اصناف پر آپ کے کلام موجود ہیں۔ نعت نگاری عبادت سمجھ کر کرتے تھے۔ آپکی نعتوں میں سلاست، ندرت، روانی اور عشق و وارداتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جذبوں کی صداقت اور دیارِ حبیب کے دیدار کی تڑپ بڑے نفیس پیرائے میں پائی جاتی ہے۔

نمونۂ کلام !

صورت انساں نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
جن کا گزر تا عرش معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
بندۂ رب وہ رب کی قسم ہیں کون مکاں سب زیر قدم
بزم جہاں سے وہ ہیں مقدم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
آئے جہاں میں جتنے پیمبر چمکے وہ بن کر چاند ستارے
ان میں محمد نیّر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
ان سے ہی ہے آغاز نبوت جن پہ ہوئی ہے ختم نبوت
اوّل و آخر کے ہیں سنگم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
میرے نبی کو پوچھو خدا سے پوچھو خدا کو میرے نبی سے
دونوں ہیں بر تر عقل سے ہمدم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
عثماں رسائی کس نے ہے پائی کس سے ہوئی ہے عقدہ کشائی
عالم پہ دیکھا حیرت کا عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عاصم صاحب اعظمی رقم طراز ہیں۔

”انکی نعتوں میں سادگی، سلاست، روانی، والہانہ پن، اخلاص ومحبت اور سوز دروں کے اثرات نمایاں ہیں۔ جب وہ اپنی نعتیں محفل میلاد یا مجلس میں لحن داودی کے ساتھ جھوم جھوم کر پڑھتے تھے تو سامعین پر وجد وکیف کا عالم طاری ہوجاتا تھا“۔۹؎

محمد سا حسیں دیکھا نہ ایسی دل بری دیکھی
خدا نے مصطفیٰ میں اپنی خود جلوہ گری دیکھی
دو عالم ان کے شائق انبیا ان کے ثناں خواں ہیں
دو عالم میں کہیں ہم نے نہ ایسی سروری دیکھی

وہ آئے سامنے تو بت بھی سجدے میں چلے آئے
خدا شاہد ہے دنیا نے نہ ایسی رہبری دیکھی
یتیم ہاشمی کا راز بچپن ہی سے ظاہر ہے
حلیمہ سعدیہ نے اپنی کھیتی جب ہری دیکھی
یہ عثماںؔ رحمت عالم کے صدقے جان و دل قرباں
قیامت میں جدھر اٹھی نظر رحمت بھری دیکھی

قاری صاحب نے اپنی نظمیہ شاعری کا عنوان میلاد مصطفی اور سیرت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنایا اس سلسلے کی پہلی کوشش ''صبح میلاد'' کے نام سے ایک طویل نظم ہے جو ۱۹۴۸ء میں ممبئ سے کتابچے کی شکل میں شائع ہوئی تھی جس کے ابتدائی اشعار مندرجہ ذیل ہیں ؎

صبح دم باد صبا پیغام یہ کیا لائی ہے — صحن عالم میں یہ کیسی چمن آرائی ہے
پھول ہنستے ہوئے سنتے ہیں ترانہ کس کا — بلبلوں کی ہے زبانوں پر ترانہ کس کا
راز ہے راز کوئی جس کو اسی دم پوچھو — مسکراتی ہوی کلیوں کا نہ عالم پوچھو
قطرہ قطرہ میں مچلتی ہوئی اک موج ادا — پتہ پتہ پہ چھائی ہوئی یہ مست فضا

مولانا محمد رمضان مسلمؔ

مولانا محمد رمضان ۱۹۱۷ء میں محلہ بڑا گاؤں گھوسی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے دادا حافظ شہاب الدین سے حاصل کی پھر مدرسہ ناصر العلوم قصبہ خاص گھوسی، دارالعلوم مؤ اور مدرسہ معروفیہ پورا معروف میں فارسی عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں پھر جامعہ نعیمیہ، مرادآباد میں داخلہ لیا اور یہیں سے درسیات کی تکمیل کے بعد سند ودستار فضیلت سے نوازے گئے۔

فراغت کے بعد ہندستان کے متعدد اداروں میں تدریسی فرائض انجام دئے جن میں دربھنگہ، بہرائچ، بھروچ، گجرات کامٹی ناگپور، بلاس پور (ایم۔ پی) اور مدرسہ شمس العلوم گھوسی قابل ذکر ہیں۔ آپ کے علمی تبحر سے فیض یاب ہونے والوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ ۱۹۶۶ء میں آپ پر فالج کا شدید حملہ ہوا چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ بالآخر ۶ رمحرم الحرام ۱۳۹۰ھ میں اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔

مولانا رمضان مرحوم درس نظامی کے کامل استاذ و معلم ہونے کے ساتھ ساتھ فن طب پر بھی دست

رس رکھتے تھے۔مزاج میں حددرجہ سادگی اورقلندرانہ بے نیازی کی شان نمایاں تھی۔مدارس کی بے جا پابندیوں سے اکتا کر انہوں نے ایک بار مطب بھی کھولا تھا مگر قدرت کوان سے جسمانی اصلاح کے بجائے اشاعت علم اورروحانی علاج کا کام لینا تھااس لئے پھرتدریسی کاموں میں منہمک ہو گئے۔

شاعری!

مولانا مرحوم بڑا صاف ستھرا شعری وادبی ذوق رکھتے تھے انہوں نے عربی فارسی اوراردوشاعری کا غائرانہ مطالعہ کیا تھااور محاسن شعرکے کامل رموز شناس بن گئے تھے۔شاعری آپکی فطرت میں داخل تھی۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں برجستہ اشعار کہتے تھے انکا کوئی استادِ سخن نہیں تھا خود انکا ذوق سلیم انکا رہنما تھا۔معاشی پریشانیوں نے کلام کومحفوظ کرنے کا موقع نہیں دیا چندغزلیں اورنعتیں موجود ہیں

جن سے ان کی شاعرانہ عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔بطورنمونہ انکی نعت کے چنداشعار درج کئے جاتے ہیں جوان کے کلام کی سادگی،صفائی اورفکروخیال کی پاکیزگی کاواضح ثبوت ہیں۔

نمونۂ کلام!

شاہ مدینہ شاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
نور مجسم ذات مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تیری نگہ دل چھیننے والی تری ادا جاں لینے والی
بزم حسیں میں شاہ معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ترے فضائل ارفع و اعلیٰ ترے خصائل افضل و بالا
شکل میں احسن خلق میں اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اے مہ تاباں تری چمک سے ساری خدائی ہوگئی روشن
کون و مکاں کے نیّر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

☆

علامہ شفیقؔ جون پوری کے مشہورکلام پرآپکی تضمین ملاحظہ ہو ؎

نظر آتی ہے گلشن میں ہوا نا سازگار اپنی
گل باغ خلیلی بھیج دے باد بہار اپنی

جگر میں ٹھیس اٹھتی ہے دل مضطر پریشاں ہے
یوں ہی ہر وقت رہتی ہے طبعیت بے قرار اپنی

تمنائیں ہماری بعد مردن بھی نہ بر آئیں
ارے دل شام ہی سے بجھ گئی شمع مزار اپنی

ترے در پر میں بیٹھا ہوں بھکاری بن کے مدت سے
کبھی تو سیر ہوے گی طبیعت نا گوار اپنی

مصائب کہنے کی اب تاب دل میں کچھ نہیں باقی
بہل جائے طبعیت اے مرے پروردگار اپنی

ذرائع تھے جو جینے کے وہ سب برباد ہوتے ہیں
خدایا ہوگئی ہے ایسی حالت ناگوار اپنی

الٰہی کس طرح یہ زندگی عہدہ بر آئے گی
نہ قابو اپنے دل پر ہے نہ حالت سازگار اپنی

کہاں جاؤں کہاں تڑپوں کہاں دل کھول کر روؤں
نہ مرنے میں مزہ ہے نہ حیات خوشگوار اپنی

مولانا غلام ربانی فائق اعظمی

مولانا غلام ربانی صاحب اعظمی یکم جولائی ۱۹۳۶ء میں امروہہ ضلع مرادآباد میں پیدا ہوئے۔ان دنوں آپ کے والد گرامی شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ مدرسہ حنفیہ ،امروہہ میں استاد تھے اور وہیں پر اپنے اہل وعیال کے ساتھ بود و باش اختیار کئے ہوئے تھے۔ابتدائی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کی درس نظامی کی اکثر کتابیں اپنے والد ماجد حضرت شیخ العلماء سے پڑھیں۔

حصول علم کے لئے ملک کی جن درس گاہوں میں مقیم رہے ان میں احسن المدارس، کان پور دارالعلوم مظہر اسلام ، بریلی شریف ، مدرسہ برکاتیہ ، مارہرہ شریف ، دارالعلوم شاہ عالم، احمد آباد(گجرات) ہیں۔آپ ۱۳ر شوال ۱۳۶۶ھ میں بعمر ۱۲ر سال دارالعلوم اشرفیہ، مبارک پور میں داخل ہوئے تھے لیکن ۹ر ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ میں کسی وجہ سے دارالعلوم چھوڑ دئے پھر مذکورہ درسگاہوں میں تحصیل علم کے بعد ۱۷ر ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ میں بعمر ۱۸ر سال دوسری بار دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں داخل ہوئے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور دیگر اساتذۂ فن سے اکتساب فیض کیا۔۱۰ر شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ

میں دارالعلوم اشرفیہ کے سالانہ جلسۂ دستار بندی میں آپ کو تاج فضیلت سے سرفراز کیا گیا۔

مولانا غلام ربانی صاحب اعظمی نے فراغت کے بعد سے تاحین حیات درس وتدریس کی بافیض خدمات انجام دئے مختلف اوقات میں مندرجہ ذیل مدارس میں تعلیم وتعلم کے گراں قدر کارنامے انجام دئے۔ا۔ مدرسہ بحرالعلوم، بہیڑی ضلع بریلی شریف ۲۔ مدرسہ اظہارالعلوم، برہانپور ۳۔ مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور ۴۔ مدرسہ اسلامیہ آندھرا پردیش ۵۔ دارالعلوم معین الاسلام، بھڑوج، گجرات ۶۔ دارالعلوم غوثیہ، کرنا ٹک ۷۔ مدرسہ نورالاسلام، منڈا، بستی ۸۔ دارلعلوم علیمیہ، جمدا شاہی ضلع بستی ۹۔ مدرسہ حنفیہ، غوثیہ، بجرڈیہہ، بنارس ۱۰۔ دارلعلوم محبوب سبحانی، کرلا، ممبئ (بحیثیت شیخ الحدیث) حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے شرف بیعیت حاصل تھا۔صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی دختر نیک اختر آپ کے عقد میں تھیں۔حضور مفتی اعظم ہند اور حضور احسن العلماء علیہما الرحمہ سے خلافت حاصل ہے دوبار زیارت حرمین طیبین سے شرف یاب ہوئے تھے۔

مولانا غلام ربانی صاحب ایک سیال قلم کے مالک تھے انہوں نے الادب المفرد، لوائح جامی، مجانی الادب اور مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا سلیس اردو میں ترجمہ کیا ہے۔آپ نے سفرنامہ حج و زیارت بھی تحریر فرمایا ہے۔

مولانا غلام ربانی صاحب ایک زبردست عالم دین، ایک سنجیدہ خطیب، مصلح اور واعظ، ایک فکر انگیز قلم کار اور ایک مشاق شاعر بھی تھے۔آپکی شاعری کے حوالے سے حضر مولانا مبارک حسین مصباحی رقم طراز ہیں۔

’’وہ عالم ربانی محض درسگاہی قیل وقال کا شہسوار اور فقہ وحدیث کا شناور نہ تھا بلکہ شعروادب کی دنیا کا بھی باکمال فنکار تھا۔ان کے مجموعہ کلام کی ڈائری کی زیارت سے آنکھیں فرط مسرت سے پرنور ہو گئیں اور دل ودماغ ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے۔میرا خیال ہے کہ وہ نعت وغزل کا جتنا عظیم شاعر تھا اتنا ہی گم نام تھا انکی غزل گوئی کے سوز وساز پر عالمانہ جلالت اور زاہدانہ پارسائی کے اتنے دبیز پردے پڑے رہے کہ ان کا شاعرانہ فن کبھی آشکارانہ ہوسکا‘‘

آگے لکھتے ہیں ۔

’’اگران کا کوئی فرزندوتلمیذان کے نعت وغزل کے مجموعے جدید طرز پر مرتب کرکے شائع کردے تو گلستان شعروسخن میں بوئے مشکبار کا ایک تازہ جھونکا آئے گا جس کی عطر بیز خوشبوؤں سے ارباب علم و دانش کی مشام جاں برسوں معطر رہے گی اور خود علامہ مرحوم عالمانہ فضل وکمال کے ساتھ ایک عظیم شاعر کی

حیثیت سے ہمیشہ یاد کئے جاتے رہیں گے“ ۱۰؎

مولانا غلام ربانی تخلص فائق اعظمی کرتے تھے آپ نے حمد، نعت، غزل اور قطعہ پر طبع آزمائی کی ہے۔ آپکی نعتوں میں عشق رسول ﷺ کا سوز وگداز، فکر واعتقاد کی ترجمان اور عظمت رسول واختیارات مصطفیٰ ﷺ کے مضامین سلاست وبرجستگی کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔

نمونۂ کلام!

آزادی محشر کی سند ڈھونڈھنے والو
دیکھو مرے ہاتھ میں دامان نبی ہے

☆

افرے نبوت کی پہنائی فرش گیتی عرش اعظم
غیب کی ہر اک بات بتائی علم لدنی علم نبی کا
ان کی انگلی جب لہرائی پھٹ گیا سینہ چاند کا فائق

مولانا اکرام الحق اکرام نقشبندی

مولانا اکرام الحق صاحب نقشبندی ۲۷/ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ میں مدار پور شمس پور، گھوسی میں پیدا ہوئے۔ گھریلو تعلیم کے بعد مدرسہ فیض عام محلہ بیواڑہ گھوسی میں مولانا محمد سعید فتح پوری اور منشی سید وہاج الدین سے اردو اور ابتدائی عربی، فارسی کی تعلیم حاصل کی ۱۳۴۸ھ میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب نقش بندی کے ہمراہ مدرسہ مظہر العلوم، بنارس گئے جہاں درس نظامی کی تمام کتابیں حضرت مولانا حافظ محمد عمر صاحب نقش بندی، مولانا عزیز الحق کوثر ندوی، مولانا حافظ عبد الحمید مکی اور مولانا عبد الرحمن بادشاہ پوری سے بڑی محنت اور لگن سے پڑھیں ۱۳۶۱ھ میں اسی دارلعلوم سے فارغ التحصیل ہوئے۔

فراغت کے بعد دو سال تک مدرسہ مظہر العلوم میں معلمی کے فرائض انجام دئے اس کے بعد مدرسہ خیر المدارس میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا ۱۳۸۷ھ میں دارلعلوم خیریہ فیض عام کی بنیاد پڑی تو آپ اس کے صدر المدرسین ہوئے اور تاحیات اس ادارہ کے روح رواں رہے۔ ۲۹/ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۷/دسمبر ۲۰۰۹ھ کو آپ کا انتقال ہوا، دار العلوم خیریہ فیض عام میں اپنے مرشد حضرت مولانا حافظ محمد عمر صاحب نقشبندی کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے۔

مولانا محمد اکرام الحق صاحب تمام علوم عقلیہ ونقلیہ پر دسترس رکھتے تھے اور ہر فن پر تدریسی مہارت

رکھتے تھے خاص طور سے علم حدیث ، فقہ اور کلام سے خصوصی دل چسپی رکھتے تھے ۔ زندگی بھر بخاری شریف کا آپ نے درس دیا۔ اور آپ کی درسگاہ سے بہت سے لوگ فیض یاب ہوئے آپ ایک خوش بیان واعظ بھی تھے ۔ تصوف یاد آخرت ،فکر عقبیٰ اور اصلاح معاشرہ وغیرہ عنوانات پر آپ کے بیانات ہوتے تھے اور موثر ہوتے تھے ۔

مولانا قمر الزماں مبارکپوری لکھتے ہیں ۔

''مولانا تصوف آشنا طبیعت رکھتے تھے ۔ سلسلۂ نقشبندیہ ، مجددیہ میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب گھوسوی سے مرید تھے یہ ایک سلیم الطبع ،اعتدال پسند، منکسر المزاج ،عبادت گزار اور خلق خدا کی بھلائی چاہنے والے مرشد حق آگاہ اور وسیع النظر عالم دین تھے، ۔زہدو تقویٰ کے ساتھ شاعری سے بھی شغف تھا '' [۱۱]

شاعری!

مولانا اکرام نقشبندی شعر و شاعری سے بھی دل چسپی رکھتے تھے ۔حمد ،نعت اور منقبت پر مشتمل ان کا ایک مجموعہ کلام ۱۹۹۷ء میں شائع ہو چکا ہے اس مجموعہ میں اردو کے ساتھ عربی اور فارسی میں بھی کلام موجود ہیں جن سے موصوف کی ہر سہ زبان پر مہارت کا پتہ چلتا ہے۔

مولانا قمر الزماں مبارکپوری انکی شاعری کے حوالے سے لکھتے ہیں ۔

''ان کے اشعار کی زبان سہل و سلیس اور سادہ ہے مگر واردات قلب کے اظہار کی وجہ سے رنگین اور پر تاثیر ہوگئی ہے انہوں نے شاعری کو اپنی روحانی بالیدگی لے لئے منتخب کیا تھا اسکو وہ اپنی ذات تک محدود رکھتے تھے'' [۱۲]

جس کو اپنا دامن رحمت اڑھا دیں مصطفی
اس غلام بختور کی مرحبا کیا بات ہے
پر توئے حسن ازل ہے روئے انور آپ کا
تابش رخ سے جہاں کی روشنی سب مات ہے

مری نظر میں وہ جلوے سمائے جاتے ہیں
ہٹائے جاتے ہیں پردے ہٹائے جاتے ہیں
ہنسی میں پھولوں کی تاروں کی جگمگاہٹ میں
وہی تو ہیں جو نہاں ہو کے پائے جاتے ہیں

وہ لا مکاں کے مکیں ہیں مگر یہ عالم ہے
حریم دل میں ہی آکر سمائے جاتے ہیں
ہٹا کے پردۂ غفلت کو دیکھ لے اکرامؔ
تلاش جن کی ہے تجھ میں وہ پائے جاتے ہیں

علامہ بدرالقادری بدرؔ

علامہ بدرالقادری ۲۵؍اکتوبر ۱۹۵۰ء، میں ملک پورہ قصبہ خاص گھوسی کے ایک دین دار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ ناصر العلوم ملک پورہ گھوسی اور مدرسہ خیریہ فیض عام میں ہوئی۔ عربی فارسی (درس نظامی) کی مکمل تعلیم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ، حضرت علامہ عبدالروف صاحب بلیاوی، بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی، علامہ محمد شفیع اعظمی، علامہ مظفر حسن ظفرادیبی، قاری مولانا محمد یحیٰ مبارک پوری، مولانا سید حامد اشرف کچھوچھوی، اور مولانا شمس الحق گجہڑوی سے حاصل کرکے ۲۳؍اکتوبر ۱۹۶۹ء میں دستار و سند سے سرفراز ہوئے۔

فراغت کے بعد دارالعلوم غوثیہ، ہبلی، مدرسہ سید العلوم، بہرائچ شریف، مدرسہ ضیاء الاسلام مورنواں، اناؤ میں صدرالمدرسین کے عہدے پر رہے، کرناٹک، مہاراشٹر اور گجرات کی متعدد مساجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دئے۔ ۱۹۷۴ء میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی طلب پر دارالعلوم اشرفیہ، مبارک پور کے شعبۂ نشریات کے انچارج بن کر آئے اور آپکی ادارت میں ماہنامہ اشرفیہ کا اجرا ہوا۔ ۱۹۷۸ء میں اسلامک اکیڈمی کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے ہالینڈ تشریف لے گئے۔ اس وقت ہالینڈ میں اسلام کی تبلیغ اور نشرواشاعت کی زریں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

علامہ بدرالقادری کی شخصیت کئی جہت رکھتی ہے۔ وہ ایک شعلہ بیان خطیب، بلند پایہ مصنف، بلند رتبہ مرشد، دانشور، مفکر، مبلغ کے ساتھ ایک انقلاب آفریں شاعر بھی ہیں۔ تذکرہ سید سالار مسعود غازی، اشرفیہ کا ماضی اور حال، اسلام اور امن عالم، اسلام اور خمینی مذہب، اسلام اور تربیت اولاد، مسلمان اور ہندستان، مولانا رضوان احمد اعظمی، سنت کی آئینی حیثیت، عورت اسلام میں، فلسفۂ قربانی۔ زمین پر اللہ کا گھر، یورپ اور اسلام، جادہ ومنزل، میاں بیوی اسلام کی روشنی میں، پیکر عشق آپ کی نثری نگارشات ہیں۔ الرّحیل، قم باذن اللہ، حریم شوق، مناجات بدر، قطعاتِ بدر، جمیل الشیم، بادۂ حجاز، باب جبرئیل، تحفۂ حرمین، شاخ سدرہ اور سلسبیل آپ کی نعتوں اور نظموں کے مجموعے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالنعیم

عزیزی نے آپ کی حیات اور کارنامے پر ٦٦٤ صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب سپردقلم کی ہے جو ٢٠٠٣ء میں شائع ہو چکی ہے۔ڈاکٹر محمد ذیشان نے آپکی شاعری پر ٢٠٠٦ء میں بہار یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔

شاعری!

علامہ بدرالقادری حمد،نعت،نظم،غزل،قطعہ،مناجات اورسہرا ان تمام اصناف پر استاذانہ طبع آزمائی کی ہے اور ہرایک صنف کے جداگانہ مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔انہوں نے سنگلاخ اورسہل ممتنع ہر بحر اورزمین میں بارگاہ سرورکونین ﷺ میں منظوم گلہائے عقیدت پیش کئے ہیں۔

علامہ بدرالقادری کے کلام کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ ان کی نعتوں میں عشق رسول کے زمزمے کوثر وتسنیم کی پھوار کی طرح ذہن وفکر کو معطر کرتے ہیں۔ان کی شاعری میں عشق رسول کی وارفتگی اورسوز وگداز کارفرما نظر آتے ہیں۔کلام میں آپکی باطنی سرمستی لفظی حسن سے زیادہ جاذبیت اوراثر انگیزی رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی نعتوں سے خلوص وصداقت اورعشق وعرفان کی بو آتی ہے ملاحظہ ہو ؎

بتا مجھ کو سرکار بطحا کی باتیں   بڑھا درد الفت بڑھا دھیرے دھیرے
جو اسم محمد سے روشن ہو سینہ   تو ہو عشق مشکل کشا دھیرے دھیرے
میں مرقد میں لے جاؤں داغ محبت   بنے درد میرا دوا دھیرے دھیرے

شاعر درد محبت کے دوام کی التجا اس طرح کر رہا ہے ؎

الٰہی ان کی محبت کا گھاؤ باقی رہے   درون دل یہ سلگتا الاؤ باقی رہے
جو ان کے فقر کا لذت چشیدہ ہے اسکو   کہاں یہ فکر کہ یہ نوش و ناؤ باقی رہے

خدا کرے مرا درد دروں فزوں تر ہو   مریض غم پہ جو مائل ہو غمگسار حجاز

عشق رسالت میں وارفتگی کی یہ بھی کھلی علامت ہے کہ سفر حرمین طیّبین سے کئی بار شرف یاب ہونے کے باوجود آپ کے دل کی ہر ہر دھڑکن میں یاد مدینہ بسی ہوی ہے اور جذبۂ قلب درحبیب کی رسائی کے لئے مضطرب ہے اور جب اذن حاضری کا مژدہ آجاتا ہے تو آپ کا دل خود ہی کہتا ہے ؎

شوخی ایسی نہ تھی صبا پہلے   نغمگی سی فضا میں چھائی ہے
بدؔر کانوں میں کہ گیا کوئی   حاضری کی نوید آئی ہے

☆

چھا رہی ہیں گھٹائیں رحمت کی دل کی وادی ہری بھری ہو گی
دھڑکنیں کہ رہی ہیں سینے میں شاید اس بار حاضری ہو گی

اور مدینہ پہنچنے کے بعد آپ کی تمنا دیکھیں ؎

اے کاش قیامت سے پہلے نہ کھلیں آنکھیں اس طرح میں سو جاؤں اک بار مدینے میں
تن خاکی کو مرے خاک مدینہ ملتی خلد سے پہلے مرا خلد میں ڈیرا ہوتا

علامہ بدر القادری کی نعتیں فنی محاسن اور ادبی لطافت کے اعتبار سے بھی اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔ آپ کے کلام میں فصاحت و بلاغت کی فراوانی، علم وفن کی جولانی کے ساتھ تخیل کی بلندی، فکر کی نزاکت اور برجستگی بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے ؎

پڑھو حمد نعت نبی گنگناؤ حضور آ گئے ہیں حضور آ گئے ہیں
دلوں کو لٹاؤ نگاہیں بچھاؤ حضور آ گئے ہیں حضور آ گئے ہیں

علامہ بدر القادری کی شاعری، صفائی، سادگی، پاکیزگی، اثر آفرینی، واردات قلبی اور معرفت حقیقی سے لبریز ہے۔ آپکے کلام میں علامہ جامیؔ کی سرمستی، امیر خسروؔ کی عشوہ طرازی، حافظ شیرازیؔ کی منظر کشی، شیخ سعدیؔ کی تخیل پروازی اور فاضل بریلوی کی فصاحت و بلاغت کا عکس ملتا ہے۔

مولانا ڈاکٹر شکیل احمد شکیلؔ اعظمی

ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی ۱۲؍ستمبر ۱۹۴۲؁ء کو محلہ کریم الدین پور گھوسی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں متوسطات تک مدرسہ فضل رحمانیہ، پچپڑوا میں اور متوسطات سے فضیلت تک الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور میں حاصل کی۔ ۱۹۵۹؁ء کو یونانی میڈیکل کالج، الہ آباد میں داخلہ لیکر ایف۔ ایم۔ بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں حافظ قمر الحق، سیّد محی الدین، مولانا محمد سعید فتح پوری، شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی، حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ قادری، حافظ ملت حضرت علامہ عبد العزیز محدث مبارک پوری، غزالیِ دوراں علامہ عبد الروف بلیاوی، بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی، مولانا ظفر ادیبی، مولانا محمد شفیع اعظمی، مولانا قاری محمد یحیٰ مبارک پوری، مولانا سیّد محمد حامد اشرف کچھو چھوی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۵۶؁ء میں حضور مفتی اعظم ہند کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔

اوئل عمر ہی سے شعر وشاعری، افسانہ نگاری، انشاء پردازی کا شوق رہا ہے۔ ۱۹۶۴؁ء سے تا دمِ تحریر بڑا گاؤں گھوسی میں مطب کر رہے ہیں۔ موصوف ایک بالغ فکر نقاد، بلند پایہ انشاء پرداز، اور کہنہ مشق شاعر

ہیں۔اپ کے تین مجموعۂ شاعری چھپ چکے ہیں ۱۔گل قدس (نعتیہ مجموعہ) ۲۔حرف ثنا (منقبتی مجموعہ) ۳۔عکس خیال (مجموعۂ غزلیات) آپ کے مقالات کا مجموعہ ''شعورنظر'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

شاعری!

ڈاکٹر شکیل اعظمی ایک استاد شاعر ہیں جن کو فن شاعری پر عبور حاصل ہے۔ وہ صنعتی نکات کے رمز شناس ہیں ان کی شاعری زبان و بیان کی خوبیوں سے مالا مال ہوتی ہے۔ان کے کلام میں تشبیہات، استعارات، تلمیحات، ترسیلات، سلاست روانی، برجستگی کی خوبیاں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔عشق رسول میں ڈوب کر انھوں نے قلبی واردات کو شعر کے پیکر میں ڈھالا ہے۔

علامہ بدرالقادری صاحب انکی نعت نگاری کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''محترم شکیل اعظمی حضور انور ﷺ سے قلبی وابستگی رکھتے ہیں۔آپ نے اپنی نعتوں میں اسلامی عقائد ونظریات کی تعبیر وتشریح بھی کی ہے۔اور اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی بارگاہ میں نت نئے انداز میں نذرعقیدت بھی گزاری ہے''۔(حریم قدس)

محترم بیکلؔ اتساہی آپکی شاعرانہ عظمت اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ڈاکٹر شکیل اعظمی صاحب چونکہ شاعری کے فن سے کماحقہ واقف ہیں اس لئے انکی شاعری میں کسی لغزش کا سوال ہی نہیں، وہ عالم دین ہیں اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے قدموں میں بیٹھ کر علم کی دولت سے مالا مال ہوئے ہیں مشکل زمینوں میں بھی اشعار پانی کی طرح رواں دواں ہیں۔جو انکی قادر الکلامی کی غمازی کرتے ہیں۔'' (حریم قدس)

نمونۂ کلام!

ارباب ذوق سن لیں ادب کا مقام ہے
اب میرے لب پہ مدحت خیر الانام ہے
کیا محو کر سکے گا شکیلؔ انقلاب دہر
فرمان مصطفی میں وہ رنگ دوام ہے
وہ جس کے فیض سے اب تک شام جاں معطر ہے
وہ خوشبوئے بدن ہے نکہت زلف پیمبر ہے
سراپا معجزہ ہے عقل انسانی سے برتر ہے
محمد مصطفی شہکار تخلیقاتِ داور ہے

زیارت شہر طیبہ کی نہ بوسہ ارض اقدس کا
ابھی میں کیسے سمجھوں اوج پر میرا مقدر ہے
جسے حق کی طلب ہو دامن رحمت میں آجائے
محمد حق نما ہے، حق نگر ہے حق کا مظہر ہے

مولانا سیف الدین سیفؔ انصاری

مولانا سیف الدین انصاری ۱۸/اگست ۱۹۴۷ء کو بڑا گاؤں گھوسی میں پیدا ہوئے انہوں نے ابتدا سے لیکر تکمیل درس نظامی تک جامعہ شمس العلوم کی آغوش میں رہ کر علوم وفنون کی تکمیل کی۔ ۱۹۶۶ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کے مخصوص اساتذہ میں حضرت مولانا قمرالدین صاحب قمرؔ اشرفی، حضرت مولانا محمد رمضان صاحب مرحوم، حضرت مولانا سمیع اللہ صاحب امجدی، حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری اور ماسٹر اعجاز احمد خاں مرحوم ہیں۔

آپ نے تعلیمی زمانے میں منشی، مولوی (عربی فارسی بورڈ) اور ادیب ماہر وادیب کامل (جامعہ اردو علی گڈھ) کے امتحانات پاس کئے اور زمانۂ تدریس کے دوران عالم، فاضل ادب، فاضل دینیات اور کامل (عربی فارسی بورڈ) کے امتحانات اچھے نمبروں سے پاس کئے۔ مطالعہ اور کتب بینی کے شائق ہیں۔

۱۹۷۲ء تا دمِ سبک دوشی جامعہ شمس العلوم میں شاندار تدریسی خدمات انجام دئے۔ اسوقت جامعہ برکاتیہ گھوسی میں استاذ ہیں۔ فارسی زبان وادب کی تدریس میں خاص کمال رکھتے ہیں۔ فارسی لکھنے اور بولنے میں ملکہ حاصل ہے۔ عربی زبان وادب اور دیگر علوم وفنون کے بھی ماہر استاذ ہیں ہزاروں تلامذہ آپ کی درسگاہ سے فیض اٹھا چکے ہیں انہوں نے اشعۃ اللمعات شرح مشکواۃ کا اردو ترجمہ کیا ہے۔

شاعری!

زمانۂ طالب علمی ہی سے شعر وادب کے مطالعہ کا ذوق رہا ہے اسی وقت سے وقتاً فوقتاً شاعری بھی کرتے رہے ہیں۔ کسی استاذ سے شرف تلمذ حاصل نہیں بلکہ اپنے ذوق سلیم سے اپنے خیالات کو شعری پیکر میں ڈھال رہے ہیں۔ نعت، غزل، نظم ان تینوں اصناف پر طبع آزمائی جاری ہے۔ نعت نگارری سے خصوصی لگاؤ ہے۔ ان کی نعتوں میں صفائی، سادگی اور طرز ادا میں دل کشی ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت ومحبت کی مہک انکی نعتوں سے بھر پور محسوس ہوتی ہے۔ غزل کی ہئیت میں انہوں نے کئی نعتیں کہی ہیں جوفن کی کسوٹی پر بھی پوری اترتی ہیں۔ ان کے ذخیرۂ نعت میں سے ایک کلام بطور نمونہ نذر قارئین ہے۔

نمونۂ کلام!

باغ عالم کا ہر اک گوشہ نکھرتا جائے ہے
اسوۂ حضرت سے یہ عالم مہکتا جائے ہے
ترے پیغام حق افزا سے ہمیشہ دم بدم
گلشن ہستی کا ہر پودا لہکتا جائے ہے
ترا رستہ امن عالم صلح عالم کا امیں
جس نے چھوڑا اس روش کو وہ بھٹکتا جائے ہے
ان کی زلفیں ہیں کہ ہے مشک تتار بے مثال
جس طرف وہ چل دیئے کوچہ مہکتا جائے ہے
کہکشاں بن جائے ہے اس عارضِ پر نور پر
نرگسی آنکھوں سے جو آنسو چھلکتا جائے ہے
ان سے کرکے شوخ چشمی ناصح کوتاہ بیں
راہ ایمان و یقیں سے دور ہٹتا جائے ہے
قافلے والو بتاؤ کیا مدینہ آگیا
کیوں دل مضطر مرا اتنا مچلتا جائے ہے
وہ مجسم نور ہیں نورانیت سے انکی سیفؔ
گوشۂ تاریک دل میرا چمکتا جائے ہے

مولانا فداء المصطفیٰ فدا قادری

مولانا فداء المصطفیٰ قادری حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے کے فرزند اصغر ہیں۔آپ کی ولادت ۱۹۴۷ء میں ریاست دادوں، علی گڈھ میں ہوئی۔اس وقت صدر الشریعہ اپنی حرم محترم کے ساتھ وہیں مقیم تھے۔آپ نے عربی فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے گھر پر پڑھیں۔آپ کی اعلیٰ تعلیم جامعہ شمس العلوم گھوسی، جامعہ حمیدیہ، بنارس اور الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور میں ہوئی۔ ۱۹۷۸ء میں جامعہ منظر اسلام، بریلی شریف سے سند و دستار فضیلت حاصل کی۔آپ نے ہائیسکول اور انٹر میڈیٹ کی تعلیم انگریزی مضمون کے ساتھ حاصل کیا ہے۔مولانا قادری صاحب کے وہاں دینی اور عصری علوم کا

امتزاج پایا جاتا ہے۔حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے اور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا ازہری کے خلیفۂ مجاج ہیں۔

آپ کی تدریس کی ابتدا ہاشمیہ ہائی اسکول ممبئی سے ہوتی ہے جہاں برسوں آپ نے عربی ، انگریزی ، جغرافیہ اور ریاضی کی تعلیم دی ہے پھر جامعہ شمس العلوم گھوسی میں استاذ مقرر ہوئے اور ریٹائرمنٹ تک اسی ادارے میں شعبۂ عالیہ کے مدرس رہے اس وقت مدرسہ رضویہ بدرالعلوم میں ''شیخ الحدیث'' کے منصب پر فائز ہیں۔

علامہ قادر صاحب اعلیٰ درجے کے مدرس ہیں جن کو افہام وتفہیم کا گراں قدر ملکہ حاصل ہے وہ بلند پایہ خطیب اور ساحر البیان مقرر ہیں جن کی خطابت کا شہرہ رہا ہے۔آپ ایک خوش نویس قلم کار ہیں جن کے قلم سے تنویر الابصار، تفہیم الکبریٰ ،تفہیمات اور ولولہ انگیز تقریریں جیسی کتابیں منصۂ شہود پر آئیں، مذہبی، سماجی اور ادبی شعور کے ساتھ سیاسی بصیرت بھی رکھتے ہیں۔

شاعری! مولانا قادری صاحب ایک قادر الکلام ،خوش فکر اور زود گو شاعر ہیں، جنہوں نے نعت اور منقبت کو اپنا موضع سخن بنایا۔متعدد بحر اور نوع بنوع ردیف وقوافی میں پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی مدح وثنا کے گل بوٹے کھلائے۔آپکی نعتوں میں عشق رسول کی والہانہ سرمستی پائی جاتی ہے۔انداز شستہ اور شگفتہ ہے جس میں تاثیر اور جاذبیت کے عناصر شامل ہیں جو دلوں کے لئے مقناطیسی کشش رکھتے ہیں۔

نمونۂ کلام!

ہر دل میں یاد تیری ہر لب پہ نام تیرا
اے رحمت دو عالم ہے ذکر عام تیرا
شمس و قمر ستارے سب میں تری چمک ہے
بیلا گلاب جوہی سب میں تری مہک ہے
ہر جز و کل میں جلوہ خیرالانام تیرا
سارے جہاں سے ظلمت کافور ہوگئی ہے
تری چمک سے ہر شے معمور ہو گئی ہے
ہر سمت چل رہا ہے آقا نظام تیرا
صدیق کو صداقت فاروق کو عدالت

عثمان کو سخاوت کرار کو شجاعت
یہ سب ملا ہے ان کو پی کرکے جام تیرا

☆

اے سرور عالم شاہ ہدیٰ اے دین کے رہبر نور خدا
یہ شمس وقمر یہ ارض و سما ترے نور سے ہیں معمور
طیبہ سے چلی جب ٹھنڈی ہوا خوشبو سے مہک اٹھی ساری فضا
ہر برگ و شجر پہ چھایا نشہ سب ہو گئی ہیں مخمور
وہ ابر کرم ہے چھایا خوشیوں کا موسم آیا
ہر غنچہ و گل نے سنبل نے مستی میں یہ نغمہ گایا
اے سرور عالم شاہ ہدیٰ
اے کاش مدینہ جاؤں جاکر نہ واپس آؤں
ہو گنبد خضرا پیش نظر اور جھوم کے نغمہ گاؤں
اے سرور عالم شاہ ہدیٰ
ہونٹوں پہ تبسم آیا ہر سمت اجالا چھایا
دندان نبی کی کرنوں سے صدیقہ کا گھر چمکایا
اے سرور عالم شاہ ہدیٰ
سرکار کی ہوگی عنایت محشر میں کریں گے شفاعت
ہم کو تو یقین کامل ہے ہم کو ہی ملے گی جنت
اے سرور عالم شاہ ہدیٰ

مولانا فروغ احمد فروغ اعظمی

مولانا فروغ احمد اعظمی ۲۵ر دسمبر ۱۹۶۲ء میں محلہ کریم الدین پور گھوسی میں پیدا ہوئے۔ ابتدا سے مولویت تک کی تعلیم دارالعوم شمس العلوم گھوسی میں حاصل کی اور مولویت سے فضیلت تک کے اسباق الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور کے اساتذہ سے حاصل کئے۔ آپ کے اساتذہ میں شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی، بحرالعلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری،

حضرت علامہ محمد شفیع اعظمی، حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی، حضرت علامہ عبدالشکور گیاوی، حضرت علامہ قمرالدین قمرؔ اشرفی، حضرت علامہ عبدالمنان کلیمی، حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی کے نام قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۸۳ء میں فارغ ہوکر دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، ضلع بستی میں مدرس ہوئے۔ اور ۲۰۰۲ء سے صدرالدرسین کے عہدہ پر فائض ہیں۔

مولانا فروغ اعظمی بہترین مدرس، عمدہ مصنف اور ایک کہنہ مشق شاعر ہیں۔ ان کو عربی زبان و ادب پر کمال دسترس حاصل ہے۔ نیک طینت اور بلند اخلاق صفت انسان ہیں۔ ان کی تصنیفات میں ترجمہ فتنۃ الوہابیہ، ترجمہ التوسل بالنبی، ترجمہ صور من حیاۃ الصحابہ، قادیانیت اور تحریک تحفظ ختم نبوت، شرح عربی المعلقات السبع تحریک وہابیت اور نشان منزل بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ کا نعتیہ مجموعہ ''نفیر حرم'' زیر طبع ہے۔

شاعری! مولانا فروغ اعظمی دور طالب علمی ہی سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ نے حبّ رسول کے پاکیزہ جذبات کو اپنی شاعری کا محور بنایا۔ انکی نعتوں میں وفور عشق، سوز باطن در حبیب کی تڑپ اور شوق زیارت کے جلوے ملتے ہیں۔ ان کے کلام میں سلاست، راونی، تسلسل اور کشش بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔

مولانا فروغ اعظمی اپنی روانگی حج کے موقع پر جو نعت کہی اس کا ہر ہر شعر سوز و گداز سے پر اور عشق رسول کا ترجمان ہے پورے کلام میں تڑپ سوزش اور اضطرابی کیفیت پائی جاتی ہے۔ اس کے چند اشعار نذر قارین ہے ؎

کریم السجایا جمیل الشیم ہو — نبی البریا شفیع الامم ہو
مری بے کسی خد ہی ہو جائے بے کس — اگر سامنے روضۂ محترم ہو
کھڑا اس طرح تیرے در پہ ہو مجرم — ندامت سے سر خم ہو اور آنکھ نم ہو
تشکّر کے اشکوں کی جھڑیاں لگی ہوں — مرا لب درودوں سے رشک ارم ہو
کروں عرض و معروض رو رو کے جب میں — سماعت میں مصروف گوش کرم ہو
جبیں ہو جھکی میری کعبہ کی جانب — مرے دل کا قبلہ نبی کا حرم ہو
اگر یاد آئے تو بس یاد تیری — اگر ہو کوئی غم تو بس تیرا غم ہو
مدینہ پہنچ کر میں واپس نہ آوں — جنازہ مرا خاک طیبہ میں ضم ہو
مرا عشق لئے جائے گا مجھ کو طیبہ — اگر چہ مری راہ میں پیچ و خم ہو
فروغؔ ائے جلد چلئے مدینہ — حیات گریزاں عجب کیا کہ کم ہو

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ انور کے سامنے مولانا اعظمی نے جو استغاثہ پیش کیا ہے وہ سوز باطن ،والہانہ عقیدت اور حسن طلب کی بہترین مثال ہے وہ عرض کرتے ہیں ؎

آپ نے اب تک نہ کوئی بات ٹالی یا رسول
آپ سے میں آپ ہی کا ہوں سوالی یارسول

میں نے پالی آپ کی گر ذات عالی یا رسول
دو جہاں کی میں نے پھر ہر چیز پا لی یا رسول

کس مپرسی کا اگر شکوہ کروں تو ہے غلط
آپ ہیں جب میرے حامی اور والی یا رسول

طلعت زیبا سے چمکائیں مرا تاریک دل
تا کہ میں دیکھا کروں صورت جمالی یا رسول

میرے آنسو کہہ رہے ہیں آج دل کی ساری بات
سامنے ہے آپ کے روضے کی جالی یارسول

تشنہ لب کو ڈھونڈھتا ہے آپ کا بحر کرم
میں لب دریا کھڑا ہوں لے کے پیالی رسول

طعنہ دیں گے ہند والے نقص الفت کا بہت
جاونگا گر میں یہاں سے ہاتھ خالی یا رسول

کیوں فرشتے مجھ کو پیشی کے لئے لے جائیں گے
حشر میں مل جائے گر دامان عالی یا رسول

جب ہوئی فرقت میں جنت کی کیاری بے قرار
اپنے پہلو میں جگہ تم نے نکالی یا رسول

ہند بھیجیں گر تو پھر میری لحد کے واسطے
اپنے قدموں میں جگہ رکھیں گے خالی یا رسول

نعت کہہ لی اور سنا لی آپ کے در پہ فروغؔ
اب ہمیں چادر اڑھا دیں اپنی کالی یا رسول

مولانا مظفر الدین سحرؔ اعظمی

مولانا مظفر الدین احمد سحرؔ اعظمی ۱۴؍ستمبر ۱۹۵۵ء میں امجد نگر گھوسی کے ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ جامعہ شمس العلوم گھوسی، جامعہ مظہر العلوم، بنارس، مدرسہ احسن المدارس جدید، کان پور، مدرسہ ضیاء العلوم، خیر آباد میں حفظ، قرات اور درس نظامیہ کی تعلیم ہوئی۔ ۱۹۷۷ء میں پہلے عرس حافظ ملت کے موقع پر آپ کو دستار فضیلت اور سند سے نوازا گیا۔ آپ کے اساتذہ میں حافظ ملت علامہ عبد العزیز محدث مبارک پوری، شمس العلماءؒ علامہ قاضی شمس الدین جعفری جون پوری، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، محدث کبیر علامہ ضیاءُ المصطفیٰ قادری، علامہ حفیظ اللہ قادری، علامہ حافظ عبد الشکور گیاوی، مولانا یٰسین اختر مصباحی، قاری محمد یونس مجددی، مولانا شمس الضحیٰ ضیائی اور حافظ عبد الحمید کے نام قابل، ذکر ہیں۔

حفظ، تجوید وقران اور فضیلت کی سند کے ساتھ فاضل دینیات۔ فاضل ادب اور فاضل طب کے امتحانات پاس کئے اور سندیں حاصل کیں۔ بنارس یونیورسٹی سے ایم۔اے (اردو) کا امتحان دیا۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مرید اور ڈاکٹر شہاب الدین صدیقی رضوی اور مولانا سید شاہ مرتضیٰ حسین قادری لاتوری کے خلیفہ ہیں۔ ۱۹۷۵ء میں جناب عبد الغفور صاحب ساکن بی بی پور کی دختر نیک اختر سے آپ کا عقد ہوا جن کے بطن سے پانچ بچے تولد ہوئے چار بچے ماشا اللہ زندہ وسلامت ہیں۔

فراغت کے بعد الجامعۃ الصمدیہ، پھپھوند شریف سے اپنی تدریس کا آغاز کیا۔ ۱۹۸۸ء میں مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم جلالی پورہ بنارس میں تشریف لائے اس وقت اسی ادارے میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔ درس وتدریس کی مشغولیت کے باوجود قلم وقرطاس اور شعر وشاعری کے لئے بھی وقت نکال لیتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں تبلیغی جماعت کا اصلی روپ اور تذکرۂ امجدی شائع ہو چکی ہیں۔

مولانا سحرؔ اعظمی ایک منجھے ہوئے مدرس، خوش مقال خطیب، عمدہ ادیب، سنجیدہ عالم دین اور ایک خوش مشق شاعر ہیں۔

شاعری!

۱۹۸۰ء سے آپ شاعری کرتے ہیں۔ نعت اور منقبت جیسی تقدیسی اصناف سخن آپ کی جولانگاہ فکر ہیں۔ عشق رسول کی تسکین کے لئے آپ جذبۂ دروں کو شعر کا پیکر عطا کرتے ہیں۔ آپ کی زیادہ نعتیں چھوٹی اور سہل بحروں میں ہیں۔ آپ کے کلام آپ کی جودت طبعی کی غمّازی کرتے ہیں۔ آپ کی نعتوں میں شائستگی، شستگی اور سادگی کے عناصر غالب ہیں۔

نمونۂ کلام!

دولت دنیا نہیں ہے غم نہیں ——— تیرے کہلائیں یہ عزت کم نہیں
دل نہیں جس میں نہ تیری یاد ہو ——— سر نہیں جو تیرے در پہ خم نہیں

☆

اپنی قسمت کو یوں جگاتے ہیں ——— نعت شاہ امم سناتے ہیں
لب کے بوسے فرشتے لیتے ہیں ——— جب گہر نعت کے لٹاتے ہیں
یا نبی اذن حاضری دیجے ——— ہجر میں اشک خوں بہاتے ہیں
ہم ادائے نبی میں گم ہو کر ——— سر جھکاتے ہیں سر اٹھاتے ہیں
ہم تصور میں انکے کوچے میں ——— روز جاتے ہیں روز آتے ہیں

مولانا وصال احمد وصالؔ اعظمی

مولانا وصال احمد اعظمی گھوسی کے مشہور شاعر نثار کریمی مرحوم کے اکلوتے فرزند ہیں جن کی ولادت ۱۲ر دسمبر ۱۹۷۱ء میں محلہ کریم الدین پور گھوسی میں ہوئی۔ بہت ناز و نعم کے ساتھ ان کی پرورش و پرداخت ہوئی، جامعہ شمس العلوم گھوسی سے انکی تعلیم کا آغاز ہوا پھر جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے فخر روزگار اساتذہ سے تعلیم و تربیت حاصل کی جن ارباب فضل و کمال نے بادۂ علم سے آپ کو سرشار کیا ان میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، علامہ عبد الشکور مصباحی، علامہ محمد احمد مصباحی، مفتی نظام الدین رضوی، مفتی حبیب اللہ نعیمی، مولانا ممتاز عالم مصباحی، مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی، مولانا رضوان احمد شریفی اور مولانا سیف الدین شمسی کے نام قابل ذکر ہیں۔ ۲۷ر نومبر ۱۹۹۲ء میں عرس حافظ ملت کے موقع پر آپکی دستار بندی ہوئی۔ امین ملت حضرت مولانا سیّد محمد امین برکاتی مدّ ظلہٗ سے بیعت ہیں۔ فراغت کے بعد مدرسہ اصلاح المسلمین، کلیان ضلع تھانہ (مہاراشٹر) مدرسہ صباء الاسلام، گوپال گنج، مدرسہ غوثیہ سلیم پور، دیوریا اور دار العلوم امام احمد رضا، رتنا گیری میں اپنی صلاحیت کے جوہر دکھا چکے ہیں اس وقت دار العلوم غوثیہ تیغیہ، رسول آباد، سلطان پور کے شعبہ عالیہ کے موقر استاذ ہیں۔

مولانا وصال احمد اعظمی درس و تدریس کے ساتھ مقالہ نگاری اور شعر و شاعری کا اچھا ذوق رکھتے ہیں آپ کی کتاب ''شب برآت'' ۱۹۹۵ء میں شائع ہو چکی ہے۔ آپ ایک سلجھے ہوئے عالم دین، جفا کش مدرس اور خوش بیان واعظ ہیں۔

شاعری!

موصوف نے جب شعور کی آنکھیں کھولی تو اپنے گھر میں شعر وسخن کا بول بالا دیکھا ان کے والد کے ساتھ جناب انجمؔ اعظمی، جناب یعقوب اعظمی، جناب اقبالؔ اعظمی کی شاعری کا شہرہ تھا فطرۃً ان کا میلان طبع بھی شعر گوئی کی سمت بڑھا اور انہوں نے نعت کی نازک صنف کو اپنے فکر وفن کا محور بنایا۔ انکی شاعری کا آغاز ہے مگر زبان صاف ستھری اور طرز ادا اچھوتا ہے انکی نعتوں کے مطالعہ سے کسی کہنہ مشق شاعر کے کلام کا گمان ہوتا ہے وہ اپنے کلام کی اصلاح اپنے چچا جناب اقبالؔ اعظمی سے لیتے ہیں۔

نمونۂ کلام!

میرے آقا کی جو مجھ پر مہربانی ہو گئی
مجھ کو مشکل میں بھی حاصل کامرانی ہوگئی
خواب میں جس نے بھی دیکھا ہے جمال مصطفیٰ
کامراں واللہ اسکی زندگانی ہو گئی
مصطفیٰ پیارے کے صدقے میں مقدر کیا بنا
مطلع انوار ذات ام ّہا نی ہو گئی
ناز کر اے خاک پاک ارض طیبہ ناز کر
آئے جب سرکار ہر سو شادمانی ہوگئی
ظلم کی آندھی تھمی ہر سو اجالا ہو گیا
آپ جو تشریف لائے رُت سہانی ہو گئی
اپنی قبروں میں ہیں زندہ جاں نثاران نبی
انکی ذات پاک کی نقل مکانی ہو گی ٔ
حضرت فاروق کی زندہ کرامت ہے وصالؔ
جن کے خط سے خشک دریا میں روانی ہوگئی

ڈاکٹر شکیل احمد شکیلؔ اعظمی

ڈاکٹر شکیل اعظمی (مضمون نگار) کی ولادت یکم جنوری ۱۹۷۶ء کو محلہ ملک پورہ قصبہ خاص گھوسی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ رضویہ بدر العلام اور مدرسہ خیریہ فیض عام میں ہوئی، عربی فارسی کی تعلیم

جامعہ شمس العلوم گھوسی اور الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور میں حاصل کی۔ موخر الذکر ادارہ سے ۱۹۹۵ء میں فراغت ہوئی۔ ایک سال جامعہ حضرت نظام الدین اولیا، دہلی میں عربی اور انگریزی تعلیم حاصل کی۔

محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، حضرت مفتی نظام الدین رضوی، حضرت علامہ نصیر الدین صاحب پلاموی، حضرت علامہ اسرار احمد صاحب گجہڑوی، ماسٹر آفتاب احمد خاں صاحب جامعہ اشرفیہ کے مشفق استاذ رہے ہیں۔ حضرت علامہ قمر الدین اشرفی، حضرت علامہ مفتی عبد الرشید، حضرت علامہ شفیق احمد عزیزی، حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی، حضرت علامہ رضوان احمد شریفی، حضرت علامہ سیف الدین شمسی، حضرت علامہ فدا ٔالمصطفیٰ قادری، حضرت علامہ ممتاز عالم مصباحی، حضرت علامہ نثار احمد اعظمی جامعہ شمس العلوم میں استفادہ حاصل کیا۔ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ، حضرت علامہ محمد حسین اشرفی مقیم حال قطر حضرت علامہ ڈاکٹر غلام زرقانی مقیم حال امریکہ سے جامعہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ، دہلی میں اکتساب فیض کیا۔ تعطیل کلاں میں عربی ادب کی کچھ کتابیں حضرت علامہ فروغ احمد صاحب اعظمی سے پڑھی ہیں۔

جولائی ۱۹۹۷ء میں جامعہ حنفیہ، بستی میں مدرس ہو گئے ۹؍سال کی تدریسی خدمات کے بعد دار العلوم حق الاسلام لال گنج، بستی چلے گئے یکم جولائی ۲۰۱۰ء میں ٹرانسفر کے ذریعہ دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، سلطان پور پہنچ گئے اس سوقت اسی ادارے کے صدر المدرسین کے عہدے پر خدمت تدریس انجام دے رہے ہیں۔

۱۹۹۷ء میں گل گلزار برکاتیت حضرت علامہ سید محمد حسنین نظمیؔ میاں علیہ الرحمہ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ مفکر اسلام حضرت علامہ بدر القادری صاحب، ہالینڈ، شیخ القرا حضرت علامہ قاری علی حسن صاحب نعیمی علیہ الرحمہ نے سلسلۂ قادریہ رضویہ کی خلافت عطا فرمائی اور نجم الاصفیاء حضرت مولانا سید نجم الدین صاحب قبلہ سہروردی، جھونسوی نے سلسلۂ سہروردیہ کی خلافت سے سرفراز کیا۔ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اور محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری نے سند حدیث عنایت فرمائی۔ خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے دلائل الخیرات شریف کی اجازت عطا کی۔ دوران تعلیم منشی، مولوی، کامل، عالم، ادیب ماہر، ادیب کامل، معلم اردو، بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے کے امتحانات پاس کئے۔ نیز دوران تدریس فاضل دینیات، فاضل ادب، فاضل معقولات، اور فاضل طب کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ ۲۰۰۵ء میں ''اردو نثر کے فروغ میں فقہی لٹریچر کا حصہ'' کے عنوان پر پنجاب یونیورسٹی، چنڈی گڈھ سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

شاعری! ڈاکٹر شکیل اعظمی ایک اچھے خوش گو اور اعلیٰ فکر شاعر ہیں اپنے ذوق کی تسکین کے لئے نعت، منقبت، غزل، نظم اور سہرا وغیرہ اصناف میں طبع آزمائی کرتے ہیں اور خوب کرتے ہیں۔ مگر نعت رسول مقبول ﷺ سے دلی لگاؤ ہے۔ عشق رسول میں ڈوب کر نعت کہتے ہیں۔ انکا کلام شستہ اور شگفتہ ہوتا ہے جو بڑی آسانی سے قاری کے دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔ ان کے کلام کی اثر آفرینی کا یہ عالم ہے کہ قاری کی زبان پر بے ساختہ آہ اور واہ کے کلمات آجاتے ہیں۔ اس طرح کے کلمات کا تعلق دل کی گہرائی و گیرائی سے ہے۔ اولاً آپ اپنے کلام کی اصلاح جناب مضطر اعظمی صاحب سے لیتے تھے مگر انکے انتقال کے بعد مولانا فروغ احمد فروغ اعظمی سے لیتے ہیں۔ انکا نعتیہ مجموعہ ''فانوس حجاز'' ترتیب و تہذیب کی منزل سے گزر کر طباعت کی منزل میں ہے۔

نمونۂ کلام!

عشق سرکار میں جینے کی ادا دی جائے — نیند طیبہ میں ہمیشہ کی سلا دی جائے
رب کے محبوب کی سیرت ہے یہی اپنالو — دشمنوں کو بھی ہدایت کی دعا دی جائے
حکم سالار ہے باقی نہ رہے گھر کا خیال — ناؤ ساحل پہ پہنچتے ہی جلا دی جائے
آج بھی ہم سے صحابہ کا عمل کہتا ہے — دین اسلام پہ ہر پونجی لٹا دی جائے
روح نکلے رخ آقا پہ فدا ہو کے مری — کاش تقدیر ہی کچھ ایسی بنا دی جائے
لوگ پائیں گے شفا دیکھنا دم بھر میں شکیلؔ — خاک طیبہ جو دواؤں میں ملا دی جائے

☆

مرحبا عرش بریں مسند رفعت ان کی — رب تعالیٰ کو ہے معلوم حقیقت ان کی
آیۂ نور سے ظاہر ہے مقام توقیر — ناسمجھ سمجھا نہیں کیسی ہے عظمت ان کی
شان محبوب کا یوں سلسلہ رکھا رب نے — انبیا دیتے ہوئے آئے بشارت ان کی
دین و دنیا سبھی مل جائے کوئی مانگے تو — وہ تو رحمت ہیں عطا کرنا ہے عادت ان کی
حسن عقبیٰ کے لئے حبّ نبی پیدا کر — جان ایمان ہے حقیقت میں محبت ان کی
حشر کے دن نہیں مایوس عطا سے یہ شکیلؔ — کیوں کہ دنیا میں میسّر ہے عنایت ان کی

مآخذ!

۱۔ مولانا رضوان احمد اعظمی۔ مولانا بدر القادری۔ المجمع الاسلامی، مبارکپور، اعظم گڈھ (۱۹۸۷ء) ص ۱۳

۲۔ معارف شارح بخاری (ملخصاً)۔مولانا محمد عاصم اعظمی ۔دائرۃ البرکات، گھوسی ص ۱۳۸

۳۔ صدرالشریعہ حیات وخدمات ۔از مضمون مفتی شریف الحق امجدی۔دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی، مئو ص ۲۲۶

۴۔ نگارشات ۔مولانا محمد عاصم اعظمی، جامعہ شمس العلوم، گھوسی، مئو(۲۰۱۴ء)ص ۳۴۱

۵۔ سخنوران اعظم گڈھ (اوّل) ۔قمر الزماں مبارکپوری ۔جعفر لائبریری، مبارکپور اعظم گڈھ (۲۰۱۵ء)ص ۵۰۰

۶۔ نگارشات ۔مولانا محمد عاصم اعظمی، جامعہ شمس العلوم، گھوسی، مئو(۲۰۱۴ء)ص ۲۵۹

۷۔ نگارشات ۔مولانا محمد عاصم اعظمی، جامعہ شمس العلوم، گھوسی، مئو(۲۰۱۴ء)ص ۲۶۰

۸۔ سخنوران اعظم گڈھ ۔قمر الزماں مبارکپوری۔جعفر لائبریری، مبارکپور اعظم گڈھ (۲۰۱۵ء)ص ۳۷۷

۹۔ مصباح التجوید (مقدمہ) مولانا محمد عاصم اعظمی ۔مولانا رضوان احمد عثمانی، حسین پور گھوسی (۱۴۲۲ھ)ص ۲۲

۱۰۔ ماہنامہ اشرفیہ۔مولانا مبارک حسین مصباحی ۔شمارہ ماہ نومبر ۲۰۰۰ء۔ جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڈھ ص ۵

۱۱۔ سخنوران اعظم گڈھ ۔قمر الزماں مبارکپوری۔جعفر لائبریری، مبارکپور اعظم گڈھ (۲۰۱۵ء)ص ۴۲۵

۱۲۔ سخنوران اعظم گڈھ ۔قمر الزماں مبارکپوری۔جعفر لائبریری، مبارکپور اعظم گڈھ (۲۰۱۵ء)ص ۴۲۶

۱۳۔ ولولہ انگیز تقریریں۔مولانا فداءُ المصطفیٰ قادری۔امجدی بک ڈپو، گھوسی، مئو (۲۰۱۴ء)ص ۲۰۰

❀❀❀

مولانا نور الھدیٰ مصباحی۔ بی۔اے (یوپی)

مولانا فروغ اعظمی اور اُن کی نعتیہ شاعری

اعظم گڑھ (حال ضلع مئو) میں خطہ گھوسی شروع ہی سے مردم خیز رہا ہے۔ ہر دور سے اس کی کوکھ میں صاحب تصنیف علما پر گوشعرا، دانشور، قاعد اور اصحابِ علم وفضل پیدا ہوئے۔ بہار شریعت، جنتی زیور، اسلام اور امن عالم اور مشائخ عظام یہیں کی پیداوار ہیں جنہیں عالمی شہرت حاصل ہے۔ ارباب علم و دانش نے اس سرزمین کو ''مدینۃ العلماء'' کہا ہے۔ یہاں کے علماء ادبی ذوق رکھتے ہیں۔

بہت سے ایسے باکمال بھی ہیں جنھیں نظم ونثر دونوں پر یکساں دسترس حاصل ہے۔ عصر حاضر کے انہیں باوقار شخصیتوں میں سے ایک گراں قدر نام حضرت علامہ الحاج فروغ احمد اعظمی (صدر المدرسین دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی) کا بھی ہے۔

مولانا فروغ احمد اعظمی ابن الحاج ممتاز احمد قادری ابن مولوی محمد قمر الدین اشرفی مرحوم ۲۵ ردسمبر ۱۹۶۲ء کو محلہ کریم الدین پور، گھوسی کے ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آغاز تعلیم کے لیے گاؤں کے مشہور ادارہ جامعہ شمس العلوم (گھوسی) میں آپ کو داخل کرایا گیا جہاں ابتدا سے مولویت تک کی تعلیم حضرت مولانا قمر الدین قمرؔ اشرفی صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی، حضرت مولانا سیف الدین شمسیؔ، حضرت مولانا شفیق احمد صاحب عزیزی حضرت مولانا عبدالمنان صاحب کلیمی، حضرت مولانا ابواللیث مجدّدی، حضرت مولانا فداء المصطفیٰ قادری، جناب ماسٹر محمد ایوب، جناب ماسٹر محمد صوفی جناب ماسٹر عبدالرزاق، اور ماسٹر ابوالحسن جیسے فخر روزگار اساتذہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد از ہر ھند الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور تشریف لے گئے جہاں شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی، بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاالمصطفیٰ قادری، حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی، حضرت مولانا عبداللہ خاں عزیزی، حضرت مولانا عبدالشکور گیاوی، حضرت مولانا نصیر الدین مصباحی، حضرت مولانا افتخار احمد قادری، حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی اور حضرت مولانا اعجاز احمد مبارکپوری کے چشمۂ علم وحکمت سے سیراب ہوکر ۱۹۸۳ء میں سند فراغ حاصل کیا۔ فراغت کے بعد دارالعلوم علیمیہ،

جمدا شاہی ضلع بستی میں درس وتدریس سے وابسطہ ہو گئے۔ انکی حسن کارکردگی، تدریسی لیاقت، سرگرم خدمات، اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ی تعلیمی انہماک کو دیکھتے ہوئے ادارے کے حل وعقد نے ۲۰۰۲ء میں آپکو صدرالمدرسین کے منصب پر فائز کر دیا اور اب تک موافق اور نا موافق حالات کے باوجود بڑی تندی اور حکمت عملی کے ساتھ ہی عہدے پر رہ کر دار العلوم کی تعمیر و ترقی میں چار چاند لگا رہے ہیں۔

مولانا اعظمی کو مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمن صاحب عباسی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔ فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ اور رئیس ملت حضرالشاہ سید رئیس اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین خانقاہ میرانیہ، کھمبات، گجرات وسجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ، کچھوچھہ مقدسہ نے آپ کو خلافت سے سرفراز کیا، مفسر قران حضرت علامہ مبین الدین امروہوی، بحر العلوم علامہ عبدالمنان اعظمی اور شرف ملت حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیھم الرحمہ سے حدیث اور دیگر اورادو وضائف کی سندیں حاصل ہیں۔

مولانا اعظمی دور طالب علمی ہی سے قلم وقرطاس سے جڑ گئے تھے۔ اور نثر ونظم دونوں میدان میں زورآزمائی کی اور زمانۂ طالب علمی ہی سے آپ کے مضامین اور نعت ومناقب رسائل وجرائد کی زینت بننے لگے تھے۔ آپ کی تحریری خدمات میں ''ترجمۂ فتنۃ الوہابیہ'' ترجمہ التوسل بالنبی، ترجمہ صور من حیات الصحابہ، قادیانیت اور تحریک تحفظ ختم نبوت، شرح عربی المعلقات السبع، تحریک وہابیت اور نشان منزل گراں قدر عظمت کی حامل ہیں۔

سیر وتفریح، زیارتوں کا شوق، مطالعہ کتب، بزرگوں کے آستانوں پر حاضری ان کے خمیر میں شامل ہے عارفانہ مزاج رکھتے ہیں۔ رمضان المبارک کے موسم خیر میں ہر سال ایک ہفتہ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے آستانہ سے فیض اٹھاتے ہیں۔ اور شب برآت سرکار مخدوم سمناں کی دہلیز پر گزارتے ہیں۔ دو بار زیارت حرمین طیبین سے بھی شرف یاب ہو چکے ہیں۔ خندہ روئی، دل جوئی، نرم خوئی اور دین داری ان کی سرشت میں ہے۔ علم وفضل کے باوجود منکسر مزاج ہیں مگر تملق اور حاشیہ نشینی سے دور رہتے ہیں۔ تعمیری ذہن وفکر کے مالک ہیں۔ علمی، تحقیقی اور دینی کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی اور انکی ہر ممکن مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں ملی اور جماعتی وحدت کو منتشر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

مولانا فروغ اعظمی کو شعر گوئی سے فطری مناسبت ہے۔ اوئل عمر ہی سے شعر وشاعری کا پاکیزہ ذوق رکھتے ہیں اردو اور عربی دونوں انکی جولانگاہ فکر ہیں مگر انہوں نے کبھی شاعری کو ایک ذوقی مشغلہ نہیں

بنایا برابر طبع آزمائی نہیں کرتے کبھی احباب کی فرمائشوں کے احترام میں کچھ کہہ دیا، کبھی شاگردوں کی خواہشوں کی تکمیل میں کچھ لکھ دیا۔ اگر رشتۂ انہماک رکھتے تو آپ کے کلام درسگاہوں کی زینت ہوتے۔ ان ذخیرۂ سخن میں حمد و نعت، منقبت تہنیتی نظم، ترانہ اور کچھ غزلیں ملتی ہیں۔ انکی نعتوں کا مجموعہ ''نضیرحرم'' مرتب ہے مگر منتظر اشاعت ہے۔

نعت میں اس ممدوح کی عظمت شان بیان کی جاتی ہے۔ جن کی ہر خوبی کہنے کے مبالغہ کی محتاج نہیں۔ اس لیے نعت کہنے کے لیے فرط محبت اور جذبۂ عقیدت کے ساتھ مقام رسالت اور توحیدِ باری تعالیٰ کی کمال معرفت ناگزیر ہے۔ سیرت طیبہ پہ گہری نظر کے ساتھ واقعات وروایات کی صحت وضعف کا علم بھی لازم ہے۔ ضرع عقیدت فکر وفن کی گل کاری کے ساتھ ادب اور حد ادب کا عرفان بھی ضروری ہے۔ یعنی نعت نگاری میں احترام رسالت کے ساتھ تقاضے کی تکمیل بھی ہو۔ اور افراط وتفریط سے اجتناب بھی سچا عشق رسول اسی کا متقاضی بھی ہے۔

مولانا فروغ اعظمی ایک زبردست عالم دین ہیں قران وحدیث پر انکی گہری نظر ہے سیرت طیّبہ کا غائرانہ مطالعہ ہے۔ تاریخ اسلام پر گرفت رکھتے ہیں۔ ان کا محتاط قلم شریعت کی پاس داری بھی رکھتا ہے اور ادب و احترام کے تقاضوں سے شناسائی بھی۔ موزوں الفاظ، متین آھنگ اور شیریں اسلوب ہیں انکے اشعار دیکھیں ؎

ہمارے خانۂ دل میں کوئی مہمان آیا ہے
یہاں جلوؤں کا میلہ ہے یہاں رحمت کا سایہ ہے
خدا یکتا خدائی میں محمد مصطفائی میں
نہ میں نے ایسا پایا ہے نہ میں نے ویسا پایا ہے

☆

حرم کی سرزمیں جب سے بنی آرام گہ تیری
یہاں پیہم تیرے انوار کے چشمے ابلتے ہیں

☆

منزل عشق بھی یہی جادۂ عشق بھی یہی
نقش قدم حضور کا اپنا ہے رہنما فقط

☆

جو خدا سے ڈر رہے ہیں جو نبی پر مر رہے ہیں
انہیں کوئی غم نہیں ہے انہیں کوئی ڈر نہیں ہے

مولانا اعظمی کی نعتوں میں خلوص کی مہک، صداقت کی تابانی۔ عشق رسول کی جلوہ گری اور عجز و انکساری کے ساتھ مقناطیسی تاثیر پائی جاتی ہے اور دن بدن کلام فروغ کے کہکشاں کے حسن میں کشش بڑھتی جارہی ہے اور فکر وفن، سوز دروں اور زبان و بیان کے خصائص سے مالا مال ہو رہا ہے۔ انکا پہلا کلام نذر قارئین ہے ؂

بت کدے سنسان بت تنہا ملے — کعبہ کو جب حضرت والا ملے
رہ رو راہ محبت کو خدا — کب ملا ہے بے شہِ بطحیٰ ملے
حق تعالیٰ نے بنایا بے نظیر — کس طرح پھر آپ کا ہمتا ملے
اک زمانہ سے تھی دنیا منتظر — رہبری کے واسط آقا ملے
بن کے رحمت پیش آئے سب کے ساتھ — چاہے ان کو غیر یا اپنا ملے
دربدر کب تک پھریں گے نامراد — یا خدا ہم کو در مولا ملے
شہر یار اپنے کو سمجھونگا فروغؔ — ان کی کملی کا اگر ٹکڑا ملے

مذکورہ کلام پہلا ہونے کے بوجود اپنے آپ میں پر ہے۔ سلاست، روانی، شگفتگی، بندش کی آمیزش اور تخیل کی پاکیزگی سب کچھ موجود ہے۔ اب آنے والے اشعار کی روشنی میں ان کے شاعرانہ سفر کے ارتقائی منازل کو محسوس کریں۔

نعت کا سرچشمہ عشق رسول ہے اس والہانہ جذبے خالی نعت لفظی صنعت گری ہوسکتی ہے مگر روحانی کشش اور قلبی تاثیر سے خالی ہوگی۔ مولانا فروغ اعظمی کا دل عشق رسول کے پاکیزہ جذبات سے معمور ہے اس لیے ان کے کلام میں درد دل اشک ہجر شوق دید، سوز دروں اور درر سول کی تڑپ کی جھلکیاں ملتی ہیں، ملاحظہ ہو ؂

کریم السجایا جمیل الشیم ہو — نبی البرایا شفیع الامم ہو

☆

میرے دل میں مدینہ ہے مدینہ میں میرا دل ہے
تعلق ہے عجب محبوب کا اس کے ثنا خواں سے

☆

جبیں ہو چکی میری کعبہ کی جانب مرے دل کا قبلہ نبی کا حرم ہو
اگر یاد آئے تو بس یا دتیری اگر ہو کوئی غم تو بس تیرا غم ہو
مرا عشق لے جائے گا مجھ کو طیبہ اگر چہ مری راہ میں پیچ و خم ہو

سلاست، سادگی، متانت اور سنجیدگی کے ساتھ تمنائے دید کی تڑپ ملاحظ فرمائیں ۔

آپ نے اب تک نہ کوی بات ٹالی یا رسول
آپ سے میں آپ ہی کا ہوں سوالی یا رسول
میں نے پالی آپ کی گر ذات عالی یا رسول
دو جہاں کی میں نے پھر ہر چیز پالی یا رسول
طلعت زیبا سے چمکائیں مرا تاریک دل
تاکہ میں دیکھا کروں صورت جمالی یا رسول

☆

دل زنگار مرا چمکائیں یا رسول اللہ
پھر اس میں جلوۂ زیبا دکھائیں یا رسول اللہ

عجز و انکساری، امید شفاعت، وارفتگی، شوق، اعتماد کامل، قلبی التجا اور حسن طلب کی مثالیں دیکھیں۔

خطاؤ پر خطائیں کرتے جانا اپنی عادت ہے
طریقہ آپ کا کرنا عطائیں یا رسول اللہ
کس مپرسی کا اگر شکوہ کروں تو ہے غلط
آپ ہیں جب میرے حامی اور والی یارسول
کیوں فرشتے مجھکو پیشی کے لیے لے جائیں گے
حشر میں مل جائے گر دامان عالی یا رسول

☆

لرزتے کانپتے جب پل سے گزروں آپ کو دیکھوں
میں اپنے سامنے اور دائیں بائیں یا رسول اللہ

☆

بہت آسان ہے جینا بہت آسان ہے مرنا
اگر دل میں رسول اللہ کا سودا سمایا ہے

عاشق کو محبوب کی ہر شے سے عقیدت ہوتی ہے۔ مدینہ کو نسبت ہے سرورِ کونین ﷺ سے اس لیے یہاں کہ خاک عاشقوں کی آنکھوں کا سرمہ ہے۔ کلام فروغ کا بیشتر حصہ مدینہ کی تڑپ، مدینہ پہنچنے کی آرزو، اور دررسول پر نثار ہونے کا جذبہ لیے ہوئے ہے ؎

مدینے کی فضاؤں میں گزرے کاش کچھ گھڑیاں
جہاں غفران و رحمت میں ہر اک منظر نہایا ہے
فروغؔ اپنے مقدر میں کوی ایسا بھی دن آئے
کوئی زائر کہے آکر کہ آقا نے بلایا ہے
مدینہ اپنے گھر ہم کو بلائیں یا رسول اللہ
وگر نہ آپ تشریف لائیں یا رسول اللہ
مدینے میں مرا گھر ہو میرے دل میں مدینہ، ہو
حضوری کی کوئی حکمت لگائیں یا رسول اللہ

☆

مرے بال و پر جو ہوتے تو مدینہ جا پہنچتا
کوئی قرض مجھ کو دیدے مرے پاس پر نہیں ہے

☆

میرے گھر آپ آئیں آپ کے گھر میرا جانا ہو
یہی دستور الفت ہے تقاضائے رفاقت ہے

قسمت نے یاوری کی دررسول سے بلاوا آ گیا۔ سفر حج کی تاریخ آ گئی اس وقت آپ نے بڑے کیف آور اور وجد آفریں اشعار کہے ہیں ملاحظہ ہو ؎

خدا لائے جلدی سے جلدی وہ ساعت کہ طیبہ کی گلیوں میں میرا قدم ہو
مری بے کسی خود ہی ہو جائے بیکس اگر سامنے روضۂ محترم ہو
کھڑا اس طرح تیرے در پہ ہو مجرم ندامت سے سر خم ہو، آنکھ نم ہو
تشکر کے اشکوں کی جھڑیاں لگی ہوں مرا لب درودوں سے رشک ارم ہو

کروں عرض و معروض رو رو کے جب میں سماعت میں مصروف گوش کرم ہو
جبیں ہو جھکی میری کعبہ کی جانب مرے دل کا قبلہ نبی کا حرم ہو
مدینہ پہنچ کر میں واپس نہ آؤں جنازہ مرا خاک طیبہ میں ضم ہو
فروغؔ آئیے جلد چلئے مدینہ حیات گریزاں عجب کیا کہ کم ہو

ساری کائنات کے مرکز عقیدت کے روضے کی جالی پیش نظر ہے بے قرار دل کو تھام کر بھیگی پلکوں کے ساتھ شاعر بڑے پرسوز انداز میں استغاثہ پیش کر رہا ہے، پڑھئے اور اس پر کیف منظر میں کھو جائیے ؎

میرے آنسو کہ رہے ہیں آج دل کی ساری بات
سامنے ہے آپ کے روضے کی جالی یا رسول
تشنہ لب کو ڈھونڈھتا ہے آپ کا بحر کرم
میں لب دریا کھڑا ہوں لے کے پیالی یا رسول
طعنہ دیں گے ھند والے نقص الفت کا بہت
جاونگا میں گر یہاں سے ہاتھ خالی یارسول
ھند بھیجیں گر تو پھر میری لحد کے واسطے
اپنے قدموں میں جگہ رکھیں گے خالی یا رسول
نعت کہ لی اور سنا لی آپ نے در پہ فروغؔ
اب ہمیں چادر اڑھا دیں اپنی کالی یا رسول

آقائے کائنات ﷺ کا اسم مبارک ورد زبان بن جائے آپ کا عشق غزائے جان بن جائے تب ایسے دل پزیر اشعار نوک قلم سے مترشح ہوتے ہیں۔ یہ اشعار دل کی اتھاہ گہرای سے نکلے ہوئے ہیں جہاں آورد اور تکلف کا شائبہ بھی نہیں ہوتا پورا کلام آمد تسلسل اور بے پایاں عقیدت کی غمّازی کر رہا ہے۔

نعت کا اساسی عنصر مدحت رسول ہے اب سرکار کی ذات سے جو چیز منسوب ہے خوش اقبال شاعروں نے اسے بھی موضوع سخن بنایا ہے۔ آپ کے فضائل و کمالات، جود و سخا، اخلاق حسنہ، میلاد مصطفی گویا کہ سیرت کے تمام گوشے عنصر نعت میں شامل ہیں۔ اظہار عجز، احساس عصیاں، شفاعت رسول، یاد حبیب، ذکر مدینہ، تمنائے زیارت، حسن نبی یہ سب نعت کے اجزائیں۔ دن بدن ذہن وفکر کے دریچے کھلتے جارہے ہیں اور عناصر نعت وسیع سے وسیع تر ہوتے جا رہے ہیں۔

کلام فروغ میں تعظیم رسول کے ساتھ تعلیم رسول کا پیام حسن رسول کا کمال اور اتباع سیرت کی

دعوت بھی والہانہ انداز میں پائی جاتی ہے ملاحظہ ہو ؎

تقاضہ کر رہا ہے عہد حاضر ہر مسلماں سے
کہ اپنا لو پیام سیرت نبوی دل و جاں سے
نہ زہرہ سے نہ اختر سے نہ مہر ماہ تاباں سے
محبت ہے اگر کرنی کرو محبوب یزداں سے
بہت پوچھا فلک سے پھر بھی اس نے کچھ نہ بتلایا
کہو تصویر ہے اچھی کوئی تصویر جاناں سے
ادب ،عظمت ، محبت اور اطاعت کا سبق سیکھو
فروغؔ احمد رضا خاں قادری جیسے ثنا خواں سے

مولانا فروغ اعظمی کے مجموعۂ نعت عناصر نعت کی بہت سی جہتیں زبان و بیان کی سادگی ، روانی شستگی کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔استغاثہ کی صورت میں مندرجہ ذیل اشعار دیکھیں ؎

بلاؤں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے
چھڑائیں بے سہاروں کو چھڑائیں یا رسول اللہ
سنیں گے آپ منگتا کہ اسی امید میں ہر دم
لگا تا ہوں صداؤں پر صدائیں یا رسول اللہ

خیال کی ندرت ملاحظہ ہو ؎

حرم کی سر زمیں جب سے بنی آرام گہ تیری
یہاں پیہم تیرے انوار کے چشمے ابلتے ہیں

☆

وہ شہنشاہ ہیں مالک و مختار جہاں ہر کہ و ہر کو ہر وقت ہے حاجت ان کی
گھر فروغؔ آج مرا رشک جہاں لگتا ہے ہو نہ ہو باد صبا لائی ہو نکہت ان کی

زیارت حرمین طیبین کا منظر دیکھئے ؎

ارض مکہ پر جلال ربّ اکبر دکھئے پھر جمال مصطفیٰ طیبہ میں آکر دیکھئے
بارگاہ مصطفیٰ وہ بارگاہ ناز ہے خلد کی ساری بہاروں کو نچھاور دیکھئے

مولانا فروغ اعظمی کے کلام میں تلمیحی اشارے بھی ملتے ہیں ان کا تلمیحی رنگ بڑا گہرا اور معنی خیز ہوتا ہے

۔قران وحدیث، آثار صحابہ، تاریخ وسیر کے نقوش عکس اور جلوے جا بجا بکھرے ہوئے ہیں۔تلمیحی رمز سے پورا پورا واقعہ ذہن کے پردے پر منعکس ہوجاتا ہے ؎

خون کے پیاسے عمر نکلے مگر اک دعا میں آپ سے وہ آ ملے
بوصیری کو وسیلہ میں نے بنایا آقا بیمار جسم و جاں کو در سے شفا ملے

☆

ام اسماعیل دوڑی تھیں سفا مروہ پہ کب
آج بھی جاری ہے کچھ ایسا ہی چکر دیکھئے

☆

شان ان کی ورفعنا لک ذکرک سے عیاں
ان کے مولا نے بیاں کی ہے فضیلت ان کی
دینے ولا ہے خدا بانٹنے والے ہیں نبی
ان کا فرمان سمجھ مانگ وساطت ان کی

معراج سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔نعتیہ عناصر کا یہ معروف عنصر ہے۔شروع ہی سے شعرأ نعت نے اسے سرنامۂ سخن بنایا ہے بہت سے معراج نامے وجود میں آئے معراج پر بہت سے اشعار موزوں ہوئے اس کا رشتہ حب رسول سے ہے جو والہانہ عقیدت کو اجاگر کرتا ہے اس موضوع پر اردو شاعری میں نئی علامات، تشبیہات، استعارات اور اصطلاحت کا اضافہ کیا۔مولانا اعظمی کے کلام میں معراجیہ اشعار کم ہیں مگر اچھے ہیں ؎

رسولوں کی امامت کا شرف حاصل کسے ہوگا
فقط یہ تیرا رتبہ ہے، فقط یہ تیرا پایہ ہے
تری خاک قدم اہل نظر کی آنکھوں کا سرمہ
ترے تلووں سے آنکھیں حضرت جبرئیل ملتے ہیں

☆

معراج میں فلک پر ان کو کئی پیمبر کہہ کر کے خیر مقدم اور مرحبا ملے

شاعر چھوٹی بحر اور آسان لفظوں میں جب اپنے خیالات کو شعری پیکر میں ڈھالتا ہے تو اسے ’’سہل ممتنع‘‘ کہا جاتا ہے۔سہل ممتنع میں غزلیں اور نظمیں کہنا آسان ہے اس لیے کہ اس کی فضا وسیع اور

میدان فکر کشادہ ہے لیکن سہل ممتنع میں نعت کہنا بڑا مشکل ہے یہاں ایک حد ہے اس حد سے آگے بڑھنا اور نیچے اترنا دونوں صورتوں میں اپنے ایمان کو چیلنج کرنا ہے۔ مولانا اعظمی نے سہل ممتنع مین کئی نعتیں کہی ہیں اور عمدہ کہی ہیں ملاحظہ ہو ؎

مری شب بھی اب تو نہار ہے ہمہ دم گلوں کی بہار ہے
مرا دل نبی کا دیار ہے مرا دل نبی کا مزار ہے
تری بارگاہ ہے مری پنہ تری رحمتوں پہ مری نگہ
ترا شہر ہے اک عجب جگہ کہ جناں بھی جس پہ نثار ہے
تو کریم ہے تو رحیم ہے ترا لطف سب کو عمیم ہے
ترا خلق کتنا عظیم ہے تجھے دشمنوں سے بھی پیار ہے

☆

گھر ہو اللہ کا اور میں ہوں محو دعا واسطہ آپ کا یا رسول خدا
ان کو اللہ نے سب سے اچھا کیا ان کو اللہ نے سب سے اچھا کہا
ہمسری خاک طیبہ کی ممکن نہیں ہمسری ان کی کیسے کرے کوئی کیا
آپ کا جو ہوا وہ خدا کا ہوا آپ سے جو کٹا وہ خدا سے کٹا
اپنے بیمار پر اک نظر کیجئے دیجئے اپنے دامن کی ٹھنڈی ہوا
حق فروغؔ انکا کچھ ادا کیجئے ہر گھڑی کیجئے ورد صلّ علیٰ

مختصر یہ کہ مولانا فروغ اعظمی نعت کے ایک خوش مشق شاعر ہیں جنھوں نے تمام بہار یہ اصناف سے منھ موڑ کر نعت کے مقدس فن کو اپنا شعار اور مقصد حیات بنایا ان کی نعتوں میں احساس شعور کی بالیدگی کے ساتھ شستہ اور سلیس اسلوب میں سیرت طیبہ کے جزوی عناصر پائے جاتے ہیں۔ ان کے کلام بے پناہ عقیدت و محبت کے آئینہ دار ہیں وہ آسان لفظوں اور سلیس بحروں میں اعلیٰ خیالات پیش کرنے پر قدرت رکھتے ہیں ان کے کلام میں شریعت و شعریت کا حسن امتزاج ملتا ہے ان کی نعتوں میں موج طرب بھی ہے اور سوز باطن بھی ان کے شعری اجمال میں تہدار تفصیلیں ہیں جو قارئین کو محظوظ، مستفیض اور مستنیر کرتی ہیں۔

❁❁❁

مولانا وصال احمد اعظمی (یوپی)

نثار کریمیؔ ایک قادر الکلام شاعر

ضلع اعظم گڑھ (حال مئو) کا گھوسی قصبہ اپنی مذہبی، علمی اور ادبی خدمات کے اعتبار سے بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ علم و ادب کے اعتبار سے یہاں کی مٹی بہت زرخیز ہے، اس سرزمین سے ایسے بہت سے ادیب و شاعر، عالم اور دانشور اُبھرے جنہوں نے غیر معمولی شہرت ومقبولیت حاصل کی۔ حضور صدر الشریعہ، شیخ العلماء غلام جیلانی اعظمی، علامہ غلام یزدانی اعظمی، علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی، قاری محمد عثمان اعظمی، شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی، مولانا سمیع اللہ امجدی، مولانا حفیظ اللہ عاصم قادری، مفتی وکیل احمد اعظمی، نثار کریمی، مضطر اعظمی۔ اور عہد حاضر میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی، مفتی محمد مجیب اشرف رضوی، مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی، مولانا رضوان احمد نوری شریفی، مولانا بدر القادری مصباحی، مولانا افتخار احمد قادری، مفتی محمود اختر رضوی، ڈاکٹر شکیل اعظمی، اقبال اعظمی، ایسی شخصیات ہیں جنہوں نے علم و ادب کے مختلف شعبوں میں گرانقدر خدمات انجام دیں، اور جو مقدر ہستیاں باحیات ہیں وہ شب و روز علمی، دینی و ادبی خدمات بحسن و خوبی انجام دینے میں مصروف ہیں۔ بلاشبہ ان شخصیات نے قصبہ گھوسی کو شہرت ومقبولیت کے آسمان ہفتم پر پہنچا دیا ہے۔

والد محترم جناب نثارؔ احمد نثار کریمی صاحب اِس مردم خیز علاقے کے ایک گاؤں کریم الدین پور میں ۱۹۴۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ شمس العلوم سے حاصل کی۔ بعد ازاں جونیر ہائی اسکول گھوسی سے ۱۹۵۶ء میں مڈل پاس کیا۔ جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب کامل اور پھر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے انگریزی مضمون کے ساتھ پری یونیورسٹی کا امتحان بھی پاس کیا۔ خانگی ذمہ داریوں کی وجہ سے تعلیم کا سلسلہ زیادہ دنوں تک جاری نہ رہ سکا۔

۱۹۶۲ء سے شعر کہنا شروع کیا اور تا دم حیات اس صنف کی آبیاری کرتے رہے۔ حمد و نعت، منقبت، غزل، نظم اور قطعہ پر طبع آزمائی کی۔ صاحب فن شاعر یعقوبؔ اعظمی سے مشورۂ سخن کرتے رہے، چار مجموعہائے کلام آپ نے یادگار چھوڑے ہیں جن کے نام یہ ہیں: (۱) سیل نور (۲) سنگ ریزے

بولتے ہیں (۳) دھوپ کی چادر (۴) ضرب العباس۔ نعتوں کا مجموعہ ''سیل نور'' سنہ ۲۰۰۲ء میں آپ کی حیات ہی میں چھپ کر منظر عام پر آیا۔ تین انتہائی اہم مجموعے ہنوز منتظر اشاعت ہیں۔

جناب نثارؔ کریمی صاحب سیل نور میں عرض حال کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

''شعر و شاعری کے میدان میں تقریباً چالیس سال سے سرگرم ہوں حالات سازگار ہوتے تو غزلوں، نظموں کے کئی مجموعے بہت پہلے منظر عام پر آ چکے ہوتے، غزلوں کے دو مجموعے، نظم کا ایک مجموعہ مرتب کر چکا ہوں، چھپے نہ چھپے اس کی مجھے فکر نہیں، نعتیہ مجموعہ جسے میں حاصل زندگی سمجھتا ہوں آج آپ کے ہاتھوں میں ہے، میں مطمئن ہوں اس میدان میں ذکر رسول کے حوالہ سے پہچانا جاؤں بہت بڑی سعادت اور خوش نصیبی سمجھتا ہوں۔'' (سیل نور ص ۲۳)

حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی دام ظلہ آپ کی شاعرانہ صلاحیت کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''نثارؔ کریمی صاحب میرے ہم وطن بھی ہیں اور ہم مشرب و ہم مذہب بھی، بحمدہٖ تعالیٰ نعت گوئی کو انہوں نے شغل مذہبی کے طور پر اپنایا ہے۔ پیشہ و ناموری کے طور پر کوئی نعت نہیں کہی، ان کے اس اخلاص سے میں طویل عرصے سے ان سے متاثر ہوں، ان کی نعت گوئی تعقید و غرابت سے پاک ہوتی ہے ساتھ ہی آداب بارگاہ رسالت کا التزام بھی ملحوظ خاطر رہتا ہے، ان کے اشعار میں کافی حد تک جدت پسندی، بلندی فکر اور حسن تخیل کا امتزاج ملتا ہے۔ کہیں کہیں ان کے اشعار پڑھ کر استاذ فن ہونے کا گمان بھی ہوتا ہے ان کا مزاج شعر گوئی بالکل فطری ہے میں نے ان کے سیل نور کا بھرپور تو مطالعہ نہیں کیا لیکن جو حصہ پڑھا پسند آیا اور اسے شرع کے مطابق پایا میں دعا کرتا ہوں کی اللہ تعالیٰ ان کی کاوش نعت گوئی کو شرف قبول عطا فرمائے اور عامۃ الناس کے دلوں میں ان کی نعتوں سے ایمانی حرارت و تازگی پیدا فرمائے۔ (آمین)۔'' سیل نور ص ۹۔

مشہور محقق علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی نے ''سیل نور پر'' ایک مبسوط اور انتہائی وقیع مقدمہ تحریر فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں۔

''جناب نثارؔ کریمی صاحب موجودہ دور میں اسلاف کی صالح شعری روایت کے امین ہیں وہ پختہ مشق، قادر الکلام شاعر ہیں غزل، نظم اور نعت پر یکساں قدرت رکھتے ہیں شاعری میں ان کا لب و لہجہ باوقار اور سنجیدہ ہے ان کے کلام میں نظر کی وسعت، فکر کی گہرائی، حالات کی تلخی اور داخلی کرب کا اظہار بڑے سلیقے سے ہوتا ہے، نظموں میں ان کا جذباتی تیور قاری کو کافی متاثر کرتا ہے۔ امریکہ اور عراق کی

پہلی جنگ کے موقع پر انہوں نے متعدد نظمیں لکھیں جو اخبارات و رسائل میں خوب چھپیں اور انھیں بڑی دھوم دھام کے ساتھ پڑھا گیا ایک نظم کا ایک بند ملاحظہ ہو ؎

دشمن اسلام اٹھائیں حرم کی خاک پر
ایسا دل آزار منظر سرزمین پاک پر
آہ! کتنے زخم کھائیں ہم دل صد چاک پر
پاؤں اے صدام رکھ دے سینۂ سفاک پر
غم نہ کر فضل خدائے پاک تیرے ساتھ ہے
رحمت ذات شہ لولاک تیرے ساتھ ہے

اس نظم میں شاعر کا جذباتی تموج قاری کے دل کی دھڑکن بن جاتا ہے۔ واقعیت اور حقیقت پسندی نثارؔ کی شاعری کے بنیادی اجزاء ہیں، ان کی غزلوں میں زندگی کے تجربات و مشاہدات، شاہراہ حیات کے پیچ و خم اور زمانہ کی نامساعدت کی ترجمان نظر آتی ہے۔ نثارؔ نے گرد و پیش کے حالات کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور ان کے عوامل و محرکات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی غزلوں میں ماحول اور گرد و پیش کی تصویریں دکھائی دیتی ہیں اور ان کے اشعار اس زمانہ اور زندگی کی نمایاں تصویریں پیش کرتے ہیں وہ ایک حساس دل رکھتے ہیں اس لیے ان کے اشعار داخلی کیفیات و جذبات کا مرقع بن جاتے ہیں ؎

اپنی بربادی کا چپ چاپ تماشا دیکھو — سانس بھی لوگے تو غدار کہا جائے گا
تن سے اتار پھینک یہ کاغذ کا پیرہن — ایسا نہ ہو کہ آگ پہ چلنا پڑے تجھے
اٹھائی تیغ مگر ہم نے یہ ستم نہ کیا — کسی جھکے ہوئے سر کو کبھی قلم نہ کیا
بجھتے ہیں دیئے کتنے تیرگی کے پردے میں — تب کہیں ابھرتی ہے صبح جاں فزا کوئی
سرخرو پہونچے جو منزل پہ تو حیرت کیا ہے — ہم نے بھرپور چکائی ہے سفر کی قیمت
تنہائیوں کا غم ہی بھلا اس سے عذاب — ہو زندگی میں ساتھ کسی بے ضمیر کا
لوگ جھٹلاتے ہیں جب سچائیوں کو — مٹھیوں میں سنگریزے بولتے ہیں
اگر ہے کچھ میری قیمت تو اہل زر کو نہ بیچ — کسی غریب کے ہاتھوں میں دے ادھار مجھے
جینے والا اس عہد نو میں نثارؔ — گھر کو میدان کربلا جانے

(سیل نور ص ۱۶۔۱۵)

حضرت نثار کریمی صاحب کی فطری ذہانت اور ذہن رسا کی جولانیوں نے شاعر کے تمام گوشوں کو منور کیا ہے۔آپ جملہ اصناف سخن پر یکساں قدرت رکھتے تھے لیکن نعت گوئی کی طرف رجحان زیادہ تھا ،سب سے پہلے آپ نے نعت شریف کے اشعار کہے ہیں ڈاکٹر عاصم اعظمی لکھتے ہیں۔

''نثار کریمی نے شاعری کا آغاز نعت شریف سے کیا اور آج تک اس صنف میں مسلسل طبع آزمائی کرتے رہے ہیں یوں تو انہوں نے نظمیں،قطعات، منقبتیں اور سہرے سب کچھ لکھے مگر ان کی شاعری کا غالب عنصر نعت شریف رہا جس کی بنا پر ہم انہیں بنیادی طور پر نعت کا شاعر قرار دے سکتے ہیں چونکہ انہوں نے سب سے پہلے محبوب رب العلمین کی مدح میں زبان کھولی اور قلب و دماغ کی طہارت کے ساتھ اس کوچے میں قدم رکھا اس لیے دینی احساس اور حب رسول کے جذبات نے ان کے شعری سفر کو صالح دینی سخنوری کی منہاج سعادت سے آشنا کر دیا۔ان کی پہلی نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جن میں سیدھے سادے الفاظ میں قلبی احساس اور ارادت کی ترجمانی ہوتی ہے ؎

آج کی شب جو سویرا ہوتا　　کاش طیبہ کا نظارہ ہوتا
اللہ اللہ رے جدائی کا غم　　موت آجاتی تو اچھا ہوتا
آنکھ کھلتی جو دم صبح میری　　سامنے گنبد خضریٰ ہوتا

ڈاکٹر صاحب قبلہ نے والد محترم نثار کریمی کی نعتیہ شاعری کا جائزہ بڑے ہی دلکش انداز میں لیا ہے، ان کی شعر گوئی کی غیر معمولی قدرت کے شروع سے معترف رہے ہیں،حضرت نے والد صاحب کو بڑے قریب سے دیکھا ہے حضرت کی اس چشم کشا تحریر کو ملاحظہ فرمائیں۔

''مدحت پیمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نثار کریمی کا قلم اپنی جولانیاں دکھا تا ہے انھوں نے نعت کے روایتی مضامین وخیالات ہی کو باندھا ہے مگر حسن ادا اور لطافت بیان نے نیا آہنگ عطا کر دیا ہے قوت تخیل اور تعمق فکر کے ساتھ حبِ رسول کے جذبے نے ان کے اشعار کو فن کی بلندیوں سے ہمکنار کر دیا ہے اور وہ اسلوب بیان میں جدت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سارا عالم ہوا ایمان کی خوشبو سے نہال　　ایسے پھیلی میرے آقا کے بدن کی خوشبو
خوشبوئے زلف لوٹ رہی ہوائے خلد　　ماتھے سے چن رہی ہے پسینہ میرے رسول
منھ پھیر لیں تو موت بھی آئے نہ پوچھنے　　ورنہ نفس نفس کو نئی زندگی ملے
گر ہو نہ آپ کے لب و عارض کا تذکرہ　　غنچوں کو دل کشی نہ گلوں کو ہنسی ملے
انگلیوں سے نور کی پا کے اشارا نور کا　　بٹ گیا دو نور کے ٹکڑوں میں ٹکڑا نور کا

اس خاک پر ملتے ہیں جبیں چاند ستارے چنتا ہے گل باغ ارم خار مدینہ
ہے چاروں طرف بارش انوار الٰہی اللہ رے یہ شہر پر انوار مدینہ
اللہ اللہ مصطفٰی کا عکس روئے پر جمال بن گیا آئینہ ہر نقش نگار زندگی
زبان والو! کسی اور گفتگو میں کہاں مزہ جو ذکر شہ بحر و بر میں رکھا ہے
مہر و مہ بھکاری جلوئے حرم کے خاک رہ گزر چن رہے ہیں تارے
چاند ان کے آگے چاندنی بچھائے پھول بن کے برسیں آسماں کے تارے
ابھی تو جرأت عرض طلب کر بھی نہ پائے تھے کہ وہ دست سخا خود کاسۂ نادار تک پہنچا

(سیل نور، ۲۰ ی ر ۱۹)

حضرت مولانا محمد عاصم اعظمی قبلہ کا ایک مکتوب جو والد صاحب کے نام ہے نذر قارئین ہے۔

۲۳ را کتوبر ۱۹۹۱ء

محترم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سلام مسنون،

کئی دن سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں مگر نہ مل سکا ایک کام ہے وہ یہ کہ آپ مدرسہ فیض الرسول پر ایک نظم لکھ دیں اشعار زیادہ سے زیادہ دس ہوں جس میں علم دین کی اہمیت مدرسہ کی ضرورت اور فیض الر سول کی خدمات کی جھلکیاں پیش کر دیں۔ کل شام کو ملوں گا اس دوران یہ کام ہو جاتا تو بہتر تھا۔

والسلام
محمد عاصم اعظمی

تلاش بسیار کے بعد بھی وہ نظم نہیں مل سکی مگر مجھے یقین کامل ہے کہ والد صاحب نے ضرور لکھا ہوگا۔

والد گرامی آل انڈیا مشاعروں اور سالانہ جلسوں میں مدعو کیے جاتے تھے۔ گھوسی کے اطراف میں محفل میلاد پاک میں جب بھی بلائے جاتے تھے تو ضرور شرکت کرتے تھے۔ مبارک پور میں نعتیہ مشاعرہ ہوتا دعوت نامہ آتا تو ضرور تشریف لے جاتے۔

حضرت مضطرؔ مبارکپوری کا ۳۰ ر ستمبر ۱۹۸۹ء کا تحریر کردہ دعوت نامہ ملنے کے بعد والد صاحب نے مصرعہ طرح پر نعت پاک لکھ کر شرکت فرمائی۔

محترم .... سلام مسنون

انشاء اللہ مورخہ ۲۴ را کتوبر ۸۹ء بروز منگل بعد نماز عشا بزم احباب مبارک پور کا بسلسلہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طرحی نعتیہ مشاعرہ منعقد ہو رہا ہے آنجناب سے پر خلوص شرکت کی

استدعا ہے۔

امید ہے کہ بواپسی ڈاک اپنی منظوری سے مطلع فرمائیں گے۔

مصرع طرح ''ان کے کرم کی چھاؤں میں سب امتی ملے''

خیراندیش

مضطرؔ مبارکپوری

خواہش نہیں کہ سارے جہاں کی خوشی ملے
بس ہے یہ آرزو کہ رضائے نبی ملے

کچھ بھی نظر نہ آئے بجز جلوۂ رسول
یا رب میری نگاہ کو وہ روشنی ملے

جب تک ضیا نہ مہر رسالت عطا کرے
پیشانئ سحر کو نہ تابندگی ملے

منھ پھیر لے تو موت بھی آئے نہ پوچھنے
ورنہ نفس نفس کو نئی زندگی ملے

جب آگ بو رہی تھی قیامت کی تیز دھوپ
ان کے کرم کی چھاؤ میں سب امتی ملے

کیا کچھ نہ ہوگا ان کے فقیروں کے ہاتھ میں
جب ٹھوکروں میں تاج سر قیصری ملے

گر ہو نہ آپ کے لب و عارض کا تذکرہ
غنچوں کو دلکشی نہ گلوں کو ہنسی ملے

یا رب محبتیں ہو عطا چار یار کی
دل کو متاع الفت آل نبی ملے

تو عندلیب باغ مدینہ ہے اے نثارؔ
وہ گیت گا کہ روح کو بالیدگی ملے

محترم جناب محمد خلیل گوہر مبارکپوری نے والد محترم کی خدمت میں نام دعوت نامہ ارسال طرحی نعتیہ مشاعرہ میں شرکت کی گزارش کی ہیت کی تھی، ملاحظہ ہو۔

۹۲/۸۶/ک

۲۱/جولائی ۱۹۹۴ء

محترم نثار کریمی صاحب...........سلام مسنون

طالب خیر بخیر ہے بزم احباب مبارکپور کا سالانہ طرحی نعتیہ مشاعرہ امسال مورخہ ۱۸/اگست ۱۹۹۴ء بروز جمعرات منعقد ہورہا ہے دعوت نامہ حاضر ہے امید ہے کہ منظور نامہ جلد ہی عنایت فرمائیں گے۔

نیازمند

محمد خلیل گوہر مبارکپوری

مصرع طرح ’’ محمد کی غلامی شان سلطانی سے بڑھ کر ہے‘‘

اس مصرع طرح پر جو نعت پاک کہہ کر شرکت فرمائی تھی ملاحظہ ہو۔

رہ حق سے بھٹک جانے کا خطرہ ہے نہ کچھ ڈر ہے
نظر میری برابر نقش پائے مصطفی پر ہے

گناہوں کا سر میدان بھاری بوجھ سر پر ہے
تیرے ہاتھوں میں پیارے آبروئے اہل محشر ہے

شجر دوڑا چلا آیا تمہارے اک اشارے پر
تمہارا کلمہ گو بو جہل کی مٹھی میں کنکر ہے

گنہگارو! ہمیں کیوں پیاس تڑپائے گی محشر میں
ہم اس کے ہیں جو ساقی مئے تسنیم و کوثر ہے

وہی تو نعمتیں تقسیم کرتا ہے دوعالم کو
سر میدان خندق پیٹ پر باندھے جو پتھر ہے

تو ہی جانے کہ تھی سدرہ سے آگے کون سی منزل
تیری رفعت پہ پرواز پر جبریل ششدر ہے

اے طائف کی زمیں تو نے تو دیکھا ہے وہ منظر بھی
بدن ہے خون میں تر اور دعائے خیر لب پر ہے

جہاں پر خاکساروں کو میسر ہے سرفرازی
سلاطیں کی جہاں خم ہے جبیں وہ آپ کا در ہے

نثارؔ اعزاز جیتے جی یہ مل جائے تو کیا کہنا
محمد کی غلامی شان سلطانی سے بہتر ہے

ایک دعوت نامہ اور دستیاب ہوا تھا جسے جناب مضطرؔ مبارکپوری صاحب نے بھیجا تھا، ملاحظہ ہو۔

محترم نثارؔ کریمی صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تسلیم

طالب خیر بخیر ہے، بزم احباب مبارکپور کا سالانہ طرحی نعتیہ مشاعرہ امسال مورخہ ۱۵؍جولائی ۹۷ء بروز منگل درج ذیل مصرع طرح پر منعقد ہورہا ہے۔ امید ہے آپ اس میں اپنی شرکت کا منظوری نامہ جلد عنایت کریں گے۔ کافی دنوں بعد آپ سے گزارش ہورہی ہے، امید ہے اراکین مایوس نہیں ہوں گے۔

مصرع طرح: ''نبی کے ذکر سے عالم کو مشکبار کریں'' ق ر

طالب خیر مضطرؔ مبارکپوری

۲۴؍جون ۱۹۹۷ء

مندرجہ بالا مصرع پر پوری نعت پاک لکھی اور نعتیہ مشاعرہ میں شریک ہوئیملاحظہ فرمائیں۔

ہمیں بھی اپنے غلاموں میں وہ شمار کریں — کرم بس اتنا دوعالم کے تاجدار کریں
کرم سے خاک کے ذرے کو ذی وقار کریں — قدم وہ رکھ دیں تو صحرا کو لالہ زار کریں
پھرے نہ ان کی گلی میں اگر تو کچھ نہ کیا — طواف خانۂ کعبہ ہزار بار کریں
طلب کریں تو ہر اک شے خوشی خوشی گھر کی — نثار یار کے قدموں میں یار غار کریں
ہے آرزو کہ ترے شہر میں پہنچ کے کبھی — متاع دل کو تری راہ میں غبار کریں
ہر ایک سمت سے اٹھے صدائے صلّ علیٰ — نبی کے ذکر سے عالم کو مشکبار کریں
فراز عرش سے آئے صدا درودوں کی — ادھر سلام تجھے دشت و کوہسار کریں
یہ ربط ہے تو میسر ہے دیں بھی دنیا بھی — نبی کی آل سے رشتے کو استوار کریں
ہے آرزو کہ جہاں سے عطا ہوئی ہے نثارؔ — یہ کائنات دل و جاں وہیں نثار کریں

ہالینڈ سے مفکر اسلام علامہ بدر القادری صاحب قبلہ نے مصرع طرح بھیجا، مصرع طرح تھا۔

''کام کر جائے گی محشر میں شفاعت ان کی''

والد محترم نے نعت پاک کہی اور علامہ بدر القادری صاحب کے نام ایک خط تحریر فرمایا، خط کا مضمون ملاحظہ فرمائیں۔

مکرمی ! حضرت مولانا بدرالقادری صاحب قبلہ..........سلام مسنون !

۴؍رجون ۲۰۰۳ء کو طرحی نعتیہ مصرع موصول ہوا یاد آوری اور اس عنایت نامہ کا بہت بہت شکریہ۔ حکم کے مطابق نعت پاک کے چند اشعار کہنے کی جسارت کی ہے اس امید کے ساتھ کہ نعت پاک کے حوالے سے اس عظیم محفل پاک میں شرکت کی سعادت حاصل ہو جائے گی، چوں کہ دس جون تک کلام پہنچ جانے کی پابندی ہے اس لیے بہت ہی عجلت کے ساتھ اشعار کہے گئے ہیں، تاہم بہت محتاط ہو کر کہ نعت رسول کی بات ہے۔

ایک گزارش آپ سے یہ ہے کہ اگر ان اشعار میں کچھ تبدیلی کی ضرورت ہو تو آپ کو پورا اختیار ہے اسے درست فرمادیں کہ آپ ایک زبردست عالم دین اور عظیم شاعر ہیں، آپ کی باریک بیں نگاہیں جہاں تک دیکھ سکتی ہیں وہاں تک ہماری کم علمی اور ناقص معلومات پہنچنے سے قاصر ہے۔ بہر حال پھر ایک بار اس بے پناہ عنایت اور نوازش کے لیے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، امید کہ آپ بخیر ہوں گے ارکان محفل نعت سے سلام عرض کریں۔ شکریہ

فقط والسلام

آپ کا مخلص بھائی

نثارؔ کریمی ۷؍رجون ۲۰۰۳ء

اے گنہگارو! جو دل میں ہو محبت ان کی — کام کر جائے گی محشر میں شفاعت ان کی

موت بھی آ کے دم مرگ کرے کام اپنا — اور ہم پیار سے تکتے رہیں صورت ان کی

پائے گر حکم حضوری تو شجر دوڑ پڑے — چاند سورج پہ بھی چلتی ہے حکومت ان کی

جن کو حاصل ہوا آقا کی غلامی کا شرف — کون دنیا میں سمجھ پائے گا قیمت ان کی

دوش پر حضرت صدیق کے ہیں رحمت کل — اللہ اللہ! یہ قسمت شب ہجرت ان کی

سارے عالم کے لیے لطف و کرم ہے ان کا — سارے عالم کے لیے عام ہے رحمت ان کی

نور بھی ہیں وہ بشر بھی مگر اس کے آگے — ہے بس اللہ کو معلوم حقیقت ان کی

دیکھنا شان غلامان نبی حشر کے دن — بڑھ کے آئے گی قدم بوسی کو جنت ان کی

ہم کہاں جاتے نثارؔ اور کہاں کے ہوتے — ہم پہ ہوتی نہ اگر خاص عنایت ان کی

استاذ شاعر جناب یعقوبؔ اعظمی صاحب کی رحلت پر آپ نے رباعیات میں خراج تحسین پیش کیا تھا ملاحظہ ہو ان کی اس فن پر گرفت۔

دنیائے فکر وفن کا وہ یعقوبؔ اعظمی کردار کا بلند طبیعت کا صاف تھا
علم عروض میں نہ تھا اس کا کوئی جواب ہر صاحب کمال کو یہ اعتراف تھا
کہتے ہیں جس کو اہل سخن گلشن ادب اس بزم میں چراغ جلایا اسی کا ہے
آئے ہیں یہ اسی کی عنایت سے برگ و بار یہ شاخ شاخ پھول کھلایا اسی کا ہے
یہ سرفراز و خالد و عارف سے پوچھئے کیوں گلشن ادب کی فضائیں ہیں مشکبار
کس کو نہیں ملا ہے تری صحبتوں سے فیض اقرارؔ ہوں شریفؔ ہوں صوفیؔ ہوں یا نثارؔ

آپ کے وصال سے متاثر ہو کر آپ کے چھوڑٹے بھای جناب اقبالؔ اعظمی صاحب نے آپ کی بارگاہ میں اپنی دلی کیفیت کا اظہار کچھ اس طرح کیا ہے۔

بیادگار برادر مکرم جناب نثار کریمی صاحب مرحوم

نہ میرے دل سے کبھی جائے گا خیال اس کا ہے بھول جانا میرے واسطے محال اس کا
عروج پر تھی زمانے میں شاعری اس کی کوئی سخن میں تو دیکھے کوئی کمال اس کا
خوشی کے وقت بھی سنجیدہ غم میں بھی خاموش غم و خوشی میں بھی دیکھا ہے اعتدال اس کا
نبرد آزما وہ ظلمتوں سے رہتا تھا کہ ''سیل نور'' کا لشکر تھا بے مثال اس کا
نہ صرف یہ کہ وہ علم و ہنر کا حامل ہے متاع شعر کا حامل بھی ہے وصالؔ اس کا
خدائے پاک سے کرتا ہوں میں دعا اقبالؔ کہ رحمتوں سے رہے بھیگا بال بال اس کا

جناب نثارؔ کریمی صاحب کے برادر خرد محترم اقبالؔ اعظمی صاحب جو خود بھی ایک عظیم شاعر ہیں ایک پر مغز اور جامع مضمون ''محبت رسول ﷺ کا ترجمان شاعر نثارؔ کریمی اعظمی'' کے عنوان سے تحریر فرمایا تھا جس میں انہوں نے ان کی نعتیہ شاعر پر کچھ اس طرح اظہار خیال کیا ہے۔

''نعت گوئی کے ذریعہ شاعر حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اظہار کرتا ہے نعت کے معیار کو پر کھنے کے لیے اس میں صنائع بدائع اور فنی محاسن کی تلاش نہ کر کے یہ دیکھنا چاہیے کہ شاعر اپنے جذبۂ حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اظہار میں کہاں تک کامیاب ہے جدید لب ولہجہ اختیار کرنے کی فکر میں نعت کہیں اپنے معیار سے گر نہ جائے اس کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔

معیاری نعت وہ ہے جس میں شوکت الفاظ ،سنجیدگی، متانت، لطافت ،سلاست بلاغت، روانی سوز و گداز شیفتگی اور وارفتگی کے ساتھ شرع کا بھی پاس ولحاظ ہو اس تناظر میں دیکھا جائے تو نثارؔ کریمی ایک کامیاب نعت گو شاعر کے روپ میں ابھرتے ہیں۔''

مجموعی طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ جناب نثارؔ کریمی صاحب کے نعتیہ کلام میں وہ تمام اوصاف پائے جاتے ہیں جو معیاری نعت کے لیے ضروری ہیں۔

مولانا ڈاکٹر شکیل احمد صاحب اعظمی پرنسپل مدرسہ مدینۃ العربیہ دوست پور رقم طراز ہیں۔

''استاذ الشعراء حضرت نثارؔ کریمی ہندوستان کے شہرت یافتہ شاعر تھے، اسٹیج، ریڈیو اسٹیشن اور رسائل و جرائد کے ذریعہ زندگی بھر اردو ادب کی خدمت کرتے رہے، انھوں نے حمد، نعت، منقبت، غزل، نظم، سہرا اور قطعہ وغیرہ پر قابل التفات طبع آزمائی کی۔ ان کی نعتوں کا مجموعہ ''سیل نور'' شائع ہوکر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے، غزلوں اور نظموں کا مجموعہ بھی انھوں نے اپنی زندگی میں مرتب کرا دیا تھا جو ابھی تشنۂ طبع ہے۔ نثار کریمی کو فن پر الگ الگ گرفت حاصل تھی، اور صنعت شاعری کی رموز و اسرار سے بدرجۂ اتم واقفیت رکھتے تھے۔ وہ شعر کا تعاقب نہیں کرتے تھے بلکہ شعر ان کا تعاقب کرتا تھا، پیچیدہ سے پیچیدہ بحروں میں بھی وہ بہت شستہ اور شگفتہ شعر کہتے تھے۔ نعتیہ شاعری ان کا قلبی میدان تھا۔ گوشہ گوشہ حب رسول کے پاکیزہ جذبات سے معمور تھا۔ اسی عشق کی تسکین کے لیے وہ نعتیں کہا کرتے تھے۔ ان کی نعتیں از دل خیز و بر دل ریزد کی مصداق ہیں۔ وہ جو کہتے تھے دل کی گہرائی سے کہتے تھے اسی لیے اس میں مقناطیسی تاثیر پائی جاتی ہے۔ حضرت نثارؔ کریمی کے ذخیرۂ نعت میں سیرت طیبہ، معجزات رسول، اختیارات مصطفی تمنائے دید، شفاعت کبریٰ کے ساتھ مدینے کی تڑپ، درحبیب پر پہنچنے کی آرزو اور روضۂ رسول پر نثار ہونے کا جذبہ بڑے والہانہ انداز میں ملتا ہے۔ ان کی نعتوں میں تسبیح، تلمیح، مجاز مرسل، لف و نشر اور ایہام و ایجاز کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ نثارؔ کریمی تو اس دار فانی سے کوچ کر گئے مگر ان کی نعتوں نے انھیں آفتاب و ماہتاب کی زندگی بخش دی اور رہتی دنیا تک یاد کیے جائیں گے۔''

بنارس کے ایک قادر الکلام اور صاحب فن شاعر جناب جوہرؔ صدیقی نے والد محترم کے مجموعۂ کلام کا بڑی گہرائی کے ساتھ مطالعہ کر کے چار صفحات پر مشتمل ایک جائزہ پیش کیا ہے، جس میں جوہرؔ نے حضرت کریمی صاحب کی غیر معمولی شاعرانہ صلاحیت کا کھلے ذہن کے ساتھ اعتراف کیا ہے ایک اقتباس نذر کرتا ہوں۔

''نثارؔ کریمی صاحب کو میں نے دو چار نعتیہ مشاعروں میں دیکھا اور سنا ہے ان کی غزل یا اور کسی صنف سخن میں ان کا کوئی کلام سننے یا پڑھنے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا وہ کب سے مشق سخن فرما رہے ہیں اس کا کبھی مجھے علم نہیں البتہ ان کے مجموعہ غزلیات کو دیکھنے سے یہ اندازہ کر لینا دشوار نہیں کہ وہ اس راہ کے ابتدائی مرحلوں سے آگے بڑھ چکے ہیں۔ آج پہلی بار ان کی غزلیں میرے پیش نظر ہے جنھیں پڑھتے

ہوئے یہ بات بخوبی محسوس ہوتی ہے کہ اس شاعر کو شعور فن بھی ہے اور اسے برتنے کا سلیقہ بھی‘‘۔

مضمون کا اختتام آپ کے چھوٹے بھائی جناب اقبالؔ اعظمی صاحب کی ایک منقبت پر کرنا چاہوں گا جو انہوں نے ان کے وصال کے بعد ان کے اوصاف کو احساس کا جامہ پہنایا ہے میرے اپنے خیال میں ایک بھای کی عظیم شخصیت کو اس بہتر انداز میں حرز جاں نہیں بنایا جا سکتا ہے ملاحظہ ہو۔

منقبت در شان جناب نثارؔ احمد صاحب کریمی مرحوم

سجی ہے محفل یاراں کمی اسی کی ہے
چراغ گل ہے مگر روشنی اسی کی ہے

گزر چکا ہے وہ اس راہ سے بہت پہلے
مگر فضاؤں میں خوشبو ابھی اسی کی ہے

رواں دواں ہے جو یہ کارواں سوئے منزل
اسی کی بانگ درا رہبری اسی کی ہے

جیے جو حق کے لیے اور مرے بھی حق کے لیے
اسی کی موت ہے اور زندگی اسی کی ہے

ہو اس کی قبر پہ دن رات نور کی بارش
میرے خدا اسے حاجت ابھی اسی کی ہے

نثارؔ اس پہ ہے اقبالؔ یہ متاع حیات
متاع لوح و قلم دی ہوئی اسی کی ہے

❀❀❀

گوشۂ

علامہ عبدالرحمن نورالدین جامیؒ رحمۃ اللہ علیہ

یہاں اِک نگار ہے خیمہ زن   یہ حریم حُسنِ نگار ہے
یہاں محوِ جلوۂ سرمدی   وہ ہزار   رشکِ بہار ہے
یہاں قدسیوں کا نزول ہے یہ دلیل حسنِ قبول ہے
یہاں سورہا ہے وہ نازنیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عاشقِ زار ہے

(سید نفیس الحسینی نفیسؔ۔لاہور)

تنویر پھولؔ (نیویارک)

آفتابِ آسمانِ نعت مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی کی دو مشہور نعتیں

دنیائے نعت میں مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی کا نام خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ وہ ۱۴۱۴ء میں پیدا ہوئے اور ۷۸ سال کی عمر میں نومبر ۱۴۹۲ء میں وفات پائی۔ پندرھویں صدی کے صوفی شعراء میں وہ خاص مقام رکھتے ہیں۔ اُن کے مشہور شعری مجموعوں میں ''ہفت اورنگ'' اور ''تحفۃ الاحرار'' شامل ہیں۔ کون ہے جس نے اُن کی مشہورِ زمانہ یہ فارسی نعت نہ سنی ہو۔

و صلی اللہ علیٰ نورٍ کزو شد نور ہا پیدا
زمیں از حبّ اُو ساکن، فلک درعشقِ اُو شیدا

اور اللہ کی رحمت ہو اُس نور پر جس سے (تمام) نور پیدا ہوئے، زمین اُس کی محبت میں ساکن (زلزلے سے محفوظ) اور آسمان اُس کے عشق میں شیدا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ومحمود، وے را خالقش بستود
کزو شد بود ہر موجود، ازو شد دید ہا بینا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خالق نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور محمود کہہ کر کی ہے۔ ہر موجود شے سے جو فائدہ اور نفع حاصل ہو رہا ہے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے صدقے میں ہے یعنی ؎

جو کچھ ہے آسمان میں، جو بحر و بر میں ہے
سب کچھ جہاں میں صدقہء خیرالبشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہے

اور چشمِ بصیرت کی بینائی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے طفیل ہے۔

ازو در ہر تنے ذوقے، وزو در ہر دلے شوقے
ازو در ہر زباں ذکرے، وزو در ہر سرے سودا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہستی کے صدقے میں ہر تن کو (جینے کا) ذوق اور ہر دل کو شوق اور اشتیاق

نصیب ہوتا ہے۔ اُن ﷺ کی ہستی کی برکت سے ہر زبان کو ذکرِ الٰہی کی توفیق ملتی ہے اور ہر سر میں سودائے عشقِ حقیقی سماتا ہے۔

اگر نامِ محمد ﷺ را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ، نہ نوح از غرقِ نجّینا

اگر نامِ محمد ﷺ کا واسطہ نہ دیتے تو نہ آدم کی توبہ قبول ہوتی اور نہ نوح طوفان میں غرق ہونے سے بچتے۔

نہ ایوب از بلا راحت، نہ یوسف حشمت و جاہت
نہ عیسیٰ آں مسیحا دَم، نہ موسیٰ آں یدِ بیضا

نہ ایوب کو بلا سے نجات پا کر راحت ملتی، نہ یوسف کو جاہ و حشمت نصیب ہوتی، نہ عیسیٰ و مسیحائی کو ملتی اور نہ موسیٰ کو یدِ بیضا کا معجزہ ملتا۔

دوچشمِ نرگسینش را کہ مازاغ البصر خوانند
دوزلفِ عنبرینش را کہ واللیل اذا یغشیٰ

حضور ﷺ کی دو نرگسی آنکھیں ہمیں ''مازاغ البصر'' پڑھنے کو کہتی ہیں اور دو عنبریں زُلفوں کا کہنا ہے کہ ہم ''واللّیل اذا یغشیٰ'' پڑھیں۔

ز سرِّ سینہ اش جامی الم نشرح لک برخواں
ز معراجش چہ می پُرسی کہ سبحان الّذی اسریٰ

اے جامی! تو حضور ﷺ کے سینۂ اطہر کے راز کے بارے میں ''الم نشرح لک'' پڑھ لے اور اُن ﷺ کی معراج کی شان کا کیا پوچھنا کہ ''سبحان الّذی اسریٰ'' سے ظاہر ہے۔

مشہور نعت خواں قاری وحید ظفر قاسمی نے اِس نعت کو بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے جو انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

مولانا جامی کی یہ نعت بھی بہت مشہور ہے:

نسیما! جانبِ بطحا گزر کُن ز احوالم محمد ﷺ را خبر کُن

اے بادِ نسیم! جب تو شہرِ بطحا سے گزرے تو میرے حال کی خبر حضرت محمد ﷺ کو دے دے۔

توئی سلطانِ عالم یا محمد ﷺ! زِ رُوئے لطف سُوئے من نظر کُن

یا محمد ﷺ! آپ دو عالم کے سلطان ہیں، میری طرف بھی لطف و کرم کی نظر ہو۔

بہ بر ایں جانِ مشتاقم بہ آں جا فدائے روضہء خیرالبشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کُن
میری جان اس بات کی مشتاق ہے کہ وہ خیرالبشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضے پر فدا ہو جائے ۔
مشرّف گرچہ شُد جامی زِلطفش خدایا ! ایں کرم بارِ دگر کُن
اگرچہ جامی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس پر اُن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا لطف ہُوا، اے خدا! بارِ دگر یہ کرم کردے۔

ایک نعت گو شاعر نثار علی اجاگر نے اِس فارسی نعت کا منظوم اُردو ترجمہ اس طرح کیا ہے:

صبا ! پھر جانبِ بطحا گزر کر مِرے احوال کی اُن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خبر کر
تو ہی سلطانِ عالم ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! کرم اور لطف کی مجھ پر نظر کر

مِری مشتاق جاں اُس در پہ لے جا نثارِ روضہء خیرالبشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کر
یہ جامی لطف اُن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پاچکا ہے خدایا ! یہ کرم بارِ دگر کر

ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط (مہاراشٹر)

مولانا جامی کی نعت نگاری

ازمنۂ وسطیٰ کے فارسی ادب پر نظر ڈالی جائے تو دور سامانی میں ہمیں رودکیؔ کے علاوہ کوئی دوسرا اہم شاعر دکھائی نہیں دیتا، مگر اس نے نعتیں لکھ کر نور احمدی سے اپنی آنکھوں کو منور کرنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اگرچہ فارسی شاعری کے دور اوّلین کا ممتاز شاعر مانا جاتا ہے مگر تقدیسی شاعری سے اس کا بساط شاعری خالی نظر آتا ہے۔ عہد غزنوی تو فتوحات کا زمانہ ہے اور اسکی تاریخ جنگ وجدال اور میدان کارزار کے معرکوں سے بھری پڑی ہے۔ اس دور کے فارسی ادب میں قدمأ کے کارناموں کو بیان کرنے کی مختلف اصناف رائج تھیں۔ بالخصوص ''شاہ ناموں'' کے رواج سے فارسی میں محارباتی شاعری کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ فردوسیؔ کا ''شاہنامہ'' اسی زمانے میں منصۂ شہود پر آیا اور عوام الناس میں وہ مقبول بھی ہوا۔ فردوسیؔ نے جہاں بادشاہوں کی تاریخ بیان کرنے میں اپنا زور قلم صرف کیا ہے وہاں نعتیہ اشعار قلم بند کرنے میں اسکا قلم سست دکھائی دیتا ہے۔ البتہ سلجوقی دور میں صوفیائے کرام کی تحریک نے جہاں انسانوں کے دلوں پر محنت کر کے انکے اندرون کو سنوارنے کے جتن کئے وہاں گلستان شاعری کی تزئین کاری میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس زمانے کے مشہور شعرأ میں باباطاہرؔ، ابوسعید ابوالخیرؔ، سنائیؔ، نظامیؔ، خاقانیؔ، رومیؔ، سعدیؔ شیرازی، عراقیؔ، امیر خسروؔ وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔ یہ تمام شعرأ اس وقت کے مشہور صوفی خانوادوں سے جڑے ہوئے تھے اور سالکان تشنگان کو اپنی فارسی کے ذریعہ درس تصوف دیا کرتے تھے۔ اس سلاسل کے آخری شعرأ میں مولانا جامیؔ کا کلام متصوفانہ شاعری کا گل سر سبد مانا جاتا ہے۔

متصوفانہ شاعری میں نعت، روایتی نعت گوئی سے قدرے مشترک ہونے کے باوجود بعض مضامین میں اسکی فکری جہات ایک دم علاحدہ ہوتی ہیں۔ متصوفانہ نعتیہ شاعری میں مقام ومنصب رسالت کے مضامین ہوتے ہیں، تعلیمات نبوی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ سیر وشمائل بھی اس میں بیان کئے جاتے ہیں تو حیات مبارکہ اور معجزات وواقعات نبوت بھی انتہائی عقیدت کے ساتھ نعتیہ شاعری میں

شامل کر لیئے جاتے ہیں ۔مگر جہاں تک روحانیت کا متصوفانہ فکر و فلسفہ ہے وہاں شان نبوت کے بیان میں صوفیانہ طرز اور نعت کی روایتی اسلوب میں کافی فرق دکھائی دیتا ہے ۔اسی طرز فکر کی وجہ سے اردو فارسی کی نعتیہ شاعری میں ''میم کا گھونگھٹ'' ، ''احمد بے میم ''،'' مسئلہ امتناع النظیر''، ''مدینے کا پیا '' ،کملی والا ''،'' دیدار خداوندی سے مشرف''،''شہزادۂ لولاک''،'' آقا و مولیٰ''،'' بگڑی بنانے والا '' ،''ذات اوآل و آخر''،''ظاہر و باطن''،''عالم الغیب'' وغیرہ کی تراکیب کو اوصاف نبی ﷺ میں شمار کرلیا گیا ہے ۔بعض اوقات عقیدت کا یہ غلو حدودشریعہ کو پھلانگ جاتا ہے اور عقیدے کے مبالغہ میں شان الوہیت میں استخفاف کا پہلو نکل آتا ہے ۔اسی لیے اکثر عقیدت مندان رسول اور صوفی شعرأ نے حب رسول کے اظہار کے لیے اپنے نعتیہ کلام میں احتیاط برتی ۔جامیؔ کا شمار ایسے ہی محتاط شعرأ کے سلاسل میں ہوتا ہے۔

مولانا نورالدین جامیؔ فارسی ادب میں اپنی مثنویوں اور نعتیہ شاعری کے لیے معروف ہیں ۔وہ ۱۴۱۴ءمیں پیدا ہوئے اور ۱۴۹۵ءمیں دنیا سے رخصت ہو گئے ۔خسروؔ کی طرح انکا ادبی سرمایہ بہت سارا ہے ۔حضرت خواجہ عبیداللہ سے بیعت ہونے کے بعد جامیؔ نے علم وعرفان کے کئ مدارج طے کیے اور سالکان تشنہ گان کی علمی و روحانی پیاس بجھانے لگے ۔انکی نعتیہ شاعری کا خاص وصف یہ ہے کہ اس میں حب رسول کو حکمت وعرفان کے موتیوں سے جڑا گیا ہے ۔جامیؔ نے مضامین نعت میں ایسے نکتے نکالے ہیں کہ اہل دل کی زبانوں پر آفریں وشاباش کے کلمات اتر آتے ہیں ۔نعت کا یہ طرز انکی روحانی کیفیات کی غمازی کرتا ہے ۔انکی نعت نگاری کی اصل خوبی اس میں پائ جانے والی اضطراری ،مہجوری اور تضرع والحاح کی کیفیات کے ساتھ غم فراق رسول ﷺ اور حضوری کی تمنائے بے تاب والے مضامین کی افراط ہے ۔انہوں نے اپنی تخلیقات میں جہاں نعت کو جگہ دی ہے وہاں قصیدۂ بردہ کا فارسی میں منظوم ترجمہ بھی کیا ہے ۔انکا نعتیہ کلام علم وعرفان اور متصوفانہ مضامین کی وجہ سے بعض جگہ نہایت ادق محسوس ہوتا ہے ۔اور جب تک اسکی تشریح نہیں ہوجاتی وہ سمجھ سے بالاتر دکھائ دیتا ہے ۔انہوں نے اپنے نعتیہ اشعار میں بعض مضامین ایسے بھی شامل کر لیے ہیں کہ قاری معنوی تہوں کو کھولتے کھولتے حیرت میں ڈوب جاتا ہے ۔ذیل میں انکی نعت کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ۔

مطلع دیباچۂ ایں ابجد است پیش تریں حرف کہ در حمد است

نقطۂ وحدت چو قد افراختہ از پی احمد الفے ساختہ

کرد چو قطر آں الف مستقیم دائرۂ ہائ ہویّت دو نیم

نیمے از اں قوس جہان قدم   قوس دگر ممکن رو در عدم

(جامیؔ! تحفۂ ب احرار! کشمیری بازار، لاہور ص ۲۵)

نعت کے ان اشعار میں جامیؔ نے حضرت محمد ﷺ کی حقیقت مرتبہ اور وجود روحانی کو تمام امکانی مراتب پر مقدم مانا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے نام رسول ﷺ ''احمد'' میں حرف ''الف'' کی یوں تشریح کی ہے کہ ''احمد کا الف دیباچہ ابجد کا آغاز ہے۔ یہ الف وحدت کے نقطے کے سر سے نکلا ہے۔ اس الف نے ''ہویّت'' کے دائرے کی ''ہ'' کو قطر کی طرح دو نیم کر دیا۔ یعنی حرف ''ہ'' الف کی وجہ سے دو نیم (ہ) ہو گیا۔ اسکا ایک قوس جہان قدم دوسرا قوس عدم امکاں بن گیا۔ آخری شعر کے ان پیچیدہ معنی کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیائے فانی وجود میں آئی۔ یہاں جامیؔ کا اشارہ ''لولاک لما خلقت الافلاک'' کی جانب ہے، جس میں آپ کی بعثت کی وجہ سے کائنات کے پیدا کئے جانے کا ذکر ہے۔ جامیؔ آگے ارشاد فرماتے ہیں ؎

بود ز رخ شمع نبوت فروز   آب ندیدہ گل آدم ہنوز

رفعت از د منبر افلاک را   رونق از د خطبۂ لولاک را

جز پئے آں شاہ رسالت مآب   چرخ نزد خیمۂ زریں طناب

یعنی خدا نے آپ کے چہرے سے نبوت کی شمع روشن کی جبکہ ابھی آدم کی مٹی میں پانی نہ لایا گیا تھا۔ یہاں ''کنت نبیاً'' والی حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ جامیؔ آگے فرماتے ہیں کہ آسمانوں کے منبروں کو اسی سے مرتبہ ہے اور لولاک کے خطبے کو اسی سے رونق حاصل ہوئی۔ آسمان نے زریں طناب کا خیمہ شاہ رسالت مآب کی حاطر ہی گاڑا ہے۔ آگے شاعر کہتا ہے کہ طوبیٰ کی قامت آپ ﷺ کے قد کا ایک سایہ ہے اور سدرہ آپ ﷺ کی بزرگی کی شاخ کا ایک مقام ہے۔ آپ ﷺ کے کرم کے پیالے کی تراوش نہر سلسبیل ہے اور آپ ﷺ کے حرم کا پرندہ جبرئیل ہے۔ آپ ﷺ کی پیشانی نور مبین ہے۔

جامیؔ نے واقعۂ معراج کو بھی اپنی نعتوں کا موضوع بنایا ہے وہ کہتے ہیں کہ:

''معراج آپ ﷺ کی زندگی کے آفتاب کی ایک چمک ہے۔ وہ ایک رات صبح سے زیادہ خوش آئند اور دنوں سے زیادہ کامیاب تھی۔ اس رات کے گیسو سعادت کی خوشبو پھلانے والے تھے اور اسکی روشنی نور سعادت بڑھانے والی تھی۔ لطف کی بجلی اس رات میں درخشاں تھی اور عنایت کے بادل اس میں گہر فشاں تھے۔ وہ آقا جس کے دونوں جہاں غلام ہیں اس کی لازوال دولت نے اس رات یاوری

کی۔اس رات ملائکہ کی ولایت سے ایک قاصد بجلی صفت براق لایا،جس کا بدن سراسر نور تھا۔وہ اشہب شہاب ستارے کی طرح بلندی طے کرنے والا تھا۔اس کی رفتار کمان سے تیر نکلنے کی طرح تھی۔اس کا کودنا گویا مکان کے طے کر لینے کی دلیل تھی۔اس کے قدم سے نگاہ آگے نہ جاتی۔اس کا قدم کو رکھنا ہی تھا کہ وہ بیت المقدس پہنچ گیا۔

جامیؔ نے اس کے بعد تمام افلاک کے احوال بیان کئے ہیں۔اس معرجیہ نعت کی خوبی یہ ہے کہ اس میں علم نجوم کے دقائق کو بیان نہیں کیا گیا اور واقعات معراج کی شاعرانہ توضیح کو ترجیح دی گی ہے۔

جامیؔ نے ایک نعت میں نہایت اختصار اور اجمال کے ساتھ آپ کے معجزوں کا بھی ذکر کیا ہے۔یہ پوری نعت اشاروں کنایوں میں کہی گئ ہے۔جامیؔ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزے گنتی اور حد سے بڑھ کر ہیں۔گویائی کا کمر نبدان کا احاطہ نہیں کر سکتا۔شق القمر اور ردالشمس یا نواصب شمس کے متعلق جامیؔ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے خرقۂ ماہ چاک ہوا اور سورج تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہے۔قصر نبوت جب سے بلند ہوا نوشیرواں کا ایوان ٹوٹ گیا۔بادل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر چتر تانتے ہیں۔اور آفتاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چتر کا سایہ نشین ہے اس لیے کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں دیکھا ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ تو بس نور تھا۔نور۔سیاہ پتھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مٹھی میں تسبیح کرنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں سے سمندر موجزن ہو گیا۔جس سے ہزاروں بھوکوں اور پیاسوں کی بھوک اور پیاس مٹی۔درخت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے چل پڑا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب نے بکری کے گوشت کا لقمہ لیا تو لقمہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لبوں کے درمیان رو رو کر کہنے لگا کہ مجھے مت کھاؤ،مجھ،میں زہر ہے۔

ایک نعت میں جامیؔ بارگاہ رسالت میں التماس کرتے ہیں کہ۔

''اے یثرب کے خیمے میں سوئے ہوئے،اٹھ کہ مشرق و مغرب خراب ہو گیا ہے۔زمانے کو سرکشی سے نجات دے۔اسلام کو بیماری سے شفا دے۔مسیح مہدی کے پنگھوڑے کو آسمان سے نیچے لا اور دجاؔل کا سامان اس کے گدھے پر ڈال کر اسے عدم کی طرف لوٹا دے۔

ملک کی حکومت کو کمینوں سے چھین اور بیوقوفوں سے انکی جمع کردہ پونجی کھینچ لے۔بدعتیوں کو سنت کی راہ دکھا اور عبادت گاہوں کو رونق بخش دے۔مکر کرنے والوں کے لباس مکر کو پھاڑ ڈال اور فریبیوں کا خاتمہ فرما دے۔''

جامیؔ نے ایک نعت گنہگاروں کی شفاعت طلبی میں رقم کی ہے۔اس میں تضرع والحاح اوج پر دکھائی دیتا ہے۔شاعر کی بے بسی، بے کسی کے احساس میں اضطراب و بے قراری کی جھلک نمایاں ہے

۔نبی پاک ﷺ سے استمداداور شفاعت کی امید میں تڑپ بھی شامل ہے اوراسی اضطراری کیفیت کے ساتھ کہتے ہیں۔

'' میری طبع کی طوطی جو آپ ﷺ کی مداح ہے، آپ ﷺ سے ایک بات کی آرزو رکھتی ہے ۔گناہ نے میری راہ میں کانٹے ڈال دیئے ۔اے رسول خدا آپ ﷺ میری شفاعت کیجے۔تا کہ یہ بوجھ میری گردن سے گر جائے اور میرے گناہوں سے مجھے رہائی مل جائے تو میں گناہوں سے پاک ہوکر آپ ﷺ کی خاک چوموں اور اپنا منھ آپ ﷺ کی تربت مبارک پر رکھوں۔اے اللہ کے رسول ﷺ اس سخت غموں کی وجہ سے میرا قد خمیدہ ہو گیا ہے۔میں گنہگار آیا ہوں اور آپ ﷺ کے کرم اور شفاعت کا منتظر ہوں۔آپ ﷺ اپنی ہاتھ کی انگلی سے میرے گرد دائرہ کھینچ دیجئے تا کہ آسمان کی گردش سے میری حفاظت ہو جائے۔وہ دائرہ میرے لیے حفاظت کا قلعہ بن جائے اور زمانے کے مظالم اور آسمان کے خطرے سے میں محفوظ ہو جاؤں۔

مولانا جامیؔ کی مشہور تصنیف ''یوسف زلیخا '' بھی ہے۔یہ مثنوی صوفیائے کرام کے نزدیک تصوف کا گل سرسبد مانی جاتی ہے۔

مثنوی میں تمام عناصر ترکیبی موجود ہیں۔تحفۂ احرار کی طرح ''یوسف زلیخا'' میں نعت کا چہرہ مہرہ اور خیالات وافکار کم وبیش ایک جیسے ہیں، ہاں کہیں کہیں الفاظ، تراکیب واصطلاحات تبدیل ہوئے ہیں۔ جیسے دائرہ دو نیم ہوکر دائرہ میم کا دو قوس بن جانا وغیرہ، جہاں تک واقعۂ معراج کے نظم کرنے کا تعلق ہے تو جامیؔ نے وہی روایتیں نقل کی ہیں جو بالعموم رائج ہیں۔کہیں کہیں ان میں جدت پیدا کرنے کی سعی بھی کی گی ہے۔مثلاً جہاں براق کی تیز رفتاری کا ذکر ہے وہاں اسکی یہ صفات بھی بیان کی گئ ہیں کہ '' وہ ایسا گھوڑا ہے کہ نہ کسی نے اس کی باگ پکڑی اور نہ کسی کے پاؤں سے اسکی رکاب گھسی۔شاعر نے اس مثنوی میں امیر خسروؔ کی '' نہہ سپہر'' کی طرح اصطلاحات علم نجوم کا بھی مناسب استعمال کیا ہے اور عطارد، زہرہ، قمر، آفتاب، مریخ، مشتری اور زحل کی بخوبی خصوصیات کا لحاظ رکھ کر انکے اوصاف بیان کئے ہیں۔خسروؔ کی طرح '' نوافلاک '' کا تصور جامیؔ کی نعت میں بھی پایا جاتا ہے۔ساتویں آسمان کے سردار ''زحل'' کی مشکلیں آسان کرنے کے بعد آپ ﷺ کی سواری آٹھویں آسمان پر بنات النعش، ' پروین ' اور سر طائر ستاروں سے ملاقات کے بعد نویں آسمان پر پہنچتی ہے وہاں براق کی بجائے رفرف آپ کی سواری ہو جاتی ہے۔وہاں سے آپ ﷺ عرش معلیٰ پر پہنچتے ہیں۔یہ مقام 'لامکاں' ہے۔یہ ایسی جگہ ہے جس کے بارے میں کچھ کہا نہیں جاسکتا۔جامیؔ اسی لیے کہتے ہیں کہ '' تو گفتار کا قدم

اپنی حد سے باہر مت رکھ اور اس دریا سے جس کا کنارہ بے پایاں ہے، وہاں سے باہر نکل۔ اس جامے شہادت

جامیؔ کی ''سبحۃ الابرار'' بھی ایک مثنوی ہے۔ اس کے نعتیہ اشعار نہایت رواں ہیں اور خود سپردگی کی کیفیات سے مملو اشعار عشق رسول ﷺ کی شہادت دیتے ہیں ؎

اے قمر طلعت مکی مطلع مدنی مہد ، یمانی برقع
قاب قوسین عیاں ز ابرویت نقش ٗحم خم گیسویت

انکی مثنویات ''لیلیٰ مجنوں'' ''سلسلۃ الذہب'' ''خرد نامہ سکندری'' اور مثنوی سلاماں ، میں نعتیں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ انکی کلیات کی غزلوں میں بھی نعتیہ عناصر مل جاتے ہیں۔ ذیل میں جامیؔ کی چند مشہور نعتوں کے منتخب اشعار درج ہیں ؎

نسیما جانب بطحا گزر کن ز احو الم محمد را خبر کن
مشرف گرچہ شد جامیؔ زلطفت خدایا ایں کرم بار دگر کن

☆

ز مہجوری بر آمد جان عالم ترّحم یا نبی اللہ ترّحم
اگر چہ غرق دریائے گناہم فتادہ خشک لب بر خاک راہیم

☆

تنم فرسودہ ، جاں پارہ زِ ہجراں یارسول اللہ دلم پر درد آوارہ زِعصیاں یا رسول للہ
شب و روز از شکیبائی زِ حد گشتم تمنائی بخلوت سوئے من آی ُخراماں یارسول اللہ
زِ جام حب تو مستم بہ زنجیر تو دل بستم نمی گویم کہ من ہستم سخن داں یا رسول للہ
بوقت نزع در مانم ، رود از تن بروں جانم نگہ داری تو ایمانم زِ شیطاں یا رسول اللہ
چو بازوئے شفاعت را کشائی برگنہ گاراں ز دیدن خون دل ریزم فراواں یارسول اللہ

مذکورہ بالا نعتیہ اشعار میں جامیؔ کا تضرع ، فراق ، شوق ، حضوری ، دل رنجوری ، بے بسی ، خوف گناہ اور شفاعت کی آس تمام کیفیات جمع ہو گئی ہیں۔ حب رسول ﷺ ان اشعار میں چھلک پڑتا ہے۔ یقیناً جامیؔ کی نعتیہ شاعری کبھی بھی صرف نظر کا شکار نہ ہو گی اور حبِ رسول ﷺ کی یہ شمع دوسروں کو بھی روشن کرتی رہے گی۔

ڈاکٹر رضوان انصاری (لکھنؤ)

حضرت عبدالرحمن جامیؔ نادرِ روزگار شخصیت

سرزمین ھند جو عہد قدیم سے اہل تصوف اور اہل اللہ کی ضیا بار کرنوں سے روشن اور منور ہے اور یہاں کے باشندوں کے قلوب کو اپنے مواعظ حسنہ سے راہ مستقیم دکھا کر خدا اور رسول آشنا بنایا۔ ان میں خراسان، سمرقند، بخارا، بغداد اور ہرات جیسے مردم خیز مقامات کا کلیدی کردار رہا ہے۔ یہاں کے صوفیاے کرام رشد و ہدایت کا پیغام لیکر دنیا کے مختلف گوشوں کے ساتھ ھندستان میں بھی تشریف لائے۔ یہ صوفیاے کرام زیادہ تر فارسی زبان وادب کے شاعر اور نثر نگار ہوئے ہیں۔ حضرت سلطان الھند خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان سے منسوب یہ اشعار ضرب المثل ہو چکے ہیں ؎

شاہ است حسین بادشاہ است حسین

دین است حسین دیں پناہ است حسین

سر داد نہ داد در دست یزید حقا کہ بنائے لاالہ است حسین

بعینہ مولانا شیخ سعدی کا یہ شعر آپ اپنی مثال ہے ؎

لا یمکن الثنأ کما کان حقه بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تصوف، صوف سے مشتق ہے جس کے معنی پشمینہ پہننا یعنی اون کا کمبل اوڑھنا۔ یہ عربی ہے۔ اصطلاح میں خواہش نفسانی سے پاک ہونا، ہر شے میں جلوۂ الٰہی کا مشاہدہ کرنا۔ ایسے حضرات صوفی کہلاتے ہیں۔

جب فاتح کی حیثیت سے اہل عرب، ایران آئے تو ان کے بود و باش اور مذہبی نیز غیر مذہبی رسم و رواج اہل ایران نے قبول کیے۔ انہیں میں تصوف بھی ہے۔

تصوف کی جانب لوگوں کے رجحان دو وجوہات سے پائے جاتے ہیں۔ ۱۔ حالات ۲۔ ماحول۔ ایران کے ملکی حالات اکثر پر تسدّد اور انقلابات سے گزرے ہیں۔ ان حالات میں ملک کے حساس طبقے کا ذہنی وفکری رجحان تصوف کی جانب مایل ہونا امر لازم ہے۔ اسکی مثال اردو میں دلّی کا دبستان

شاعری ہے۔ چونکہ شاعر ایک حساس فکر وشعور کا مالک اور معاشرہ کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس لیے شاعر کا کلام ملک وقوم کا ترجمان بن جاتا ہے۔ اس سلسلے میں میر تقی میرؔ اور خواجہ میر دردؔ دہلوی کا ایک ایک شعر بات کی وضاحت کے لیے درج کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو ؎

شہا کہ کحل جواہر تھی خاک پا جن کی
انھیں کہ آنکھوں میں پھرتی سلائیاں دیکھی
(میرؔ)

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا
(خواجہ میر دردؔ دہلوی)

زیر نظر مقالہ فارسی زبان و ادب کے عظیم المرتبت اور بزرگ ترین صوفی شاعر حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؔ کی حیات اور شاعری پر مبنی ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن را زمشک وگلاب ہنوز نام تا گفتن کمال بے ادبی است

☆

ز مہجوری بر آمد جان عالم
ترحّم یا نبی اللہ ترحّم

متذکرہ بالا اشعار کے خالق مولانا جامیؔ ہی ہیں۔ نویں صدی ہجری کی ایران کی ممتاز ترین شخصیتوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو ان میں سب سے زیادہ جاذب نگاہ مولانا جامیؔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی نظر آتے ہیں۔ آپ جس مرتبہ کے شاعر ہیں اس سے بلند تر مرتبہ کے عالم اور صوفی کامل ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنے زمانۂ ظاہری میں صرف خراسان اور ایران ہی میں شہرت اور مقبولیت حاصل نہیں کی، بلکہ افغانستان وھندستان، ماورالنہر وایشیائے کوچک اور دیگر دور دراز کے مما لک میں بھی وہ مقبولیت حاصل کی کہ جس کا جواب نہیں۔ ہر صوفی اور عالم ان کے اشعار واقوال پر سر دھنتا ہے۔

آپکا اسم گرامی عبدالرحمن، لقب نورالدین اور تخلص جامیؔ ہے۔ یہ خراسان کے ایک چھوٹے سے قصبہ جام میں ۲۲ رشعبان ۸۱۷ھ مطابق ۷ رنومبر ۱۴۱۴ء کو بوقت عشا پیدا ہوئے۔ انکا سلسلۂ نسب امام محمد شیبانی تک پہنچتا ہے۔ جو اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم، زاہد اور مجتہد ہوئے ہیں۔ ان کے والد نظام الدین احمد بن محمد الدمشقی تھے، جو نہایت عابد ومتقی ہوئے ہیں۔

ابتدائی تعلیم اپنی جائے ولادت جام میں حاصل کی ۔ پھر فقہ، حدیث اور تفسیر وغیرہ علوم وفنون کی اعلیٰ تعلیم کے لیے ہرات، مشہد اور بغداد جیسے مرکز علوم کا سفر کیا۔ معقولات ومنقولات میں کمال تامّہ کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوے ۔ چنانچہ اس وقت کے عظیم المرتبت روحانی دنیا کے بزرگ صوفی شیخ سعدی کاشغری کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے ۔ شیخ موصوف نے اپنے مرید کی پیشانی کو نظر باطنی سے پڑھا اور بقول سعدی شیرازی ؎

بالائے سرش ز ہوش مندی می تافت ستارۂ بلندی

اپنے روحانی بیٹے کی ایسی تربیت فرمائی کہ مولانا جامیؔ علیہ الرحمہ اپنے پیر طریقت کے پردہ فرمانے کے بعد سجادہ نشین قرار پائے۔

مولانا جامیؔ علیہ الرحمہ نے اپنی تاریخ ولادت کے ضمن میں یوں کہا ہے ؎

بسال ہشت صد و ہفدہ ز ھجرتِ نبوی کہ زد ز مکہ بہ یثرب سرا وقات جلال
ز اوج قلہ پردازگاہ عز وقدم بدیں حضیض ہواں ست کردام پروبال

آپ نے اپنا تخلص جامیؔ اختیار کرنے کے بارے میں فرمایا کہ ؎

مولدم جام ورشحہ قلم جرعہ جام شیخ ا لاسلامی است
لا جرم در جریدہ اشعار بدو معنی تخلصم جامیؔ است

رب العالمین نے مولانا جامیؔ علیہ الرحمہ کو دار فانی کی کل ۸۱ رسال کی زندگی عطا فرمائی تھی ۔ انہوں نے ساری عمر علمی، ادبی اور عرفانی خدمات میں بسر کی ۔ انکی پوری زندگی تین ادوار میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔

دور اوّل ۔ حصول علوم وفنون کا زمانہ۔ جو زیادہ تر ہرات میں اور سمرقند میں گزرا۔ اس عہد کے ان کے مشہور ومعروف اساتذہ میں خواجہ علی سمرقندی اور قاضی زادہ رومی وغیرہ کے اسمائے گرامی خاص ہیں۔

دور دوم ۔ یہ زمانہ تصنیف وتالیف پر مشتمل رہا، مگر اس دور میں زیادہ تر غزلیات وقصاید پر توجہ مرکوز رہی۔

دور سوم ۔ یہ آپکی زندگی کا سب سے اہم اور انقلاب آفریں رہا ہے ۔ بلکہ پختہ شعور اور عرفان و تصوف کا زمانہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ اسی زمانے میں مولانا باقاعدہ سلسلہ نقش بندیہ میں داخل ہوئے اور خواجہ سید بہاء الدین عمر بخاری رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۸۵۲ ھ) کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوکر عرفانی و روحانی فیوض وبرکات سے مستفیض ہونے کا شرف حاصل کیا۔ سید صاحب اپنے دور کے بہت بڑے

عالم و عارف باللہ اور صاحب عرفان بزرگ تھے۔جن کی بزرگی کا شہرہ دور دور تک تھا اور شاہان وقت انکی عظمت کے قایل اور علم و عرفان کے معترف تھے۔ان کے علاوہ خواجہ احرار (وصال ۸۹۵؁ھ) اور مولانا سعد الدین کاشغری (وصال ۸۶۰؁ھ) سے بھی مستفیض ہوئے۔ان تینوں عارف باللہ بزرگوں نے مولانا جامیؔ رحمۃ اللہ علیہ کو کندن سونا بنا دیا۔

مولانا عبدالرحمن جامیؔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عرفانی زندگی پر روشنی دالتے ہوئے ڈاکٹر راضا زادہ شفق رقم طراز ہیں۔

''بچپن میں جامیؔ اپنے والد کے ساتھ ہرات آئے۔اس کے بعد سمرقند تشریف لے گئے۔ یہ مقامات اس زمانے میں اسلامی علوم اور ایرانی ادب کے مرکز بنے ہوئے تھے۔آپ نے یہاں علم ادب کی تحصیل کی اور دینی علوم و ادب و تاریخ میں کمال حاصل کیا۔اس کے بعد آپ نے عالم عرفان میں قدم رکھا۔اور سیر وسلوک کی دنیا میں پہنچ گئے محمد بن محمد کاشغری،خواجہ علی سمرقندی اور قاضی زادہ رومی جیسے استادوں اور مرشدوں کی پیروی شروع کی۔اسی طرح آپ نے ریاضت کے راستے پر قدم رکھا۔روز بروز معنوی مقامات میں ترقی کرتے گئے۔ یہاں تک کہ طریقۂ نقشبندیہ (جس کے موسس حضرت بہاء الدین نقش بند ہوئے ہیں) کے مرشدان کامل میں شمار کئے جانے لگے۔چنانچہ نقشبندی خلیفہ سعد الدین کاشگری کی وفات کے بعد اس طریقہ کی خلافت آپکو ملی۔آپ اپنے زمانے ہی میں مشہور عوام و خواص ہو چکے تھے۔'' (تاریخ ادبیات ایران،ص ۴۲۷)

جیسا کہ ماقبل تحریر کیا جا چکا ہے کہ مولانا جامیؔ علیہ الرحمۃ والرضوان اس دنیائے فانی میں کل ۸۱ر سال زندہ رہے چنانچہ آپکا وصال ۱۸ر محرم ۸۹۸؁ھ مطابق ۹ر نومبر ۱۴۹۲؁ء بروز جمعہ بوقت اذان جمعہ بمقام ہرات میں ہوا۔اور اپنے استاذ پیر طریقت اور خسر مولانا سعد الدین کاشغری کے مزار شریف کے پہلو میں خواب سرمدی میں آرام فرمانے لگے۔مولانا جامیؔ علیہ الرحمہ والرضوان کی رحلت اور اس سے قبل کا آنکھوں دیکھا حال ان کے شاگرد رشید مولانا رضی الدین عبدالغفور کچھ اس طرح رقم طراز ہیں۔

''معلوم ہوتا تھا کہ زندگی کے آخری دنوں میں مولانا جامیؔ کو اپنے سفرِ آخرت کی اطلاع ہو گئی تھی۔چنانچہ برابر وہ اُس کا تذکرہ فرماتے رہتے تھے۔اور جدائی کے متعلق مختلف اوقات و مواقع پر اشارات کرتے رہتے تھے۔اِس دوران میں اکثر یہ اشعار ان کے وردِ زباں رہے۔

دریغا کہ بے ما بسے روزگار　　بروید گل وبشگفتد بہار

بسے تیر و دے ماہ دارو بہشت　　بیاید کہ ما خاک باشیم وخشت

اِنتقال سے تین روز قبل حاضرینِ صحبت میں سے ایک صاحبِ عرفان کو مخاطب کر کے فرمانے لگے ۔ گواہ رہنا کہ ہم کو اب کسی سے کوئی بھی دل بستگی نہیں رہی ہے ۔ آخر ۱۸ ر محرم بروزِ جمعہ صبح چاشت کے وقت آثارِ رحلت ظاہر ہونے لگے ۔ لوگوں نے آیۃ الکرسی اور سورہٗ یٰسین پڑھنا شروع کی کچھ دیر بعد خود ہی فرمانے لگے ''ہم چنیں'' گویا کسی نے اُنکو کسی بات کی خبر دی ہے جو بِالکل جواُنکی مرضی کے مطابق ہے ۔ پھر آپ نے نماز کا قصد کیا اور باقاعدہ ہاتھ باندھ کر ''**وجّہت وجھی للذی**'' با آواز بلند کہا اور دو رکعت نماز شروع کر دی ۔ پہلی رکعت میں **قل یاایّہا الکافرون** پڑھی اور دوسری میں **قل ھو اللہ احد** ۔ پڑھی کسی قسم کی بے چینی یا پریشانی کے آثار چہرے سے ظاہر نہ ہوتے تھے ۔ جیسے ہی موذن نے نمازِ جمعہ کی اذان دی آپکی روح دارُ البقاءٗ کی طرف پرواز کر گئی'' (حاشیہ نفحات الانس)

حضرت مولانا عبد الرحمن جامیؔ علیہ الرحمہ والرضوان کی تدفین دوسرے روز یعنی سنیچر کو ہوئی ۔ بادشاہِ وقت ابولغازی سلطان حسین بہادر خاں ، شاہزدگان ۔ امرأوزرأ اور بزرگانِ زمانہ نے بڑے شوق و احترام کے ساتھ شرکت کی ۔

مولانا جامیؔ علیہ الرحمہ کا مزار پاک ہرات کے شمال مغرب میں تین کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے ۔ اُن کے مزارِ شریف کی تعمیر و تزئین میں بادشاہِ وقت کے ساتھ اُن کے بعد امیر حبیب اللہ خاں اور احمد شاہ بابا وغیرہ نے خُصوصی دلچسپی لی ۔ مولانا علی جامیؔ علیہ الرحمہ کا مزارِ اقدس عصر حاضر میں بھی مرجع خلائق خاص و عام ہے ۔ ہرات اور ارد گرد سے بندگانِ خدا شنبہ کے روز مزارِ اقدس پر حاضر ہو کر فیض یاب ہوتے ہیں اُنکا خیال ہے کہ ؎

ہر کہ آید یوم شنبہ در طوافِ مولوی
ہر طوافِ مولوی ہفتاد حجِ اکبر است

آپکی تاریخ رحلت مندرجہ ذیل قران کی آیت سے نکالی گئی اور قطع میں یوں کہا گیا ہے ؎

جامی کہ بود مائل جنت مقیم گشت
فی روضۃ مخارۃ ارضُھا السّماأ
کلکِ قضا نوشت رواں بر درِ بہشت
تاریخہٗ و من دخلہ کان آمن
۱ سنہ ۸۹۸ھ

یہ قطعہ تاریخ آپکی مزارِ پاک پر کندہ ہے ۔

حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؔ علیہ الرحمہ جس دن سے حضرت خواجہ سید بہاالدین عمر بخاری نقشبندی کے سلسلۂ طریقت میں داخل ہوکر حضرت مولانا سعداللہ بن کاشغری سے مرید ہوکر ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے اُس دن سے ان کے دل کی دنیا ہی بدل گئی ۔اور سلوک وعرفان نیز تصوف کے راہ پر گامزن ہوگئے۔ حضرت مولانا جامیؔ علیہ الرحمہ نے راہِ تصوف کیوں اختیار کیا۔ اُس کے متعلق روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں ؎

زِدم قدم بصفِ صوفیانِ صافی دل
کہ نیست مقصد شان از علوم جزٔ اعمال

دنیا میں صوفی کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ پانی میں بطخ جس طرح بطخ پانی میں رہتی ہے۔ لیکن پانی اس کے پروں کو پرواز سے نہیں روک سکتا۔ اسی طرح صوفی دنیا میں رہتے ہوئے بھی علایق دنیوی سے آزاد رہتا ہے۔ مولانا عبدالرحمن جامیؔ علیہ الرحمہ نے عرفان کی وہ منزلیں طے کرلی تھیں جن کے بعد وہ حضرت مولانا سعدالدین کاشغری کے محبوب بن گئے تھے۔ وہ دنیا کی حقیقت سے بخوبی واقف تھے۔

وہ سمجھتے تھے کہ انسانی زندگی کا ہر لمحہ مشیتِ ایزدی کا تابع ہوتا ہے۔ اور اِس میں ردوبدل کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ اِنسان دست قدرت میں محض ایک کھلونا ہے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ آفتابِ حقیقت کی منزل بہت بلند ہے اور اس تک اس وقت رسائی ہوسکتی ہے جب انسان دونوں جہانوں سے گزر جائے۔ مولانا سمجھتے تھے کہ بندگی نفس سے نجات تزکیۂ باطن کے لیے ضروری ہے اور جب نفس کی غلامی سے نجات مل جاتی ہے تو عارف کو ہر شے میں جلوۂ الٰہی نظر آتا ہے۔ فہم وادراک انسانی حقیقت ازلی اور ذات الٰہی کا حصار نہیں کرسکتی۔ دنیا بے حقیقت شے ہے اور ذات الٰہی کے ماسوا جو کچھ بھی ہے اس کی حیثیت سراب سے زیادہ نہیں۔ عقلمند وہ ہے جو ان سے دل نہیں لگاتا۔ مولانا عبدالرحمن جامیؔ علیہ الرحمہ نے اِن خیالات کا جابجا اپنے کلام میں اِظہار کیا ہے۔ اور اُنکا خُلوص اِظہار اِس بات کا شاہد ہے کہ جن کیفیتوں کو اُنہوں نے بیان کیا ہے وہ اُن سے گزر چکے ہیں۔ اپنے اِن عارفانہ خیالات کے اِظہار میں بھی نُدرتِ فکر سے کام لیا ہے۔

مولانا عبدالرحمن جامیؔ علیہ الرحمۃ والرضوان فنا فی اللہ والرّسول تھے۔ وہ عشق رسول ﷺ میں سرشار رہا کرتے تھے۔ وہ غمِ جُدائی میں ماہیِ بے آب کے مثل بے چین وبے قرار رہتے تھے۔ چنانچہ اپنے دل کی کیفیت کا اِظہار یوں کرتے ہیں ؎

تنم فرسودہ جاں پارہ زہجراں یارسول اللہ ﷺ
دلم پژمردہ آلودہ زعصیاں یارسول اللہ ﷺ

چوں سوئے من گزر آری من مسکیں ز ناداری
فدائے نقشِ نعلینت کنم جاں یا رسول اللہ ﷺ
ز جامِ حبّ ِ تو مستم بہ زنجیر تو دل بستم
نمی گویم کہ من ہستم سخن داں یا رسول اللہ ﷺ

مولانا عبدالرحمن جامیؔ علیہ الرحمہ کی شخصیت جامع الصفات تھی۔ وہ بیک وقت مختلف علوم وفنون میں کمالِ تامہ رکھتے تھے انکی تصنیفات تقریباً ایک درجن ہیں جن مین زیادہ تر تصوف اور عرفان پر مبنی ہیں۔ چند کا ذِکر اِجمالی طور سے کیا جارہا ہے۔

ا۔ نفحات الانس۔ یہ معرکۃ الآرا تصنیف اولیائے کرام کے تذکرہ پر مستمل ہے جو ۸۸۳ھ میں تالیف ہوئی۔ آغازِ کتاب میں تصوف کے موضوع پر بہت بسیط بیان ہے۔ اولیائے کرام کے حالات تاریخی ترتیب سے تحریر کئے گئے ہیں زبان نہایت سلیس و رواں ہے۔

اِس کتاب کی اصل محمد بن حسین سلمی نیشا پوری متوفی ۴۱۲ھ کی عربی کتاب ''طبقات الصوفیہ'' ہے۔ مولانا عبدالرحمن جامیؔ علیہ الرحمہ نے امیر علی شیر نوائی کی فرمائش پر اِسے نئے سرے سے فارسی ادب کی شکل دی۔ جس میں کل ۶۱۴ علمائے صوفی اور اولیا کا تذکرہ ہے۔ اور اپنے زمانے تک کے اولیا و صوفی شعرا کو جگہ دی ہے۔

۲۔ شواہد النبوہ۔ یہ کتا ۸۸۵ھ میں مکمل ہوئی۔ اِس میں حضور سرورِ دو عالم ﷺ کے مقاماتِ ارفع واعلی اور صحابۂ کرام کے حالات ہیں۔

۳۔ اشعۃ اللّمعات۔ یہ فخر الدین عراقی کے لمعات کی شرح ہے۔ جو آپ نے ۸۸۵ھ میں تحریر کی تھی۔ اِس میں دقایق و معارف اور تصوف کا بیان نہایت آسان زبان میں کیا گیا ہے۔

۴۔ لوائح جامی۔ یہ کتاب تصوف کے موضوع پر لاثانی اور لاجواب ہے۔ طرزِ نگارش نہایت شگفتہ ہے۔ اِس میں ردیف و قافیہ کا اِجتماع اِس طرح ہے گویا نثر میں شاعری کی گئی ہے۔'' لوائح جامی'' آپ کے آخری دور کی تصنیف ہے۔ اِس کتاب کی سالِ تصنیف ۸۷۰ھ ہے۔

مولانا جامیؔ علیہ الرحمہ جس مسلکِ تصوف کے مبلّغ اور پیروکار تھے وہ شیخ محی الدین ابن عربی کا مسلک ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ عشق حقیقی کے توسط سے انسان سعادتِ سرمدی حاصل کرسکتا ہے۔ اصل شاہد و مشہود و شہود سب ایک ہی ہیں۔ اِنسانی زندگی ایک کُوزہ کے مثل ہے۔ جس کو منجمد برف سے بنایا گیا ہے۔ اور اُس میں پانی بھر دیا گیا ہے۔ بصورتِ موجودہ یقیناً کُوزۂ برف اور اُس میں بھرا ہوا پانی دو

ممتاز و مُختلف اَشیاء ہیں لیکن سورج اپنی تمازت سے جب کُوزہ کو پگھلانا شروع کرتا ہے تو یہ امتیازی شان ختم ہوجاتی ہے۔ کُوزۂ برف پانی میں تحلیل ہوجاتا ہے۔ اور پانی جو کُوزۂ برف کے مانند سرد و یک جان ہے۔ اِسی طرح حقیقتِ مُطلقہ جب تعینات کی صُورت اختیار کرتی ہے تو متعدد اور مختلف معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جب آفتابِ اَحدیت چمکنا شروع کرتا ہے۔ اور کسی اہلِ عرِفان کا دِلِ نازک آبگینہ سے واقف ہوجاتا ہے تو بجز حقیقت مطلق کے کوئی شئ باقی نہیں رہتی۔

صیاد ہم او، صید ہم او، دانہ ہم او
ساقی و حریف و مئ پیمانہ ہم او

مولانا جامیؔ علیہ الرحمہ کی شاہکار تخلیق لوائح پر تفصیلی جایزہ آخر میں پیش کیا جائے گا۔ قبلِ ازیں موصوف کی دیگر تصنیفات پر سرسری روشنی ڈالی جارہی ہے۔

۵۔ بہارستان۔ یہ گلستانِ سعدیؔ شیرازی کے جواب میں تحریر کی گئ ہے۔ اِس کی عبارت پُر لُطف ہے۔ نفسِ مضمون کے لحاظ سے کتاب بہت اچھی ہے مگر مقبولیت حاصل نہ ہوسکی۔

۶۔ سلسلۃ الذھب۔ یہ صنفِ مثنوی پر مبنی ہے۔ اِس میں کل سات ہزار دو اشعار ہیں۔ جو سلطان حُسین کو ۸۹۰ھ مطابق ۱۴۸۵ء میں نذر کی گئ ہے۔ اِس کے حصہ اوّل میں اعتقادیات، دوم میں عشق مجازی اور حقیقی کی بحث ہے جبکہ حصّہ سوم میں سلطان و حُکماٗ وغیرہ کے قصے ہیں۔

۷۔ تحفۃ الاحرار۔ وَعظیہ اور اَخلاقیات پر مبنی مثنوی ہے۔ سالِ تصنیف ۸۸۶ھ مطابق ۱۴۸۱ء ہے۔

۸۔ سبحۃ الابرار۔ اس مثنوی میں تصوف کے حقایق اور اَخلاقی تعلیمات سے بحث کی گئی ہے۔

۹۔ خردنامہ سکندری۔ بوستانِ سعدیؔ کے بحر میں ہے۔

۱۰۔ سلامان والبسال۔ یہ ایک تمثیلی قصہ مثنوی کی بحر میں ہے۔ یہ مثنوی ایک قدیم قصہ سے ماخوذ ہے۔ مولانا جامیؔ علیہ الرحمہ سے قبل بوعلی سینا نے اُسے تصنیف کیا تھا۔ مولانا موصوف نے اِس قصے میں صوفیانہ مطالب بیان کئے ہیں۔

۱۱۔ لوامع۔ یہ ابنِ فارس کے خمریہ قصاید کی شرح ہے اور ۸۷۵ھ میں لکھی گئ۔

۱۲۔ لیلیٰ و مجنوں۔ یہ مثنوی نظامیؔ کی مثنوی لیلیٰ و مجنوں کے جواب میں لکھ گئ ہے۔ صرف ۴؍ ماہ میں ۸۸۹ھ میں مکمل ہوئ۔ اِس کتاب میں کل ۳۸۶۰ اشعار ہیں۔ پہلا شعر ملاحظہ ہو ؎

اے خاک تو تاجِ سر بلنداں مجنونِ تو عقل و ہو شمنداں

۱۳۔ یوسف وزلیخا۔ یہ مولانا جامیؔ علیہ الرحمہ کی مشہور ترین مثنوی ہے۔ جو نظامیؔ کی مثنوی خسرو شیریں کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ ۸۸۸ھ سنِ تصنیف ہے۔ مثنوی کا آغاز اِس شعر سے ہوا ہے ؎

الٰہی غنچۂ امید بکشائے گلے از روضۂ جاوید بنمائے

جیسا کہ ماقبل میں تحریر کیا جا چکا ہے کہ مولانا جامیؔ علیہ الرحمہ کا روحانی سلسلہ نقشبندیہ ہے۔ سلسلۂ نقشبندیہ میں آپ خاص مقام رکھتے ہیں۔ اور اپکی تمام تصانیف کا تعلق تصوف سے ہے۔ اُصول و عقائدِ نقشبندیہ کے متعلق مندرجہ ذیل فقرہ یاد رکھنے کے قابل ہے اور جس میں ''طریقہ خواجگاں'' کے سب اُصول مختصراً یکجا کر دئے گئے ہیں۔

ا۔ ہوش دردم (اپنی سانس میں ہوش رکھنا)۔ ۲۔ نظر برقدم (نیچی نظر رکھنا)۔ ۳۔ مفرور در وطن (وطن میں فرار رہنا)۔ ۴۔ خلوت درانجمن (محفل میں اکیلے رہنا)۔ ۵۔ یاد کرد (دل سے ذکرالٰہی کرنا)۔ ۶۔ بازگشت (ہر ذِکر رضائے الٰہی پر مبنی ہو)۔ ۷۔ نگاہ داشت (غیر حق کا خیال نہ آنا)۔ ۸۔ یادداشت (یادالٰہی میں مستغرق رہنا) اسکی قدرے تفصیل اس طرح ہے۔

ا۔ زندگی کا کوئی لمحہ اُس سے غفلت میں نہ گزرے۔
۲۔ چلنے میں نِگاہیں ہمیشہ نیچی رہیں تا کہ دنیا کی کسی غلط چیز پر نظر نہ پڑے۔
۳۔ سالک صفاتِ بشری سے صفاتِ ملائکہ کی طرف سفر کرے جو روح کا اصلی وطن ہے۔
۴۔ بظاہر اگرچہ مخلوق کے ساتھ رہے مگر باطن میں حق کے ساتھ رہے۔
۵۔ دل سے یادِ الٰہی میں مستغرق رہے۔
۶۔ کلمۂ توحید کے ہر ذِکر کے بعد یہ کہے کہ اِن سب سے صرف رضائے الٰہی مقصود ہے۔
۷۔ یہ بات ذہن نشیں رکھے کہ غیرِ حق دل میں جگہ نہ بنا سکے۔
۸۔ یادِ الٰہی میں ایسا کھو جائے کہ ہر شے میں اُسی وحدت الوجود کا جلوہ نظر آنے لگے۔

چنانچہ اپنی ایک رُباعی میں وہ یوں گویا ہیں ؎

خوش آنکہ دلت ز ذِکر پرنور شود در پرتوِ آں نفس تو مقہور شود
اندیشۂ کثرت ز میاں دور شود ذاکر ہمہ ذکر و مذکور شود

جس طرح مولانا جامیؔ علیہ الرحمہ کی شخصیت اور ذات یگانۂ عصر تھی، اُسی طرح مولانا موصوف کی تصوف پر مبنی تصنیف لوائح جامی ہے۔ یہ شاہکار کتاب اپنی نوعیت کی منفرد اور لاثانی ہے۔ اِس میں کل ۳۴ لوائح ہیں۔ اِس مختصر رسالے میں نہایت جامع طور پر آسان الفاظ میں چھوٹے چھوٹے عنوانات

کے تحت عرفانی بیان ملتے ہیں۔ جو بات نثر میں کہی گئ ہے اُسی کو رُباعی میں بھی کہنے کی کوشش کی ہے ؎

لائحہ اوّل۔ میں مولانا جامیؔ علیہ الرحمہ نے یہ ذہن دینے کی سعی کی ہے کہ دنیا اور دنیا کی دلچسپیاں اِعتبار کے لایق نہیں ہیں۔ اِس لیے اِنسان کا اُن چیزوں سے لَو لگانا فضول اور لایعنی ہے۔ بس صرف ذاتِ وحدہٗ لاشریک سے دِل بستگی کرنا چاہیے۔ جبکہ لائحہ دوم میں یہ شعور بیدار کرنے کی کوشش کی ہے کہ دنیا کے ساز وسامان موجبِ رنج وغم اور یادِ الٰہی سے غافل کرنے والے ہیں۔ روح کی سربلندی اور سکونِ قلب کے لیے لازم ہے کہ اِنسان دنیا اور دنیا کے لوازمات سے قطعِ تعلق کرکے ہمہ وقت ربِّ ذُوالجلال کی یاد اور محبت میں مستغرق رہے۔ پورے لائحہ کا حاصل صرف رُباعی کا مصرع ہی کافی ہے، ملاحظہ ہو ؎

دل را بہ یکے سپار و بگسل ز ہمہ

لائحہ سوم۔ ربّ العالمین کے حاضر و ناظر پر مبنی ہے۔ ہر مقام پر وحدہٗ لاشریک کی موجودگی اگر اِنسان کے پیشِ نظر رہے تو زندگی کے تمام منازل از خود آسان ہو جائیں اور اِنسان کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اُٹھ جائے غلط روی سے آدمی محفوظ رہے۔ اِس کے ساتھ ہی وہ ذلت ورسوائی سے محفوظ رہے گا۔

لائحہ چہارم۔ میں مولانا علیہ الرحمہ نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ازلی اور ابدی ہے۔ باقی تمام کاینات فانی۔ ایسی ناپائدار شے سے رابطہ رکھنا فضول ہے۔ ع

حسنے کہ نہ جاوداں از و بیزارم

لائحہ ششم۔ جسمانی کثافت دور کرکے روحانی مَراتب حاصل کرنے کی آسان تدابیر پر مشتمل ہے۔ اور اَناالحق کی منزل سے گذر کر ھُوالحق کے مقام میں پہنچنے کا راستہ دکھانا ہے۔

لائحہ ہفتم۔ میں خالق ومخلوق کے رشتے کو مستحکم کرنے کی تعلیم دی گئ ہے۔ لائحہ نہم۔ میں فنا کی تعریف اور فنائے فنا کی تلقین ملتی ہے۔ جبکہ لائحہ ہشتم بھی اسی فکر وخیال پر محیط ہے۔ یعنی احساسِ خودی کو ختم کرکے پَرتو تجلّیاتِ الٰہی حاصل کرنے اور قلب ونظر کو اُسی کے ذکر اور مشاہدہ میں مصروف رکھنے پر مبنی ہے۔

یوں تو تمام لوائح بلکہ پوری کتاب عرفان وتصوف کا گنجینۂ معانی ہے۔ یہ اُنکی پوری زندگی کا تجربہ شدہ نُسخۂ کیمیا بھی ہے۔ اِس میں زینہ بزینہ تصوف کی منزلیں طے کرنے کا شعور عطا کیا ہے۔ اگر اُن سب پر روشنی ڈالی جائے تو مقالہ طویل ہوجائے گا۔ اِس لیے دو ایک کی وضاحت کرکے بات ختم کرنے کی اِجازت چاہوں گا۔

لائحہ ۲۲ رمیں ہمہ اُوست پر روشنی ڈالتے ہوئے ہرشئ کی حقیقت کو وجودِ مُتعینہ سے مربوط کیا گیا ہےاور ذاتِ واحد کو کائناتِ عالم میں جاری وساری ثابت فرمایا ہے۔اِس کے علاوہ لائحہ ۲۶ رمیں شیخ محی الدین عربی کے حوالے سے یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ عین واحد میں اغراض نے کس طرح مجتمع ہوکر عالم کی شکل اختیار کی ہےاور ہر دم کس طرح تبدّل وتجدّد کی کیفیت پیدا ہوتی رہتی ہے۔ نیز ہر لمحہ سارا عالم مَعدوم ہوتا رہتا ہے۔اور ہر دوسری آن از سرِنو وجود پذیر ہوتا ہے۔

بظاہر جو عالم ایک حال پر معلوم ہوتا ہے۔ وہ تو صرف فریبِ نظر ہے۔ ربُّ العالمین کے اسمائے مُتقَابِلَہ اپنا کام برابر کرتے رہتے ہیں۔ وہ ہر پل صفاتِ قہریہ اور لطیفیہ سے دنیا کو دِگرگُوں کرنے میں مصروف ہیں۔اور ہر لمحہ دوسری شان میں جلوہ فرماتا ہے۔اور ہر آن دوسری تجلّی میں مُتجلّی نظر آتا ہے۔ لیکن اِس عدم ووُجود کی خبر اور ہر آن عالم کی دِگرگوُنی کا حال اہلِ بصیرت کے ماسِوا کسی دوسرے کو نظر نہیں آتا۔

اِسی طرح لائحہ ۲۸ رمیں یہ بات ثابت فرمائی ہے کہ ہر قطرے میں دریا کی روانی پائی جاتی ہے۔ یہ بھی واضح کیا ہے کہ کس طرح ہر موجود کی ہستی میں وجودِ حقیقی جاری وساری ہے۔یعنی ”کل شی فیہ کلّ شی“ کی تشریح ملتی ہے۔مولانا شیخ محمود شبستری کے اشعار سے اپنے موقف کی وضاحت کی ہے۔

مولانا جامیؔ علیہ الرحمہ نے اِس کیمیائے سعادت کے آخری لائحہ یعنی ۳۴ رمیں یہ بتانے کی سعی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ درحقیقت دو تجلیات کا مالک ہے۔ایک عالم غَیبی جس کو صوفیائے کرام فیضِ اقدس سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسری شہَودی وَجودی جس کا دوسرا نام فیضِ مقدس بھی ہے۔تجلیِ ثانی تجلیِ اوّل ہی پر مترتب ہوتی ہے اور اسی کے کمالات کو روشن کرتی ہے ؎

گویا ایک ہی چیز کے دُورُخ ہیں، جو اہلِ علم کے لیے فیضِ اقدس وفیضِ مقدس کا کام انجام دیتے ہیں۔ مولانا عبدالرحمن جامیؔ علیہ الرحمہ نے آخر میں خلاصۂ کلام کے طور پر لکھا ہے کہ اِن سب لوائح کا مقصد بس اتنا ہے کہ ربُّ العالمین کی ذات کے سمجھنے اور پوری طرح اَحاطہ کرنے میں سالکانِ طریقت غافل یا لاعلم نہ رہ جائیں۔عاقلاں را اشارہ کافی است ؎

مکشائے زباں بکشف اسرارِ وجود　　که در نه شود سفتہ الماسِ سخن

جس طرح مولانا جامی ؒ علیہ الرحمہ کی ذات نا قابل فراموش ہے اسی طرح اُنکی شاہکار تخلیق لوائح بھی ہے۔ یہ کتاب سالکانِ راہ طریقت کے لیے خضرِ راہ ہے۔فارسی ادب کے حوالے سے تصوف کے موضوع پر جب بھی کچھ تحریر کیا جائے گا تو لوائح جامیؔ کا ذکر ضرور کیا آئے‘‘ گا۔

کلامِ جامیؒ رحمۃ اللہ علیہ

دل محوِ محبت ہے اِسے کچھ نہیں پروا
آباد کرے کوئی کہ برباد کرے ہے
پاوے ہے وہی عشق سرافرزئی عالم
جس عِشق پہ وہ حُسنِ ازل صاد کرے ہے

(سیدنفیس الحسینی نفیسؔ۔لاہور)

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تنم فرسودہ جاں پارہ زِہجراں یارسول اللہ

تنم فرسودہ جاں پارہ زِ ہجراں یا رسول اللہ
دِلم پُردرد آوارہ زِعصیاں یا رسول اللہ

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے غمِ ہجر میں میرا تن ناکارہ اور میری جان پارہ پارہ ہوگئی۔ میرا دِل گناہوں کے سبب غم واندوہ میں مُبتلا ہوکر بالکل بیکار ہوگیا۔

چو سوئے من گذر آری منِ مسکیں زناداری
فدائے نقشِ نعلینت کنم جاں یا رسول اللہ

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر میرا نصیبہ بیدار ہوجائے اور آپ مجھ نادار مسکین کی طرف تشریف لے آئیں، میرے پاس تو کوئی شئے ایسی نہیں کہ جس کو حضورِ عالی کے رُوبرو پیش کرسکوں۔ مگر ہاں جس مقام پر آپ کے نعلینِ پاک کا نشان پڑے گا میں ضرور اُس پر اپنی جانِ مشتاق نثار کردوں گا۔

زِکردہٗ خویش حیرانم سیہ شُد روزِعصیانم
پشیمانم پشیمانم پشیماں یارسول اللہ

جو کچھ میں نے کیا ہے اُس پر سخت پریشان ہوں۔ گناہوں کے باعث میرا چہرہ سیاہ ہوگیا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بے حد شرمندہ ہوں میں نہایت ہی شرمندہ ہوں، میں ازحد شرمندہ ہوں۔

زِ جامِ حُبِّ تو مستم بہ زنجیرِ تو پابستم
نمی گویم کہ من ہستم سخن داں یارسول اللہ

میں آپ کی شرابِ محبت سے مست ہوں اور آپ کی زنجیرِ غلامی کا پابند ہوں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ نہیں کہتا کہ مجھ کو کچھ آتا ہے یا میں کسی کام کے لائق ہوں۔

چو بازوئے شفاعت راکشائے بر گنہگاراں
مکن محروم جامیؔ را دراں دم یارسول اللہ

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب آپ گنہگاروں کی شفاعت کے لئے بحضورِ پروردگار کمرِ ہمت باندھیں تو جامیؔ گنہگار کی آپ سے یہ اِلتجا ہے کہ اُس حالتِ پریشانی میں مجھ کو فراموش نہ فرمائیں۔

❁❁❁

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

زِرحمت یک نظر برحالِ زارم یارسُول اللہ

زِرحمت یک نظر برحالِ زارم یارسول اللہ
غریبم بے نوایم خاکسارم یارسول اللہ

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے حالِ زار کی طرف ایک نظرِکرم فرمایئے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بے سہارا ہوں۔میں مفلس ہوں۔میں بے وقعت ہوں۔

توئی تسکینِ دلِ آرامِ جاں صبر و قرارِ من
رُخِ پر نور بنما بے قرارم یارسول اللہ

آپ ہی میرے دل کے لئے باعثِ تسکین ہیں۔آپ ہی میرے لئے آرامِ جاں ہیں۔آپ ہی میرا صبروقرار ہیں۔یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہایت ہی بے چین ہوں۔اپنے چہرۂ مبارک کی زیارت سے مشرف فرمایئے۔

دمِ آخر نمائی جلوۂ دیدار جامیؔ را
ز لطفِ تو ہمی اُمید وارم یا رسول اللہ

بوقتِ نزع اپنے دیدارِ پاک سے جامیؔ کو مشرف فرمایئے۔یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے لطف وکرم سے ہم ایسی ہی امید رکھتے ہیں۔

❁❁❁

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے خاک رہِ تو عرش راتاج

اَے خاکِ رہِ تو عرش را تاج
یک پایہ ز قدرِ تست معراج

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ہی کے پائے مبارک کی خاک عرشِ معلیٰ کی عزت افزائی کے لئے تاج کے مانند ہے اور واقعۂ معراج آپ کی رفعتِ شان کا ایک ادنیٰ سا حصہ ہے۔

تو دُرِّ یتیمی و تُرا جائی
بر تر ز ہمہ چو دُرّالتاّج

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ یگانہ موتی کے مانند ہیں اور آپ کا مقام تمام بنی نوعِ انسان میں بلند و بالا ہے جس طرح تاجِ شاہی میں منقش کیا ہوا ایک لوتر موتی۔

فخرِ تو بہ فقر و تاجِ داراں
آوردہ بہ فرق بروت باج

الفقر فخری آپ کی علوِ شان کے لئے حد و بس ہے مگر تمام بادشاہانِ وقت اپنے سروں پر خراج لئے ہوئے آپ کے دروازے کے سامنے کھڑے ہیں۔

در تیرہ شب ضلالِ خذلاں
نورِ تو شد سراجِ وہّاج

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گمراہی و تباہی کی رات کی تاریکی میں آپ کا نور جگمگاتے ہوئے روشن آفتاب کی مانند جلوہ گر ہوا۔

بر روئے زدہ کفِ خجالت
با جودِ کفِ تو بحرِ موّاج

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم آپ کے جود وسخا والے ہاتھوں کو دیکھ کر ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر نے شرمندہ ہوکر اپنے چہرے کو چھپالیا ہے۔

مشتاقِ رہِ ترا مُغیلاں
در زیرِ قدم حریر و دیباج

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کی زیارت کرنے والوں کے راستے میں ببول کا کانٹا بھی ایسا ہے، جیسے ریشم و دیباج۔

جامیؔ کہ ز تُند بادِ عصیاں
شُد خرمنِ طاعتش بتاراج

بے چارہ جامیؔ کہ جس کی طاعت و عبادت کے خِرمن (کھلیان) کو معصیتوں کے بادِ صرصر (آندھی) نے تباہ و برباد کر دیا ہے۔

اکنوں رہِ معذرت گرفتہ
مسکیں بہ شفاعتِ تو محتاج

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیچارہ جامیؔ اب ایسی مشکلات میں پھنسے ہوئے ہزارہا معذرت کے ساتھ مسکین کے مانند آپکی شفاعت اور عنایت کا محتاج ہے۔

❁❁❁

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ماءِ معیں چیست خاکِ پائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ماءِ معیں چیست خاکِ پائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
حَبلِ متین رقبۂ ولائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ماءِ معیں وہ پانی جو خاک کی گہرائی سے نکل کر پیاسوں کی پیاس بجھاتا ہے۔تم جانتے ہو وہ کیا چیز ہے۔سنو وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ہے۔

خِلقتِ عالم برائے نوعِ بشر شُد
خِلقتِ نوعِ بشر برائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تمام جہاں کی پیدائش بنی نوعِ انسان کے لئے ہوی اور بنی نوعِ انسان کی پیدائش محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ہوئی۔

سودۂ ہمہ قدسیاں جبینِ ارادت
بر تہِ نعلینِ عرشِ سائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عالم ملکوت کے تمام فرشتوں نے اپنی ارادت (گرویدگی) کی پیشانی کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عرش پر جانے والے نعلینِ پاک (جوتیوں) پر ملا۔

عُروۂ وُثقیٰ بس است دین و دل را
ریشہَ از گوشۂ ردائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اے جامیؔ دین اور دِل کی مظبوطی کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ردائے مبارک (چادر) کے ایک گوشے کا ایک تار ہی کافی ہے۔

حدِّ ثنائش بجز خدا کہ شناسد
من کہ و اندیشۂ ثنائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آپ کی تعریف وتوصیف کی حد کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون جانتا ہے۔ میں کون ہوتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف کے لئے سوچوں ۔

جانِ محمد درونِ خلوتِ جان است
نیست مرا دیگرے بجائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مری جان کی خلوت گاہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جان ہے۔اب مجھک و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بجائے کِسی اور کی حاجت نہیں ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حرِ ازاماں چیست نعت و نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حرِازَاماں چیست نعت و نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
صلِّ علیٰ سیدالانامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے دوستو وہ تعویز کہ جو تمام بلاؤں اور مصیبتوں سے نجات دلادے تم جانتے ہو کہ وہ کیا ہے۔سن لووہ حضرت جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعتِ پاک اور آپکا نامِ پاک ہے۔اے اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمتیں بھیج۔

بہرہ نیابی ز ذوقِ مشربِ مستاں
تا نہ چُشی جُرعہ زِ جامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے مخاطب عشق رکھنے والوں کے مشرب سے تجھ کو کوئی ذوق حاصل نہ ہوگا جب تک حضرت جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میخانہ معرفت سے ایک گھونٹ نہ پی لے۔

چرخِ بریں با ہمہ مدارجِ رفعت
ہست کمیں پایہ از مقامِ محمد

یہ آسمان باوجود اس قدر بلند و بالا ہونے کے حضرت جناب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقاماتِ عُلیا کے مُقابل ایک بالکل معمولی سا مرتبہ رکھتا ہے۔

پیکِ نسیمِ شمال اے شدہ محرم
در حرمِ جاہ و احترامِ محمد

اے شمال کی جانب سے صبح کے وقت چلنے والی ٹھنڈی ہوا تو ہمارا بہترین قاصِد ہے جب جنابِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ تک تجھ کو رسائی ہو۔

بہر خدا چوں بعزِ عرض رسانی
از قبلِ بیدلان سلامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خدا کے واسطے جب تو حضرت جنابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کا سلام حضور کے دربار میں پیش کرے۔

شرح کنی افتقار و عجز رہے را
با کرمِ خاص و لطفِ عام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اے نسیمِ شمال خدا را جب تو حضرت جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لطفِ عام اور کرمِ خاص دیکھے تو اُس وقت اُس بارگاہ عالی میں نرم نرم لہجوں میں ہم جیسے فقیروں اور عاجزوں کا حالِ زار بھی بیان کردے۔

بُو کہ در آیم بدیں وسیلۂ دولت
در کنف ظلِّ اہتمامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بہت ممکن ہے کہ تیرے وسیلے کی بدولت چونکہ کرمِ خاص اور لطفِ عام ہو رہا ہے حضرت جنابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہتمام کے سائے میں ہم بھی دولتِ حاضری سے مشرف ہونے میں کامیاب ہوجائیں۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صبحِ ہُدیٰ تافت از جبین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

صبحِ ہُدیٰ تافت از جبینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
عرصۂ دنیا گرفت دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشانیِ مبارک سے ہدایت کی صبح طلوع ہوئی۔تمام دنیا کے میدان کو آپ کے دین نے اپنی گرفت میں لے لیا۔

گشتہ بفحوائے مارمیت ہویدا
سرِّ ید اللّٰہ زِ آستینِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مَارَمَیتَ اِذ رَمَیتَ ولٰکِنّ اللّٰہ رَمٰی (نہیں کنکری پھینکی جب کنکری پھینکی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) اُس کا بھید آپ کی آستینِ مبارک سے ظاہر ہوگیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

از پس و پیش ہرچہ بودہ و باشد
دیدۂ عیاں چشمِ تیز بین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جو کچھ پہلے ہو چکا یا جو کچھ بعد میں ہوگا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تیز بین (دور بیں) نگاہوں نے ظاہر و باہر طور پر دیکھ لیا۔

نقدِ ہمہ کائنات آمدہ قاصر
از ثمنِ گوھرِ ثمینِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تمام جہان کے نقد کی کوئی وقعت نہیں حضرت جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک بیش بہا گوہر کے سامنے۔

تخت نشینانِ تاج بخش کشیدہ
باج گدایانِ رہ نشین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تاج بخشنے والے بادشاہوں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں بیٹھنے والے آپ کے گداؤں نے خراج وصول کیا۔

غیرِ جہاں آفریں کس نہ شناسد
در دو جہاں حدِّ آفرین محمد ﷺ

دنیا کے پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ کے سوا دونوں جہاں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حدِ کمالیہ کو کوئی نہیں جانتا پہچانتا۔

لیس کلامے یفی بنعتِ کمالہٖ
صلِّ الٰہی علی النبی و آلہٖ

میرا کلام آپ کی صفاتِ کمالیہ کو پورا نہیں کرسکتا۔ اے اللہ تعالیٰ رحمتیں بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آلِ پاک پر۔

❁❁❁

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مطلعِ صبحِ صفاست رُوئے محمد

مطلعِ صبحِ صفا ست رُوئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
منبعِ احسان و لطف خُوئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ انور بزرگی کے ظہور کا اوّلین مقام ہے اور آپ کے شمائل (خوو خصلت) کرم واحسان کے منبع ہیں۔

سلسلۂ کائنات را سببے نیست
جز شکن زلفِ مشکبوئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تمامی کائنات کی پیدائش کا کوئی سبب اس کے سوا نہیں ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکبو زلفوں کی خوشبو سے تمام جہان کو معطر کیا جائے۔

بادِ صبا اے رسولِ یثرب و بطحا
خیز و قدم نہ بہ جُست و جوئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اے یثرب و بطحا کی جانب پیغام لے جانے والی بادِ صبا اُٹھ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں قدم آگے بڑھا۔

بر رُخم از خونِ دلِ دُور رواں بیں
تحفہ رَساں ایں دَرُود سُوئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بادِصبا اے قاصدِ یثرب و بطحا اِس دلِ دور سے میرے چہرے پر خون بہتا ہوا دیکھ اِس کی اطلاع اور میرے اِس درود کا تحفہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچا دے۔

چشمِ رمدیدہ بر ہست کرم کُن
کحلِ جلالی زِ خاکِ کوئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اے بادِصبا میری دکھتی ہوئی بیمار آنکھ تیرے راستے پر نگاہ جمائے ہوئے منتظر ہے کرم کر اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوچے کی خاک کا سرمۂ ضیا بخش میری آنکھوں کے لئے لے آ۔

مرہم راحتِ جراحت دگراں را
جانِ من و داغِ آرزوئے محمد ﷺ

زخموں سے آرام دلانے والا مرہم اور لوگوں کو مبارک ہو۔ میری جان کے لئے تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرزو کا داغ اور زخم کافی ہے۔

دولتِ جامیؔ بس ایں کہ می گذارند
عمرِ گرامی بگفت و گوئے محمد ﷺ

اِس مسکین جامیؔ کی دولت تو بس اس قدر کافی ہے کہ اِس کی عمر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں گذر جائے۔

لیس کلامی یفی بنعت کمالہٖ
صلّ الٰہی علیٰ النبی و آلہٖ

میرا کلام آپ کی صفاتِ کمالیہ کو پورا نہیں کر سکتا۔اے اللہ تعالیٰ رحمتیں بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر۔

❁❁❁

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَحِنُّ شَوقاً اِلیٰ دیَارِ لَقِیتُ فِیھَا جَمَالِ سَلمٰی

اَحِنّ شوقاً اِلیٰ دِیَارِ لَقِیتُ فِیھا جمالِ سَلمیٰ
کہ می رساند ازاں نواحی نویدِ لطف بجانبِ ما

میرا شوق بے چین کئے ہوئے ہے۔اُس شہر کی جانب جہاں پر میں نے اپنے محبوب کا جمال دیکھا ہے۔کیونکہ اُس طرف سے ہر آن لطف ومحبت کے پیغام کی خوشبوئیں چلی آرہی ہیں۔

بوادیٔ غم منم فتادہ زُ مامِ فکرت زدست دادہ
نہ بخت یاور نہ عقل رہبر نہ تن توانا نہ دل شکیبا

میں غم کی وادی میں آکر پھنس گیا ہوں۔سوچ اور سمجھ کا دامن ہاتھ سے جاتا رہا ہے۔ اب اِس وقت میرا یہ حال ہے کہ نہ نصیب ساتھ دے رہا ہے، نہ تن میں سکت باقی ہے نہ دل میں صبر رہ گیا ہے۔

زہے جمالِ تو قبلۂ جاں حریمِ کوئے تو کعبۂ دل
فاِنّ سجدنا اِلیك نسجدوانِ سیعنا اِلیك نسعٰی

کیاخوب آپ کا جمالِ پاک ہماری جان کا قبلہ ہے۔آپ کی گلی ہمارے دل کا کعبہ ہے۔ اگر ہم سجدہ کرتے ہیں تو آپ کی طرف سجدہ کرتے ہیں اور اگر کوشش کرتے ہیں تو آپ کی طرف۔

بکت عُیونی علیٰ شیونی فساَ حالی ولا اُبالی
کہ دانم آخر طبیبِ وصلت مریضِ خود را کند مداوا

میری آنکھیں میری حالت پر روتی ہیں۔میرا بُرا حال ہوگیا ہے لیکن مجھے پرواہ نہیں کیونکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تیرے وصل کا طبیب اپنے مریض کا یقینا علاج کرے گا۔

اگر بجورم برآوری جاں وگر بہ تیغم بیفگنی سر
قسم بجانت کہ برندارم سرِ ارادت زِ خاکِ آں پا

اے میرے محبوب خواہ تو میری جان پر ظلم کرے یا اپنی تلوار سے مرا

سر جُدا کردے مگر اے دوست تیری جان کی قسم میں اپنی ارادت (گرویدگی) کا سر تیرے آستانے سے باہر نہ رکھوں گا۔

بہ ناز گفتی فلاں کجائی چہ بود حالت دریں جُدائی

مرِضتہ شوقاً و مِتُّ ھجراً فکیف اشکوا اِلیك شکواً

اے دوست تو نے ناز کے ساتھ دریافت کیا کہ اے فلاں تم کہاں تھے اور اُس جُدائی میں تمہارا کیا حال تھا۔ سچ جانو تمہارے شوق میں بیمار ہوا۔ ہجراں کے باعث مرگیا۔ پس کِس طرح تجھ سے تیری شکایت کروں۔

بر آستانت کمینہ جامؔی مجال بودن ندید ازاں رُو

بکنجِ فرقت نشستہ محزوں بکوئے محنت گرفتہ ماویٰ

اے دوست تیرے آستانے پر میں نے ٹھہرنے کی طاقت نہ پائی اِس وجہ سے فُرقت کے گوشے میں غمگین ہوکر محنت کی گلی میں آ پڑا ہوں۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رُوحی فِداکَ اَے صنمِ اَبطحی لقَب

روحی فداک اے صنم ابطحی لقب
آشوبِ ترک۔ شورِ عجم۔ فتنۂ عرب

اے بطحا کے بدرِ منیر محبوب۔ میری روح آپ پر قربان۔آپ کی شانِ جلالت۔آپ کی شانِ شوکت۔ آپ کے دبدبۂ عظمت نے آشوب ترک شورِ عجم۔ فتنۂ عرب سب کو قصۂ پارینہ بنا دیا۔

کس نیست در جہاں کہ زحسنت عجب نماند
اے در کمالِ حسن عجب تر زہر عجب

دنیا میں ایسا کوئی بھی نہیں ہے جس نے آپ کے حُسنِ لامتناہی پر تعجب نہ کیا ہو۔ بیشک آپ کمالِ حُسن میں ابوالعجب کہلانے کے مستحق ہیں۔

ہر کس نیافت جرعۂ از جامِ وصلِ تو
زیں بزم گاہ تشنہ جگر رفت خشک لب

جس شخص کو آپ کے جامِ وصل سے ایک گھونٹ بھی میسر نہ ہوسکا یقینا یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ شخص اِس جہان سے تِشنہ جگر اور پیاسا ہی گیا۔

تا زلفِ تو شب است و رُخت آفتابِ چاشت
وَ اللّیل وَالضحیٰ است مرا وِرد روز و شب

جب سے مجھ کو پتہ چلا ہے کہ رات کا حُسن آپ کی زُلفوں کے حُسن سے مستفاد ہے اور آفتابِ نصف النہار کا نور آپ کے چہرۂ انور سے اخذ کیا ہو اہے جب سے رات اور دن میرا وظیفہ سورۂ واللّیل والضحیٰ ہے۔

رفتن بسر طریق ادب نیست در رہت
ما عاشقیم و مست نیاید زِ ما ادب

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے سر سے بھی

چلنا میرے نزدیک ادب کے خلاف ہےمگر ہم معذرت خواہ ہیں کہ ہم عاشق اور مست ہیں ہم سے طریقِ ادب مکمل طور پر عمل نہیں ہوتا۔

دل باد منزلِ غم و سرِ خاک مقدمت
کایں موجب شرف بود آں مایۂ طرب

بہتر تو یہ ہو کہ میرا دل آپ کے غم کا مقام بنا ہو اور میرا سر آپ کے درِپاک کی خاک پر رکھا ہوا ہو۔ کیونکہ اگر میرا دل آپ کے غم کی منزل بن گیا تو یہ میرے لئے موجبِ شرف ہے اور اگر میرا سر آپ کی چوکھٹ پر نثار ہو گیا تو یہ عمل بھی بےحد خوشی کا باعث ہوگا۔

مطلوبِ جامیؔ از طلبم گفتۂ کہ چیست
مطلوبِ اُو ہمیں کہ دہد جاں دریں طلب

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے میری عرض اور طلب پر فرمایا کہ اے جامیؔ تمہارا مطلوب کیا ہے سوائے عالیجاہ رُوحی فداک مطلوب اِس کا یہی ہے کہ آپ کی راہِ طلب ِمیں جان دے دے اور بس۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے وہ مقدس ذات کہ جس کی پیشانی مبارک سورۂ والضحیٰ کی تفسیر ہے

اے واضحِ وَالضّحٰی جبینت
وَ اللّیل نقابِ عنبرینت

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کی پیشانی مبارک سے سورۂ والضحیٰ کی پوری وضاحت ہو رہی ہے اور آپ کا نقابِ عنبریں سورۂ واللیل کی تفسیر ہے۔

طٰہٰ لقبی زِ آستانت
یٰسَ عَلَمی برآستینت

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورۂ طٰہٰ آپ کی آستانِ عالیہ کی ادنیٰ ترجمان ہے اور سورۂ یٰسین آپ کی آستینِ مبارک کا ادنیٰ نشان ہے۔

جنت اثرے ز فیضِ مہرت
دوزخ شرارے ز زلفِ کینت

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت آپ کے لطف و کرم کے فیض کی ادنیٰ سی علامت ہے اور دوزخ آپ کے غصے کی چنگاریوں میں سے ایک چنگاری ہے۔

اسرارِ وجود را کما ہے
دیدہ نظرے خدائی بینت

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کے وجود کے اسرار کو جیسا کہ چاہئے آپ کی خدا بیں نگاہِ شریف نے ملاحظہ فرمایا۔

پیش تو سپہر چوں زمیں پست
عالم ہمہ رُوئے بر زمینت

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی عظمت و شان کےرو بروآسمان ایسا بے وقار ہے جیسے زمین۔ اور سارا جہان آپ کےسامنے روئے زمین ہے یعنی جُھکا ہوا ہے۔

تو صاحبِ کان کنُتُ کنزاً

اعیانِ رُسل قراضہ چینت

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صاحبِ کَانَ کُنتُ کَنزاً ہیں یعنی آپ حق تعالیٰ کی ذات و صفات کے مظہرِ اتم ہیں اور جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آپ کے دسترخوان کے ریزہ چیں ہیں۔

چوں بر تو خدائے آفریں گفت

جامیؔ چہ سزائے آفرینت

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب خُود باری تعالیٰ نے آپ کی تعریف فرمائی ہے تو پھر جامیؔ بےچارے کی کیا بِساط ہے کہ آپ کی تعریف بیان کرے۔

موثّر در وجودِ اِلّا یکے نیست

دریں حرفِ شگرف اصلاً شکے نیست

تمامی وجود کے اندر ایک ذات کے سِوا دوسری کوئی اثر کرنے والی ذات نہیں ہے۔ اِس قیمتی اور بامعنی بات کے اندر ہرگز کوئی شک نہیں ہے۔

دلے جز زیرکاں ایں را ندانند

دریغا زیرِ گردوں زیرکے نیست

لیکن عقلمندوں کے سِوا کوئی اِس بات کو نہیں جانتا۔ افسوس کہ اِس جہان میں اِس بات کے سمجھنے والے نہیں ہیں۔

جمال اوست تاباں ورنہ بُردن

دل از مردانِ دل ہر کودکے نیست

صِرف اُسی مؤثر کا حُسن چمک رہا ہے ورنہ اربابِ دِل کا دل موہ لینا کسی بے بُنیاد بچے کا کام نہیں ہے۔

بکوئے نیستی جامیؔ فِرو رَو

کہ سالک را ازیں بہ مسلکے نیست

اے جامیؔ فناحاصِل کرنے کی کوشش کر۔ کیونکہ راہِ حق کے سالک کے لئے اِس سے بہتر اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اِنسان نورِ لم یزل کا ایک عکس ہے
کُلّ ما فی الکون و ھمٌ

کُلّ ما فی الکون وھمٌ او خیال
او عکوسٌ فی المرایا او ظلال

جو کچھ اِس دنیا میں ہے محض وہم یا خیال ہے۔ یا آئینہ میں عکس (تصویر) ہے یا سائے ہیں یعنی بے حقیقت ہیں۔

کیست آدم عکسِ نورِ لَمْ یزَل
چیست عالم موجِ بحر لَایزَال

انسان کون ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نور کا ایک عکس ہے اور یہ دنیا کیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ جو کہ نہ مٹنے والا سمندر ہے۔ اُس کی ایک موج ہے۔

عکس را کے باشد ازنور اِنقطاع
موج را چوں باشد از بحرِ انفصال

بھلا عکس اپنے نور سے الگ کیونکر قائم رہ سکتا ہے اور موج اپنے سمندر سے کیونکر جُدا ہو سکتی ہے۔

گفتگو تا چند جامیؔ لب بہ بند
حالِ می باید چہ شود از قِیل و قال

اے جامیؔ عشق و محبت کی باتیں کب تک کرتے رہوگے 'خاموش ہو جاؤ۔ یہاں حال درکار ہے قِیل و قال سے کچھ فائدہ نہیں۔

❁❁❁

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اپنے لالۂ رخ محبوب سے جدا رہ کر بہار کو کیا کروں

جُدا زِ لالہ رُخِ خود بہار را چہ کنم
ہزار داغ بدل لالہ زار را چہ کنم

اپنے خوب رُو محبوب سے جُدا رہ کر بہار کو لےکر کیا کروں۔ ہزاروں داغ دل میں ہوتے ہوئے لالہ زار کی سیر سے مجھ کو کیا واسطہ۔

ز خونِ دیدہ کنارم پرُست بے لبِ یار
کنارِ گشت لبِ جوئبار را چہ کنم

دوست سے جُدائی کے باعث میرا دامن خون سے بھرا ہوا ہے۔ ایسی حالت میں دریا کے کناروں کی سیر و تفریح سے میرا کیا کام۔

گرفتم آنکہ کنم دیدہ را بہ گل مشغول
درونِ جان و دل ایں خار خار را چہ کنم

یہ ہو سکتا ہے کہ میں اپنی آنکھوں کو گل و گلاب کے نظارے میں لگالوں۔مگر میری جان اور میرے دل کے اندر یہ جُدائی کے کانٹے جو ہردم چُبھ رہے ہیں اُن کو کیا کروں۔

بطوفِ باغ غمِ روز را برم بیروں
بلا و محنتِ شبہائے تار را چہ کنم

یہ امر ممکن ہے کہ میں باغ کی سیر سے دن کے غم کو اپنے سے دور کردوں مگر میں اپنی تاریک راتوں کی مصیبتوں اور صعوبتوں کو کیا کروں۔

غبارے از رہِ آں مشکبو غزال رسید
بجز عبیرِ کفن آں غبار را چہ کنم

اگرچہ میرے اُس مُشک بُو غزال (دوست) کا غبار مجھ تک پہنچ گیا اور مجھکو مِل گیا مگر دردِ دُوری کے باعث قریب المرگ ہوں اب اس غبار کو اپنے کفن

میں بطورِ عبیر مسلنے کے اور کیا کروں۔

شگافِ سینہ توانم کہ بندم از مرہم
تراوشِ مژۂ اشکبار را چہ کنم

یہ ہو سکتا ہے کہ جُدائی کے سینے میں پڑے ہوئے شگافوں (درازوں) کو مرہم استعمال کرکے علاج کرلوں مگر میری روتی ہوئی آنکھوں کی پلکوں سے جو ہر دم و ہر آن آنسوُ ٹپک رہے ہیں اُن کو کیا کروں۔

ملولم از دوجہاں بے جمالِ او جامیؔ
چو یار نیست بدست ایں دیار را چہ کنم

اے جامیؔ دوست کے جمال سے محروم ہوتے ہوئے میں دونوں جہاں سے بیزار ہوں۔ جب مجھ کو یہاں اپنے دوست کی لِقا حاصل نہیں ہے تو میں اِس دیار (ملک۔شہر) کو لے کر کیا کروں۔

❀❀❀

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مَیں ایک ادنیٰ غلام ہُوں اور تو میرا سُلطان عالی جاہ ہے

من بندۂ حقیر و تو سُلطانِ محتشم
گر در غمِ تو زار بمیرم ترا چہ غم

میں ایک ناچیز غلام ہوں اور اے دوست تو ذی حشم بادشاہ ہے۔ اور بقول کسے شاہاں کم اِلتفات بحالِ گدا کنند۔اگر میں تیرے غم میں خوار و زار ہوکر مر جاؤں، تجھے میری کیا پرواہ۔

رنجور گشتہ ام ز تمنّائے مقدمت
بہرِ خدا پرسشِ من رنجہ کن قدم

اے دوست تیری آرزوئے ملاقات میں بیمار ہوگیاہوں لِلّہ بیمار پُرسی کے لئے آیئے۔

بر جانم از تو ہر چہ رسد جائے منت است
گر ناوکِ جفاست و گر خنجرِ ستم

اے دوست میری جان پر تیری طرف سے جو کچھ آئے میں اُس کا شُکر گذار ہوں خواہ وہ سِتم کا تیر ہو یا ظلم کی تلوار۔

عمریست جرعہ خوارِ سفالِ سگانِ تست
جامیؔ کہ آبِ خضر نخوردی ز جامِ جم

ایک طویل عمر گذر گئی کہ تیرے کتوں کے برتنوں کا پانی پینے والا ہے۔ یہ جامیؔ جو کہ آبِ خضر جامِ جم سے پینا پسند نہیں کرتا تھا یعنی یہ بیچارہ صرف تیری عنایتوں کا محتاج ہے۔

❀❀❀

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اےئے دوست اگر تو غم خواری فرمائے تو پھر غم کی کچھ پرواہ نہیں

تو جان پاکی سر بسر نہ زاب و خاک اے نازنیں
واللہ ز جاں ہم پاک تر روحی فداک اے نازنیں

اے محبوب تو سر تا پا پاک جان ہے اور تجھ کو پانی اور مٹی سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ خدا کی قسم اے محبوب تو جان سے بھی بڑھ کر پاک ہے میری جان تجھ پر قربان ہو۔

پاکاں ندیدہ روئے تو جاں دادہ اند ربوئے تو
اینک بگردِ کوئے تو صد جانِ پاک اے نازنیں

پاک لوگوں نے اگرچہ آپ کا چہرۂ انور نہیں دیکھا مگر آپ کے حُسنِ بے بہا پر اپنی جانیں قربان کرتے رہے۔ اےمحبوب آج بھی ہزاروں پاک لوگ آپ کے کوچے کے گرد اپنی جانیں لئے ہوئے حاضر ہیں۔

گر شد چو لالہ پیکرم غرقہ بخوں کے غم خورم
ایں بس کہ بر دل می برم واغت بخاک اے نازنیں

اگرچہ میرا جسم مانندِلالہ خون میں غرق ہو کر سُرخ ہو رہا ہے میں اِس غم ہجر کو کب تک برداشت کروں گا۔ میرے لئے اِتنا ہی کافی ہے کہ اے محبوب تیرے داغِ غم کو دل میں لے کر خاک میں جا رہا ہوں۔

وارم زِ غم بیمارئے بیمارِ غم را یارئے
گر تو کنی غمخوارئ از غم چہ باک اے نازنیں

اے محبوب میں اپنے دل میں تیرے ہجر کے غم کی بیماری رکھتا ہوں۔ خدا را آپ اپنے بیمارِ غم کی دستگیری فرمایئے اور اے محبوب اگر تو غمخواری کرے تو پھر غم کی کچھ پرواہ نہیں۔

با آں کہ دردم شد قوی خواہم فغانم بشنوی

ترسم کہ بہر من شوی اندیشہ ناک اے نازنیں

باوجودیکہ میرا درِ غم بہت بڑھ گیا۔ اور میں چاہتا ہوں کہ نالہ و فغاں کروں تاکہ تو سُنے مگر میں ڈرتا ہوں کہ اے محبوب مبادا تو میرے لئے فکرمند ہو لہٰذا نالہ و زاری سے باز رہتا ہوں۔

جامیؔ کہ دارد باتو خو ہرگز نتابد از تو رُو
گر خود نہی بر فرقِ او تیغِ ہلاک اے نازنیں

یہ بیچارہ جامیؔ جوکہ تیری غلامی کا خُوگر ہے ہرگز تجھ سے مُنہ نہ پھیرے گا۔ اگرچہ اے محبوب توخود اِس کے سر پر ہلاک کر دینے والی تلوار ہی چلائے۔

❀❀❀

صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا لقب رَحمَۃٌ لِّلعَالَمِین ہے

اے ز لعلت کام جو رُوحُ الامِین

خطِ سبزت رحمۃٌ لِّلعَالمین

اے محبوب جبرئیلِ امین باوجود مقربِ بارگاہ ہونے کے آپ کی عنایتوں کے محتاج ہیں اِس وجہ سے کہ آپ کا لقبِ اعظم رحمۃٌ للعالمین ہے۔

در رہم گر گوئی از سر کن قدم

پایم از شادی نیاید بر زمیں

اے محبوب اگر اپنے درِ پاک تک پہنچنے کے لئے آپ فرمائیں کہ اے جامیؔ سر کے بل چل کر آؤ، بخدا کمالِ خوشی کے باعث میرا پیر زمین پر نہ پڑے گا۔

گر نہ بینم ہفتۂ ماہِ رُخت

بگذرد آہم زِ چرخِ ہفتمیں

خدا کی قسم اگر میں اپنے ماہِ رُخ محبوب کو ایک ہفتہ نہ دیکھوں تو میرا یہ حال ہوتا ہے کہ میری آہیں ساتوں آسمانوں سے اُوپر نکل جاتی ہیں۔

❁❁❁

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ کہاں جائز ہے کہ دوست اپنے دوست کے ساتھ ایسا کرے

نورِ چشم من چہ واقع شد گناہِ من چہ بود
کز نظر انداختی ما را بیک بار ایں چنیں

اے میرے پیارے ایسی کونسی غلطی واقع ہوئی اور مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا کہ تونے مجھ بیچارے کو اچانک نظر انداز کردیا۔

در خور مہر و وفا گر نیستم بہر خدا
از جفاہائے خودم محروم مگذار ایں چنیں

اے دوست اگر میں اِس لائق نہیں ہوں کہ میرے ساتھ محبت کا برتاؤں کیا جائے پھر بھی خدا را مجھ کو اپنی جفاؤں سے محروم نہ رکھئے۔

ہرگزم روزے نپرسیدی کہ احوالِ تو چیست
کے روا باشد کہ باشد یار با یار ایں چنیں

اے دوست تونے کسی دن بھی مجھ سے نہ پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے۔ یہ کہاں مناسب ہے کہ ایک دوست اپنے دوست کے ساتھ ایسا کرے۔

❁❁❁

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

میں کون ہوں کہ دوست کی طرف خط لکھوں

با یار کوچ کردہ کہ گوید پیامِ من
و انجا بجز صبا کہ رساند سلامِ من

مجھ سے جُدا ہوکر روانہ ہو جانے والے میرے دوست تک میرا پیام کون پہنچائے۔ اور وہاں بجز بادِ صبا میرا سلام کون لے جائے۔

من کیستم کہ نامہ فرستم بسوئے اُو
در نامۂ سگانش نویسند نامِ من

میں کون ہوں اور میری کیا حقیقت ہے کہ دوست کی طرف خط لکھوں۔اے دوستو! اُس کے کتوں کے نام لکھے ہوئے خطوں میں میرا نام لکھ کر بھیج دو۔

عمرے ز اشک دانہ فشاندم ولے چہ سود
چوں نامہ آں کبوترِ رحمت بدامِ من

ایک زمانہ گذر گیا میں اپنے آنسوؤں کے دانے بکھیر رہا ہوں مگر کیا فائدہ۔ جب کہ وہ کبوترِ رحمت (میرا محبوب) میرے جال میں نہ آیا۔

اے صید پیشہ چارہ چہ سازم خدائے را
کاں آہوئے رمیدہ شود صیدِ دامِ من

اے شکاریو لِلّٰہ مجھ کو بتلاؤ میں کون سی تدبیر اختیار کروں تا کہ وہ میرے ہاتھ سے گیا ہو ا میرا غزالِ رعنا (نوجوان ہرن بمعنی محبوب) میرے جال میں آ پھنسے۔

جامیؔ مگوئے کایں ہمہ مستی و شور چیست
کز خمِّ عشق پر تُرک افتاد جامِ من

اے جامی اِس بات کا تذکرہ مت کرو کہ یہ مستی اور شور کیا چیز ہے۔سنو! میرا جام، عشق کے مٹکے سے حاصل کیا ہوا ہے جو نہایت ہی شان و شوکت والا ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں تیری جستجو میں خاک وخون میں لوٹوں گا

من کیستم کہ چشم کشایم بروئے تو
ایں بسکہ میکنم بزباں گفتگوئے تو

میں کون ہوں کہ تیرے چہرۂ انور کی طرف نظر کرسکوں۔ بس میرے لئے اِتنا ہی کافی ہے کہ میں اپنی زبان سے تیری گفتگو کرتا رہوں۔

اے آرزوئے جاں نظرے کن بحالِ من
زاں پیشترکہ جاں دہم از آرزوئے تو

اے میری جان کی آرزُو مجھ غریب کے حالِ زار کی طرف بھی ایک نظرِ کرم فرمایئے۔ قبل اِس کے کہ میں تیری آرزو میں اپنی جان دے دوں۔

پایم چو سودہ شد برہت بعد ازیں چو اشک
غلطم بخون و خاک پے جستجوئے تو

اے دوست تیرے راستے سے گذرتے ہوئے اگر کہیں میرا پیر تیرے قدمِ نازک کے نشانوں سے مَس ہوگیا تو میں تیری تلاش میں اشک کے مانند خاک وخون میں لوٹوں گا۔

من اہلِ خوان وصل نیم کاش چوں سگاں
سنگے خورم بہ سر زمقیمانِ کوئے تو

اے دوست مجھے معلوم ہے کہ میں تیرا وصل حاصل کرنے والوں میں سے نہیں ہوں بلکہ میں تو اِس انتظار میں ہوں کہ کاش کتوں کے مانند تیرے کوچے میں رہنے والوں کی طرف سے اپنے سر پر ایک پتھر کھا لوں۔

❁❁❁

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خدا کی قسم میری نظروں میں تیرے خیال کے سِوا کچھ باقی نہیں رہا

ز نیساں کہ خو گرفت دلم با وصالِ تو
اے وائے آں زماں کہ نہ بینم جمالِ تو

جس شدت کے ساتھ میرے دِل میں تیرے وصال کا خیال جاگزیں ہوا ہے ایسی حالت میں اے محبوب میرے لئے بہت سخت مشکل ہے اگر ایک لحظہ بھی تیرا جمال نہ دیکھوں۔

تا رفتہ چو خوابِ خوش از چشمِ اشکبار
حقّا کہ نیست در نظرم جز خیالِ تو

اے دوست جب سے میٹھی میٹھی نیند میری روتی آنکھوں سے غائب ہوئی ہے۔خدا کی قسم میری نظروں میں تیرے خیال کے سِوا کچھ بھی باقی نہیں رہا۔

دارم سرے نہادہ براہت کہ مستِ ناز
ناگاہ در رسی و شود پائیمالِ تو

اے دوست میں نے اپنا سر تیرے راستے میں بچھا رکھا ہے کہ جس وقت بھی تو مَستی و ناز کے ساتھ اِدھر سے گذرے فی الفور تیرے پائے ناز پر قربان ہو جائے۔

جامیؔ چہ حاجتست بگفتن کہ زد رقم
برلوحِ چہرہ کلکِ مژہ حسبِ حال تو

اے جامی کچھ کہنے کی حاجت نہیں ہے۔ تیرا تمامی حال تیری مژہ کی قلم نے تیرے چہرے پر لکھ رکھا ہے۔ دوست خود پڑھ لے گا۔

❁❁❁

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نظارۂ ہمہ اُوست

اے جاوداں بصورتِ اعیاں در آمدہ
گاہے نمودہ ظاہر و گہ مظہر آمدہ

اے ذاتِ باقی ظاہری صورت میں جلوہ گر۔ کہیں بے پردہ ظاہر اور کہیں مظہر (جائے ظہور)

از روئے ذاتِ ظاہر و مظہر یکیست لیک
در حکم ِعقل ایں دگر آں دیگر آمدہ

خود ذات کے اعتبار سے ظاہر اور مُظہر ایک ہی ہے مگر عقل کے نزدیک یہ کچھ اور ہے وُہ کچھ اور ہے۔

بے صورتست عشق ولے عشقِ صورتش
غالب شدہ بکسوتِ صورت بر آمدہ

اگر چہ عشق کی کوئی صورت نہیں ہے مگر اُس کی صورت کے ولولے نے غالب ہوکر صورت کا لباس اختیار کررکھا ہے۔

معروف عارفاں است بہر صورتے کہ ہست
در چشمِ منکراں چہ غم از منکر آمدہ

دل کی آنکھ رکھنے والوں کے نزدیک یہ بات بالکل واضح ہے کہ صورت میں جو کچھ ہے وہی ہے اور اِس بات کا کوئی غم نہیں کہ جو لوگ اِس بات کے انکاری ہیں اور اِنکارکررہے ہیں۔

در موطن ظہور و بطوں نیست غیر اُو
ہر چند کز ظہور و بطوں برتر آمدہ

ہر شے کے ظاہر اور باطن میں اُس کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے اگر چہ اُس کی ذاتِ عالی ظاہر اور باطن سے بھی بزرگ و برتر ہے۔

گاہش کشیدہ جاذبۂ عاشقی عیاں
با داغِ عاشقانِ بلا پرور آمدہ

کسی مقام پر جذبۂ عاشقی لئے ہوئے عاشقوں کے لباسِ سوز و ساز کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

گاہش گرفتہ جلوۂ معشوق آستیں
بر شکلِ دل براں پری پیکر آمدہ

اور کہیں لباسِ معشوقی میں حسین و جمیل صورتوں میں مُتَشکّل ہے۔

یکجا نشستہ بر سرِ صدرِ جلال و جاہ
وز جملہ سرورانِ جہاں بر سر آمدہ

ایک جگہ جلال و جاہ کے ساتھ کرسیِ صدر پر جلوہ گر ہے اور جہاں کے تمام سرداروں کا سردار بنا ہوا ہے۔

یکجا فگندہ خرقۂ فقر و فنا بدوش
محتاج وار حلقہ زناں بر در آمدہ

اور ایک دوسری جگہ فقیرانہ لباس کندھے پر ڈالے ہوئے محتاجوں کے مانند کاسۂ گدائی لئے ہوئے دروازے پر کھڑا ہے۔

ہمراہ وحیِ گشتہ و روح القدس شدہ
پیغامِ خود رساند و پیغمبر آمدہ

کہیں خود ہی وحی کے ہمراہ ہو کر جبرئیل کی صورت میں ہے اورکہیں اپنا پیغام پہنچانے کے لئے پیغمبر کے لباس میں ہے۔

بحریست متفق کہ ز اوصافِ مختلف
باران و قطرہ و صدف و گوہر آمدہ

بہرحال وہ ذاتِ پاک ایک بحرِ عظیم ہے اور مختلف شکلوں میں کہیں بارش، کہیں قطرہ، کہیں صدف اور کہیں قیمتی موتی ہو کر جلوہ گر ہے۔

نشگفتہ است جز گلِ وحدت بباغ عشق
ہر چند گاہ اصفر و گہ احمر آمدہ

الغرض باغِ عشق میں ذاتِ واحد کے سِوا کوئی پُھول نہیں کِھلا اگر چہ وہ پھول کہیں سفید اور کہیں سرُخ نظر آ رہا ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جب تک زمین کی گرفتاری سے نہ چھوٹے گا آسمان پر نہ پہنچے گا

ز شہر تن نکنی دل بملکِ جاں نرسی
بدیں جہاں نہی پا بداں جہاں نرسی

جب تک تن کے شہر سے دل نہ نکلے گا جان کے ملک میں نہ پہنچے گا۔ جب تک اِس جہاں کو نہ چھوڑے گا اُس جہاں میں نہ پہنچے گا۔

حضیضِ نفس زمین وآسماں است در رہِ عشق
تو پائے بست زمینی بآسماں نرسی

اے مخاطب راہِ عشق میں نفسانی کدورتیں اور کثافتیں ہی سدِ راہ ہیں جب تک تو زمین سے نہ چھوٹے گا آسمان پر نہ پہنچے گا۔ یعنی جب تک نفس کو جملہ خواہشوں سے پاک نہ کرے گا عروج نہ دیکھے گا۔

دو روزۂ حبسِ قفس سہل باشد اے بلبل
ازاں بترس کہ دیگر ببوستاں نرسی

اے خوش نوا بلبل دو روز اِس پنجرے کی صعوبت کو جھیل لینا آسان ہے۔ اُس بات سے ڈر کہ کہیں تو اِس پنجرے ہی میں گھبرا کر مر جائے یعنی بے ایمان مرے تو پھر تجھ کو باغِ جنت میں پہنچنا نصیب نہ ہو گا۔

نشانِ عشق چہ پرسی ز ہرنشاں بگسل
کہ تا اسیر نشانی بہ بے نشاں نرسی

اے مخاطب مجھ سے نشانِ حق کیا پوچھتا ہے سُن لے ہر نشان سے جُدا ہو جا۔ یعنی تمام دل بستگیوں کو چھوڑ دے کیونکہ جب تک تو کسی نشان کا گرفتار ہے وہ ذات جو بے نشان ہے اُس تک نہ پہنچے گا۔

صدائے بانگِ جرس می رسد ولے از دور
بَرہ مخُسپ مبادا بکارواں نرسی

اے مخاطب تیرا قافلہ دُور نکل گیا۔ ابھی قدرے اُس کے گھنٹے کی آواز آرہی ہے اگر تو چاہتا ہے کہ اُس قافلے میں پہنچ جائے تو اب تجھ کو راستے میں ہرگز سونا نہ چاہئے ورنہ تو قافلہ میں نہ پہنچے گا یعنی حصولِ تقربِ الیٰ اللہ میں تو پیچھے رہ گیا ہے۔ عمر بہت گذر چکی ہے کوشش کر۔سونا چھوڑ دے ورنہ اِس دولت سے محروم ہو جائے گا۔

حجابِ سرِّ حقیقت ہمیں توئے جامیؔ
گماں مبر کہ ازیں بگذری بآں نرسی

اے جامیؔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے رازوں میں در حقیقت تیری خودی ہی حجابِ اکبر ہے اُسکو دورکرنے اوراُس سے رہائی حاصل کرنے میں کوشش بلیغ کرٗ اور اِس بات کا خیال ہرگز نہ کر کہ اِس سے نجات پانے کے بعد بھی تو اُس تک نہ پہنچے گا نہیں نہیں ہرگز نہیں تو یقینا اُس تک پہنچ جائے گا۔

❁❁❁

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

وہ مقدس ذات جوکہ جمالِ لایزال کی مظہر ہے

اے مظہر حسنِ لایزالی
مراتِ جمالِ ذوالجلالی

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کی ذاتِ مقدس حُسنِ لایزال کی مظہرِاتمّ ہے اور آپ جمالِ ذوالجلال کی رُونمائی کے لئے مثلِ آئینہ ہیں۔

انوارِ تجلیٔ قِدم را
رخسارِ تو احسنُ المجالی

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔آپ کے رُخسارِ مبارکہ تجلیاتِ ذاتیہ کے انوار کے لئے بہترین جلوہ گاہ ہے۔

در شانِ کمالِ تُست نازل
آیاتِ مکارِم و معالی

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کی علوِشانِ کمالیہ کے بیان کے لئے اللہ تعالیٰ نے مثل سورۂ طٰہٰ و سورۂ یٰسین و سورۂ مزّمّل نازل فرمائی ہے۔

رُویت طَرَفِ من النّہار است
زُلفت زُلفِ من اللّیالی

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کا چہرۂ مبارک مانندِ آفتابِ نصف النہار ہے (ٹھیک دوپہر کے وقت کا سورج)اورآپ کی زلفِ مبارکہ سیاہ تر رات کےمثل ہے۔

احرامِ حریم آں نہ بندند
جز دُرد کشانِ لا اُبالی

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کےحریم پاک کی زیارت کے لئےاحرام نہیں باندھتے ہیں مگرصرف اورصرف آپ کے میکدے کی تلچھٹ پینے والے دیوانے۔

جامیؔ بہ وظائفِ تضرُّع مشغول بود علی التّوالی

جامیؔ بھی اُن تلچھٹ پینے والے دیوانوں میں سے ہے حاضری کے لئے رات اور دن گریۂ و زاری کے وظیفے میں مشغول ہے۔

باشد بحوالۂ عنایت

روزی برسد بداں حوالی

بہت ممکن ہے کہ یارسول اللہ صلی الہ تعالیٰ علیہ وسلم محض آپ کی عنایت ومہربانی سے یہ جامیؔ بھی آپ کے مقدس دیارِ پاک تک پہنچنے میں کامیاب ہوجائے۔

❁❁❁

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خدا کی قسم جب تک تم نہ چکھو گے اِس شراب کے لطف کو نہ پہچانو گے

لی حبیبٌ ۔ قرشیٌ ۔ مدنیٌ ۔ عربیٌ
کہ بود درد و غمش مایۂ شادی و خوشی

میرا محبوب قرشی۔مدنی اور عربی ہے۔ وہ اِس قدر جاذبِ نظر اور دلنشیں ہے کہ اُس کا دردوغم ہزارہا خوشی و شادمانی کا سرمایہ ہے۔

فہمِ رازش نکنم او عربی من عجمی
لافِ یاری چہ زنم او قرشی من حبشی

میں اپنے اُس محبوب کے رازوں کو کماحقہٗ سمجھنے سے عاجز ہُوں کیونکہ وہ عربی ہے اور میں عجمی ہوں، میں اُس کےساتھ اپنی دوستی کی کیا بات کروں کیونکہ وہ عالی نسب، خوب شکل ہے اور میں بد شکل حبشی ہُوں۔

گرچہ صد مرحلہ دوراست ز پیشِ نظرم
جُعُد فی نظری کُلّ غَدَاۃِ وَّ عَشِی

اگر چہ میرا محبوب میری نظروں سے سینکڑوں میل دور ہے مگر میری وابستگی کا یہ عالم ہے کہ اُس کی مشکبو زلفیں رات اور دن ہر وقت میری نظروں میں ہیں۔

صفتِ بادۂ عشقش ز منِ مست مپرس
ذوقِ ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

میرے محبوب کے عشق کی شراب کی خوبی مجھ دیوانے سے مت پوچھو۔ خُدا کی قسم اُس شراب کے لطف کو ہرگز نہ سمجھ سکوگے جب تک کہ پی نہ لو۔

مصلحت نیست مراسیری ازاں آبِ حیات
ضاعف اللّٰہ بہٖ کُلِّ زمانِ عطشی

اُس محبوب کی محبت کے آبِ حیات سے سیر اور لا تعلق ہونا میرے لئے ہرگز مناسب نہیں بلکہ خدا کرے میری پیاس میں ہر دم و ہر آن اِضافہ ہوتا

رہے۔

جامی ٓ اربابِ وفا جز رہِ عِشقش نروند
سر مبادت گر ازیں راہِ قدم باز کشی

اے جامیؔ سچے عاشق اُس محبوب کے عشق میں اضافے کے سِوا دوسرا راستہ اختیار نہیں کرتے۔خدانخواستہ اگر اُس راستے سے قدم پیچھے ہٹے تو پھر موت ہی بہتر ہے۔

❁❁❁

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جَال میں پھنسے ہوئے پرندے کے دُکھ دَرد کو تو کیا جانے

آسودہ دلا حالِ دلِ زار چہ دانی
خونخوارئِ عشاقِ جگر خوار چہ دانی

اے عیش میں رہنے والے محبوب، حیران و پریشان رہنےوالوں کے دل کا حال تو کیا جانے اور خونِ جگر پینے والے عاشقوں کی حالتِ زار سے تجھ کو کیا واسطہ۔

ہرگز نخلیدہ کفِ پائے تو خارے
آزردگئ سینۂ افگار چہ دانی

اے محبوب جب کہ تیرے پیر میں کبھی کوئی کانٹا نہیں چُبھا تو پھر تجھے اُن لوگوں کی مصیبتوں کا اندازہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ جن کے سینے غم واندوہ کے سبب پارہ پارہ ہو گئے ہیں۔

شب تا بہ سحر خفتہ بخلوت گہ نازی
بے خوابئِ ایں دیدۂ بیدار چہ دانی

اے محبوب رات سے لے کر صبح تک جب کہ تو خلوت گاہِ ناز میں محوِ خواب ہے اِس رات بھر جاگنے اور بے نیندوالی آنکھوں کا حال تجھ کو کیا معلوم۔

اے فاختہ پرواز کناں بر سر سروی
درد دلِ مرغانِ گرفتار چہ دانی

اے آزاد فاختہ جب کہ تو سرو کے درختوں پر بے خوف وخطر مشغول پرواز ہے جال میں پھنسے ہوئے پرندے کے دلی دکھ درد کو تو کیا جانے۔

جامیؔ تو و بیہوشی و جامِ مے و مستی
راہ و روشِ مردمِ ہشیار چہ دانی

اے جامیؔ تیرا تو یہ حال ہے کہ تو ہمہ دم بے خبری۔ مے نوشی و سرمستی سے ہمکنار ہے تجھے دنیوی دانائی و فرزانگی والوں کے طور طریقے سے کیا تعلق۔

❀❀❀

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کیا اچّھا ہوتا میں تیرے در کے کتّوں میں سے ہوتا

کاش منِ بیدل از سگانِ تو بودے
تا ز مقیمانِ آستانِ تو بودے

اے محبوب کیا اچّھا ہوتا میں بیچارہ تیرے دروازے کے کتّوں میں سے ہوتا تاکہ مجھ کو بہ آسانی تیرے آستانِ عالیہ پر رہنے کا موقع ملتا۔

زاہد اگر قبلۂ جمالِ تو دیدے
وردِ زبانش دعائے جانِ تو بودے

زاہدِ خشک اگر تیرے حقیقی جمال کے کعبے کو دیکھ لیتا تو یقینا ہر وقت اُس کی زبان کا وظیفہ دُعا تیری جان کی سلامتی کے سِوا نہ ہوتا۔

غنچۂ اقبالِ ما کجا بہ شگفتے
گر نہ نسیمے ز گلستانِ تو بودے

ہماری اقبال مندی اور نصیبے کا پھول کیونکر کھلتا۔ اے محبوب اگر تیرے گلستاں سے نسیمِ عنایت ہماری طرف نہ آتی۔

جامیؔ اگر یافتے قبولِ غلامیّت
غاشیہ بردوش در عنانِ تو بودے

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر جامیؔ کو آپ کی غلامی کی قبولیت کا شرف حاصل ہو جاتا تو ہر وقت حضورِ والا کا غاشیہ (بیگ) کندھے پر لئے ہوئے ہم رکاب ہوتا۔

❀❀❀

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے مملکتِ حُسن کے شہنشاہ خدارا رحم فرمائیے

دارند جان و دل بتو ہر یک تظلّمے
اے بادشاہِ حسنِ خدا را ترحّمے

ہماری جانیں اور ہمارے دل تیرے عشق و محبت کے باعث پُر درد ہیں اے مملکتِ حُسن کے شہنشاہ لِلّٰہ رحم فرمائیے۔

آہستہ راں سمندِ خدا را کہ در رہت
صد سر فتادہ بیش بود زیر ہر سمے

اے محبوب لِلّٰہ اپنے سمند ناز (گھوڑے) کو آہستہ دوڑائیے کیونکہ تیرے راستے میں ہم جیسے ہزاروں لوگ شوقِ زیارت میں ہر ٹاپ کے نیچے سَروں کو بچھائے ہوئے پڑے ہیں۔

گر می کُنیم نالہ زِ شوقِ رُخت مرنج
کز شوق گلِ خوش است زِبلبل ترنّمے

اے محبوب اگر میں تیرے چہرے کی زیارت کے شوق میں نالہ کر رہا ہوں تو تو اِس سے رنجیدہ نہ ہو کیونکہ شوق ِ گل میں بُلبُل کا ترنم یقینی امر ہے۔

جامیؔ بجاں رسید ز بس گریہ ہائے تلخ
ہرگز ندید ازاں لبِ شیریں تبسّمے

جامیؔ کثرتِ گریہ وزاری کے سبب جو کہ امیدِ دیدار ہے اب جاں بلب ہے مگر افسوس وصد افسوس کہ ابھی تک محبوب کے لبِ شیریں کے ایک تبسمی دیدار سے محروم ہے۔

❀❀❀

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے دوست اِتنا کر کہ اپنا چہرۂ زیبا مجھ کو دِکھلا دے

طالَ شوقِ الیکَ یا مولائے
بنُما آں رخِ جہاں آرائے

اے دوست تیری ملاقات کا شوق بہت بڑھ گیا۔کرم فرما اور تمامِ عالم کو منورکر دینے ولا اپنا چہرۂ زیبا مجھکو دکھلا دے۔

رفت عمرم بدردِ حِرماں آہ
سوخت جانم بداغِ ہجراں وائے

اے دوست میری تمام عمر تیرے غم اور محرومی میں گذر گئی۔ ہائے افسوس میری جاں تیرے ہجر کی طپش میں سوخت ہوگئی۔

گو مرا عمر جاوِدانہ مباش
گو مرا دولتِ زمانہ مپائے

اے دوست مجھ کو ہمیشہ باقی رہنے والی عمر کی تلاش نہیں۔ دُنیوی دَھن و دولت کی فکر نہیں۔

جملہ اینہا طفیل تُست اے دوست
تو ہمیں کن کہ رُوئے خود بنمائے

اے دوست یہ سب چیزیں تیری بدولت مجھ کو میّسر ہو جائیں گی تو صرف اِتنا کر کہ اپنا چہرۂ زِیبا مجھ کو دکھلا دے۔

کز دو عالم ہمیں وصالِ تو بس
بلکہ یک پرتوِ از جمالِ تو بس

کیونکہ میرے نزدیک دونوں جہان سے بڑھ کر صرف تیرا وِصال کافی ہے بلکہ تیرے جمالِ جہاں آرا کی ایک جھلک ہی میرے لئے بس ہے۔

❀❀❀

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اگر مرنے کے بعد میرے سَر سے تیرا گذر ہو

من غلامِ تو ام ولے نہ چناں
کہ زِ بیداد و جور بگریزم

اے دوست میں تیرا صادق اور با وفا غلام ہوں نہ اِس طرح کہ تیرے جور و ظلم سے گھبرا کر تیرے در کو چھوڑ کر بھاگ جاؤں۔

نخورم بے تو شربت آبے
کہ بخونِ جگر نیامیزم

اے دوست تجھ سے جُدا ہوتے ہوئے جب میں پانی پیتا ہوں تو ایک گھونٹ بھی خونِ جگر کی آمیزش سے خالی نہیں ہوتا۔

گر پس از مرگ بر سرم گزری
مست و بیخود زِ خاک برخیزم

اے دوست اگر مرنے کے بعد میرے سر سے تیرا گزر ہو تو میں مست اور بیخود ہو کر کھڑا ہو جاؤنگا۔

آستیں بر دو عالم افشانم
وست در دامنِ تو آویزم

اے دوست میں دونوں جہان کو خیر باد کہ دونگا اور تیرے دامن سے وابستہ ہو جاونگا۔

کز دو عالم ہمیں وصالِ تو بس
بلکہ یک پرتو از جمالِ تو بس

کیونکہ میرے نزدیک دونوں جہاں سے بڑھ کر صرف تیرا وصال کافی ہے بلکہ تیرے جمال کی ایک جھلک ہی میرے لئے حد اور بس ہے۔

❀❀❀

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چہ غم از محنت راہ است چو ہمراہ توئی

ناز نیازِ شبم آگاہ توئ
واقفِ آہ و دمِ سرد سحرگاہ توئ

اے دوست بوقتِ شب میری سجدہ ریزی اور نیاز مندی سے صرف تو ہی آگاہ ہے اور صبح کے وقت کی میری آہ و زاری اور عاجزی و اِنکساری کے اِظہار سے توہی باخبر ہے۔

ماہ را اینہمہ آئینِ شب افروزی نیست
گر نہ بنمودہ رخ از آئینۂ ماہ توئ

اے دوست چاند کو رات بھر جگمگانے کی تاب ہرگز حاصل نہ ہوتی اگر نورِ قدیم کے آئینے سے تجھ جیسے روشن چاند کا ظہور نہ ہوتا(لولاك لما خلقت الافلك) ۔

در رہِ عشق تو جز محنت وغم نیست ولے
چہ غم از محنت را ہست چو ہمراہ توئ

راہِ عشق میں محنت و غم سے مفر نہیں ہے۔مگر راستے کی صعوبتوں کی کچھ پرواہ نہیں جبکہ توخود ہمراہ ہے۔

حاجت قبلۂ صورت نبود جامیؔ را
قبلۂ حاجتش المنّۃ لِلّٰہ توئ

اے دوست جامیؔ کے لئے ظاہری قبلے کی حاجت نہیں ہے۔ دریں صورت کہ بحمداللہ تعالیٰ تو اِسکا قبلۂ حاجات ہے۔

❁❁❁

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خطاب آمد کہ از پیرِ مغاں خواہ آنچہ می خواہی

بہ فکرت خواستم کز سرّ وحدت یابم آگاہی
خطاب آمد کہ از پیرِ مغاں خواہ آنچہ می خواہی

میں نے اپنے دل سے مخاطب ہو کر کہا مجھ کو وحدت (اللہ تعالیٰ) کے اسرار سے آگاہ کر۔ فی الفور خطاب آیا کہ جو کچھ طلب کرتے ہو پیرِ مغاں (مرشد) سے طلب کرو۔

کشم رخت از دیارت بردرِ پیرِ مغاں روزے
اگر دولت کند دمسازی و توفیقِ ہمراہی

اے دل ہوشیار ہو جا اب میں ایک روز ضرور پیرِ مغاں (مرشد) کے دروازے پر اپنا سامان لے جاؤں گا۔ اگر کرمِ خداوندی اور توفیقِ الٰہی کی تائید مجھ کو حاصل رہی۔

شد از دیوانِ قسمت ہر کسے را نامزد خیرے
من و جامِ صبوحی زاہد و وِردِ سحرگاہی

مقدر کے دفتر سے ہرکس و ناکس کو مشغولیت کی ہدایت ملی۔ میں تو جامِ صُبوحی (عشقِ الٰہی کی مستی) میں مستغرق ہوں اور زاہد صبح کے ورد اور وظائف میں غرق ہے۔

چہ سودائے شیخ ہر ساعت فزودن خرمنِ طاعت
چو نتوانی کہ یک جو از وجودِ خویشتن کاہی

اے شیخ ظاہر میں طاعت اور عبادت کے کھلیان کو ہروقت افزوں کرنے کی فکر سے کیا فائدہ جب کہ تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اپنی خودی و خود بینی کے مرض کو ایک جو کے برابر ہی کم کرنے کی فکر کرے۔

❁❁❁

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یاشافع روزِ جزاپُرساں توئی پُرساں توئی

یاشافع روز جزا پرساں توئی پرساں توئی
رشکِ ملک نورِ خدا انساں توئی انساں توئی

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروزِ جزا (قیامت) ہمارے پُرساں حال آپ ہی ہیں آپ ہی ہیں۔فرشتوں کورشک دلانے والے۔اللہ تعالیٰ کے نورِانساں آپ ہی ہیں اور بس۔

روشن زِ رویت دوجہاں عکسِ رخت خورشیدِ جاں
اے نورِ ذاتِ کبریا رخشاں توئی رخشاں توئی

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے چہرۂ مبارک کی چمک سے دونوں عالم منوّر ہیں اورآپ کے رُخِ زیبا کا عکس ہماری جانوں کے لئے مثلِ آفتاب ہے۔ اے اللہ تعالیٰ کے نور در حقیقت آپ ہی رخشندہ وتابندہ ہیں۔

یا مصطفیٰ یا مجتبیٰ اِرحَمَ لَنَا اِرحَم لَناَ
دستِ ہمہ بیچارہ را داماں توئی داماں توئی

اے مصطفیٰ اور اے برگزیدہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب پر رحم فرمایئے ہم سب پر رحم فرمایئے۔ہم سب مجبوروں کے لئے آپ ہی پناہ گاہ ہیں اور بس۔

من عاصیم من عاجزم من بیکسم از خود مراں
یاشافِع روزِ جزا پرساں توئی پرساں توئی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گناہگارہوں میں مجبورہوں میں بے سہارا ہوں یا شافعِ روزِ جزا میرے پُرسانِ حال آپ ہی ہیں آپ ہی ہیں۔

جامیؔ رود از جانِ خود جلوہ نما بہر خدا
جان و دلم ہردو فدا جاناں توئی جاناں توئی

جامیؔ قریب المرگ ہے لِلّٰہ اپنا دیدار عطا فرمایئے میری جان اور دل دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں میرے محبوب آپ ہی ہیں آپ ہی ہیں۔

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سلام بحضورِ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سلامٌ علیک اے نبی مکرم
مکرم تر از آدم و نسلِ آدم

اے نبیِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ پر ہزارہا درود اور سلام ہوں آپ حضرتِ آدم اور کل نسلِ آدم سے مکرم تر ہیں۔

سلامٌ علیک اے ز آبائے علوی
بصورت موخّر بمعنی مقدّم

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر اہلِ آسمان کی طرف سے سلام ہو۔آپ بظاہر موخر ہیں مگر سب پر مقدم ہیں۔

سلامٌ علیک ز آبائے فطرت
طفیلِ وجودِ تو ایجادِ عاَلم

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر تمامی کائنات کی مخلوقات کی طرف سے سلام ہو۔ کیونکہ آپ کی بدولت ہی اِس عالم کی ہر شئے ظہور میں آئی ہے۔

سلامٌ علیک اے ز اسمائے حسنیٰ
جمالِ تو آئینۂ اسمِ اعظم

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر باری تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی طرف سے سلام ہوکیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ گرامی کے جمال کی رہنمائی کے لئے آپ ہی آئینہ ہیں۔

سلامٌ علیک اے بملکِ رسالت
ترا خاتم المرسلیں نقشِ خاتم

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر ہزارہا درود اور سلام ہوں کیونکہ مملکتِ رسالت میں خاتم المرسلین کا نقش آپ ہی کو ملا ہے۔

سلامٌ علیک اے شناسا بصد سِر
کہ رُوح الامیں در یکے نیست محرَم

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی کو ایسی رفعتِ شانی حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہزاروں رازوں سے آپ واقف ہیں اور حضرتِ جبرئیل باوجود مقربِ بارگاہ ہونے کے اُن میں سے کسی سے بھی باخبر نہیں۔

سلامٌ علیک اے زِ ابرِ نوالت
مرا کشت زارِ امل سبز و خرم

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی جود و بخشش کے سبب ہماری اُمیّدوں کا کھیت سرسبز و شاداب ہے۔

ہزاراں تحیّت زِ حق با دفائض
بروحِ تو و آل وصحبِ تو ہردم

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاکھوں درود اور سلام حق سُبحانہُ و تعالیٰ کی طرف سے آپ کی روحِ مبارک۔ آپ کی آلِ پاک۔آپ کے اصحابِ کرام پر ہر دم و ہر آن فائض ہوں۔

❁❁❁

گُل ہائے عقیدت

اُنہی کی بومایۂ ثمن ہے اُنہی کا جلوہ چمن چمن ہے
اُنہی سے گلشن مہک رہے ہیں اُنہی کی رَنگت گلاب میں ہے

(حضرت رضاؔ بریلوی)

''حضورِ شہِ بحر و بر جانے والے''

حضورِ شہ بحر و بر جانے والے　　لئے جا ہماری نظر جانے والے
قدم کو ترے آ، نگاہوں میں رکھ لوں　　ارے اُس در پاک پر جانے والے
ذرا غم نصیبوں کو بھی یاد رکھنا　　حبیب دو عالم کے گھر جانے والے
تڑپتے ہیں کس طرح فرقت میں مارے　　ارے دیکھ لے اک نظر جانے والے
نہ کر خوفِ منزل نہ کر فکرِ جادہ　　وہ خود ہیں ترے راہبر جانے والے
اُنھیں کے تصور کو اُنکی طلب کو　　بنا لے رفیق سفر جانے والے
مُبارک ہو وہ پُرسکوں زندگانی　　مکدّر فضا سے گزر جانے والے
اُنھیں بھی ذرا اِک نظر دیکھ لینا　　ملیں پا پیادہ اگر جانے والے
قدم خاکِ طیبہ پہ رکھنا ادب سے　　ذرا ہاں! سمجھ سوچ کر جانے والے
ہوائیں مخالف فضائیں مکدّر　　چلے جا رہے ہیں مگر جانے والے
ہماری تو دل سے یہی بس دُعا ہے　　اِدھر اب نہ آئیں اُدھر جانے والے
خدا تجھ کو با کیف و با سوز رکھے　　مرے دل کو بے چین کر جانے والے

حمیدؔ حزیں کی بھی اِک بات سُن لے
ٹھہر جانے والے! ٹھہر جانے والے

زائرِ حرم حمیدؔ صدیقی (لکھنؤ)

''نِگاہ فرمائِے ساری اُمّت کی میٹھی چاہیں ترس رہی ہیں''

حَرَم سے طیبہ کو آنے والے تجھے نگاہیں تَرس رہی ہیں
جِدھر جِدھر سے گُزر کے آئے اُداس راہیں تَرس رہی ہیں

رسول اطہر جہاں بھی ٹھہرے وہ منزلیں یاد کر رہی ہیں
جبینِ اقدس جہاں جھکی ہے وُہ سجدہ گاہیں تَرس رہی ہیں

جو نورِ افشاں تھیں لحظہ لحظہ حضورِ انور کے دَم قدَم سے
وہ جلوہ گاہیں تڑپ رہی ہیں وُہ بارگاہیں تَرس رہی ہیں

صبائے بطحا غموں سے پُر ہے فضائے اقصیٰ بھی دُکھ بھری ہے
اب ایک مُدت سے حال یہ ہے اَثر کو آہیں ترس رہی ہیں

خیال فرما کہ چشمِ عالَم تِری ہی جانِب لگی ہُوئی ہے
نِگاہ فرمائِے کہ ساری اُمّت کی میٹھی چاہیں ترس رہی ہیں

نفیسؔ کیسا یہ وقت آیا سُلوک و اِحساں کے سِلسلوں پر
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں وہ خانقاہیں تَرس رہی ہیں

سید نفیس الحسینی نفیسؔ (لاہور)

”ولادت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم“

ترے آتے ہی کنگورے گرے ایوانِ کسریٰ کے
ہر اِک آتش کدہ افسوس سے بھرنے لگا آہیں

یہ کیسا اِنقلاب آیا کہ آتش بن گیا پانی
ترے انوار اِک زندہ شہادت کی طرح روشن

نِگاہِ کفر و ظلمت ہو گئ اندھی
نِگاہِ کفر نے انوار کی بارش نہیں دیکھی

سماعت چھین لی کفار کی رعدِ وِلاددت نے
شہابِ سُرخ کی مانند شُعلوں کی ہوئ بارش

کہ جن کے خوف سے بُت گر پڑے بے اختیاری میں
شیاطین اِس طرح بھاگے کہ جیسے ابرہہ کی فوج بھاگی تھی

ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفیؔ (کراچی)

”دُور ہے شہرِ نبی ﷺ سے پھولؔ پژمردہ ہے یوں“

اِس جہاں میں آپ ﷺ کا عہدِ رسالت اِنتخاب
بعد اُس کے چار یاروں کی خلافت اِنتخاب
وہ ﷺ شفیعِ کُل امم اور شافعِ ﷺ یوم النشور
روزِ محشر آپ ﷺ ہی کی ہے شفاعت اِنتخاب
پیر کا دن صبحِ صادق نور و نکہت اور بہار
بالیقیں سرکار ﷺ کا یومِ ولادت اِنتخاب
دُشمنوں نے دی گواہی آپ ﷺ صادق اور امین
وہ صداقت اِنتخاب اور وہ امانت اِنتخاب
سورہء طٰہٰ کے آغاز میں حق کا خطاب
پائے اقدس پر وَرَم شہ کی عبادت اِنتخاب
آیہء تطہیر شاہد ہے سدا قرآن میں
اہلِ بیتِ مصطفیٰ ﷺ کی ہے نجابت اِنتخاب
اہلِ مکہ کو بتایا منزلِ اقصیٰ کا حال
آپ ﷺ کو اللہ نے بخشی بصارت اِنتخاب
بعد ”اطیعواللہ“ کے کیا ہے لکھا قرآن میں
اہلِ دُنیا کے لئے شہ ﷺ کی اطاعت اِنتخاب
دُور ہے شہرِ نبی ﷺ سے پھولؔ پژمردہ ہے یوں
باغِ طیبہ میں تھی اِس رُخ کی بشاشت اِنتخاب

تنویر پھولؔ (نیویارک)

”حضور ایسا کوئی اِنتظام ہوجائے“

حضور ایسا کوئی انتظام ہوجائے
سلام کے لئے حاضر غلام ہوجائے

میں صرف دیکھ لوں اِک بار صبحِ طیبہ کو
بَلا سے پھر مری دُنیا میں شام ہوجائے

تجلیات سے بھر لوں میں اپنا کاسۂ جاں
کبھی جو اُن کی گلی میں قیام ہوجائے

حضور آپ جو سُن لیں تو بات بن جائے
حضور آپ جو کہ دیں تو کام ہوجائے

حضور آپ جو چاہیں تو کچھ نہیں مُشکل
سِمٹ کے فاصلہ یہ چند گام ہوجائے

ملے مجھے بھی زبانِ بوصیریؔ و جامیؔ
مرا کلام بھی مقبولِ عام ہوجائے

مزا تو جب ہے فرشتے یہ قبر میں کہ دیں
صبیحؔ مدحتِ خیرالانام ہو جائے

سید صبیح رحمانی (کراچی)

''ان کا یومِ ولادت بڑی عید ہے''

مہرباں اُن پہ قدرت زمیں تا فلک
آپ کی ہے نبوّت زمیں تا فلک
اُن کی سیرت کا شہرہ چمن در چمن
اُن کی عزت و عظمت زمیں تا فلک
شبِ اَسرا ہیں اُن کا سفر دیکھئے
اِک بشر کی یہ عظمت زمیں تا فلک
رحمتِ دوجہاں بیکسوں کی اَماں
آپ رحمت ہی رحمت زمیں تا فلک
نفرتوں کو مٹایا ہے اَخلاق سے
اُن کی اُلفت ، محبت زمیں تا فلک
ان کا یومِ ولادت بڑی عید ہے
آج کیوں نہ ہو رحمت زمیں تا فلک
اپنے جیسا جو کہتا ہے ان کو یہاں
اس پہ لعنت ہی لعنت زمیں تا فلک
آپ کا سکّہ دونوں جہاں میں چلے
آپ ہی کی قیادت زمیں تا فلک
خونِ شبیر دِیں کی بقا بن گیا
مہکی ان کی شہادت زمیں تا فلک
عرشی و فرشی طاہرؔ کریں آپ کی
اِک مثالی طاعت زمیں تا فلک

طاہرؔ سلطانی (کراچی)

نعت نبی ﷺ (چہار در یک Four in one)

نوٹ: اس نعت کو مندرجہ ذیل چار طرح سے پڑھا جائے۔ (ا) پورے پورے مصرعے پڑھے جائیں (ب) بریکٹ کے بعد والے جز کو چھوڑ دیا جائے ۔صرف پہلے دو جز پڑھے جائیں (ج) بریکٹ سے پہلے درج جز کو چھوڑ دیا جائے۔اور بعد والے دونوں جز پڑھیں جائیں۔(د) صرف بریکٹ میں درج اجزا کو پڑھا جائے۔ پہلے اور بعد کے جز چھوڑ دیے جائیں۔

مخلوق میں (ہیں آپ ہی کل سے سوا) صلِّ علیٰ
در دوسرا (یا سیّدی یا مصطفیٰ) صلِّ علیٰ
نورِ خدا (شاہ ِہدایٰ ، شانِ خدا) صلِّ علیٰ
صلِّ علیٰ (صلِّ ِعلیٰ صلِّ ِعلیٰ) صلِّ علیٰ
تاریک تھا (روشن زمانہ ہو گیا) صد مرحبا
اے دوستو (جب آ گئے شمس الضحیٰ) صلِّ ِعلیٰ
للہ اب (مجھکو بھی بلوا لیجیے) یا سیّدی
مشہور ہے (بے مثل ہے در آپکا) صلِّ علیٰ
مجھ کو بھی یہ (توفیق ہو رٹتا رہوں) رٹتا رہوں
صبح و مسا (بدرالضحیٰ خیر الوریٰ) صلِّ علیٰ
انسان وہ (ہے کامیاب و کامراں) در دو جہاں
شاہِ اُمم (جو آپ پہ قرباں ہوا) صلِّ ِعلیٰ
واللہ وہ (مختار ہیں کونین میں) صابرؔ کہو
جس باب میں (جو کہ دیا وہ ہو گیا) صلِّ ِعلیٰ

ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی (یوپی)

''اے رحمتِ حق مجھ کو بچانے کے لیے آ''

نقشِ غم ہجراں کو مٹانے کے لیے آ
یادِ شہ ابرار نہ جانے کے لیے آ

بوئے درِ محبوب تری راہ ہوں تکتا ویرانۂ دل میرا بسانے کے لیے آ
محشر میں گناہوں نے کہیں کا نہیں چھوڑا اے رحمتِ حق مجھکو بچانے کے لیے آ
بے بس ہوں بہت قبر میں آئے ہیں نکیرین آ مجھ کو جوابات بتانے کے لیے آ
اے حُسن تجلّی مدینہ کبھی اِک دِن خوابوں میں سہی جلوہ دکھانے کے لیے آ
اے کاش کسی رات یہ مل جائے اِشارہ برسات ہے طیبہ کی نہانے کے لیے آ
کُھلنے کو ہیں محشر میں گناہوں کے دفاتر اے رحمتِ کونین چھپانے کے لیے آ
اے کاش کسی رات چمک جائے مقدر پیغام ملے نعت سُنانے کے لیے آ
ویرانہ و سُنسان ہے افکار کا گلشن اِک پھول سہی اِس میں کھلانے کے لیے آ
اے چشمِ کرم بہرِ خدا ایک نظر ہی بگڑی ہوئی تقدیر بنانے کے لیے آ
اے خاکِ مدینہ کوئی ذرہ ہی کرم کر سرمایۂ نعمت کو بڑھانے کے لیے آ

جب پہنچے قمرؔ گنبدِ خضریٰ کے جلو میں
اے پیکِ اجل وعدہ نبھانے کے لیے آ

علامہ قمرؔ بستوی (ہیوسٹن)

نعتیہ نظم

گُل ہائے مدحت کے گجرے
صبا اپنے آنچل میں اُس در کی مٹی کا غازہ چُھپاتی رہے گی
شفق اپنے چہرے پر سُرخی حیا کی سجاتی رہے گی
گھٹا اپنے کندھوں پہ دوسالہ اوڑھے محبت کے
گہرے سمندر سے پانی کی بوندوں کی
خیرات لیتی رہے گی
قلم میرا مِدحت کے پھولوں کے گجرے بناتا رہے گا
میری چشمِ تر اپنی راتوں کے آنگن میں خود ناچ اٹھا کرے گی
مری چشمِ تر مُسکرایا کرے گی
مرے روز و شب گنگنایا کریں گے
مرے سر پہ رحمت کی چادر کا سایہ رہے گا
اِسی اسمِ تازہ کی خوشبو سے اوراقِ ہستی مہکتے رہے ہیں
مہکتے رہیں گے

ریاض حسین چودھری (لاہور)

''سرِ حشر میری نجات کا نگہِ کرم پہ مدار ہے''

مرے گُلتانِ خیال میں بخدا تمھیں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہار ہے
وہ مری نِگاہ میں پُھول ہے جو تمھارے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دشت کا خار ہے

مجھے تم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کچھ ہو عزیز ، کیا یہ دِل و جگر تو ہیں چیز کیا
مری کائینات میں جو بھی ہے وہ تمھارے رُخ کی بہار ہے

مری زندگی میں ہیں رونقیں ترے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نام سے تری صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یاد سے
تِرا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نام وجہِ سُکون ہے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تری یاد وجہِ قرار ہے

مہ و مہر کی یہ تجلّیاں ہیں تمھارے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نور کی جھلکیاں
جسے لوگ کہتے ہیں کہکشاں وہ تمھاری صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم راہ گُزار ہے

میں گناہگار ہوں پست ہوں تہی دامن و تہی دست ہوں
سرِ حشر میری نجات کا نِگہِ کرم پہ مدار ہے

مری معصیت ہے عروج پر تری رحمتیں ہیں کمال پر
نہ مرے گناہ کی انتہا نہ ترے کرم کا شمار ہے

صفت اُن کی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حامدؔ بے نوا جو بیاں کرے بھی تو کیا کرے
کوئی آج تک نہ سمجھ سکا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عزّ و وقار ہے

حامدؔ امروہوی (شکاگو)

”اے زائیرِ طیبہ آقا کے دربار کا منظر کیسا ہے“

چلمن کیسی جالی کیسی گنبد کیسا در کیسا ہے
اے زائیرِ طیبہ آقا کے دربار کا منظر کیسا ہے

جا کر نہیں دیکھا تھا تو کبھی روضہ نظر آتا خواب میں ہی
کیسی ہے یہ ناکامی میری آنکھوں کا مُقدّر کیسا ہے

اب حشر تلک دنیا کو کوئی حاجت ہی نہیں پیغمبر کی
یہ شرع مکمّل کیسی ہے یہ آخری رہبر کیسا ہے

اِک باعثِ روز اک باعثِ شب مجھ کو بھی کبھی دِکھلا یارب
وہ زُلفِ معنبر کیسی ہے وہ رُوئے منوّر کیسا ہے

کچھ خوف عذابِ قبر نہیں کچھ فکر حسابِ حشر نہیں
یہ لُطف اُنکا یہ ان کا کرم ہر حال میں مجھ پر کیسا ہے

کیا دِل کی راہ سے ہوتے ہوئے وہ حُجرۂ جاں تک آ پہنچے
یہ رُوحِ معطّر کیسی ہے یہ قلبِ منوّر کیسا ہے

آسفتہ سری ہے ساجدؔ کی یا نازِ غلامی ہے اُس کا
کہتا ہے کہ آقا خود پوچھیں حالِ دلِ مضطر کیسا ہے

ساجدؔ امروہوی (یو پی)

''کہاں یہ منھ اور کہاں محبوب ﷺ ذُوالمَنن''

نعتِ حبیب لِکھنے کی دل میں ہے اِک لگن
اِس شُغل میں ہی بس رہوں ہر وقت اب مگن

توفیق تیری فِکر میں شامل نہ ہو اگر
میری ہے کیا بساط ہی جو کُھل سکے دَہن

لایمکن الثنأ ء کما کان حقه
گر چہ میں اِس کے واسطے لاکھوں کروں جتن

صدشکر ہے اجازت مدحِ نبی ﷺ مجھے
ورنہ کہاں یہ منھ اور کہاں محبوبِ ذُوالمَنن

عشقِ رسول اِتنا بھی آسان تو نہیں
پہنچا ہوں در پہ اُن کے مگر چاکِ پیرہن

اے کاش خستہ حالی کی اُنکو بھی ہوخبر
ہو جائے میرے واسطے یہ دافعِ محن

یا رب عطا ولیؔ کو ہو ایسی شیفتگی
اُن کی جناب میں مرا مقبول ہوسخن

ولی اللہ ولی عظیم آبادی صدیقی (مدینہ منورہ)

’’آ گئی جب ولادت کی پیاری گھڑی آسماں مُسکرا یا زمیں ہنس پڑی‘‘

یہ زمین وزماں یہ مکین ومکاں یہ مہ و مہر انجم ہیں جن کے لئے
اُس نبی کی وِلادت کے موقع پہ ہم کیوں نہ اپنے گھروں میں جلائیں دیئے

آ گئی جب وِلادت کی پیاری گھڑی آسماں مسکرا یا زمیں ہنس پڑی
نور والے کا صدقہ اُتارا گیا نور نے چاند تارے نچھاور کئے

ہر کلی پھول بن کر مہکنے لگی ہر گلستاں میں بُلبل چہکنے لگی
عارضِ صبح پر صد بہار آفریں ابرِ رحمت نے شبنم کے چھینٹے دیئے

کِتنے سینوں میں کینہ دِلوں میں جلن کتنے کانٹے چمن میں ہیں گل پیرہن
پھر رہے ہیں بُجھانے کو شمعِ سُنن رُوپ بدلے ہوئے کِتنے بہروپئے

خالقِ کُل نے مالِک بنایا اُنہیں وہ ہیں مختارِ کُل وہ ہیں سرکارِ کُل
جتنے کونین کے اِختیارات ہیں حق تعالیٰ نے اُنکو عطا کر دیئے

قافلے جب مدینے کو جانے لگے آ گیا اپنی قسمت پہ رونا ہمیں
ہم جلائے ہوئے حسرتوں کے دیے دُور تک جانے والوں کو دیکھا کئے

کاش اجملؔ کھلے سب کے دِل کی کلی ہر مسلمان دیکھے عرب کی گلی
میں اِک روز دیکھوں دیارِ نبی آپ سب میرے حق میں دعاء کیجئے

اجملؔ سلطانپوری (یوپی)

”آمنہ بی کے گھر ہوا جلوہ فگن ہلالِ نور نعت“

رب کے حبیب کو مِلا مرتبۂ جلالِ نور
آپ کی ذاتِ پاک ہے ہستیِ بے مثالِ نور

مہر و مہ و نجوم نے جس سے کیا ہے اِکتساب
آپ کا روئے جاں نواز آئینۂ جمالِ نور

ذاتِ رسولِ پاک ہے منبعِ نورِ لم یزال
بخشتی ہے نِگاہ کو تابشِ بے مثالِ نور

دل کا جہان ضو فگن ہوگیا اُن کے نور سے
فِکر سے جگمگا اُٹھا پاک تریں خیالِ نور

شکرِ خدا کہ بن گئی مخزن و مرکزِ خرد
ذاتِ رسولِ نامدار مظہرِ ہر کمالِ نور

مدح و ثنا کے گل کِھلے تا بکراں چمن چمن
گندھ کے زمین جب ہوئی نور فگن سفالِ نور

جِس کی ضیاء سے ہل گئے کُفر کے قلعہ ہائے جبر
آمنہ بی کے گھر ہوا جلوہ فگن ہلالِ نور

ابرار کرت پوری (نئی دہلی)

''اللہ کا دربار ہے دربارِ محمد ﷺ''

یہ شان مدینے کی یہ انوارِ محمد ﷺ
فردوس کا آئینہ ہے گلزارِ محمد ﷺ

مقبول وہ بندہ جو بندہ ہے خدا کا
اللہ کا دربار ہے دربار محمد ﷺ

قربان راہِ حق میں ہوئے آلِ پیمبر
ثابت ہے کہ بے مثل ہے ایثارِ محمد ﷺ

محروم نہ ہوگا کبھی وہ لُطفِ خدا سے
ہوں دیدہ و دل جس کے پرستار محمد ﷺ

چندربھان خیالؔ (ایم پی)

”نہ جانے دُعاوں میں کب اپنی اثر ہوگا “

توفیق خدا دے تو طیبہ کا سفر ہوگا
گلیوں میں مدینے کی اپنا بھی گزر ہوگا

پَل بھر مری راتیں ہو جایں گی پھر روشن
طیبہ کا حَسیں منظر جب پیشِ نظر ہوگا

پھر ہم کو بُلایں گے سرکار مدینے میں
نہ جانے دُعاؤں میں کب اپنی اثَر ہوگا

دیکھوں گا حَسیں منظر طیبہ کا اِن آنکھوں سے
آنسو کا ہر اک قطرہ پھر مِثلِ گوہر ہوگا

بند کر کے نِگاہوں کو جاے ُگا جو طیبہ
چوَکھٹ پہ محمد ﷺ کے پھر اہلِ نظر ہوگا

جب گنبدِ خضریٰ کا دیکھوں گا نظارہ میں
شاداب اُمیّدوں کا میرا بھی شجر ہوگا

ہو جاے ُگی محشر میں بِسمِلؔ کی شفاعت بھی
سنّت کا وہ دُنیا میں حقدار اگر ہوگا

اُدھو مہاجن بِسمِلؔ (پونہ)

رحیق بیخودی

یہ حُسنِ لیلیٰ شب کہکشاں کی جلوہ سامانی یہ نقش لم یزل نورِ حقیقت کی فراوانی
یہ چھٹکی چاندنی ہر ایک گل بُوٹا ہے نورانی کہ روشن ہے حریمِ قدس کی شمعِ شبستانی
فضائے جاں فزا وجہِ تشفی و تسلی ہے
کہ لہراتا ہوا یہ پرچمِ صُبحِ تجلی ہے

عیاں ہے ذرہ ذرہ سے جمالِ شانِ لاہوتی شُعاعِ آتشیں میں مُنعکِس ریعان جبروتی
رگِ گلہائے رنگیں میں پروئے ہیں کہیں موتی کہیں منھ بند کلیاں رُوکشِ تنویرِ یاقوتی
پسِ پردہ کوئی جلوہ عیاں ہے لالہ وگل سے
وہ دیکھو چشمِ بینا کھیلتی ہے زُلفِ سُنبل سے

نہ جانے کون سی شے کا یہ رشتہ ہے رگِ جاں سے سُکون و بیقراری منسلک ہیں جذبِ پنہاں سے
دو عالم جگمگا اٹھے ہیں جلوہ زار ایماں سے صفائے آئینہ پوچھے کوئی اِس چشمِ حیراں سے
ضمیرِ لالۂ خاکی میں حُسنِ جلوہ گر ٹھرے
تو آیاتِ مُبیں پر کس طرح آخر نظر ٹھرے

نئے انداز سے ہے آج رحمت کی گھٹا چھائی نچھاور بارشِ انوار پر تمکیں رعنائی
یہ گل بانگِ سحر سے جاگ اُٹھی تقدیرِ مینائی کھلیں نرگس کی آنکھیں اور لی بے سزہ انگڑائی
فضائے دہر بدلی اُس کا دستورِ کہن بدلا
ہوئی آرائشِ عالم روش بدلی چلن بدلا

کسی نے اِک نئے انداز سے کروٹ اِدھر بدلی اُدھر کیا نافۂ گل نے شمیمِ بال و پر بدلی
نگاہ صبح بدلا ، زلف کافور سحر بدلی مذاقِ عشق بدلا شوخئ برقِ نظر بدلی
لگاتی ہے گلے موج صبا اب غنچہ و گل کو
ہو ادینے لگی ہر پنکھڑی رُخسارِ سنبل کو

لبِ گل برگ پر کیا ربِ ارنی کی صدائیں ہیں یہ کس کے عشق میں ڈوبی عنادل کی صدائیں ہیں
شمیمِ زُلف میں ڈوبی ہوئی بھینی ہوائیں ہیں خلیل اللہ کی مقبولِ یزداں دعائیں ہیں

وہ یکتائے جہاں نورِ ھواللہ احد آیا
کہ شرحِ نغمۂ توحیدِ اللہ الصمد آیا
کتابِ کون پہ کلکِ ابد کا وہ خطِ طُغرا جمالِ معرفت حُسن عملِ آئینہ سیما
فروغِ کُن فکاں برقِ تجلّا شاہدِ رعنا کہ وہ مسندنشینِ عرش شاہِ بوریا آرا
ظہور ابتدا و اِنتہائے حُسن کا ضامن
ھوالاوّل ھوالآخر ھوالظاھر ھوالباطن
یہ کس کے خیر مقدم میں دو عالم خلق فرمایا ازل میں کس کو اُس نے واجب التعظیم ٹھرایا
یہ کس کو نامہ و پیغام دیکر چپکے بلوایا اِس حُسنِ نظم سے اِنساں کہاں کوئی گیا آیا
بشر ہی ہے بشر معلوم ہے قدرت عناصر کی
عجب انداز سے اُس نے حقیقت اُن کی ظاہر کی
دلیلِ صانعِ کونین ہے یہ خوشنما صنعت رگِ سنگ و رگِ گل گر چہ ہیں آئینۂ قدرت
ظہورِ حُسن کی ہے عشق کے پردے میں کیا حکمت خرد سے ماورا ہے آمنہ کے لال کی رِفعت
نہیں ممکن بشر کوئی نگاہِ ایزدی پائے
سمجھ میں کیا ادائے نازِ حُسنِ سرمدی آئے
سراپا نطق پایا وَحیِ ربّ العالمیں جس نے کیا ہے آمنوا بالغیب کو عین الیقیں جس نے
وہ پایا ہے رُخِ رَوشن جمالِ ہم نشیں جس نے گھٹا رحمت کی پائی ہے وہ زلفِ عنبریں جس نے
کوئی گل پیرہن یوں ضَوفگن ہے کالی کملی میں
کہ جیسے کوندتی ہیں بجلیاں رہ رہ کے بدلی میں
کوئی اپنی اداؤں پر نہیں بیوجہ نازش میں کہ یہ چشمِ نیاز و ناز ہیں عرفاں کی شازش میں
نہیں ہے بات کہنے کہ تکلف ہے گذارش میں جھلک یہ کس کی ہے آئینہ عارض کی تابش کی
محمد حُسن کے قلزم کی اِک موجِ یگانہ ہے
کہ چشمِ نازنیں صہبائے عرفاں کا خزانہ ہے
اِدھر بھی موجِ صہبا ساقیا آنکھوں کے ساغر سے خدا کی راہ اِک چُلّو نگاہِ بندہ پرور سے
بندھا ہے آسرا بے بود قطرے کا سمندر سے بھکاری یہ بتر آنکھیں لگائے ہیں ترے در سے
ضرورت پھر رگِ جاں کو ہے وجد و حال کی ساقی
رحیقِ بیخودی دے خیر جان و مال کی ساقی

وہ گلزارِ یقیں میں اب نہیں ہے رنگ و بو باقی نہیں ہے اب وہ ظرف شیشہ و جام وسبو باقی
نہیں ہے اب وہ موتی کی خدادا آبرو باقی مجالِ جُنبش لب ہے نہ تابِ گفتگو باقی

زبانِ ناتواں سُنتا ہوں بے تاثیر ہوتی ہے
اِسی سے کچھ بھی کہتے شرم دامن گیر ہوتی ہے

وہ درس اِنسانیت کا اب نہیں ہے یاد میں باقی نہیں ہے اب وہ نزہت گلشنِ ایجاد میں باقی
نہیں ہے حق پسندی فطرتِ آزاد میں باقی نہیں خوفِ اِلٰہی اب ہے آدم زاد میں باقی

نہ جانے کیا ہوا آئینہ تقدیر تھے مسلم
کہ اس اجڑے ہوئے گھر کی کبھی تعمیر تھے مسلم

سوال اب کیا اُخوت کا رہا نازک زمانے میں نہیں ہے رنگِ حُسن خلق کا اب آب ودانے میں
تواضع کا نہیں ہے جز کوئی رنگیں خزانے میں نہیں اب کوئی کیف و درد باقی دِل لگانے میں

کبھی تھی سبزہ زَارِ حُسن کی آنکھوں میں ہریالی
پڑا ہے میکدہ میں ساقیا اب خم کا خم خالی

طرب انگیز نشۂ جذب کامل کھو دیا ہم نے کوئی جس میں رہا کرتا تھا وہ دل کھو دیا ہم نے
ہیں کلمہ گو مگر ایماں کا حاصل کھو دیا ہم نے پھنسے ہیں ورطۂ طوفاں میں ساحل کھو دیا ہم نے

ہے پانی سر سے اُونچا بحر میں جُوشِ تلاطُم ہے
من وتو میں کریں کیا قومِ مُسلم آج بھی گم ہے

مئے عرفانِ وحدت کا چھلکتا جام دے ساقی خمُرِ برق سے اک جرعۂ گل فام دے ساقی
وہ جرعۂ جو خُمِ رُوحانیت کا کام دے ساقی فنا فی اللہ کی جو منزلیں انجام دے ساقی

نگاہِ ناز کا صدقہ خبر لے دین و ایماں کی
بھلا ہو میکدہ کا خیر ہو ساقیِ خُمستاں کی

محبت یادِ حق اِس طبع کا معمول ہو جائے نگاہوں میں مری طیبہ کا عرض وطُول ہو جائے
دعائے دِل خدارا ساقیا مقبول ہو جائے منیرؔ بےنوا کانٹا ہے کانٹا پھول ہو جائے

دیارِ یثرب و بطحا کی اِک دِن سیر ہو ساقی
نِگاہِ لُطف ہو تو خاتمہ بالخیر ہو ساقی

منیرؔ اعظمی (یوپی)

نعتیہ تضمین

محمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
عطا کی محمد ﷺ نے دولت یقیں کی
محمد ﷺ جو آئے تو ایمان آیا
محمد ﷺ نے سمجھائی عظمت خدا کی
محمد ﷺ جو آئے تو قرآن آیا
خدا کا نہ بندوں کو عرفان ہوتا
دعا کا دوا کا نہ سامان ہوتا
محمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

☆

شریعت کے احکام آئے نہ ہوتے
تصوف کے رنگ ایسے چھائے نہ ہوتے
مراتب شہادت کے پائے نہ ہوتے
طریقت کے جلوے دِکھائے نہ ہوتے
خدا کی نہ بندوں کو پہچان ہوتی
عبادت کی منزل نہ آسان ہوتی
محمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

☆

گناہوں کے دریا میں دھارا نہ مِلتا
جو ڈوبے تھے اُن کو سہارا نہ مِلتا
نہ دیتا کسی کو بھی رستہ سمندر
کسی ناؤ کو بھی کِنارہ نہ مِلتا
نہ دلدل سے باہر نِکلتی یہ اُمّت

کسی پر برستا نہ یوں ابرِ رحمت
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ س ہوتا

☆

زمیں کو نہ مِلتی کبھی اِتنی وسعت
یوں اونچا فلک کا مینارہ نہ ہوتا
یہ چاند اور سورج ستارے نہ ہوتے
نگاہوں میں روشن نظارہ نہ ہوتا
نہ ہوتا بلندی پہ اپنا مُقدّر
نہ ہوتے مقدر کے ہم یوں سکندر
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

☆

کسی کے بھی زخموں کو مِلتا نہ مرہم
کسی کا نہ ہوتا کوئی یار ہمدم
سُہانا نہ ہوتا یہ صبح کا موسم
برستی نہ پھولوں کی پتّی پہ شبنم
نہ ویرانہ کوئی بھی گلزار ہوتا
نہ تتلی کو پھولوں سے کچھ پیار ہوتا
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

☆

نہ بادل برستا گھٹا بھی نہ ہوتی
زمیں کے لبوں پر دُعا بھی نہ ہوتی
یہ ٹھنڈی یہ دلکش ہوا بھی نہ ہوتی
یہ موسم کی دھانی قبا بھی نہ ہوتی
یہ دنیا کا سرسبز منظر نہ ہوتا
نہ دھرتی پہ انساں کوئی بیج بوتا
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

☆

نہ اِنسا نیت کے کہیں پھول کھلتے
نہ آپس میں اِنساں سے اِنسان مِلتے
نہیں دور ہوتا اندھیرا دِلوں سے
نہ ہمدردیوں کے کہیں دِیپ جلتے
اندھیروں کا منہ ایسے کالا نہ ہوتا
محبت کا اِتنا اُجالا نہ ہوتا
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

☆

محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جینے کا رستہ بتایا
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں سارے زمانے کے رہبر
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیا شان تم پوچھتے ہو
نہیں رہنما کوئی بھی اُن سے بڑھ کر
کسی کو بھی ادراکِ منزل نہ ہوتا
کسی کو بھی من چاہا حاصل نہ ہوتا
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

☆

یتیموں کا کوئی سہارا نہ ہوتا
غریبوں کو جینے کا یارا نہ ہوتا
کسی کو نہ ملتی کہیں کوئی چاہت
کسی کا کہیں بھی گزارا نہ ہوتا
کسی کے لبوں پر تبسم نہ ہوتا
جو ملتا وہ ملتا فقط روتا دھوتا
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

☆

کہاں تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توصیف لکھیں
ہمارے قلم میں نہیں اِتنی طاقت
خدا نے یہ قرآن میں کہہ دیا ہے
یہ دنیا بنی ہے اُنہی کی بدولت
یہ جلسوں کے ایسے مناظر نہ ہوتے
یہ شعرو ادب کے دفاتر نہ ہوتے
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

☆

نہ تقریر ہوتی نہ تحریر ہوتی
نہ الفاظ کی ایسی جاگیر ہوتی
کسی سے کوئی بھی مخاطب نہ ہوتا
زباں میں کسی کے نہ تاثیر ہوتی
یوں لفظ و معانی کے شاہد نہ ہوتے
نذیرؔ ہم قلم کے مجاہد نہ ہوتے
محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

ڈاکٹر نذیرؔ فتح پوری (پونہ)

نثری سہ سطری نعت

کالی کملی کے اندر
راز ہیں پوشیدہ
کون ومکاں کے

☆

فرش سے عرش تک
میرے آقا کے جلوے
دھرتی ہے دارالسُرور

☆

شہر مکہ سے
محبت کا پیغام لایا ہوں
نفرتیں پھینک دو

☆

زخم خوردہ شاعری
لہو سے تربہ تر الفاظ
آپ ﷺ کی نذر

☆

پوچھ لو زمیں سے
آسماں بتائے گا
میرے اندر کون ہیں؟

☆

تہذیب ہوئی زخمی

ناپاک ہوا ماحول
دین دار کہاں گئے

☆

آؤ سوجائیں
چُپکے سے آقا کے
آغوشِ تصور میں

☆

خاموش اُنگلیاں
بولنے لگیں
نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیض

علیم صبا نویدی (مدراس)

’’میں پوچھتا ہوں کہ بعثتِ مصطفی پہ کس کو خوشی نہیں ہے‘‘

نبی کی چوکھٹ پہ کب بھلا مہر و ماہ کی حاضری نہیں ہے
جو نقشِ پا کی رہینِ منت نہیں ہے، وہ روشنی نہیں ہے

سبھی ہیں مسرور حسبِ توفیق مہربانوں سے دشمنوں تک
میں پوچھتا ہوں کہ بعثتِ مصطفی پہ کس کو خوشی نہیں ہے

رگوں میں جس کی درود کی روشنی رواں ہے وہ اہل دل ہے
جو عشقِ سرکار سے مزین نہیں ہے، وہ زندگی نہیں ہے

یقینِ کامل ہے شرطِ اول خلوصِ دل سے پکار دیکھو
اگر ہوں مشکل کشا نبی تو کوئی بھی مشکل بڑی نہیں ہے

نبی کے مہر و خلوص کی انتہا جو دیکھی سمجھ میں آیا
کچھ اور ہے منصبِ نبوت یہ صرف پیغمبری نہیں ہے

اسدؔ تم اپنے تمام سجدوں کو پھر تو بس رائیگاں ہی سمجھو
اگر درِ سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تمہاری گردن جھکی نہیں ہے

قاضی اسد ثنائیؔ (حیدرآباد)

''خدا کے سامنے محشر میں جب میرا بلاوا ہو''

ہے اُمّت کے لیے ہی جب دُعائے شافِع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تو کیوں بخشے نہ اُمّت کو خدائے شافِع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اِسے خوش قِسمتی میری نہیں کہیے تو کیا کہیے
مجھے کہتی ہے اب دُنیا گدائے شافِع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
خدا کے سامنے محشر میں جب میرا بُلاوا ہو
سرِ محشر بھی ہو لب پر ثنائے شافِع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
گذارش رب سے وہ کر دیں تو قسمت ہی سنور جائے
کہ وہ سُنتا ہے رغبت سے صدائے شافِع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بہ روزِ حشر خوشنودی خدا کی بھی وہی ہوگی
جو بخشش کے لیے ہوگی رضائے شافِع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
رِہائی مل گئی دُنیا کو اب قعرِ مذلت سے
کہ رحمت بن کے جو دُنیا میں آئے شافِع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نبی جِتنے بھی آئے اُنکی عظمت ہے بڑی لیکن
گئے کیا عرش پہ کوئی سوائے شافِع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یہ منشا تھا خدا کا اُنکو بھیجا جائے دنیا میں
تو دُنیا خَلق فرمائی برائے شافِع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یہ ان کا خُلق تو دیکھو، کہ زخمی ہو کے طائف میں
عدو کے واسطے بھی ہے دعائے شافِع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
عمل ان کا کوئی حُکمِ الٰہی سے نہیں ہٹ کر
فقط قران ہے اے دلؔ ادائے شافِع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امان خاں دلؔ (ہیوسٹن)

’’ کہنے کو نعت محمد کی، ہے شرط محبت کم نہ پڑے‘‘

ہر لفظ ہو خوشبو کا پیکر ہر شعر میں نکہت کم نہ پڑے
ہو طرزِ بیاں بھی کچھ ایسا آقا کے جو دِل کو بھا جائے
مضمون سراپا دِلکش ہو انداز میں نُدرت کم نہ پڑے
ہر نعت پہنچتی ہے اُن تک سُنتے ہیں حضور پاک اُسے
مصرعوں میں بھر دینا شعروں میں بلاغت کم نہ پڑے
سیرت بیاں کرنا ہو اگر اِس بات کا تم کو دِھیان رہے
تم شاہِ اُمم کو رب کے سِوا جو کچھ بھی کہو سب جائز ہے
جب ذِکر ہو اُنکے منصب کا اِظہار میں عظمت کم نہ پڑے
طٰہٰ بھی وہی یٰسیں بھی وہی رحمت بھی وہی شافع بھی وہی
اللہ بھی چاہے اُن کے لئے اَلقاب کی دولت کم نہ پڑے
تاکید فلک سے آئی ہے یہ بات ہو ذہنوں میں ہر دم
تعظیم ہو اُنکی دل میں سَدا سونچوں میں عقدت کم نہ پڑے
ہر لمحہ درووں کی خوشبو ہر پل ہی اُنکا ذِکر جمیل
محشر میں کُھلے دفتر جو مرا سرکار سے نِسبت کم نہ پڑے
تم یوں ہی نہیں کہتے رہے توصیفِ شہِ بطحا میں خمارؔ
چاہت کے سوتے خشک نہ ہوں اور عشق کی شدت کم نہ پڑے

سلیمان خمارؔ (بیجاپور)

’’چارہ گر ایسا جو ہر غم کی دوا دیتا ہے‘‘

کون ہے جو ہمیں جنت کا پتہ دیتا ہے
ساری اُمت کو جہنم سے بچا دیتا ہے

اُس کا احسان بُھلائے گا زمانہ کیسے
چارہ گر ایسا جو ہر غم کی دوا دیتا ہے

جِن کے صدقے میں ہر اک شئ کو بنایا رب نے
بُھوکا رہ کر بھی وہ اوروں کو کِھلا دیتا ہے

خون میں تر تھا بدن وادیٔ طائف میں مگر
ظلم سہ کر بھی وہ دُشمن کو دُعا دیتا ہے

وہ ہمارا ہے نبی دُنیا کو بتلا دو مبینؔ
دین دیتا ہے نیا کفر مِٹا دیتا ہے

مبین منور (بنگلور)

''گھر مرا دیکھئے کب رشکِ جناں ہوتا ہے''

قافلہ سوئے مدینہ جو رَواں ہوتا ہے
شوق ہر گام پہ کچھ اور جَواں ہوتا ہے

جب کبھی صلِّ علیٰ وردِ زُباں ہوتا ہے
پھر کہاں درد کا کچھ نام و نِشاں ہوتا ہے

خواب میں آئیں شہِ والا تمنا ہے یہی
گھر مِرا دیکھئے کب رَشکِ جناں ہوتا ہے

اللہ اللہ وہ طیبہ کا سُہانا منظر
جِس طرف دیکھئے جنت کا گماں ہوتا ہے

ہے لقب آپ کا دُنیا میں امین و صادق
صِدق ہر حرفِ نبوت سے عَیاں ہوتا ہے

آپ کا نام ہے بس وجہِ سُکونِ بیمار
آپ کا ذِکر ہی بس راحتِ جاں ہوتا ہے

دِل وہی دِل ہے حقیقت میں سمجھ لو رازیؔ
عشق سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جِس دِل میں نِہاں ہوتا ہے

اسرار رازیؔ

”اندھیرے راہ میں حائل کبھی ہونے نہیں پائے“

بلا کے پیچ و خم تھے زندگی بچ کر چلی آئی
کہ بس قسمت سے وہ سرکار کے در پر چلی آئی

کہاں کی تِشنگی جب اِک کِرن امُّیدِ فردا کی
مرے دِل میں بہ نامِ ساقیِ کوثر چلی آئی

جو ذِکرِ سیدِ کونین سے سَرشار رہتی ہے
وہ اِک موجِ رواں میری طرف اکثر چلی آئی

دُعا بن کر خلیل اللہ کی مُژدہ مسیحا کا
نبوت آپ تک اے شافعِ محشر ﷺ چلی آئی

حضوری کا تصور ہی قرارِ جاں رہا ہر دم
مری عمرِ رواں کیسی بہ چشمِ تر چلی آئی

خیال آیا جو شانِ رحمۃ للعٰلمین کا
وہ اپنے ساتھ لے کر اَن گِنت منظر چلی آئی

یقیں آیا کہ میری سمت اُن کی چشمِ رحمت ہے
سُنہری جالیوں کو فکر جب چُھو کر چلی آئی

اندھیرے راہ میں حائل کبھی ہونے نہیں پائے
مدینے سے ہمیشہ روشنی بڑھ کر چلی آئی

درودِ پاک کا یہ مشغلہ بھی خوب کام آیا
کہ دُنیا خیر و برکت کی ہمارے گھر چلی آئی

رُبابؔ رشیدی (لکھنؤ)

’’مجھ کو مرے آقا کا دیوانہ کہا جائے‘‘

طیبہ کو محبت کا مے خانہ کہا جائے
یہ کہہ کے مرا مشرب رندانہ کہا جائے

افسر نہ کہا جائے مرزا نہ کہا جائے
مجھ کو مرے آقا کا دیوانہ کہا جائے

تخلیقِ دو عالم سے تنویرِ دو عالم تک
عنواں ہیں وہی کوئی افسانہ کہا جائے

اُلفت شہِ والا کی جب مول ہے جنت کا
نعتِ شہِ والا کو بیعانہ کہا جائے

دِل نذر کو لایا ہوں اور فِکر یہ لاحق ہے
اِس دل کو بھلا کیسے نذرانہ کہا جائے

صدیق و عمر اچھے عثمان و علی اچھے
اچھوں کو بھلا کیسے اچھا نہ کہا جائے

افسرؔ امروہوی (یوپی)

''اے نعتِ نبی تو ہی عطا کر دے سلیقہ''

کیوں لب پہ سوال آئے مرے بخیہ گری کا
سرکار ہیں مینار وسیعُ النظری کا

دامانِ طلب خود ہی کھنچا جاتا ہے اُس سمت
رکھ لیں گے بھرم وہ مری دَریُوزہ گری کا

اے نعتِ نبی تو ہی عطا کر دے سلیقہ
اب تک وہی عالم ہے مری بے ہُنری کا

حق یہ ہے کہ ذات ِشہِ کونین ہے مرکز
''آفاق کی اس کار گہِ شیشہ گری کا''

اے ابرِ عنایاتِ نبی تیری بہ دولت
صحرا کو بھی اِحساس نہیں بے شجری کا

اسمِ شہِ کونین ہی گردابِ بلا میں
ضامن ہے دُعاؤں کی سریع الاثری کا

انوار کے طالب ہوں مہ و مہر جہاں پر
اِس در پہ ملے گا ہُنر آئینہ گری کا

ہر بار یہاں مجھ سے ہوئی لغزشِ بے باک
ہر بار وہاں پُھول کِھلا درگزری کا

مرہون ہے ہر ذرۂ خاکِ دلِ قاسمؔ
آقائے کرم بار کی خورشید گری کا

قاسم حبیبی (کانپور)

” فرشتے قبر میں پوچھیں گے جب کہ ”کون ہیں یہ؟“

شفیع و صاحبِ اسراء حضور میرے حضور
حبیبِ مالک و مولیٰ حضور میرے حضور

خدا کے فضل سے روشن ہوا ہے میرا نصیب
کہ آگیا میں مدینہ حضور میرے حضور

زمیں سے تا بہ فلک اور فلک سے عرش تلک
ہے صِرف آپ کا جلوہ حضور میرے حضور

ہوئی ہے آپ کے اُسوے سے دُور جب امّت
بہت ہوئی ہے وہ رُسوا حضور میرے حضور

وہ جس کو دیکھ کے پتھر بھی موم بن جائیں
ہے صرف آپ کا اُسوا حضور میرے حضور

خدا نے پاس بُلایا عطا کیا کوثر
کِسے مِلا ہے یہ رُتبہ حضور میرے حضور

فرشتے قبر میں پوچھیں گے جب کہ ”کون ہیں یہ؟“
میں جَھٹ سے بول پڑوں گا حضور میرے حضور

ہے ذِکر آلِ محمد کے ساتھ لب پہ مرے
یہ چار یار کا نعرہ حضور میرے حضور

کہاں خطائے مجسم یہ اجملؔ فاروق
کہاں یہ آپ کا روضہ حضور میرے حضور

شاہ اجملؔ فاروق ندوی (نئی دہلی)

”دیکھا ہے جب سے گنبدِ خضرا کو خواب میں“

مشغول جب سے نعتِ شہِ انبیاء میں ہوں
محسوس ہو رہا ہے جوارِ خدا میں ہوں

مانا کہ ہوں زمان و مکاں کے حصار میں
لیکن خیال و فِکر کے غارِ حرا میں ہوں

دیکھا ہے جب سے گنبدِ خضرا کو خواب میں
کیا جانے کس جہان میں ہوں کس فضا میں ہوں

ہوگی کسی کو اور کسی شے کی جستجو
میں ہوں مگن کہ امت خیرالوریٰ میں ہوں

مجھ پر بھی اِک نگاہِ کرم ہو مرے خدا
تیرے نبی کے زمرۂ اہلِ وفا میں ہوں

ڈاکٹر تابش مہدی (نئی دہلی)

”جبریل امیں بھی ہیں ترے در کے فِدائی“

یکتائی و صناعیِ ضوبار پہ قرباں
اے خالقِ عالم ترے شہ کار پہ قرباں
جبریلِ امیں بھی ہیں ترے در کے فِدائی
اے سرورِ عالم ترے دربار پہ قرباں
ہر لفظ سے قرآن کی تفسیر عیاں ہے
اے منبعِ دانش تری گفتار پہ قرباں
پل بھر میں سرِ عرش وہ اندازِ حضوری
اے نیّرِ خوش رم تری رفتار پہ قرباں
جنت کی بہاروں کو بھی بخشے ہے ادائیں
اے حسنِ مکمل تری مہکار پہ قرباں
طائف کے مظالم پہ بھی ہر گام دعائیں
اے لطف کے پیکر ترے کردار پہ قرباں
کعبے کی مُنڈیروں سے اذاں گُونج رہی ہے
اِے فخرِ حبش تیرے عمل زار پہ قرباں
پھلتی رہی عنبرؔ کی ہر اک شاخِ تمنا
آقا ترے الطافِ گہر بار پہ قرباں

عنبر بہرائچی (لکھنؤ)

”یہ حاضری نہ ہوئی نعت کا بہانہ ہوا“

سوے مدینہ جو عاشق کوئی روانہ ہوا
تو اس پہ وا وہیں جنت کا آب و دانہ ہوا

بس اِک نشست میں سیر بہشت کر لونگا
جو سنگ روضۂ اقدس مرا سرہانہ ہوا

کُھلا ہوا ہے در مدح مصطفٰی شب و روز
یہ حاضری نہ ہوئی نعت کا بہانہ ہوا

نہ دیکھنے دیا اِس چشمِ تر نے کچھ بھی وہاں
سو ہم سے سیر مدینہ کا حق ادا نہ ہوا

اُچھالتی ہے زباں حمد و نعت کے سِکّے
ہمیں تو آپ کا اذنِ سخن خزانہ ہوا

محمد مختار علی مختار (جدّہ)

’’وسیلہ بن گئ جب ذات تیری‘‘

میرے احساس پر وہ چھا گئ ہے
مدینے کی فضا یاد آ گئ ہے

سہارا مل گیا بے تابیوں کو
ترے آنے سے راحت آ گئ ہے

وسیلہ بن گئ جب ذات تیری
دعاٗ تب عرش سے ٹکرا گئ ہے

بڑی بے رونقی تھی زندگی میں
ترے آنے سے رونق آ گئ ہے

فرازؔ اُنکی محبت کی ہے خوشبو
میری ہستی کو جو مہکا گئ ہے

ؔشبیر حسن فرازؔ فتح پوری (راجستھان)

”محشر میں بات آپ کی ٹالی نہ جائے گی“

عظمت مرے حضور کی دیکھو کہ کیا ہیں آپ
بعد از خدا بزرگ ہیں اور مصطفیٰ ہیں آپ

اِنسانیت کے آپ سراپا ہیں آئینہ
خیرُ الانام آپ ہیں خیرُ الوریٰ ہیں آپ

وہ شب کہ جس میں بات ہوئی حق سے روبرو
سمجھا نہیں ہے کوئی بھی یہ راز کیا ہیں آپ

محشر میں بات آپ کی ٹالی نہ جائے گی
محبوب ہیں خدا کے حبیبِ خدا ہیں آپ

لاکھوں سلام آپکی ذاتِ کریم پر
میرے ہر ایک رنج و الم کی دوا ہیں آپ

راہیؔ بھٹک سکے گا نہ یہ کاروانِ دین
ہادی ہیں آپ دین کے اور رہنما ہیں آپ

نثار احمد راہیؔ فتحپوری (راجستھان)

''منبعِ علمِ جامعات ہیں آپ ﷺ''

بر ترزِ فِکر و لفظیات ہیں آپ ﷺ
ماورائے تصورات ہیں آپ ﷺ
حُسنِ یُوسف بھی خوب تھا لیکن
حاصلِ حُسنِ شش جہات ہیں آپ
ہو کے امّی لقب زمانے میں
منبعِ علمِ جامعات ہیں آپ ﷺ
صِرف پردہ کیا ہے دُنیا سے
میرا ایمان ہے حیات ہیں آپ ﷺ
کوئی اُس کو مِٹا نہیں سکتا
اپنی امّت کے اب بھی ساتھ ہیں آپ
خود خدا کہہ رہا ہے قرآن میں
وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں آپ ﷺ
فِکرِ محشر کی کیوں فہیمؔ کرتے
اُس کے تو ضامنِ نجات ہیں آپ ﷺ

ڈاکٹر فہیمؔ احمد صدیقی (ناندیڑ)

”آپ آئے تو جہاں کے بحر و بر روشن ہوئے“

رہ گزر روشن ہوئی قلب و جگر روشن ہوئے
آپکے پر تو سے سب اہل نظر روشن ہوئے

آپ سے پہلے یہاں تاریکیوں کا راج تھا
آپ آئے تو جہاں کے بحر و بر روشن ہوئے

آج بھی اک اک در و دیوارِ یثرب ہیں گواہ
آپ کے قدموں کے صدقے بام و در روشن ہوئے

ظلمتیں رُخصت ہوئیں باطل کا سر نیچا ہوا
واقع نورِ نبی ﷺ سے گھر کے گھر روشن ہوئے

مہرؔ ہم تو برملا یہ بات کہتے آئے ہیں
راہِ حق میں جو کٹے بے شک وہ سر روشن ہوئے

مجتبیٰ مہرؔ (بہار)

''آئے ہیں در پہ آج تو جانا محال ہے''

روضہ کی جالیوں میں ہمارا خیال ہے
دِل کی تڑپ کا حال کہاں اب بحال ہے

یٰسین کی صفت ہے مدینہ کے شہر یار
والنجم کی مِثال بڑی بے مِثال ہے

صلِّ علیٰ کا نور ہے ہر درد کی دوا
زخموں کا بھی ہمارے یہی اِندمال ہے

دینا ہے تو مدینہ زیارت کا دے شرف
تو ہی ہمارا رب ہے بڑا ذُوالجلال ہے

مُدّت سے اُنکے در کی زیارت کی تھی تڑپ
آئے ہیں در پہ آج تو جانا محال ہے

اُمّی لقب ہوں واقفِ جملہ اُمور ہوں
منشائے ایزدی ہے اُسی کا کمال ہے

نظروں میں جب سے گنبدِ خضریٰ سما گیا
بے آب مچھلیوں سا ہی صغریٰؔ کا حال ہے

ڈاکٹر صغریٰ عالم صغریٰؔ (گلبرگہ)

''شب وروز یادوں کو دیتے ہیں دستک دِل وگوش جن سے ہیں مسحور اب تک''

وہ صبح مدینہ وہ شامِ مدینہ معطر معطر ہوائے مدینہ
سُنہری سُنہری حجابوں میں رحمت مقدّس مقدّس فضائے مدینہ
وہ روضہ کی جالی وہ احساسِ عظمت وہ بیتابیِ دل طبیعت پہ رِقّت
لرزتے ہوئے لب وہ اشکِ ندامت سکوں بخش آہ وبکائے مدینہ
درو بامِ اقدس پہ نظروں کے سجدے زباں پر وہ صلِ علیٰ کے ترانے
درودِ مدینہ سلامِ مدینہ لب وقلب مدحت سرائے مدینہ
شبِ قدر کی برکتیں رات لائی سعادت حضوری کے سجدوں کی پائی
عجب بیخودی ہے عجب کیف ولذت یہ وارفتگی ہے عطائے مدینہ
وہ دالان جو ہے اہلِ صفہ کا مسکن جو مزدور محنت کشوں کا تھا دامن
تھے دل جن کے عشقِ پیمبر سے روشن نثارِ شہِ خوش لقائے مدینہ
وہ تسبیح و تہلیل و تمجیدِ داور ملائک کو بھی رشک آتا ہے جن پر
محبت کی تنویر سے دِل منوّر فروزاں فروزاں ضیائے مدینہ
شب وروز یادوں کو دیتے ہیں دستک دل وگوش جن سے ہیں مسحور اب تک
اذانِ مدینہ صلوٰۃِ مدینہ سجودِ مدینہ دُعائے مدینہ
خوشا دل کو حاصل ہوئی ہے وہ دولت کہ کونین کی عظمتیں اُنکی قیمت
مری زندگانی کی جو ہے حرارت ولائے محمد ﷺ ولائے مدینہ
یہی دل کی دھڑکن یہی آرزوئیں نمازوں میں شام وسحر یہ دُعائیں
کہ پھر آپکے در پہ سر کو جھکائیں ہو خورشیدؔ کا جاں فدائے مدینہ

خورشید آرا بیگم صدیق علی خان خورشیدؔ

''شہ دو جہاں ﷺ کے درِ ناز پر ہم''

مدینے کی جانب دیوانے چلے ہیں
اُنہیں حالِ دل سب سُنانے چلے ہیں

شہِ دیں کے روضے کے نورانی جلوے
نِگاہوں میں اپنی بسانے چلے ہیں

سروں پر گناہوں کا دفتر اُٹھائے
درِ حق پہ ہم بخشوانے چلے ہیں

سمیٹیں گے دامن میں رحمت کے موتی
محمد ﷺ کے ہم آستانے چلے ہیں

شہِ دو جہاں ﷺ کے در ناز پر ہم
عقیدت کے موتی لُٹانے چلے ہیں

برستا ہے کوثرؔ جہاں نور ہر آن
وہیں بخت اپنا جگانے چلے ہیں

کوثر چشتی (نیویارک)

''دُھول تلوؤں کی ترے ہو مری پیشانی پر''

خاکِ طیبہ سے تعلق کی دُعا مانگی ہے
حور و غلماں نے جنت کی ہوا مانگی ہے

گنبدِ سبز کے سائے میں لحد ہو میری
اِک سیہ کار نے رحمت کی دُعا مانگی ہے

یوں ترے عشق میں ڈوبوں کہ امر ہو جاؤں
تیری نسبت سے دو عالم کی بقا مانگی ہے

دُھول تلوؤں کی ترے ہو مری پیشانی پر
چاند سورج سے الگ میں نے ضیاء مانگی ہے

واہ کیا شانِ محمد ہے کہ خود خالق نے
اپنی خوش نودی کو بھی اُنکی رضا مانگی ہے

خاکِ طیبہ ہی ہر اک مرض کا ہے شافی علاج
میں نے بھی شادؔ فقط خاکِ شفا مانگی ہے

امین شادؔ (بہار)

”ترے نقش پا سے افضل کوئی نقشِ پا نہیں ہے“

تری رہ گزر سے آگے کوئی راستہ نہیں ہے
ترے نقشِ پا سے افضل کوئی نقشِ پا نہیں ہے
درِ مصطفٰی سے جب تک اُسے واسطہ نہیں ہے
وہ قبولِ رب نہیں ہے وہ دُعا دُعا نہیں ہے
وہی ہادیِ مکمّل وہ رہنُمائے یکتا
کہ جہاں میں اُن کے جیسا کوئی رہنُما نہیں ہے
تری نعت گنگناتا ہے عبادتوں میں شامِل
تری گُفتگُو سے بڑھ کر کوئی معاملہ نہیں ہے
اُنہیں رب سے مِل رہا ہے ہمیں اُن سے مِل رہا ہے
نہیں جِس کو اُن سے اُلفت اُسے سُوجھتا نہیں ہے
مرے کعبۂ محبت میں بسا ہے کملی والا
مرے دِل کی سلطنت میں کوئی دوسرا نہیں ہے
ترا شُکر ہے خدایا کہ میں اُن کا اُمّتی ہوں
مجھے مصطفٰی ﷺ ملے ہیں مجھے کیا مِلا نہیں ہے
اُنہیں لے چلیں حلیمہ تو یہ کہہ رہی تھی رحمت
تری جَاگتی ہے قِسمت تُجھے خُد پتہ نہیں ہے
ہے متینؔ اُنکی مدحت میں شریک خُد خُدا بھی شامل
یہ چراغِ عشق وہ ہے جو کبھی بُجھا نہیں ہے

متین عمادی (پٹنہ)

''محمد ﷺ کے مدینے سے میں ایسا گیان لایا ہوں''

میں طیبہ سے سکونِ قلب کا سامان لایا ہوں
جو اپنے من کے اندر اِک نیا اِنسان لایا ہوں

محمد ﷺ میری دنیا دین اور ایمان بھی میرا
نچھاور آپ پر کرنے میں دل و جان لایا ہوں

مدینے میں محمد ﷺ کے مداوا درد و غم کا ہے
کرم کی ہو نظر دریدہ میں داماں لایا ہوں

میں کب سے منتظر ہوں مجھ پہ بھی ابرِ کرم برسے
ہو حاصل خوشنویدی نعتیہ دیوان لایا ہوں

ہزاروں لوگ لے آئے وہاں سے چاندی اور سونا
مگر میں دولتِ ایمان ہندوستان لایا ہوں

مری فکر و نظر کو جو رکھے روشن سدا انجمؔ
محمد ﷺ کے مدینے سے میں ایسا گیان لایا ہوں

ڈاکٹر وحید انجمؔ (گلبرگہ)

نعتیہ دوہے

نبی نبی کی رٹ ہو　ایسے میں نکلے یہ جان
ایک ہی ارمان ہے میرا　ایک ہی ارمان

☆

آپکی جُوتی سر پر ہو　تو سارے مُکٹ بیکار
یہ ہے　ایسی چیز کہ ٹھوکر میں ہو　پھر سنسار

☆

کٹُیا میں رہنے والا　یہ ہے　ایسا دھنوان
جِسکی چوکھٹ پر　راجا بھی آکر مانگے دان

☆

پیارے نبی کے چرنوں کی جِس کو مِل جائے دُھول
ہیرے موتی سونا چاندی　وہ　سب　جائے بُھول

☆

ساری سندرتائیں　مِل کر بھی پڑ جائیں ماند
ایسے　مُکھ کے　آگے　چیز ہے کیا　پُونم کا چاند

☆

آپ بنا یہ دیس بھی مرا　لاگے ہے پردیس
پاس بُلانے کی خاطر جلدی بھیجیں سندیس

☆

پنگھٹ کی اِس کٹھن ڈگر پر　میں چلتا جاؤں
چلتا جاؤں اور اِک دن میں ایسا پیاس بجھاؤں

☆

لاگے ہم کو دُور بہت ہے پر دیکھے سُن پاوے
اِسی لئے چاکر کی　ہر مشکل　میں فوراً　آوے

☆

مورکھ سورگ نرک کے پھیرے میں کاہے سمے گنوائے
صلّ علیٰ کا جاپ کرے تو جنم سپھل ہو جاوے

☆

پیر پرائی جگ نہ جانے آپ خبر لیں سب کی
رب کے پیارے آپ میں ہے یہ خوبی اپنے رب کی

☆

سلیمؔ اگر کوئی پوچھے تو کِس پہ وارے جان
کالی کملی کہہ دے بس وہ جائے گا پہچان

☆

آپکا ہے اُپکار نبی جی آپکا ہے اُپکار
مجھ پاپی کے بھاگ میں لکھا بخشش کا اُپہار

☆

جاپ درودوں کی مالا پھر دیکھ مزہ کیا آئے
یہ ہے ایسا منتر کہ تیرا بیڑا پار لگائے

☆

آندھی طوفاں اور بھنور کے بیچ ہماری ناؤ
کیوٹ بن سرکار پدھارو رکھ دو اِس میں پانو

☆

جو ہو عائشہ اور خدیجہ جیسی اپنی مائیں
ایسے پیارے گھر کو چھوڑ کے اور کہاں ہم جائیں

☆

کالی کملی کی چھیاں کی سیما ہے نہ چھور
دھرتی اور آکاش میں پھیلی ہے یہ چارو اُور

انور سلیمؔ (حیدرآباد)

''سلام بحضور خیر الانام'' صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اِلٰہی محبوبِ کُل جہاں کو دِل و جگر کا سلام پہنچے
نَفَس نَفَس کا دُرود پہنچے نَظَر نَظَر کا سلام پہنچے
بِساطِ عالَم کی وُسعتوں سے جہانِ بالا کی رِفعتوں سے
مَلک مَلک کا درُود اُترے بَشر بَشر کا سلام پہنچے
حُضُور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شام شام مہکے حُضُور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رات رات جاگے
مَلائکہ کے حَسِیں جِلَو میں سَحر سَحر کا سلام پہنچے
زبان ِ فِطرت ہے اِس پہ ناطِق ببارگاہِ نبِّیِ صادق
شَجَر شَجَر کا دُرود جائے حَجَر حَجَر کا سلام پہنچے
رسوُلِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بارِ احساں تمام خلقت کے دوش پر ہے
تو اَیسے مُحسِن کو بستی بستی نگر نگر کا سلام پہنچے
مرا قلَم بھی اُن کا صَدقہ مرے ہُنَر پر ہے اُن کا سایہ
حُضُورِ خواجہ مرے قلم کا مرے ہُنَر کا سلام پہنچے
یہ اِلتجا ہے کہ رُوزِ مَحشَر گُناہ گاَروں پہ بھی نَظَر ہو
شَفیعِ اُمَّت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہم غریبوں کی چشمِ تَر کا سلام پہنچے
نفیسؔ کی بَس دُعا یہی ہے فقیر کی اب صَدا یہی ہے
سَوادِ طیبہ میں رہنے والوں کو عُمر بھر کا سلام پہنچے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سید نفیس الحُسینی نفیسؔ (لاہور)

پیام مدحت

تھا محوِ رخِ یار میں کیا آئینہ دیکھوں
معلوم ہے یارو مجھے جو رنگ مرا ہے

(حکیم مومن خان مومنؔ)

امروہہ، ۲۰ رنومبر

محترم سراج احمد قادری صاحب ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

بے جا تاخیر کی معذرت کے ساتھ عرض گزار ہوں کہ میں گذشتہ دو ایک ماہ سے مزاج کی ناسازی کا شکار ہوں۔آپ سے دعا کا خواستگار ہوں۔مضمون کو کئی نشستوں میں پورا کر پایا۔خدا کرے کہ یہ آپکی دقیق نظر پر پورا اترے (آمین)

ساتھ ہی میں اپنی تین کتابیں بھی نذر کر رہا ہوں اگر کہیں آپکا جذبۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محفوظ ہوتو مجھ گنہگار کے لئے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہوں۔ممنون ہونگا۔

محترم فیروز سیفی صاحب (نیو یارک) سے فون پر برابر گفتگو رہتی ہے۔انہوں نے مجھ سے سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں کہے گئے کسی سلام کی فرمائش کی تھی تو آپ سے عرض ہے کہ میری کتاب ''گہر بخشش'' میں ۲۲۷، ۲۲۸ صفحہ پر چھپے ہوئے سلام کو انہیں E.Mail سے ارسال کردیں اس کے لئے میں آپکا شکر گزار ہونگا۔

حفاظت سے پہنچانے کی غرض سے میں کتابیں اور مضمون کوریر سے بھیج رہا ہوں موصول ہونے پر آپ مجھے فون سے مطلع فرمادیں۔

اپنے سب متعلقین کو میری جانب سے سلام و دعا پہنچا دیں۔

فقط

طالب دعا

مرزا ساجد حسین ساجدؔ امروہوی

ڈاکٹر صابر سنبھلی

۳۰؍اکتوبر ۲۰۱۵ء

برادرم ڈاکٹر قادری صاحب......... السلام علیکم

آپکی فرمایش کی تعمیل میں نعتیہ مضمون (دوعدد) رجسٹرڈ ڈاک سے ارسال کر چکا ہوں ان کے بارے میں مزید کچھ کہوں اس سے پہلے اپنے بارے میں کچھ عرض کر دینا چاہتا ہوں، ہائی اسکول کے سرٹیفکیٹ میں میری تاریخ ولادت ۱۵؍جولائی ۱۹۴۱ء درج ہے۔مزید برآں زندگی بھر Low blood Pressure کا شکار رہا۔تقریباً پانچ برس سے گٹھیا کا مریض ہوں۔دونوں آنکھوں کا آپریشن ہو چکا ہے۔ایک آنکھ میں ڈاکٹر نے غلط لینس ڈال دیا۔نظر بہت کمزور ہوگئی۔ہندی، انگریزی کے اخبار نہیں پڑھے جاتے صرف سرخیاں دیکھ لیتا ہوں۔زیادہ دیر بیٹھا نہیں جاتا۔لیٹنے میں وقت گزرتا ہے۔یادداشت اتنی خراب ہوگئی ہے کہ بالکل معمولی اور چھوٹی باتیں یاد نہیں رہتیں۔پوتوں، پوتیوں کے نام بھی بھول جاتا ہے۔ایسی حالت میں لکھنے پڑھنے کا کام کتنا دشوار ہوگا یہ آپ سمجھ سکتے ہیں ۔مزید گیارہ بارہ دن سے بیٹھ کر لکھنے یا پڑھنے سے (چونکہ یہ دونوں کام کسی قدر جھک کر کرنے پڑتے ہیں) دل کے مقام پر درد ہونے لگا۔آج نواں دن ہے کہ شہر کے سب سے قابل ڈاکٹر کے زیر علاج ہوں۔انہوں نے قلب کا عارضہ بھی بتایا ہے۔دعا کا خوستگار ہوں۔

یہ تمہید اس لیے باندھی گئی کہ میں نے آپکو دو مضمون بھیجے ہیں یہ پاکستان بھی بھیج چکا ہوں آپکو اس لیے بھیج دیے کہ وعدہ کرلیا تھا، دوسرے دونوں ملکوں کے قارئین کے حلقے بھی جدا جدا ہیں۔بھارت کے رسالے پاکستان کو چلے جاتے ہوں یا پاکستان سے بھارت کو نہیں آتے۔ان میں سے ایک مضمون کرناٹک کے ایک ششماہی کو بھی بھیج چکا ہوں۔نام یاد نہیں آرہا ہے یہ جانے بغیر کہ وہ جاری ہے یا بند ہو گیا۔مدیر کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں آئی ہے۔آپکو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا اس لیے یہ سطور لکھ دیں۔جس لفافے وہ مضمون بھیجے ہیں (آپکو) یہ لیٹر اس میں رکھنا چاہیے تھا۔مگر نہیں رکھ سکا مجبوری یہ ہوئی کہ ڈاکخانہ گھر سے کافی دور ہے۔ای۔رکشا میں ایک طرف سے پندرہ روپے لگتے ہیں۔سائیکل چلانا چھوڑ دیا ہے۔اسکوٹر، موٹرسائیکل پر بیٹھتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے۔ایک صاحب ڈاک خانے کو اپنے کام سے جارہے تھے وہ اتنی دیر نہیں ٹھہر سکتے تھے کہ آپکو بھیجنے کے لیے جلدی سے مضمون لفافے میں بند کر کے پتہ لکھ دیا۔یقین ہے کہ موصول ہو گئے ہوں گے۔

ایک نعت شریف بھی بھیج رہا ہوں۔ اس میں کچھ فنکاری بھی ہے اور ایسی ویسی نہیں اس میں بہت محنت پڑتی ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ دیکھئے درد شروع ہو گیا۔ پرہیز بھی کہاں تک کروں۔ امید ہے کہ مزاج بہ عافیت ہو گا۔ اہل خانہ اور متعلقین کو ما وجب۔

فقط والسلام

ڈاکٹر رضوان انصاری
۱۲۰ ر گاندھی نگر، سدھولی، سیتا پور

مکرمی ڈاکٹر قادری صاحب........ سلام مسنون الاسلام

معروضہ ہے کہ مقالہ بعنوان مولانا جامیؔ علیہ الرحمہ حاضر خدمت ہے۔ سرسری طور پر تحریر کردہ مقالہ شاید پسند آ جائے اور قارئین کے مطلب کا کچھ مواد نکل آئے۔

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔ راقم الحروف بھی بخیر ہے۔ احباب سے واجبات۔

خلوص جو

ڈاکٹر رضوان انصاری

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین
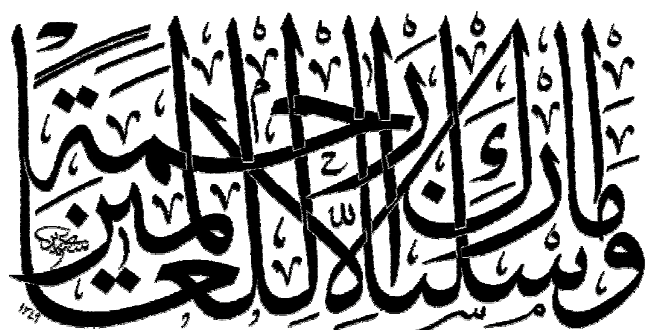
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعتیہ ادب سے دلچسپی رکھنے والے خُوش فکر اور خُوش ذوق قارئین کرام کی خدمت میں ''دبستان نعت ششماہی'' کا پہلا شمارہ پیش کرتے ہوئے دلی شادمانی ومسرت کا احساس ہو رہا ہے۔ نعت پاک جیسی مقدس صنف سے محبت رکھنے والے اہلِ علم وادب سے ہمیں دلی لگاؤ ہے۔

لہٰذا! تمام اہل علم و ادب سے ہماری گزارش ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح وثنا پر مبنی اپنے معیاری کلام ونگارشات ہمیں ضرور اِرسال فرمانے کی زحمت فرمائیں، آپ کے شعری و نثری فن پاروں کا ہمیں شدت سے انتظار رہے گا۔ اِس شمارے کے حوالے سے آپکے گراں قدر تاثرات ونظریات مجلے کو بہ سے بہتر بنانے میں ہمارے معین ومددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

ڈاکٹر سراج احمد قادری
فیروز احمد سیفی